فَاسئَلُوا اَھْلَ الذِّکرِ اِنْ کُنتُمْ لَا تَعْلَمُون (القرآن)

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں (کنز الایمان)

العطایاالمصطفویة فی الفتاوی القادریة

المعروف ب

فتاویٔ حجۃ العلم

حجۃ العلم فقیہ النفس فقیہ العصر مناظر اہل سنت

حافظ احادیث کثیرہ ابو الحسان مفتی محمد اشتیاق القادری

دامت برکاتھم العالیۃ

قاضی شرع دہلی و بانی جامعہ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دہلی،

و بانی و ڈائریکٹر جمعیۃ المعارف الاسلامیۃ و العربیۃ، جوکھن پور، بریلی شریف، یوپی، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)السوال:السلام علیکم،حضرت کی بارگاہ میں سوال یہ ہے کہ مہرِ فاطمی کی رقم کیا ہوتی ہے؟جواب عطا ہو۔

محمد فیروز۔26دسمبر۔2017

الجواب:وعلیکم السلام۔مہر فاطمی کی رقم کیا ہوتی ہے،اسے جاننے کے لیے آپ کو تھوڑی سی زحمت اٹھا کر مارکیٹ کا رخ کرنا ہوگا،جہاں سے آپ بآسانی رقم معلوم کر سکتے ہیں،البتہ ہم آپ کو مہر فاطمی کا چاندی کی شکل میں موجودہ حساب سے وزن بتائے دیتے ہیں۔مہر فاطمی کا موجودہ وزن (1749.6) گرام ہے یعنی ایک کیلوسات سوانچاس گرام چھ ملی گرام چاندی ہے،اب آپ اس وزن کی قیمت مارکیٹ سے معلوم کر لیجیے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲)السوال:حضرت نمازِ غوثیہ کے بارے میں وضاحت فرما دیجیے؟

سید محمد ذہین صاحب۔۲۶دسمبر۔۲۰۱۷

الجواب:دینی یا دنیوی حاجت پیش آنے کے وقت احادیث میں ایک نماز پڑھنے کا ذکر ہے جسے نمازِ حاجت کہا جاتا ہے البتہ اس نمازِ حاجت کا جن روایات میں ذکر ہے وہ اصولی طور پر ضعیف ہیں اور ضعاف سے کوئی حکمِ شرعی ثابت نہیں ہوتا،ہاں فضائل میں قبول کیا جا سکتا ہے لہذا کسی حاجت کے وقت اس نماز کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،چونکہ نمازِ حاجت کا طریقہ مختلف احادیث وآثار میں الگ الگ بیان ہوا ہے لہٰذا اس کی کوئی ایک متعین صورت مشروع نہیں ہے۔احادیث وآثار میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بھی پڑھ سکتے ہیں اور بزرگوں کے کشف وتجربہ کے مطابق بھی ادا کر سکتے ہیں۔نمازِ حاجت کا طریقہ وہ ہے جو حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم وارشاد پر مبنی ہے اسے آپ کے محبین ومعتقدین نمازِ غوثیہ اور نمازِ اسرار کے نام سے بھی جانتے ہیں۔

اس نماز کو بدعت وخلافِ سنت کہنا نادانی وجہالت ہے۔ہاں کچھ لوگ اپنی کج فہمی کے سبب لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور یہ وسوسہ ڈالتے ہیں کہ نماز تو اللہ کے لیے پڑھی جاتی ہے یہ کیسی نماز ہے جو غوثِ اعظم کے لیے پڑھی جا رہی ہے،یہ تو شرک ہے ایسے لوگوں سے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو بتایا جائے کہ جیسے ہر نماز صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھی جاتی ہے ایسے ہی بلا شبہ یہ نماز بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کی عبادت ہے،ہاں اس نماز کی ترکیب اور طریقہ حضرت غوث اعظم کے نام سے موسوم کر دیا جس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اس کو بلاتمثیل یوں سمجھیے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے اس کا ایک حرف تو کیا،ایک نقطہ بھی کسی انسان کی جانب سے نہیں ہے لیکن حضرت عثمان غنی نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآن کی جمع وتدوین فرمائی اور پہلے پائے جانے والے دیگر

نسخوں اور مصاحف کو ممنوع قرار دیا گیا اور ایک مصحف پر اجماع ہوگیا جسے دنیا بھر میں مصحفِ عثمانی کے نام سے جانا جاتا ہے تو جس طرح مصحفِ عثمانی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح نمازِ غوثیہ کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ نسبتیں محض ایک تعلق کی بنیاد پر ہیں ورنہ نماز صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس طرح قرآن صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہاں یہ بھی مدِنظر رہے کہ نوافل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہِ تنزیہی ہے اور بلا تداعی کوئی کراہت نہیں۔

(۳) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مفتی صاحب کی خدمت میں میرا یہ سوال عرض ہے کہ کسی نے اگر اندراوندھا (الٹا) کپڑا پہنا اور اس کے اوپر سیدھا کپڑا پہن کر نماز پڑھی تو اس نماز کا کیا حکم ہوگا؟ برائے کرام ارشاد فرمائیں۔ وائس میسیج، ۲۶، دسمبر، ۲۰۱۷ـ

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کوئی کپڑا الٹا پہننا یا الٹا اوڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۷، ص ۳۵۸، ۳۵۹)۔ یہ حکم باہر والے کپڑے کا ہے اور اس حکم کی وجہ خلاف معتاد کپڑا پہننا ہے۔ خلافِ معتاد کا مطلب ہے کہ کپڑا اس طرح پہن کر یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے، اس سے ظاہر ہے کہ اندر والا کپڑا پہن کر نماز بے کراہت جائز ہے کیونکہ یہ خلافِ معتاد میں نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) السوال: مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ کیا متعین امام کی اجازت لیے بغیر کوئی نماز پڑھا سکتا ہے اور اگر پڑھا دی تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا و توجرا

محمد تحسین رضا، جوالہ پور، بلاس پور، رام پور، ۲۷، دسمبر، ۲۰۱۷ـ

الجواب: اگر امامِ متعین جامع شرائط امامت ہے تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کو نماز پڑھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اگرچہ یہ دوسرا شخص امام معین سے علم و فضل میں زیادہ ہو۔ فقہاے کرام کے اطلاقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کراہتِ تنزیہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) السوال: يَا سَيِّدِيْ دَامَتْ بَرَكَاتُكُمُ العَالِيَةُ مَا هُوَ الجَوَابُ عَنْ هٰذَا السُّوَالِ الَّذِيْ فِيْمَا يَلِيْ:

مَاهُوَ الحُكْمُ لِمَنْ أَرْضَعَتْ أُخَاهَاالصَّغِيْرَمِنَ النَّسَبِ؟ فَهَلْ صَارَإِبْنَهَامِنَ الرَّضَاعِ؟ بَيِّنُوْاوَ تُوْجَرُوْا. محمد تحسین رضا، جوالہ پور، بلاس پور، رام پور، ۲۷، دسمبر، ۲۰۱۷ـ

الجواب: يَجُوْزُلِلأُخْتِ اَنْ تُرْضِعَ اَخَاهَاالصَّغِيْرَ مِنَ النَّسَبِ وَ يَتَرَتَّبُ عَلىٰ رِضَاعِهَا مَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ مِنَ الاَحْكَامِ، فَقَدْ صَارَ إِبنًالَهَاوَإِبنًالِزَوْجِهَاالَّذِيْ نَشَأَ اللَّبَنُ عَنْ وَطئِهٖ فَلَا يُمْكِنُ اَنْ يَتَزَوَّجَ إِبْنَةَ هٰذَا الرَجُلِ وَلَوْ كَانَتْ مِنْ غَيْرِ اُخْتِهِ الَّتِيْ اَرْضَعَتْهُ وَلَا يَتَزَوَّجَ اُخْتَ هٰذَا الرَّجُلِ وَلَا خَالَتَهُ وَ لَا عَمَّتَهُ لِأَنَّهُ صَارَ اَبَاهُ . اَمَّا الدَّلِيْلُ فَهُوَ قَوْلُ اللهِ جَلَّ وَ عَلَا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ

اُمَّهَاتُكم وَ بَنَاتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُخْتِ وَ اُمَّهَاتُكُمُ اللّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللّٰتِیْ دَخَلتُم بِهِنَّ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ واَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَينَ الاُخْتَينِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللهَ كَانَ غَفُوْراً رَحِيْماً﴾ [النساء،من الآية،٢٣]وَقَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ((يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ)).وَاللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(٦)السوال: کیافرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلے پر،زیدکہتاہے کہ قرآن کہتاہے کہ شہیدزندہ،مگر شریعت نے شہیدکی اولادکویتیم بھی کہاہے،شہیدکی بیوی کوبیوہ بھی کہاہے،دوسری شادی بھی کرسکتی ہے شہیدکی بیوہ، اگرشہیدزندہ ہےتواس کی بیوی کیسے بیوہ ہوئی؟ بچے کیسے یتیم ہوئے؟جبکہ قرآنِ پاک میں ہے کہ شہیدکومردہ تصوربھی نہیں کرناہے۔ عظیم احمد۔٢٨،اکتوبر،٢٠١٧ء۔

الجواب: بلاشبہ شہیدنص قرآنی کی روسے زندہ ہےاوراس کومردہ گمان کرنابھی بحکم قرآنِ کریم ممنوع و مردود ہے۔اب رہاشہید کے بچوں کایتیم ہونااوراس کی بیوی کابیوہ ہونااوراس کے ترکہ کاتقسیم ہوناوغیرہ تواس کی وجہ یہ نہیں کہ شہیدزندہ نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ شہیدپروعدۂ الٰہیہ کے مطابق موت طاری ہوچکی اگرچہ وہ انعام وفضل الٰہی سے اب حیاتِ جاودانی سے سرفرازکردیاگیالیکن وعدۂ موت طاری ہونے کے سبب احکام بدل گئے،یہ معاملہ شہداے کرام کاہے،انبیاے عظام علیھم الصلوات والتسلیمات کامعاملہ چونکہ شہداء سے ارفع واعلیٰ ہے لہٰذایہاں وعدۂ موت طاری ہونے کے باوجوداحکام میں تغیرنہیں جوشہداء کے ساتھ ہوتاہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(٧)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں تین سوال عرض ہیں:

(١) کوئی اپنے گھرسے چلااوروطن اقامت پہنچنے کے بعداس کی نیت ١٥،دن ٹھہرنے کی تھی لیکن اب اسے ١٥،دن سے پہلے پہلے وہاں سے آجاناہےتواس صورت میں اس کی اقامت کی نیت درست ہے یانہیں؟ اوراس صورت میں قصرتولازم نہیں؟

(٢)عورتوں کی نمازاس صورت میں کہ وہ اپنے بالوں کاجوڑانہ باندھے،نہیں ہوتی ہےیعنی اپنے بال اپنی پیٹھ پرچھوڑکرنمازپڑھےتونمازہوگی یانہیں؟

(٣)ایک بستی کے قبرستان میں کنارے پردواولیاء اللہ کی قبریں شریفہ ہیں اب بستی والے ان کا مزار

بنانا چاہ رہے ہیں پوچھنا یہ ہے کہ کیا اب مزارات بنا سکتے ہیں؟ بینوا وتو جروا۔

محمد تحسین رضا، جوالہ پور، بلاس پور، رام پور، ۲۹، دسمبر، ۲۰۱۷

الجواب:(۱) نیت اقامت کی درستگی کی شرائط پائے جانے کے بعد وہ جگہ وطن اقامت ہو جاتی ہے اور وطن اقامت دوسرے وطن اقامت یا وطن اصلی یا سفر سے ہی باطل ہوسکتا ہے، محض نیت بدلنے سے باطل نہیں ہوتا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں وہ شخص جب تک سفر نہ کرے یا وطن اصلی نہ چلا جائے یا دوسری جگہ اقامت نہ کر لے مقیم ہی رہے گا اور نمازوں میں قصر نہیں کر سکتا۔

(۲) عورت اپنے بالوں کا جوڑا بنا کر یا بغیر بنائے پشت پر لٹکا کر جس طرح چاہے نماز پڑھے دونوں درست ہے، بشرطیکہ سترِ عورت پایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) قبرستان عموماً اموات مسلمین کے لیے وقف ہوتے ہیں اور مقابر موقوفہ میں تعمیر کی اجازت نہیں لہٰذا وہاں مزار نہ بنایا جائے۔ فَاِنَّ ذَالِكَ تَغْيِيرٌ لِهَيْئَةِ الوَقْفِ وَ يُنَافِيْ اَغْرَاضَهُ وَهُوَ لَا يَجُوْزُ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الفُقَهَاءُ قَاطِبَةً. وَاللهُ تَعَالىٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(۸) السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کوٹن یا نائلون کے موزوں (Socks) پر مسح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت بہت سارے لوگ بین الاقوامی کمپنیوں میں کام کرتے ہیں اور الحمدللہ ان میں سے بہت سے لوگ نماز کی پابندی رکھتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہاں وضو واش روم میں واش بیسن (Wash Basin) میں کرنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے پیر کو اٹھا کر دھونا پڑتا ہے، ایسا کرنے سے وہاں آس پاس کی جگہ گیلی ہو جاتی ہے اور غیر مسلم کراہت کا اظہار کرتے ہیں اور کئی بار کچھ لوگوں کی بحث بھی ہو جاتی ہے اور صفائی کے ذمہ دار (Facility) والے بھی غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ غیر مسلموں کی شکایت کی وجہ سے کچھ واش روم کے باہر لکھ بھی دیا گیا ہے کہ یہاں واش بیسن میں پیر دھونے کی اجازت نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا لوگ کوٹن یا نائلون کے موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ مثلاً صبح کو گھر سے غسل کر کے صاف دھلے ہوئے موزے پہنے جائیں اور کمپنی میں نماز پڑھنے کے لیے وضو میں پیر دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر لیا جائے؟ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر ظہیر۔ ۳۰، دسمبر، ۲۰۱۷

الجواب: نہیں، کاٹن یا نائلون کے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ایسا کرنے سے وضو ہوگا یہاں جو عذر بیان کیا گیا ہے وہ شرعاً قابل قبول نہیں ہے اس سے بچنے کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً کسی ڈبے یا بوتل میں پانی لے کر کسی بھی جگہ پاؤں دھوئے جا سکتے ہیں، آخر ایسی کمپنی میں لوگ استنجاء کہاں کرتے ہیں؟ کیا وہاں کوئی نالی نہیں پائی جاتی؟ کیا اس جگہ سے باہر نکلنا ناممکن ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۹) السوال: حضرت کی بارگاہ میں سوال ہے:

جو پیر صاحب غیر مسلم کو مرید کرتے ہیں جیسے ہندو، سکھ وغیرہ اور مسلمان بھی ان کے مرید ہوتے ہیں ایسے پیر صاحب کی بیعت کرنا کیسا ہے اور کیا ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

عظیم احمد، ۳۰، دسمبر، ۲۰۱۷

الجواب: اگر ان پیر صاحب کے غیر مسلمین کو مرید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں دائرۂ اسلام میں بھی داخل کرتے ہیں تو یہ بات ان پیر صاحب کے لیے بڑی سعادت ہے اور وہ اس عمل کے لیے قابل مبارک باد ہیں رہی ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی ابت تو یہ اس پر موقوف ہے کہ وہ جامع شرائطِ امامت بھی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ جامع شرائط ہیں تو ان کی اقتدا درست ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ پیر کفار ومشرکین کو اس طرح مرید کرتے ہیں کہ ان کفار و مشرکین سے کوئی تعرض نہیں کرتے بلکہ اپنے عمل وکردار سے یا ثابت کرتے ہیں کہ وہ ان کے کفر وشرک سے راضی ہیں تو معاذ اللہ یہ صورت سخت تباہی وبربادی کا باعث ہے اور وہ پیر اپنی اس روش کی وجہ سے کفر کا مرتکب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ تجدید ایمان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۰) السوال: السلام علیکم۔ حضرت، ایک مسلم لڑکے نے گروپ میں ایک عورت کی برہنہ کلپ ڈالی تو ایک صاحب نے کہا کہ (ہم بھی اسے نہیں بخشیں گے اور میرا یقین کامل ہے کہ اللہ بھی اسے نہیں بخشے گا) یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

سید قمر الحسن، ۳۰، دسمبر، ۲۰۱۷

الجواب: اللہ تعالیٰ کی بخشش ومغفرت بہت کشادہ ہے وہ کفر وشرک کے سوا ہر بڑے سے بڑے گناہ کو بخش سکتا ہے، خود ارشاد فرماتا ہے: (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَشَاءُ وَمَنْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ اِفْتَرٰی اِثْماً مُبِیْناً) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ کو جس کے لیے چاہے بخش دے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً اس نے گناہ عظیم کا بہتان باندھا۔ لہٰذا جس شخص نے یہ کہا کہ میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے نہیں بخشے گا غلط کہا اور رجماً بالغیب ایک باطل دعوی کیا۔ یہ حق صرف اس ہستی کا ہے جسے رب کریم نے علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں اور وہ ذات ہمارے آقا ومولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو جنت کے بشیر اور جہنم کے نذیر ہیں۔

(۱۱) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب میرا سوال تھا کہ کیا لڑکے کے اپنے سسرال میں نماز قصر پڑھنا پڑے گی یا پوری پڑھنا ہوگی؟ اور ایسے ہی اگر لڑکی اپنے سسرال میں جائے گی تو وہ کیا نماز قصر پڑے گی یا پوری پڑے گی؟ اس کیس میں شوہر اور بیوی دونوں تیسری جگہ رہتے ہیں اور سسرال جانے میں ڈسٹینس (Distanse) کی اور وقت کی قصر کی شرط پوری

ہوتی ہے۔

محمد فیصل صاحب، ۳۰، دسمبر، ۲۰۱۷ء۔

الجواب: اگر کسی مرد نے اپنی سسرال کو وطن اقامت نہیں بنایا ہے اور وہ جگہ اس کے وطن سے مدتِ سفر پر واقع ہے تو وہاں جانے کے بعد وہ قصر کرے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اسی حالتِ سفر میں کسی جگہ شادی کر لے تو محض شادی کرنے سے ہی وہ مقیم ہو جائے گا خواہ اس جگہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو یا نہ ہو۔

عورت شادی کے بعد سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگی تو میکا اس کے لیے وطن اصلی نہیں رہے گا یعنی اگر سسرال مدتِ سفر پر واقع ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے گی اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا ہے بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو جائے گا اور نماز پوری پڑھے گی۔

اور جبکہ وہ تیسری جگہ رہتے ہوں تو اگر وہاں 15 دن یا اس سے زیادہ قیام ہو تو مقیم ہیں ورنہ نہیں اور اگر وہ دونوں وہاں سے عورت کے وطن جاتے ہیں اور وہ مدتِ سفر پر واقع ہو تو اقامت کی نیت ہونے کی صورت میں قصر کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۲) السوال: (۱) نماز کا وقت ہو گیا اور گھر میں یا سفر میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے تو اذان ضروری ہے؟

(۲) نیو یر (New Year) کی مبارک باد دینا کیسا ہے؟

صادق علی، ۱، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: (۱) افضل یہ ہے اذان و اقامت دونوں کہیں۔

(۲) مبارک باد دینے کے مطلب دعائے برکت ہوتا ہے، نئے دن، نئی رات، نئے ہفتے، نئے مہینے اور نئے سال یا کسی بھی وقت و لمحے کی آمد پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے، یہ اچھی بات اور باہم محبت کا ذریعہ ہے یاد رہے اس مبارک بادی میں یہود و نصاریٰ اور فجار و کفار سے تشبہ نہ ہو اور نہ کسی خلافِ شرع حرکت کا ارتکاب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۳) السوال: حضرت کی بارگاہ میں سوال، کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچے کی برتھ ڈے سلیبریٹ (Birth day celibrate) کرنے کی دعوت کرنا اور خاندان کے لوگوں کو بلا کر کیک کاٹنا، گفٹس دینا اور کھانا کرنا وغیرہ کیسا ہے؟ اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟ جبکہ کچھ عام و خاص (علما) لوگ اسے منع کرتے ہیں کہ ایسا کرنا غیر مسلموں سے مشابہت ہے اور کچھ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں کہ جب ایک مباح ہر مذہب کا شعار بن جائے اور وہ کام مسلم اور غیر مسلم کے امتیاز کا مسئلہ نہ رہے تو وہاں حکم بدل جاتا ہے۔ اور آج مسلمانوں کی

اکثر تعداد برتھ ڈے سلیبریٹ کرتی ہے۔حضرت سے اس مسئلے کی وضاحت درکار ہے۔اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے۔
عبدالصمد صدیقی۔۳،جنوری،۲۰۱۸ء۔

الجواب: برتھ ڈے یا سالگرہ منانا کوئی دینی و مذہبی عمل نہیں، بلکہ محض ایک دنیوی رسم ہے اور کسی دنیوی رسم کو اپنی طبیعت سے ناجائز وحرام کہنا شریعت اسلامیہ پر بہتان وافترا ہے، دنیوی رسم ورواج کے جائز و ناجائز ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ وہ رسم جن اعمال وافعال اور ہیئات وحرکات کا مجموعہ ہے وہ خلافِ شرع ہیں یا نہیں، اگر وہ امور خلافِ شرع ہیں تو اس رسم ورواج کو ناجائز کہا جائے گا ورنہ نہیں۔

یہ بات سمجھ لینے کے بعد سالگرہ یا برتھ ڈے کا حکمِ شرعی سمجھنا آسان ہوجاتا ہے اگر اس دنیوی رسم میں ناچ گانے، شراب وکباب، اسراف وفضول خرچی، ریا ونمود، فخر ومباہات اور مرد وزن کا غیر شرعی اختلاط وغیرہ حرکات پائی جاتی ہیں یا اس رسم کو منانے والے یہود ونصاریٰ اور کفار وفجار کے ساتھ ان کے شعار سے مشابہت کا قصد کرتے ہیں تو اسے ناجائز کہا جائے گا ورنہ یہ رسم اپنی اصل کے مطابق مباح کے زمرے میں داخل ہے۔رہا کچھ لوگوں کا یہ واہمہ کہ یہ رسم اہل مغرب سے مشابہت کی وجہ بدعت ناجائز ہے تو اس وہم کے ازالے کے لیے عرض ہے کہ حدیث پاک (مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) یعنی جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے اس کا مفہوم یہ نہیں کہ ہر وہ قول وفعل اور عمل وہیئت جو دوسروں کے مثل ہو، ناجائز ہے اگر یہ مطلب ہو تو پھر مسلمان کی زندگی اجیرن ودشوار ہی نہیں بلکہ گناہوں اور محرمات کا مجموعہ بن جائے گی۔یہود ونصاریٰ بھی چائے پیتے ہیں اور مسلمان بھی چائے پیتے ہیں، تو کیا مسلمانوں کا چائے پینا اس مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہوجائے گا۔ہم یہاں سیکڑوں مثالیں پیش کرسکتے ہیں جو ہمارے اور یہود ونصاریٰ کے درمیان مشترک ہیں مگر ان کو نہ کبھی کسی نے ناجائز کہا ہے اور نہ کوئی اس کا تصور کرسکتا ہے بلکہ حدیث شریف کا مفہوم جو محدثین کرام اور فقہائے عظام نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تشبہ کی وجہ سے کسی فعل ممانعت اسی وقت ہے جب کہ فاعل کا قصد مشابہت ہو یا وہ فعل اہل باطل کا شعار علامت ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں یا اس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو لہٰذا کسی عمل وفعل، ہیئت وحالت، وضع و قطع، رسم ورواج اور حرکت وثقافت میں مذکورہ تینوں باتیں یا کوئی ایک بات پائی جائے تو یقیناً وہ مشابہت شرعاً ممنوع ہے ورنہ ہرگز منع و ناجائز یا بدعت نہیں کہا جاسکتا، اگر کوئی مذکورہ امور کو نظر انداز کرکے محض نفسِ عمل میں مماثلت و شرکت دیکھ کر ناجائز وحرام اور بدعت وخرافات کے فتوے مڑھتا ہے وہ درحقیقت شرعی احکام ومسائل اور اصول و ضوابط سے ناآشنا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۴) السوال: السلام علیکم
میرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم لوگ حنفی مسلک کے ہیں انڈیا سے باہر رہتے ہیں تو کیا شافعی یا حنبلی امام کے پیچھے

نماز جمعہ اور ریگولر نماز پڑھ سکتے ہیں یا جماعت میں نہیں شامل ہوں؟

محمد امین، ۲۷، دسمبر، ۲۰۱۷ء۔

الجواب: اگر شافعی یا یا حنبلی امام سنی صحیح العقیدہ ہے اور مذہب احناف پر اس کی نماز درست ہے تو با جماعت نماز پڑھے، خواہ جمعہ ہو یا دوسری نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۵) السوال: حضرت کی بارگاہ میں یہ سوال ہوا تھا (السلام علیکم) میرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم لوگ حنفی مسلک کے ہیں انڈیا سے باہر رہتے ہیں تو کیا شافعی یا حنبلی امام کے پیچھے نماز جمعہ اور ریگولر نماز پڑھ سکتے ہیں یا جماعت میں نہیں شامل ہوں؟)

آپ نے یہ جواب دیا تھا (اگر شافعی یا حنبلی امام سنی صحیح العقیدہ ہے اور مذہب احناف پر اس کی نماز درست ہے تو با جماعت نماز پڑھے، خواہ جمعہ ہو یا دوسری نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر شافعی یا حنبلی مسلک کا امام ہے تو وہ امام اسی مسلک کے حساب سے تو نماز پڑھائے گا؟ نہ کہ حنفی مسلک پر، تو یہ تھوڑا کنفیوزن ہے، جبکہ سائل نے بھی حنفی ہونے کے ناتے یہ سوال کیا تھا کہ کیا شافعی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ عام آدمی کے لیے مسئلہ تھوڑا ٹف (Tough) ہے کہ وہ ان دوسرے مسلک کے اماموں میں کون سی شرائط دیکھے گا جس سے اس کی حنفی مسلک کے حساب سے نماز درست ہو جائے؟ یا پھر وہ عام شخص بنا شرائط دیکھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی مزید وضاحت فرما دیں، جزاك الله خيرا.

عبد الصمد قادری، ۲، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: چاروں ائمہ کرام حق پر ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے مسلمان بھی یقیناً حق پر ہیں، وہ مسائل جن کی کتاب وسنت میں صراحت نہیں اور نہ ہی ان پر امت مسلمہ کا اجماع ہے ایسے مسائل کا ائمہ اربعہ نے اپنے علم ومعرفت اور اصول وقواعد کی روشنی میں کتاب وسنت سے استخراج فرمایا ہے، انہیں استخراج واستنباط کردہ مسائل میں قوتِ اجتہاد نہ رکھنے والے افراد کو کسی ایک امام کی اتباع کا حکم ہے، بیک وقت چاروں یا ایک سے زیادہ امام کی اتباع باطل ومردود ہے اس لیے کہ وہ مسائل جن میں ہر امام کا اجتہاد دوسرے امام سے امام مختلف ہے اگر غیر مجتہد ان احکام میں کبھی ایک کی اور کبھی دوسرے کی اتباع کرنے لگے تو یہ شریعت کے ساتھ ایک طرح کا مذاق بن کر رہ جائے گا اور یہ طبیعت پر عمل کے مرادف قرار پائے گا مثلاً طلاق والی عورت کی عدت تین طہر ہے یا تین حیض، کتاب وسنت میں کسی ایک کی قطعی صراحت نہیں ہے بلکہ قرآنِ کریم میں طلاق والی عورت کی عدت (ثلاثة قروء) یعنی تین قروء بیان کی گئی ہے اور قروء عربی زبان میں حیض اور طہر دونوں پر بولا جاتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اصول وقواعد کے مطابق حیض مراد لیتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ طہر مراد لیتے ہیں اب اس صورت میں ظاہر ہے کہ کسی ایک امام کے قول پر ہی عمل ممکن ہے اگر کوئی شخص دونوں کے قول پر عمل کرے اور اس کی صورت یہ ہو کہ بڑی

بہن کی طلاق ہوتو اس کی عدت تین طہر مانے اور چھوٹی بہن کی طلاق ہوتو تین حیض مانے اگر کوئی شخص اس طرح عمل کرے گا تو معاشرہ میں انتشار وانارکی الگ پھیلے گی اور شریعت اسلامیہ کا مذاق الگ اڑایا جائے گا۔اسی لیے اصحابِ علم نے فرمایا ہے کہ اتباع ائمہ میں تشہی جائز نہیں یعنی اپنی طبیعت وخواہش کے مطابق ایک مسئلہ میں ایک امام کی اتباع کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کی اتباع کرے یا ایک ہی مسئلے میں کبھی ایک امام اور کبھی دوسرے امام کی اتباع کرے۔

یہ چند اہم اور بنیادی باتیں سمجھ لینے کے بعد اصل سوال کا جواب سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ اگر سنی صحیح العقیدہ شافعی یا حنبلی امام جو اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز پڑھاتے ہیں اگر ان حضرات کی نمازیں جس طرح ان کے مذہب پر درست ہوتی ہیں مذہب امام اعظم پر بھی درست ہوتی ہوں تو ان کی اقتدا میں جمعہ اور باقی نمازیں پڑھنا درست ہے اور اگر ان کی نمازیں ان کے اپنے مذہب پر تو درست ہوں لیکن مذہب امام اعظم پر درست نہ ہوں تو ان کی اقتدا جائز نہیں مثلاً شافعی امام نے قلتین (دو مٹکے بھر پانی) سے ہاتھ ڈال کر وضو کیا تو امام شافع مذہب پر اس کی وضو اور اس سے نماز جائز ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک اس طرح وضو نہیں ہوگا کیونکہ دہ دردہ سے کم ٹھہرے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے اور مستعمل پانی سے وضو نہیں ہوتا جب وضو نہیں تو نماز بھی نہیں ہوگی، لہٰذا قلتین سے وضو کرنے والے امام کی اقتدا میں حنفی کو نماز پڑھنا جائز نہیں۔

ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ ممالک میں تو عام مسلمانوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ یہاں احناف ہی پائے جاتے ہیں، ہاں عرب اور افریقی ممالک میں بزنس وسروس کرنے والے حضرات کے لیے تھوڑی پریشانی ہوسکتی ہے کہ وہ کیسے پرہ کریں کہ فلاں امام کی نماز ہمارے امام کے مذہب پر بھی درست ہوئی یا نہیں تو اس کے لیے عام مسلمانوں کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، شریعت اسلامیہ کسی کو اس کی طاقت وقدرت سے زیادہ کا مکلف وپابند نہیں بناتی اور نہ خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث وتمحیص کا حکم دیتی ہے، عام مسلمانوں کو چاہیے کہ جہاں ایسی صورت درپیش ہو وہاں امام کے عقیدے کو جاننے کے بعد اس کے وضو کا طریقہ کا پتہ کرلیں اور اگر پتہ کرنا ممکن نہ ہو تو حسن ظن رکھتے ہوئے اسی حالت میں نماز پڑھ لیں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بری الذمہ ہوجائیں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۶)السوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین، پگڑی پر مکان لینا کیسا؟

امروہہ سے، ۴،جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: آج کل پگڑی پر مکان ودکان دینے لینے کا جو رواج عام ہوتا جارہا ہے وہ کتاب وسنت اور اصل مذہب احناف کی رو سے ناجائز وگناہ ہے لیکن اب یہ طریقہ شہروں میں عام ہوتا جارہا ہے اس لیے حرج وتنگی کو دور کرنے،ضرر ونقصان کو ختم کرنے اور لوگوں کو حاجتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دور حاضر کے ماہرین فقہا وعلما نے شریعت

کی حکمتوں اور مصلحتوں کی روشنی میں اب یہ حکم بیان کیا ہے کہ حاجت کے وقت پگڑی پر مکان یا دکان دینا اور لینا جائز ہے لیکن عوام شرعی حاجت کے مقام ومحل اور اس کے تحقق کو عموماً پہچاننے سے قاصر ہیں لہٰذا عام لوگوں کو چاہیے کہ پگڑی پر لین دین اس طرح کریں کہ ناجائز ہونے کا شبہ نہ رہے اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ پگڑی میں جو رقم دی جاتی ہے اس کو دکان یا مکان پر قبضہ کے دن کا کرایہ دیں اور ماہانہ یا سالانہ کرایہ الگ سے رکھیں یا بطور پگڑی دی جانے والی رقم کو زمین کا کرایہ قرار دیں اور عمارت وبلڈنگ سے فائدہ اٹھانے کے لیے علیحدہ سے کرایہ طے کرلیں اس طرح مالک وکرایہ دار پگڑی پر جن اغراض ومقاصد اور فوائد ومنافع کے لین دین کرتے ہیں وہ سب حاصل ہو جائیں گے اور فریقین شرعی گرفت سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(١٦) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں چند سوال عرض ہیں۔

(١) سورۂ فاتحہ میں لفظ (صراط) کو قصداً (سراط) پڑھنا صحیح ہے؟ اگر پڑھا تو نماز ہو جائے گی؟

(٢) جس لڑکی سے رشتہ طے پایا ہے تو کیا لڑکا اس کو دیکھ سکتا ہے اگر دیکھ سکتا ہے تو کیا فوٹو میں دیکھ سکتا ہے؟

(٣) زید اس حال میں مسجد پہنچا کہ پہلی صف مکمل ہو چکی ہے اب زید اکیلا ہے تو یہ کیا کرے پچھلی صف میں اکیلا کھڑا ہوگا اس کے لیے کیا احکام ہیں؟

(٤) جو اولاد بالغ ہونے کے بعد حرام کاموں میں ملوث ہو تو اس کے والدین اس کے ذمہ دار ہوں گے یعنی ان سے اس کے بارے میں سوال ہوگا؟

یاسیدی الکریم ان مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائیں

محمد تحسین رضا، جوالہ پور، بلاس پور، رام پور، یوپی، ہند۔ ٤، جنوری، ٢٠١٨۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(١) (الصراط) کو قصداً (السراط) پڑھنا بلاشبہ صحیح ودرست ہے، اس سے نماز کی صحت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کلمہ (صراط) میں دونوں قراءت ہیں: ص، سے بھی اور س، سے بھی۔

امام قاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد شاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الشاطبية، ص،٩.

امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اَقُوْلُ وَلَا حَاجَةَ اِلیٰ اسْتِثْنَاءِ (وَمَاهُوَ عَلیٰ الغَیْبِ بِضَنِین)فَاِنَّ هٰهُنَالَیْسَ مَقَامُ الضَّادِ خَاصَّةً بَلْ مَقَامُهُمَاجَمِیْعًا لِاَنَّ اللَّفْظَ قُرِءَ بِهِمَا فِی القُرْآنِ،فَکَانَ مِثْلَ صِرَاطٍ وسِرَاطٍ وَ بَسْطَةٍ وَ بَصْطَةٍ وَ یَبْسُطُ وَ یَبْصُطُ وَمُصَیْطِرٍ وَمُسَیْطِرٍ اِلیٰ اَشْبَاهِ ذٰلِكَ بِخَلَافِ ضَالِّیْنَ وَظَالِّیْنَ وَ سِجِّیْلٍ وَصِجِّیْلٍ فَاِنَّهٗ تَبْدِیْلٌ.(الفتاوی الرضویة،ج،٦،ص،٣١٠)

میں کہتا ہوں (وماهو علی الغیب بضنین) کے استثنا کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر ضاد کی جگہ ظاء کو رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ مقام ضاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دونوں کا مقام ہے کیونکہ قرآن میں یہ لفظ دونوں قراتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ الفاظ اس طرح ہیں: صراط اور سراط، بسطة اور بصطة، یبسط اور یبصط، مسیطر اور مصیطر اور ان کی طرح کے دوسرے الفاظ بخلاف ضالین کی جگہ ظالین اور سجیل صجیل کی جگہ کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صراط اور سراط دونوں طرح پڑھنا درست ہے اس سے نہ تو تحریف وتبدیل قرآن لازم آتی ہے اور نہ نماز میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہوتی ہے۔

(۲) جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (فانکحوا ما طاب لکم من النساء) ماطاب لکم کے معنی کے تحقق کی ایک صورت دیکھنا بھی ہے بلکہ سچ بات یہ ہے کہ دوسروں کے دیکھنے اور بیان کرنے کی بنسبت از خود دیکھ لینے سے زیادہ اطمینان وسکون حاصل ہو جاتا ہے اسی لیے بعض فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا مستحب ہے اور یہ استحباب سید عالم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قَالَ:کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً مِنَ الاَنْصَارِ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنَظَرْتَ اِلَیْهَا؟ قَالَ : لَا : قَالَ: فَاذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الاَنْصَارِ شَیْئًا.(الصحیح المسلم،کتاب النکاح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک صاحب نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خبر دی کہ میں ایک انصاریہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے حکم دیا جاؤ، پہلے اسے دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہے۔ یہ ارشاد مخطوبہ کو قبل نکاح دیکھنے پر واضح دلیل ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ المَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ مَا یَدْعُوْهُ اِلیٰ نِکَاحِهَا فَلْیَفْعَلْ،قَالَ،فَخَطَبْتُ جَارِیَةً

فَكُنْتُ اَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى رَاَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِىْ اِلٰى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَافَتَزَوَّجْتُهَا.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی عورت کو پیغامِ نکاح دے تو ہو سکے تو وہ اس چیز کو دیکھ لے جو اسے اس سے نکاح کی طرف راغب کر رہی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا تو میں اسے چھپ چھپ کر دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں نے وہ بات دیکھ ہی لی جس نے مجھے اس کے نکاح کی طرف راغب کیا تھا، میں نے اس سے شادی کر لی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح)

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَنَّهٗ خَطَبَ اِمْرَاَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا. (جامع الترمذی، کتاب النکاح)

کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھ لو کہ یہ چیز تمہارے درمیان دیرپا محبت کا باعث ہوگی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اِمْرَاَةً جَاءَتْ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ جِئْتُ لِاَهَبَ لَكَ نَفْسِىْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَصَعَّدَ النَّظْرَ اِلَيْهَا وَصَوَّبَهٗ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَاسَهٗ، فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ: لَا وَاللهِ يَارَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: اِذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا؟ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا وَاللهِ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، قَالَ: اُنْظُرْ وَلَوْ خَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: لَا وَاللهِ يَارَسُوْلَ اللهِ وَلَا خَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِىْ، قَالَ سَهْلٌ: مَالَهٗ رِدَاءٌ، فَلَهَا نِصْفُهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ، اِنْ لَبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ؟ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ مَجْلِسُهٗ، ثُمَّ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُوَلِّيًا، فَاَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ؟ قَالَ مَعِيْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا، وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّهَا قَالَ: اَتَقْرَاُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟ قَالَ: اِذْهَبْ فَقَدْ نَكَحْتُهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان تمام روایات حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس عورت کو دیکھنا جائز و بہتر ہے اور یہاں ہمارے فقہا نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شہوت و بدی کے خیالات کے ساتھ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس طرح کے حالات و ماحول میں دیکھے کہ فتنہ اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔

رہا تصویر کا مسئلہ تو فقیر قادری نصوصِ کثیرہ کے مدنظر اسے بے وجہ شرعی بنانا اور بنوانا جائز ہی نہیں جانتا ہے تو پھر اسے دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) زید کو چاہیے کہ صف اول سے ایسے شخص کو پیچھے کھینچے جو یہ مسئلہ جانتا ہو کہ تمامیتِ صف کے لیے وقت ضرورت آگے یا پیچھے ہونا حکمِ شریعت ہے اور میں اسی حکم کی پاسداری میں آگے یا پیچھے ہو رہا ہوں اگر ایسا شخص نہ ہو تو ہرگز کسی کو نہ کھینچے بلکہ اکیلا کھڑا ہو جائے۔ اس مسئلے کی اصل یہ ہے کہ جس طرح حالت نماز میں اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ سے کلام وخطاب مفسد نماز ہے اسی طرح اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کا کہا ماننا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص حکم شرع جان کر آگے یا پیچھے ہو تو نماز میں کسی طرح کا خلل نہیں آئے گا اور جہاں دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں فلاں کے حکم کی تعمیل میں اپنی جگہ سے ہٹ رہا ہوں فوراً نماز جاتی رہے گی۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاں اس طرح کی صورت درپیش ہو تو پیچھے آنے والے مقتدی کو چاہیے کہ بلانے والے کے اشارے پر فوراً پیچھے نہ آئے بلکہ کچھ دیر توقف کرے پھر اپنی مرضی سے آئے تاکہ اس کی حالت سے ظاہر ہو جائے کہ وہ محض حکم شرع کی پاسداری کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

فِیْ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، ص، ۸۹: لَوِ امْتَثَلَ اَمْرَ غَیْرِہٖ فَقِیْلَ لَہٗ تَقَدَّمْ فَتَقَدَّمَ فَسَدَتْ، بَلْ یَمْکُثُ سَاعَۃً ثُمَّ یَتَقَدَّمُ بِرَاْیِہٖ.

اسی درمختار صفحہ، ۹۲، پر ہے: یَجْذِبُ اَحَدًا لٰکِنْ قَالُوْا فِیْ زَمَانِنَا تَرْکُہٗ اَوْلٰی.

مراقی الفلاح، ص، ۱۴۸، میں ہے: جَذَبَ عَالِمًا بِالْحُکْمِ لِاَ یَتَاَذّٰی بِہٖ وَاِلَّا قَامَ وَحْدَہٗ.

وَلِلْمَسْئَلَۃِ جُزْئِیَّاتٌ کَثِیْرَۃٌ لَاحَاجَۃَ بِنَا اِلٰی سَرْدِھَا وَسَنَذْکُرُھَا اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی عِنْدَ الاِحْتِیَاجِ اِلَیْھَا.

(۴) اولاد جن محرمات کا ارتکاب کرے ان کا سارا وبال وعذاب اولاد پر ہوگا، والدین سے اس سلسلے میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (وَلَا تَکْسِبُ کَلُّ نَفْسٍ اِلا عَلَیْھَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِزْرَ اُخْرٰی) [الانعام، من الآیۃ، ۱۷٤]

اور حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِہٖ، لَا یَجْنِیْ وَالِدٌ عَلٰی وَلَدِہٖ، وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰی وَالِدِہٖ) [سنن ابن ماجہ]

البتہ والدین سے تربیتِ اولاد کے سلسلے میں پائی جانے والی تقصیر وغفلت کے بارے میں ضرور محاسبہ و مواخذہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (کُلُّکُمْ رَاعٍ، وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَالاَمِیْرُ رَاعٍ وَ الرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ، وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ، فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ) [متفق علیہ] واللہ تعالی اعلم بالصواب.

(۱۷)السوال: کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلے پر
نذرانے کے نام پر پیسے طے کر کے تقریر کرنا یا کروانا یا نعت شریف پڑھنا یا پڑھوانا کیسا ہے؟
عظیم احمد، امروہہ، ۵، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: کتاب وسنت اور دلائل شریعت کی روشنی میں عالم دین جو وعظ کہے اس کی اجرت لینا جائز ہے جواز کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس طرح کے وعظ کی حاجت ہے اور انحطاطِ زمانہ اور دنیا میں توغل کی وجہ سے اب ایسے مخلصین واعظین نہیں ملتے جو بلا عوض وعظ کہیں۔ تو جس طرح امامت وتدریس کے لیے اجرت لینا جائز ہے وعظ و خطابت کے لیے بھی اجرت لینا اور دینا جائز ہے اور جب اجرت جائز ہے تو اسے مجہول رکھنا جائز نہیں بلکہ اس کا متعین ہونا ضروری ہے تاکہ نزاع واختلاف نہ ہو۔

ہاں نعت ومنقبت خوانی کے لیے شعراء کو اجرت لینا دینا دونوں نہ جائز وگناہ ہے کیونکہ ان کی لوگوں کو کوئی دینی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۸)السوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں کہ ایک بالٹی پوری اوپر تک پانی سے بھری ہے کسی سبب بالٹی کا پانی مستعمل ہوجاتا ہے تو بالٹی میں مگّے سے پانی ڈالتے ہیں کہ بالٹی سے پانی بہہ جائے لیکن مگّے میں بھی پانی جو ہے وہ بھی مستعمل تھا، تو کیا ایسے کرنے سے بالٹی کا پانی غسل، وضو کے لیے جائز ہوگا یا جو پانی بہایا جائے اس کا درست ہونا لازمی ہے؟ محمد، ۱۶، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: مستعمل پانی کو وضو وغسل کے لائق بنانے دو طریقے ہیں:

(۱) مستعمل پانی میں اچھا پانی اس سے زیادہ ملا دیا جائے۔

(۲) ایک جانب سے اچھا پانی ڈالا جائے اور دوسری جانب سے بہہ جائے۔ لہٰذا آپ نے جو صورت بتائی ہے اس سے پانی قابل استعمال نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۹)السوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
شوہر نے بیوی کو مذاق میں باجی کہہ دیا تو کیا نکاح فاسد ہوگیا؟
کاظمی، ۱۷، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲۰)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر کوئی شخص دعا میں اس طرح کہتا ہے پیارے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے ساری امت کی بے حساب مغفرت فرما، یہ جملہ کیا درست ہے یا نہیں؟ کسی نے مجھے کہا کہ علماے کرام فرماتے ہیں جان بوجھ کر یہ جملہ کہنا کفر ہے برائے کرم ہماری رہنمائی فرمائیں۔
وائس میسج، ۱۷، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: امت کی دو قسمیں ہیں (۱) امت اجابت (۲) امت دعوت۔ امت دعوت وہ ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا وہ کھلے کفار و مشرکین ہیں اسی طرح عند التحقیق وہ لوگ بھی امت دعوت میں شامل ہیں جو بظاہر کلمہ گو ہیں مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی کے منکر ہیں، الغرض امت دعوت میں شمار سارے افراد کفار ہیں ان کے لیے دعائے مغفرت بطریق استحلال یقیناً کفر ہے ورنہ ناجائز وحرام ہونے میں شک نہیں۔ ہاں امت اجابت کے لیے دعائے مغفرت کرنے میں حرج نہیں، جب کہ امت اجابت سے وہ افراد مراد ہوں جنہوں نے دعوت دین کو قبول بھی کیا اور کسی ضروری دینی امر کے منکر بھی نہیں ہیں۔

اگر مذکورہ جملہ بولنے والا کوئی صحیح العقیدہ اور حقائق سے باخبر شخص ہے اور وہ اپنی نیت بتا دیتا ہے کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جن پر حکم کفر نہیں ہے تو اس پر کوئی حکم نہیں ہوگا البتہ اسے تنبیہ کی جائے گی کہ عوام کے سامنے اس طرح بولنے سے احتراز کرے اور اگر بولنے والا کوئی عام شخص ہے تو اسے بولنے سے روکا جائے اور توبہ بھی کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲۱) السوال: کیا جماعت کے لیے اذان ضروری ہے؟

(۱) اگر گھر میں چار یا پانچ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے تو۔

(۲) یا سفر میں جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں تو۔

صادق علی، ۱۸، جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: (۱) پانچوں وقت کی فرض نمازیں، ان میں جمعہ بھی شامل ہے جب جماعتِ مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کی جائیں تو ان کے لیے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے جس کا حکم واجب کی طرح ہے اگر اذان نہ کہی گئی تو وہاں کے سبل لوگ گناہ گار ہوں گے۔

مسجد میں بغیر اذان واقامت، جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

(۲) گھر یا سفر میں جب باجماعت نماز پڑھنا ہو تو اذان کہہ لینا بہتر ہے اور اذان نہ کہیں بلکہ اقامت کہہ لیں تب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲۲) السوال: فاسق کی توہین واجب ہے، کا معنی واضح فرما دیجیے؟

امروہہ سے، ۱۸، جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: فاسق چونکہ دین کے احکام وامور کا اہتمام نہیں کرتا ہے اس لیے اس کی اہانت ضروری، یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ ہرگز تعظیم وتکریم کا معاملہ نہ کریں بلکہ تک اپنی قوت وطاقت کے مطابق اس کی شرعی خامیوں کو بیان کریں تا کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو اور فسق وفجور سے توبہ کرے۔

مراقی الفلاح میں ہے: كُرِهَ اِمَامَةُ الفَاسِقِ العَالِمِ لِعَدْمِ اِهْتِمَامِهِ بِالدِّيْنِ فَتَجِبُ اِهَانَتُهُ شَرْعًا بِتَقْدِيمِهِ لِلاِمَامَةِ وَ اِذَا تَعَذَّرَ مِنْهُ يَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلىٰ غَيرِ مَسْجِدِهِ لِلجُمْعَةِ وَغَيرِهَا. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، ص، ١٦٥)

(۲۳) السوال: کیا فاسق کی برائی، برائی نہیں ہے؟

امروہہ سے، ۱۹، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: فاسق چونکہ احکام شریعت کا اہتمام نہیں کرتا اور شریعت نے جن باتوں یا کاموں کو برا کہا ہے ان میں سے سب یا بعض کو عملی طور پر برا نہیں جانتا اور حد سے تجاوز کرتا ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ ایسے شخص کی برائی بیان کرنے کی اجازت دیتی ہے تاکہ دوسرے لوگ اس سے محفوظ رہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ فاسق کی برائی حقیقت میں برائی نہیں بلکہ دوسروں کے حق میں بھلائی ہے۔

دوسری بات انتہائی ادب کے ساتھ عرض ہے کہ فاسق وفاجر کی کسی بھی درجہ میں ایسی حمایت جس سے احکام شرع پر حرف آئے جائز نہیں، اگر فاسق کو قرار واقعی احکام شرع سے تکلیف ہوتی ہو تو اسے چاہیے کہ وقت رہتے اپنے فسق سے توبہ کرے اور صالح بن کر دنیا وآخرت کی عزت پائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۴) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت کی بارگاہ میں ایک بھائی کے چند سوال عرض ہیں:

(۱) اگر نمازی نے دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی جگہ التحیات پڑھ لی تو کیا حکم ہوگا؟

(۲) دوسرت قاعدے میں التحیات پڑھنے کے بجائے سورۂ فاتحہ یا دیگر سورت شروع کردی بعد میں دھیان آیا کہ میں تو سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہوں تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) امام کے پیچھے مقتدی تکبیر اولی یعنی اول تکبیر نہ کہے اور ایسے ہی نماز پڑھ لے تو اس کا حکم شرع؟

(۴) امام کے ساتھ نماز پڑھنے میں تکبیر اول کے بعد نمازی کو رکوع وسجود کی ساری تکبیر بولنی ہوں گی اور اگر تکبیر نہ کہے تو اس کے لیے حکم شرع؟

(۵) اگر کوئی شخص بے دھیانی میں درود ابراہیمی کا دوسرا جز پڑھنا اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے تو اس صورت میں حکم شرع کیا ہوگا؟

جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ، حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عبدالصمد قادری، ۱۹، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) اگر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھا اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں اور سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

(۲) اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

(۳) تکبیر تحریمہ نہ کہنے کی وجہ سے وہ شخص نماز میں داخل ہی نہیں ہوا، اس پر فرض ہے کہ اس نماز کو پھر سے پڑھے۔

(۴) تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیراتِ انتقال کہنا سنت ہے اگر نہ کہیں تو خلافِ سنت کیا البتہ نماز ہو گئی

(۵) نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۵) السوال: صرف پیر سے ہی ارادت ہو، کے معنی کی وضاحت فرما دیں؟

محمد، ۲۰، جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے جو لکھا ہے اس کو پڑھ لیجیے، ان شاء اللہ آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا، آپ تحریر فرماتے ہے: پیر کے حقوق، مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا، اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اس کی نظرِ توجہ کا صدقہ جانے، مال، اولاد، جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلافِ شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ، کان، دل ہمہ تن اس کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلے، اس کے شہر کی تعظیم کرے، جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے، اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ ودرود کا ثواب پہنچائے، اس کے دوست کا دوست، اس

کے دشمن کا دشمن رہے، غرض اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقے پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کا بندر ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم ﷺ وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں، نزع میں، قبر میں، حشر میں، میزان پر، صراط پر، حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی، اس کا پیرا گر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین ﷺ اور ان سے اللہ رب العالمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بعیت کا جامع ہو پھر اس کا حسن اعتقاد کچھ پھل لا سکتا ہے ان شاء اللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج، ۲۴، ص، ۳۰۷) خیال رہے یہ حقوق وآداب اس شیخ کے ہیں جو واقعی شریعت کی قائم کردہ حدود وشرائط پر پورا اترتا ہو، آج کل جو عام طور سے پیشہ ور اور اپنی کھیتی بڑھانے والے خلافِ شرع پیر گھوم رہیں ہیں، نہ اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا جائز ہے اور نہ ان سے کوئی ارادت ومحبت رکھنا درست ہے، ایسے مکار پیروں کا کوئی حق نہیں ہے، ان کا صرف ایک حق ہے کہ انہیں اپنے درمیان سے اس طرح نکال کر پھینک دو جیسے دودھ سے مکھی پھینک دی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲۶) السوال: حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے:

بینک میں کھلے جانے والے اکاؤنٹ اور (FD) فکسڈ ڈپوزٹ سے ملنے والے سود (Intrest) کا کیا شرعی حکم ہے؟ کیا ملنے والے سود، اس کا استعمال اکاؤنٹ ہالڈر کر سکتا ہے؟ عوام میں دیکھا جاتا ہے کہ جب بچیاں چھوٹی ہوتی ہیں تو ان کے والدین اپنے بچوں کے نام پر ایک فکسڈ اماؤنٹ بینک میں ڈال دیتے ہیں جو کچھ سالوں بعد وہ پیسا ڈبل ہو جاتا ہے ان پیسوں سے والدین بچوں کی شادی کرتے ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

عظیم احمد، محلہ قریشی، امروہہ، 21 جنوری، 2018۔

الجواب: ہندوستان جیسے سیکولر اور دوسری تمام غیری مسلم سلطنتوں کے زیر اہتمام چلنے والے بینک یا حربی کفار کے بینک میں بچت کھاتے اور میعادی کھاتے پر جو نفع ملتا ہے وہ ایک قسم کا مالِ مباح ہے جو اس کے مالک کی رضا مندی سے بغیر کسی بدعہدی کے ملتا ہے وہ سود یا انٹرسٹ ہر گز نہیں ہے، لہٰذا اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ودرست ہے ہاں بہتر یہ ہے کہ اسے لے کر مسلم فقرا ومساکین پر خرچ کر دے۔

یاد رکھیے بینک والوں یا کسی اور شخص کے اس نفع کو سود یا بیاج یا انٹرسٹ کہہ دینے سے اس کی حقیقت و ماہیت نہیں بدلے گی، بلکہ حقیقت اپنی جگہ اٹل رہے گی چاہے لوگ اسے جو نام دیں، ہاں اس مباح نفع کو سود سمجھ لینا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ وہ نفع سود ہو گیا بلکہ اس وجہ سے کہ ایک مباح کو حرام سمجھا اور یہ جائز نہیں۔

جوغیر مسلم نہ ذمی نہ متامن اس کو شریعت اسلامیہ میں حربی کہا جاتا ہے اور مسلم وحربی کے درمیان سود کا کوئی معاملہ نہیں ہوتا، سود کے تمام معاملات صرف مسلم، غیر مسلم ذمی اور غیر مسلم متامن کے مال میں ہی پائے جاتے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں شادی کے متعلق کچھ سوالات، اصلاح طلب ہیں جس میں مسلمانوں میں اختلاف رہتا ہے کہ

(۱) شادی میں بھائی کی طرف سے جو بھات دیا جاتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جبکہ کچھ لوگ اسے کیول ہندو مذہب سے جوڑ کر دیکھتے ہیں اور میں نے ایک اخبار کے آرٹکل میں پڑھا کہ بھات کی رسم کو ان کے بھگوان کرشنا کی شروع کی گئی پرمپرا بتایا گیا ہے۔

(۲) کچھ لوگ مہندی، ابٹن اور مایوں کی رسم کو بھی انہیں غیر مسلموں کی دین بتاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جبکہ ان کے یہاں گانے بجانے، شراب نوشی وغیرہ ہوتا ہے اور ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا جبکہ لڑکی ۴، ۵، دن پردے میں رہتی ہے اور جو قرآن پڑھی ہوئی ہے وہ قرآنِ پاک کی تلاوت بھی کرلیتی ہے اور اس رسم میں رشتہ دار ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں ور کچھ کھا ہی لیتے ہیں جس سے آپسی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور کچھ غیر شرعی کام بھی نہیں کرتے تو کیا اب بھی اسے غیر شرعی کہا جائے گا اور اسے بدعت سیئہ کہا جائے گا جیسے کچھ کم علم دیوبندی کہہ دیتے ہیں۔ جبکہ ہم نے علما سے ایک حدیث شریف سنی کہ جسے مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اس حدیث شریف کا حکم کہاں لگے گا؟

(۳) بارات کا شرعی حکم کیا ہے اور کیا دولھے کو پھولوں کا سہرا پہننا چاہیے؟ کچھ لوگ اسے بھی غیر مسلم ہندو کی رسم بتاتے ہیں کہ سہرا ان کے گنیش دیوتا کے باندھا گیا تھا ان کا عیب چھپانے کو۔

ہم نے مولانا تطہیر صاحب قبلہ کی ایک کتاب بنام (شادی بیاہ کے بڑھتے اخراجات) میں پڑھا کہ (حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے گیارہ نکاح کیے اور آپ کبھی کوئی بارات نہیں لے گئے اور نہ ہی ولیمے کے طور آپ نے کوئی خاص کھانا کھلایا) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہرا نہیں باندھا تو کوئی مسلمان بھی نہ باندھے، اس کے بارے میں آپ کی وضاحت درکار ہے۔

(۴) نکاح میں قاضی جو پیسے لیتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جبکہ اس میں خوشی سے پیسہ دینا ہوا گر کوئی قاضی پیسے طے کر کے نکاح پڑھائے تو اس کی وضاحت کردیں۔

(۵)اگر لڑکے اور لڑکی والے اپنی خوشی سے شادی کی کچھ شرائط طے کرلیں تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟ مثلاً بارات میں کتنے آدمی لائے جائیں؟ لڑکے، لڑکی وغیرہ کے کیا کپڑے بنے، نکاح میں قاضی متعین کرنا وغیرہ۔

حضرت رہنمائی فرمادیں، دراصل ہمارے دو بھائیوں کی شادی ہے تو حضرت کی رہنمائی مل جائے اور کچھ کنفیوزن دور ہوجائے تو نوازش ہوگی اور ساتھ ہی دوسرے سنی بھائی بھی حضرت کے جوابات سے فائدہ حاصل کریں گے۔ ان شاء اللہ.

عبدالصمد صدیقی، ۲۱، جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عبدالصمد بھائی! آج آپ نے وہ سوال کیا ہے جس پر مجھ جیسا بے بضاعت و بے مایہ ایک ہی مجلس میں اپنے رب قدیر کی توفیق سے درجنوں صفحات لکھ سکتا ہے اور شادی بیاہ کے حوالے سے جو غیر اسلامی رسوم وعادات، جاہلانہ حرکات، تباہ کن رواج وروش، کمر توڑ بار وبندش، بے جا شرائط و پابندیاں، ہوش ربا اخراجات و فضول خرچیاں اور بے ہنگم دولت کا اظہار وتفاخر اور ناجائز طریقے پر خواتین کے میک اپ و زنیت کی نمائش وغیرہ وہ امراض و مفاسد ہیں جو برصغیر ہند و پاک میں ایک خطرناک ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں ان کے ازالے کے لیے انتہائی دینی حمیت وغیرت، جرأت وہمت اور کامل مہارت و حکمت کے ساتھ آپریشن کی سخت ضرورت ہے۔ اس آپریشن کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیں تقریر و تحریر کے ذریعہ اصلاحی بیانات قوم تک پہنچانے سے پہلے اپنے گھر سے عملی طور پر اس کی ابتدا کرنا ہوگی، اس سلسلے میں کسی کے طعن وتشنیع اور اعتراض وتنقید کو خاطر میں نہ لایا جائے بلکہ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بے خوف ہوکر صرف اور صرف اپنے رب کی رضا وخوشنودی اور قوم کی فلاح و بہبودی کے لیے قدم اٹھایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ عمدہ نتائج اور توقع کے مطابق صالح اثرات وثمرات ضرور سامنے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لیے صرف جوابات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

(۱) بھات دینے کا مطلب اگر یہ ہے کہ بھائی بہن کے بچوں کی شادی کے موقع پر کچھ تحائف پیش کرتا ہے اور محض اپنی خوشی سے کوئی مالی تعاون کرتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس طرح تحفے اور ہدیے پیش کرنے سے باہمی محبتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (تهادوا تحابوا. (الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر، ٥٩٤) ایک دوسرے کو ہدیہ وتحفہ دو اور باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ بہن کی مدد کرنا تو صلہ رحمی کے نقطہ نظر سے بھی بڑی فضیلت وسعادت کی بات ہے جس کا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا، ہمیں تو ہمارے پیارے آقا نے مسلمان کی مدد کرنے کے بارے میں یہاں تک حکم دیا ہے: أُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا كَيْفَ نَنْصُرُ ظَالِمًا قَالَ تَاخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ. (صحيح البخاری، بابٌ الظلمُ ظلماتٌ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، حدیث، ۲۴۴۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم مظلوم کی مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑلو، یہی اس کی مدد ہے۔ رہا یہ وہم وشبہ کہ بھات دینے کی ابتدا کرشانے کی ہے اور یہ ہندو مذہب کی رسوم میں داخل ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے تاکہ غیر مسلموں سے مشابہت لازم نہ آئے کیونکہ حدیث شریف میں ہے (مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) یعنی جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ تو اس وہم و شبہ کے ازالے کے لیے فقیر نے پہلے کسی سوال کے جواب میں جو لکھا تھا اس کا حاصل یہ ہے کہ کفار و فجار اور اعداء و اغیار سے ہر شبہ ممنوع و ناجائز نہیں ہے بلکہ وہ تشبہ ممنوع جہاں سے ثابت ہو، لہٰذا کسی عمل و فعل، ہیئت و حالت، وضع و قطع، رسم و رواج اور عادت و خصلت اور تہذیب و ثقافت میں مذکورہ تینوں باتیں یا کوئی ایک بات پائی جائے تو یقیناً وہ مشابہت شرعاً ممنوع ہے ورنہ ہرگز اسے منع یا ناجائز یا بدعت نہیں کہا جا سکتا، اگر کوئی مذکورہ امور کو نظر انداز کر کے محض نفس عمل میں مماثلت و شرکت دیکھ کر ناجائز و حرام اور بدعت و خرافات کے فتوے مڑھتا ہے تو در حقیقت وہ شرعی احکام و مسائل اور اصول و ضوابط سے ناآشنا ہے لہٰذا بھات دینا اگر تحفہ اور مدد کی حد تک ہے جس میں کسی کا جبر و دباؤ نہ ہو تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) مایوں کی رسم کو لازم جاننا اور اس رسم میں لڑکی کو گھر کے ایک کمرے میں قید کر دینا، کسی سے بات کرنے پر پابندی عائد کر دینا، پاس پڑوس کی عورتوں کا اس کے ارد گرد جمگھٹا لگائے رکھنا، اس لڑکی کی اپنی ضروریات تک میں اپاہج و مفلوج کی طرح دوسروں کے سہارے کا محتاج رہنا، دکھاوٹی اور بناوٹی شرم وحیا اور غیرت کا مظاہرہ کرنا اور اس موقع سے عورتوں کا گیتیں گانا، پوریاں، کچوڑیاں کر کے گلچھرے اڑانا، ایک دوسرے سے ہنسی دل لگی کرنا، کہیں کہیں ناچنا اور ڈھول بجانا اور اسی طرح کی اور بہت ساری لغو و بے جا حرکات کرنا یقیناً ناجائز و ممنوع اور باطل و واہی رسوم کے قبیل سے ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان خرافات سے اپنے گھروں کو پاک کریں۔ ہاں اگر ہو سکے تو یہ کیا جائے کہ نکاح سے کچھ دن پہلے عورت کو نکاح و طلاق کے ضروری احکام و مسائل کی تعلیم دی جائے، زوجین کے حقوق و آداب بتائے جائیں، معاشرت کا طرز سکھایا جائے، امور خانہ داری سے اچھی طرح واقف کرایا جائے، لڑکی کی جائز زینت و آرائش کا خیال رکھا جائے اور اس کو محرم غیر محرم سے بات کرنے اور ملاقات کے احکام سے مطلع کیا جائے اور نماز و تلاوت کا پابند بنانے کے لیے اس پر زور دیا جائے اور اسی طرح دیگر جائز امور و حکمت و مصلحت پر مبنی تدابیر سے بھی دلہن بننے والی لڑکی کو روشناس کرایا جائے تاکہ اس کی ازدواجی زندگی خوشگوار طریقے سے گذر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) بارات کا جو رنگ ڈھنگ آج ہے وہ یقیناً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے آج ہوتا یہ ہے کہ عموماً لڑکے والے لڑکی والوں سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم اتنے لوگ بارات میں لے کر آئیں گے، تعداد بتانے کے بعد بعض جگہ کھل کر اور ڈائریکٹ اور بعض جگہ اشاروں میں یا اِن ڈائریکٹ لڑکی والوں سے کہا جاتا ہے کچھ ہو نہ ہو لیکن ہمارے باراتیوں کے کھانے پینے اور خاطر مدارات میں کوئی کمی اور کوتاہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ بعض جگہ تو ہم نے یہ بھی دیکھا کہ لڑکے والے لڑکی والوں کو پہلے ہی سے کھانے کا مینو بھجوا دیتے ہیں اور زور دے کر کہہ دیتے ہیں کہ اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ بارات کی دوسری بدتمیزیاں اور مردوزن کے ناجائز وحرام اختلاط، بے پردگی، ناچ گانے، ڈھول تاشے، شرارتیں اور بدمعاشیاں اپنی جگہ، بارات کی یہی برائی کوئی کم اور چھوٹی برائی نہیں ہے کہ ان لمبی چوڑی باراتوں اور ان کے انتظام واہتمام نے بہت سے غریبوں کی زندگی تباہ کر ڈالی ہے، وہ قرضوں کے بوجھ تلے دب گئے ہیں، کتنوں کی بیٹیاں جوان ہونے کے باوجود نکاح کو ترس رہی ہیں، حرام کاری کے دروازے کھلتے جا رہے ہیں۔ لمبی چوڑی بارات کے خرچے مال دار لوگ تو جھیل لیتے ہیں لیکن غریب طبقہ جس کی اکثریت ہے وہ رات دن اس درد وکرب سے گھٹا اور پسا جا رہا ہے لیکن وہ بے چارہ آواز بھی نہیں اٹھا پاتا کیونکہ اس طرح آواز اٹھانے والے کے ساتھ آج کل کا معاشرہ عملی طور پر بائیکاٹ کا جو رویہ اپناتا ہے وہ خرچ وقرض کے دکھ سے بڑھ کر ظلم وستم ہوتا ہے اس لیے بے چارے غریب قہراً جبراً انہیں مالداروں کی ٹانگ میں ٹانگ ملا کر چلنے پر مجبور ہیں جن کی شادیاں شاہ خرچیوں اور قارونی طرفہ سامانیوں کا نمونہ بنی ہوتی ہیں۔ ہاں اگر لڑکی والوں کی حالت وحیثیت سامنے رکھ کر نکاح کے لیے جانے والے چند افراد اس نیت سے جائیں کہ نکاح ایک عبادت اور معاشرتی ضرورت ہے اس میں شرکت ثواب اور باہمی بھائی چارے اور پیار ومحبت کا ذریعہ ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور لڑکی والوں کو چاہیے کہ مہمانوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق مہمان نوازی کریں، کیونکہ مہمان نوازی کی اسلام نے بڑی فضیلتیں اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔ اب لڑکے کے ساتھ اس طرح جانے والے افراد کو بارات نام دیں یا بادن، اسلام میں اس کی کوئی ممانعت و پابندی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) اسلام میں نکاح پڑھانے کے لیے قاضی وغیرہ کا کوئی منصب وعہدہ نہیں ہوتا، نکاح چند شرائط کے ساتھ ایجاب وقبول کا نام ہے، یہ کام کوئی بھی کرا سکتا ہے، لڑکا لڑکی گواہوں کی موجودگی میں خود بھی کر سکتے ہیں لیکن آج کل نکاح کے لیے قاضی کی ایک رسم چل نکلی ہے کہ یہ حلقہ فلاں مسجد کے امام کا ہے، یہ فلاں کا حلقہ ہے، یہ شہر قاضی کا حلقہ ہے اور میاں ہم نے تو اپنی لڑکی یا لڑکے کے نکاح کے لیے فلاں کو دعوت دے رکھی ہے لہٰذا اب یہ انہیں کا حق ہے یہ اور اس قبیل کی کئی خرافات ہیں جو نکاح پڑھانے کو لے کر آئے دن ملک بھر میں دیکھنے کو ملتی رہتی ہیں۔ ایجاب وقبول

کرانا کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجارہ ہو اور اس کی بخوشی یا بے خوشی یا طے کر کے کوئی اجرت دی جائے۔ ہاں جب لوگوں نے اپنے طور پر نکاح پڑھانے کے لیے قاضی کی ضرورت ایجاد کر ہی لی ہے اور اس کو باضابطہ نکاح پڑھانے والے کے اوقات اور آنے جانے کی مشقتوں کا لحاظ رکھ کر کچھ نہ کچھ دیں تا کہ اس کا نقصان نہ ہو بلکہ بہتر صورت یہ ہے کہ نکاح پڑھانے والا اس وقت کا اجارہ کر لے جو نکاح پڑھانے کے لیے آنے جانے اور رسمی کاغذی کارروائی پوری کرنے میں صرف ہوتا ہے اور اگر نکاح پڑھانے والا جانتا ہے کہ مجھے اجرت ملے گی اور نکاح پڑھوانے والے جانتے ہیں کہ ہمیں اجرت دینا ہوگی تو اس صورت میں اجرت طے کر لینا لازم ہے اور ان سب جھمیلوں سے تو کہیں بہتر یہ ہے کہ مجلسِ نکاح میں جو شخص بھی وکیل بننے کا اہل ہو وہ ایجاب وقبول کرا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) نکاح کے لیے ایسی کوئی بھی شرط لگانا جو عقد نکاح کے خلاف یعنی اللہ ورسول جلا جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان شرائط وقیود کا ذکر نہیں فرمایا ہے سخت ناجائز وگناہ ہے۔ نکاح کے لیے کپڑوں کی شرط، کھانے کی شرط، قاضی کی شرط، ناشتہ کی شرط، جہیز کی شرط، نقدی کی شرط، کسی سامان کی شرط وغیرہ وغیرہ یہ سب غیر اسلامی شرائط وقیود ہیں جن کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ہاں لڑکی والے اگر بے طلب محض اپنی رضا وخوشی سے لڑکے اور اس کے اہل خانہ کو کچھ تحائف دینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ لڑکے والوں کی پسند کا بھی خیال رکھنا بھی مناسب سمجھتے ہیں تو اس میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس لین دین کی وجہ سے سماج ومعاشرہ پر کوئی منفی اثر مرتب ہونے اندیشہ نہ ہو اگر اس تحفے اور گفٹ کی وجہ سے معاشرے میں کسی ایسی رسم کی داغ بیل پڑتی ہے جو شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہو اور اس کا نبھانا عام لوگوں کے لیے دشوار ہو تو پھر لڑکی والوں کو اجازت نہیں کہ وہ اس طرح تحفہ دیں اگر دینا ہے تو ایسا طریقہ اختیار کریں جو فتنہ وشر اور خطرہ وضرر سے پاک ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۸) السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) ایک پیر جامع شرائط نے ایسے شخص کو خلافت واجازت دی جو فاسق ہے اس فاسق شخص نے خلافت واجازت جس کو دی وہ باشرع ہیں تو اس باشرع کی خلافت واجازت درست ہے جبکہ بیچ میں فاسق شخص ہے کیا خلافت منقطع تو نہیں؟

(۲) درہم کی مقدار کیا ہے؟ کسی نے کہاں ہاتھ کی ہتھیلی میں جتنا پانی آ جائے اتنا ایک درہم ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(۳) زید کی جب جماعت چھوٹ جاتی ہے تو ظہر کی نماز میں پہلے فرض پڑھتا ہے پھر دو سنت پھر پہلے کی چار سنت، کیا ایسا کرنے سے نماز درست ہے؟

(۴) قضائے عمری میں اگر واجب چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟
محمد، ۲۲، جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: میں بہت حیرت میں ہوں کہ اس سوال کے بارے میں کیا لکھوں

(۱) وہ پیر جس نے کسی فاسق کو اجازت وخلافت دی اس کے بارے میں آپ نے لکھا کہ وہ جامع شرائط ہیں، ایسا پیر شریعت کی شرائط کا جامع وہرگز نہیں، کیونکہ شریعت کسی فاسق کو اجازت وخلافت کا اہل نہیں مانتی۔ ہاں وہ پیر تجارت کے شرائط کا ضرور جامع لگتا ہے جو اپنا حلقہ بڑھانے کے لیے فاسق وصالح کی تمیز سے بے خبر پیری مریدی کو کاروبار کا روپ دے کر مورچے فتح کیے جا رہا ہے۔

انقطاعِ نسبت اور چیز ہے، نا اہل ہونا اور چیز، اگر چہ عند التحقیق محض فسق عمل سے نسبت کا انقطاع تو نہیں ہوتا البتہ خلافت کی اہلیت باقی نہیں رہتی۔ کما حققه الامام احمد رضا القادری رحمه الله تعالیٰ فی فتاواه.

(۲) اگر نجاست پتلی ہے جیسے شراب و پیشاب تو درہم سے مراد یہ ہے کہ ہتھیلی کو اچھی طرح پھیلا کر بالکل سیدھا رکھیں اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ مزید نہ رک سکے، اب پانی جہاں تک ہے وہ یہاں ایک درہم کے برابر مانا جائے گا اور اگر نجاست گاڑھی ہے تو یہاں ایک درہم سے ساڑھے چار ماشے وزن مراد ہے۔

(۳) یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، جب جماعت فوت ہوگئی تو اب اسی طرح پڑھے جیسے عام حالات میں پڑھتے ہیں: یعنی پہلے چار سنتیں پھر چار فرض پھر دو سنتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) واجب، ادا نماز میں چھوٹے یا قضا میں بہر حال سجدہ سہو لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۹) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو لوگ نکاح میں اگر صرف پیسے کے لالچ میں گواہ بنتے ہیں، تو کیا ان کی گواہی صحیح ہے؟

سید قمر الحسن، 24 جنوری، 2018

الجواب: پیسے کا لالچ ایسی چیز نہیں جس کی وجہ سے نکاح کے لیے گواہی مردود قرار پائے، لہٰذا ان کی گواہی درست ہے۔

یہاں آپ کی اطلاع کے لیے ہم عرض کر دیں کہ جب لوگ اپنے ہاتھوں غیر ضروری چیزوں کو ضروری کا درجہ دے دیتے ہیں تو پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں خرافات اور جہالات کی آمیزش لازمی امر بن جاتی ہے، یہ کس نے لازم کیا تھا کہ گواہ فلاں فلاں دو ہی ہوں گے جن میں ایک لڑکی والوں کی طرف سے اور ایک لڑکے والوں کی طرف سے، ہونا یہ چاہیے کہ لڑکی کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنائے اور وہ وکیل مجمع کے بیچ آکر سب کی موجودگی میں

ایجاب وقبول کرادے،اس طرح پورا مجمع نکاح کا گواہ ہوگیا،اب اسی مجمع سے رجسٹر کی خانہ پوری کرنے کے لیے کوئی بھی دومناسب لکھ دیئے جائیں،اس طرح ایک غیرضروری کوضروری بنانے کا وبال بھی ختم ہوگا اور یہ پیسوں کے لالچی بھی اپنی بغلیں سونگھنے پر مجبور ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۰)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال کہ

(۱) زید کے یہاں کوئی دینی پروگرام ہوتا ہے اورزید خانقاہی لائن سے بھی وابستہ ہے،زید نے عمر سے کہا کہ ہمارے یہاں پروگرام میں آجانا لیکن پروگرام کے بعد قوالی بھی ہوگی توزید وہاں نہیں جاتا تو اگلے دن زید،عمر سے پوچھتا ہے کہ پروگرام میں کیوں نہیں آئے؟ توعمر قوالی کی وجہ بتادیتا ہے تو زید طنز کرتا ہے کہ ہاں بھائی تم تو ایک ہاتھ میں فتاوی رضویہ اٹھا کر پھرتے ہو قوالی کے رد میں۔

توحضرت زید کا ایسا کہنا کیسا؟ کیا مروجہ قوالی کا رد،صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ہی کیا ہے جو کہ لوگ ان سے بغض رکھتے ہیں؟

(۲) کچھ خانقاہی لوگ قوالی کولیکر علما کوشدت پسند سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں بھائی یہ توخواجہ غریب نواز،حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہے،یہ ہستیاں سماع کی قائل ہیں تو ہم کس درجے میں آتے ہیں جو اس کو برا کہیں،علما تو ایسے ہی کہتے رہتے ہیں ان کی کیا سنی پڑھتی ہے!

حضرت ان اولیا سے لیکر موجودہ دور میں ہو رہی محفل سماع پر کچھ روشنی ڈال دیجیے تاکہ اسے سمجھا جاسکے، کیونکہ یہ ایک سلگتا موضوع ہے جسے لیکر تمام سنیوں خاص وعام کوقوالی کا قائل بتایا جاتا ہے جس سے ہمارے سنی لوگ بھی کٹ کر دوسرے فرقے کی باتوں میں آکر با آسانی ان کو باطل فرقے میں چلے جاتے ہیں۔باقی آپ معاشرے سے زیادہ باخبر ہیں۔جزاک اللہ۔مجمجد

الجواب: قوالی سچ میں اسلام کے رخِ تاباں پر ایک کلنک ہے،اس سے ایمانی روح کو کربناک اذیت اورسخت صدمہ پہنچتا ہے۔قوالی کا حال وماحول،رنگ وآہنگ،طریقہ وڈھنگ،سازوآواز،طورواندازِ،راگ ومضراب،بربط ورباب،موسیقی ومزامیر،بانسری ونفیر،ستاروگٹار،چیخ وپکار،ڈھول تاشے،گانے باجے،بھنگڑے لگاڑے،شوروہنگامے،بدلگامی وبدتمیزی،خرمستی وبدرنگی،مردوزن کا اختلاط،نت نئی خرافات اورطرح طرح کی رنگریلیاں واٹھکھیلیاں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بیگانہ بھیڑیئے بیک آواز عوعو کر کے صحرائے جنوں میں ہنگامہ بپا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اورطوفانِ بدتمیزی میں ہرخیر کے خلاف راگ الاپ رہے ہیں۔اللہ

تعالیٰ اسلام کو بدنام کرنے والے ان نام نہاد زندیق صوفیوں اور ڈھونگیوں سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔آیئے ذیل میں کتاب وسنت کے بعض دلائل کی روشنی میں قوالی کی مذمت و برائی ملاحظہ کرتے ہیں:

مروجہ قوالی کے ناجائز ہونے کے دلائل:

(۱)اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:(ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذ ھاھزوا اولئک لھم عذاب مھین)[سورہ لقمان:٦]یعنی اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے بغیر علم کے گمراہ کردیں اوراسے ہنسی بنالیں،ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:واخرج الفریابی وابن جریدوابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ(ومن الناس من یشتری لھو الحدیث)قال:باطل الحدیث وھوالغناء ونحوہ(لیضل عن سبیل اللہ)قال:قراءۃ القرآن وذکراللہ،نزلت فی رجل من قریش اشتری جاریۃ مغنیۃ۔(الدرالمنثور،ج،١١،ص،٦١٤)یعنی فریابی،ابن جریرطبری اورابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد(ومن الناس من یشتری لھوالحدیث)کی تفسیر میں نقل کیاہے کہ اس سے باطل بات یعنی غنااوراس جیسی باتیں مرادہیں اورسبیل اللہ سے قرآن کریم کی تلاوت اوراللہ تعالیٰ کا ذکر مرادہے۔یہ آیت قریش کے ایک شخص(نضر بن حارث)کے بارے میں نازل ہوئی جس نے ایک گانے والی خریدرکھی تھی۔واخرج البخاری فی الادب المفرد وابن ابی الدنیا وابن جریروابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیھقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما(ومن الناس من یشتری لھوالحدیث)قال:ھوالغناءواشباھہ(الدرالمنثور،ج،١١،ص،٦١٥)حضرت امام بخاری الادب المفرد میں،ابن ابی الدنیا،ابن جریر،ابن مردویہ اورامام بیھقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ کھیل کی بات سے گانے اوراس جیسی چیزیں مرادہیں۔

قال:الجواری الضاربات۔

واخرج ابن ابی شیبہ وابن ابی الدنیاوابن جریروابن المنذروالحاکم وصححہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی الصحباء قال:سالت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ عن قولہ تعالیٰ(ومن الناس من یشتری لھوالحدیث)قال:ھو۔واللہ۔الغناء۔

واخرج ابن ابی الدنیاوابن جریرعن شعب بن یسارقال:سالت عکرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن(لھوالحدیث)قال:ھوالغناء۔

واخرج الفریابی وسعید بن منصوروابن ابی الدنیاوابن جریروابن المنذرعن مجاھدرضی اللہ تعالیٰ عنہ(ومن الناس می یشتری لھوالحدیث)قال:ھوالغناءوکل لعب لھو۔

واخرج ابن ابی الدنیا من طریق حبیب بن ابی ثابت عن ابراھیم رضی اللہ عنہ (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث) قال: ھوالغناء وقال مجاھد رضی اللہ عنہ: ھولھوالحدیث۔

واخرج ابن ابی حاتم عن عطاء الخراسانی رضی اللہ عنہ (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث) قال: الغناء والباطل۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن رضی اللہ عنہ قال: نزلت ھذہ الآیۃ (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث) فی الغناء والمزامیر۔

واخرج ابن ابی الدنیا والبیھقی فی سننہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع والذکر ینبت الایمان فی القلب کما ینبت الماء الزرع۔ (الدرالمنثور، ج،۱۱، ص،۶۱۶، ۶۱۷)

ابن عساکر حضرت مکحول سے نقل کرتے ہیں کہ لھوحدیث سے گانے بجانے والی باندیاں مراد ہیں۔ ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، حاکم اورانہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی شعب الایمان میں ابوصحباء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہامیں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لھوحدیث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس سے گانا مراد ہے۔

ابن ابی الدنیا اور ابن جریر شعیب یسار سے راوی انہوں نے کہا میں نے حضرت عکرمہ سے لھوحدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے۔

فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی الدنیا، ابن جریر اور ابن منذر حضرت مجاھد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لھوحدیث سے گانا اور ہر غافل کردینے والا کھیل مراد ہے۔

ابن ابی الدنیا حبیب بن ثابت کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے کہا لھوحدیث سے گانا مراد ہے اور حضرت مجاھد فرماتے تھے کہ گانا لھوحدیث ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ عطاء خراسانی نے فرمایا کہ لھوحدیث سے گانا اور باطل چیزیں مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے روایت کی کہ لھوحدیث سے گانا اور مزامیر مراد ہیں۔

ابن ابی الدنیا اور بیھقی اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غناء دل میں اسی طرح نفاق کو لگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو لگاتا ہے، یوں ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں ایمان کو اسی طرح پروان چڑھاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو۔

لکن اول مایعتقدون من ادبک بغض الملاھی التی بدؤھامن الشیطان وعاقبتھاسخط الرحمٰن فانہ بلغنی عن

الثقات من حملۃ العلم ان حضور المغازف واستماع الاغانی واللھج بھما ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع۔
(الدرالمنثور، ج،۱۱،ص،۶۱۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بچوں کے اتالیق کو خط لکھ کر کہا کہ بزرگوں کے فرمان کے مطابق بچوں کو سب سے پہلے یہ ادب سکھاؤ کہ ان کے دل میں کھیل کود سے نفرت پیدا ہو جس کی ابتداء شیطان سے ہوتی ہے اور اس کا انجام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے، مجھے معتبر اہل علم سے معلوم ہوا ہے کہ مزامیر کی مجلسوں میں حاضری، گانے سننے اور ان کا شغف دل میں اسی طرح پروان چڑھاتا ہے جس گھاس کو پانی۔

اس طرح کی بے شمار تفسیری روایات ہیں جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادلھوحدیث سے گانا، مزامیر اور گانے سے متعلق وہ تمام آلات جو اللہ کے ذکر سے غفلت کا سبب بنتے ہیں مراد ہیں۔

نام نہاد صوفیوں کی خانقاہوں میں پائی جانے والی قوالیاں یقیناً اس غناء میں شامل ہیں جو دل کو یادِالٰھی سے غافل کرتی ہیں اور دلوں کو نفاق کا خوگر بناتی ہیں، قوالی کے شیدا شخص کو نماز وروزہ، ذکر وفکر، تسبیح وتحلیل، درود وسلام، تلاوت قرآن، نوافل واذکار اور خیرات وحسنات میں مزہ نہیں آتا، اسے بس موسیقی وراگ کا ایسا چسکا اور نشہ لگ جاتا ہے کہ شیطان اسے ہر وقت ابھارتا ہے کہ گانے بجانے والے کو بلا کر ڈھول کی تھاپ اور میوزک کی دھنوں پر ناچتا تھرکتا رہ، اسی میں دل کی رقت، اسی میں رب کی قربت، اسی میں روح کی تازگی، اسی میں باطن کی صفائی اور اسی میں آسودگی وبالیدگی ہے۔ مجھے اس مقام پر حیرت ہوتی ہے کہ امروہہ کے رہنے والے ایک مشہور عالم مولانا سید احمد کاظمی نے اپنی ایک تحریر میں لکھا ہے کہ قوالی سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰھی بڑھتا ہے۔ استغفر اللہ ونعوذ باللہ من ذالک۔ مولانا کو کون بتائے کہ قوالی کے عاشق وشیدا نمازوں سے بیگانے بن جاتے ہیں، تلاوت قرآن کے ذوق سے محروم ہو جاتے ہیں، انہیں ذکر الٰھی سے کوئی سرور نہیں آتا، وہ تو راگ وراگنی میں مست ہوتے ہیں، وہ قوالی کے اشعار میں اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو سن کر نہیں جھومتے بلکہ ڈھول کی تھاپوں اور مزامیر کی دھنوں پر ناچتے کودتے تھرکتے اور بدمست ہوتے ہیں، اگر وہ ذکر الٰھی پر جھومنے والے عارف وشیدا ہوتے تو قرآن کریم کی آیات کو سن کر مر ہی جاتے، کیونکہ کسی کے کلام میں وہ حلاوت ولذت اور رب رب کریم کے ذکر کی چاشنی وطراوٹ ممکن نہیں ہے جو خود کلام الٰھی میں ہے، مگر آپ مشاہدہ کرلیں کہ ان زندیقوں اور قوالی کے عاشقوں کو قرآن سن کر وجد وحال آنا تو دور کی بات ہے وہ تو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ مردہ ہاتھیوں اور بدمست بھینسوں کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ذکر کے عاشق نہیں بلکہ شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے راگ وساز کے ہنتقی دیوانے ہیں۔

قوالی کی حرمت اور اس کے ناجائز ہونا صرف امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے بیان نہیں فرمایا بلکہ اس کی

حرمت ہراس شخص کے نزدیک مسلم ہے جس نے سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت کا مطالعہ کیااور کسی عصبیت اور شیطانی چال کا شکارنہیں ہوا، خاندانی معاملات اور بے جا خانقاہی رسوم کونبھانے کا بھوت سر پرسوارنہیں ہوا، دنیا کمانے کے ڈھونگ، مریدوں کے ہتھکنڈے اورنفسانی خواہشات کوبڑھاوادینے کی گندی تدبیریں دماغ میں ناسور بن کرنہیں سمائیں۔پوری اسلامی تاریخ میں ڈھول تاشوں اور مغازف ومزامیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جائز وحلال بتانے والا آج تک کوئی پیدانہیں ہوا، جنہوں نے بھی جائز بتانے کی کوشش کی ہے ان پر شیطانی بھوت سوارتھااوروہ راہِ حق سے اس مسئلہ میں کوسوں دور جا گرے، بھلا عقل سلامت ہواوروہ راگ وساز کے ساتھ ذکر الٰھی کو جائز قرار دے، ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔کچھ لوگ احادیث سے بے جا استدلال کرتے ہیں کہ احادیث میں کئی جگہ دف کا ذکر ہے ایسے احمقوں کو حقیقت کے ح کی بھی خبرنہیں کہ دف کیا ہے اوراس کو استعمال کی کب اور کس طرح اجازت دی گئی ہے، کاش وہ اللہ کے لیے مخلص ہوکر مطالعہ کرلیں تو ایمان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور عصبیت کے سارے پردے جل جائیں گے۔بات طویل ہوجائے گی، اس لی سردست اسی پر اکتفا کیا جارا ہے۔اگر کسی اسلامی بھائی کو قوالی سے متعلق کوئی شبہ ہوتو بڑی سنجیدگی کے ساتھ ایک ایک شبہ تحریر فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ، فقیر قادری کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دینے کی کوشش کرے گا۔وما توفیقی الا باللہ العظیم۔وھوسبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۱)السوال: السلام علیکم

بعدسلام فقیر آپ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اگرکوئی عام انسان جوسنیوں میں بھی نماز پڑھتا ہے اور سمجھانے کے بعد بھی غیر فرقوں میں بھی پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب توتم مولویوں نے کرر کھا ہے میں تو وہیں نماز پڑھ لیتا ہوں جہاں اللہ اور رسول کی بات ہوتی ہے ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھانا اور نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

ابراہیم خان، لونی، دہلی، ۲۵/جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایسا شخص سخت جاہل وگمراہ ہے اس کا سختی سے بائکاٹ کیا جائے اگر مان جائے توٹھیک ورنہ خواص کو چاہیے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اگر معاذ اللہ وہ بدمذہبوں کے عقائد کفریہ کو جان کر صحیح مانتا تو کافرومرتد ہے اب اس کی نماز جنازہ پڑھنا کسی کے لیے حلال وروانہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۲)السوال: زید ایل، آئی، سی، (L.I.C.) میں پیسے جمع کرتا ہے نکاح کے بعد زید نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں تمہیں ایل آئی سی کا مالک بناتا ہوں، زید ایل آئی سی کی رقم ہر مہینے جمع بھی کرتا ہے، کُل رقم، ۵، ۴، سال

بعد ملے گی تو زکوۃ اہلیہ پر بنے گی یا زید پر؟ اور زکوۃ ہر سال ادا کرنا فرض ہے یا رقم ملنے پر؟ رقم نصاب سے زیادہ جمع ہوچکی ہے ۵، ۴، سال پہلے ہی۔ ۲۵/جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: جب زید اپنی اہلیہ کو مالک بنا چکا تو اب زکوۃ اہلیہ کے ذمہ لازم ہے زید کے ذمہ نہیں۔ اس طرح کی جمع کردہ رقم پر زکوۃ ہر سال فرض ہوتی ہے البتہ ادائیگی ملنے کے بعد لازم ہے اگر چاہیں تو ہر سال بھی ادا کرسکتے ہیں کہ اس میں آسانی بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۳) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے پر، بالوں میں بلیک کلر (کالے رنگ) کے علاوہ، براؤن، ریڈ کلر کی ڈائی کرسکتے ہیں؟

رضا، ۲۵/جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: اگر کوئی ناجائز وناپاک کیمکل کی ملاوٹ نہ ہو اور اس چیز کی بالوں پر کوئی تہہ نہ جمے تو سیاہی کی طرف مائل رنگ کے سوا کوئی بھی کلر کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۴) السوال: السلام علیکم

رمضان شریف کا مہینہ ہو اور مسلمان رمضان کے مہینے میں زمین خرید لے تو کیا اس پیسے کی بھی زکوۃ دینا ہوگی جس پیسے سے اس نے زمین خریدی؟

محمد ناظم رفیق، ۲۵/جنوری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک ہو یا کوئی بھی مہینہ اگر نصاب پر سال گذرنے سے پہلے رہائش یا کھیتی کے لیے زمین خرید لی تو زمین کی خریداری میں جو رقم صَرف ہوئی اس پر زکوۃ نہیں اور اگر سال ہورا ہونے کے بعد خریدی تو اس رقم کی بھی زکوۃ دینا ہوگی اسی طرح وہ زمین اگر تجارت کی غرض سے خریدی ہے چاہے سال پورا ہوا نہ یا نہ ہو تب بھی زکوۃ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۵) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Installment (انسٹال مینٹ) میں گھر کے لیے یا پرسنل (ذاتی) چیزوں کے لینا شریعت کے نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

جیسے کہ گھر کے لیے فرج اور دیگر۔

اور پرسنل کے لیے بائک وغیرہ۔

جس کا پیمنٹ ہر مہینے کے مقرر ڈیٹ پہ بینک میں جمع کرنا رہتا ہے اور ٹوٹل اماؤنٹ پہ کچھ زیادہ رقم بڑھا کے دینا بھی پڑتی ہے، کیا یہ سود میں شمار ہوگا؟ ایسا کرنے والوں پہ، دکان دار پہ شریعت کا پکڑ ہوگی؟

کسی کافر کی دکان سے لینا کیسا اور کسی کافر کی دکان سے لینا کیسا؟

نجیب خان، ۲۵/ جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: انسٹالمینٹ پر کوئی سامان اگر ذمی ومستامن کے علاوہ کسی غیر مسلم سے خریدا جائے تو سود تو بہر حال نہیں ہے، تاہم مسلمان کو چاہیے کہ اس طرح ے معاملات اپنی حاجت ومنفعت کو مدنظر رکھ کر کریں، اگر حاجت شدید ہو یا جو اضافی رقم دینی پڑ رہی ہے منفعت اس سے زیادہ ہو تب تو اس طرح خرید وفروخت کریں ورنہ بچیں۔

انسٹالمینٹ پر کوئی سامان لینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو سامان خریدنا ہو اس کی نقد وادھار کی قیمت خریداری کے وقت طے کر لی جائے پھر ادائیگی کے لیے فریقین کی مرضی سے طریقہ اور وقت متعین کر لیا جائے اس طرح مسلم وغیر مسلم ہر ایک سے قسطوں پر سامان لینا اور بیچنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۶) السوال: حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اگر ایک درہم سے کم نجاست لگی ہے کپڑے یا بدن میں تو کیا کیا بغیر دھوئے نماز ہوجائے گی؟

(۲) مقتدی نماز میں ثناء پڑھن کے بعد تعوذ وتسمیہ بھی پڑھے یا ثناء پڑھ کر خاموش ہوجائے؟

(۳) ایک صاحب عالم ہیں اور امام بھی، اپنے خاص لوگوں کو یہ مسئلہ بتاتے ہیں کہ اپنے گھر میں رکھے ہوئے سونا اور چاندی کا اپنے نابالغ بچوں کو مالک بنانے سے زکوۃ واجب نہیں واجب نہیں ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو علی الاعلان اس مسئلہ کو بیان کیا جاسکتا ہے؟

اسیر تاج الشریعہ، ۲۶/ جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) نماز تو ہوجائے گی لیکن اس طرح نماز پڑھنا خلافِ سنت اور گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) تعوذ وتسمیہ تلاوتِ قرآن کریم کے لیے مسنون ہیں مقتدی پر قرأت ہی نہیں تو یہ دونوں اس کے حق میں مسنون بھی نہیں، مقتدی ثناء پڑھے وبس۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) وہ صاحب، عالم کے نام پر کلنک اور شریعت کے احکام کو کھلواڑ بنانے والے بے باک مجرم ہیں، انہیں

آج تک اس بات کی ہوانہیں لگی کہ شریعت مطہرہ نے جن احکام میں حیلہ کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اس کو ضرورت شرعیہ کی قید سے مقید کیا ہے اور جو چیز بوقت ضرورت جائز ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت جائز ہوتی ہے، ضرورت منتفی ہونے کے بعد اصل حکم عود کر آتا ہے۔ زکوۃ سے بچنے کے لیے ایسا حیلہ اپنانا ناجائز و گناہ تو ہے ہی اس نام نہاد عالم کی بین و بدترین جہالت بھی ہے کہ اسے حیلہ کی شرعی حیثیت کی بھی خبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۷) السوال: حضرت، کیا ہم لوگ، ۱۵/ اگست اور، ۲۶/ جنوری کو میدانوں میں نفل نماز پڑھ کے ملک میں امن وخیر، برکت کے لیے دعا کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم الحمد للہ مسلم ہندوستانی ہیں اور یہ دونوں دن ہندوستان کے تاریخی دن ہیں۔

۲۶/ جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: خوشی ومسرت کے لحات کو شریعت کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق گذارنے کی کوشش کیجیے، ملک، ۱۵/ اگست کو آزاد ہوا اس پر خوشی کا اظہار کوئی بری بات نہیں، مگر اس کے لیے میدانوں میں نکل کر نوافل پڑھنا تازہ بدعت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے فرائض وواجبات وسنن کی ادائیگی کریں اس کے بعد کسی اور جانب متوجہ ہوں، اس طرح کی بدعات انہیں لوگوں کو زیادہ سوجھتی ہیں جو شریعت کے بنیادی احکام پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ، ۱۵/ اگست کو ملک کس سے آزاد ہوا؟ اور آزادی کے بعد مسلمانوں کو کیا ملا؟ انگریز یقیناً مسلمانوں کا دشمن ہے مگر یہ تو بتائیں ہندو کون سا دوست ہے؟ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ آخر خوشی کے اصل محرکات ودواعی کیا ہیں؟ ہم آزادی پر کوئی تفصیلی گفتگو نہ کر کے صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اگر واقعی آزادی سے کوئی خوشی ونعمت حاصل ہوئی بھی ہے تو اس کا اظہار اس طرح کیجیے کہ رب راضی ہو جائے اور اس کے احکام پر کسی جہت سے عمل نہ چھوٹنے پائے۔

رہا، ۲۶/ جنوری کو کوئی جشن منانا تو ہم اسے کسی طور پر مناسب نہیں جانتے، ۲۶/ جنوری یومِ آزادی نہیں بلکہ یومِ جمہوریہ ہے اور جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جو اسلامی طرز حکومت سے یکسر مختلف وجداگانہ ہے جس کی ہم ہرگز تائید نہیں کرتے اور جس کی ہم تائید نہیں کر سکتے اس پر اظہار مسرت کیسا؟

(۳۸) السوال: لوگ جنازے کے اوپر کپڑا ڈالتے ہیں جس پر کلمہ لکھا ہوتا ہے اس کا میت کے اوپر ڈالنا کیسا ہے؟ اور بعض کپڑوں میں وہ کلمہ نیچے تک بھی لکھا ہوتا ہو جو میت کے پیروں پر آتا ہے۔

کے خواجہ معین الدین، ۲۷/ جنوری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: کفن پر قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ یا کلمات معظّمہ لکھنا، اس کو بعض اہل علم نے جائز و بہتر لکھا ہے

جب کہ بہت سے علما نو فقہا نے اسے بے ادبی کی وجہ سے ناجائز وممنوع قرار دیا ہے۔فقیر قادری اس سلسلہ میں انہیں علما کے موقف کی تائید کرتا ہے جو کفن پر کلمات معظّمہ لکھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔رہا میت کے اوپر ایسی چادر ڈالنا جس میں کلمات مبارکہ لکھے ہوں تو عرف اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ چادر کمر سے اوپر کے حصہ پر ڈالی جائے اور تدفین کے وقت اس کو ہٹالیا جائے۔اس سلسلہ میں فقیر ان شاء اللہ تبارک تعالیٰ اگلی پوسٹ میں کچھ ضروری امور عرض کرے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳۹)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلے پر

کیا اہل حدیث کی مسجدوں میں جو اذان ہوتی ہے اس اذان کا جواب دینا درست ہے یا نہیں؟

رضا،۲۸/جنوری،۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اہل حدیث یا کسی بدمذہب کی اذان اگرچہ شرعا اذان نہیں ہے تاہم وہ کلمات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر پر یقیناً مشتمل ہیں لہٰذا ان کلمات مبارکہ ک تعظیم کی نیت سے اس کو دہرانے میں حرج نہیں ہے لیکن خیال رہے کہ یہ جوابِ اذان نہیں ہے جس کی شریعت مطالبہ فرماتی ہے کیونکہ جواب وہاں ہوتا ہے جہاں شرعاً اذان درست ہو اور یہاں شرعاً اذان درست نہیں،ہاں سننے والا پلٹ کر جو کہے وہ محض ان کلمات مبارکہ کی تعظیم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۰)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال کہ اگر وضو کرتے وقت،آدھے یا تہائی وضو میں ہی ریح خارج ہو جائے تو کیا دوبارہ وضو کرنا ہوگا؟ اس کے لیے شرعی حکم فرمادیں،جزاک اللہ خیرا۔

عبدالصمد صدیقی،۳۰/جنوری،۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بے شک درمیانِ وضو میں کوئی حدث لاحق ہوا تو یقیناً ازسرنو وضو کرنا ہوگا۔ریح خارج ہونے سے پہلے جو اعضاء دھوئے تھے یا جن کا مسح کیا تھا وہ دھونا اور مسح کرنا باطل ہوگیا۔مسئلہ بالکل بدیہی ہے کیونکہ جو چیز کامل وضو کے لیے ناقص ہے وہ ناقص کے بدرجۂ اولی ناقض ہے۔درمختار میں ہے: شرط صحتھا صدور الطہر من اھلہ فی محلہ مع فقد مانعہ۔یعنی پاکی درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ پاکی اس کے اہل سے اس کی جگہ میں پائی جائے اور کوئی مانع

طہارت نہ ہو۔(الدر المختار، کتاب الطہارۃ،ص،۲۵)

ردالمحتار میں ہے:قولہ مع فقد مانعہ بان لایحصل ناقض فی خلال الطہارۃ لغیر معذور بہ۔عبارت شرح،اس طرح کے درمیان میں کوئی ناقض نہ پیدا ہو یہ اس کے لیے ہے جو اسی ناقض کے عذر میں مبتلا نہ ہو۔(ردالمحتار،کتاب الطہارۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج،۱،ص۶۰)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۱)السوال: حضرت مفتی صاحب قبلہ،السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ تکبیر تحریمہ مقتدی کا کہنا ضروری ہے؟اگر نہیں کہا تو کیا ہوگا۔۔۔ایسے نماز میں دیگر تکبیروں کا کہنا ضروری ہے مقتدی کے لیے؟ نماز میں اگر مقتدی سے کوئی واجبِ نماز چھوٹ جائے تو نماز صحیح ہونے کی صورت ہوگی؟

میر ارشد عالم رضوی ضیائی،کولکاتا،بنگال،۳۰/جنوری،۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تکبیر تحریمہ امام ومقتدی دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صورت میں رکن اور حقیقت میں شرط ہے،باقی تکبیرات انتقال دونوں کے لیے مسنون ہیں۔مقتدی سے بحالت اقتداء کوئی واجب ترک ہوجائے یا کوئی اور سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں بلکہ بوجہ اقتداء اس کے حق میں سب معاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۲)السوال: حضرت مفتی صاحب قبلہ،السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ اگر کسی سنی کے یہاں کوئی شیعہ بطور باورچی کھانا پکانے آیا ہوا اجرت بھی لیا ہو تو ایسے سنی کے یہاں کھانا کھنا کیسا ہے؟

میر ارشد عالم رضوی ضیائی،کولکاتا،بنگال،۳۰/جنوری،۲۰۱۸۔

الجواب:اس کے یہاں کھانے میں حرج نہیں البتہ اگر اس رافضی نے کوئی جانور ذبح کیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے کہ رافضی مرتد ہے۔ہاں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی تقریبات میں کفار ومرتدین کو اجیر بنانے سے احتراز کریں کہ مرتد نفرت کی چیز ہے،بھلا ایک مسلمان یہ کیسے گوارا کرلیتا ہے کہ مرتد سے کھانے کی چیزیں تیار کرائے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۳)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت،جلسہ میں علمائے کرام کی آمد پر نعرہ لگانا کیسا ہے؟

سید قمر الحسن،۳۱/جنوری،۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کسی بشارت وخوش خبری سننے کے بعد یا کسی عظمت وبلندی والی چیز کو دیکھ کر نعرہ تکبیر بولنا یا اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنا یقیناً عمدہ اور اچھی چیز ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے: عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: والذی نفسی بیدہ، انی ارجوان تکونا ربع اھل الجنۃ، فکبر نا، فقال: ارجوان تکونوا ثلث اہل الجنۃ، فکبر نا، قال: ارجوان تکونوا نصف اہل الجنۃ، فکبر نا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر، ۳۳۴۸) یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قدرت میں میری جان ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی ہوگے، ہم نے یہ سن کر تکبیر کہی، آپ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا تہائی ہوگے، ہم نے پھر تکبیر کہی، آپ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف (آدھا) ہوگے، ہم نے پھر سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی۔

اس حدیث شریف کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اما تکبیرھم فلسرورھم بھذہ البشارۃ العظیمۃ۔۔۔ وفیہ حملھم علی تجدید شکر اللہ تعالیٰ وتکبیرہ وحمدہ علی کثرۃ نعمہ، انتھی باختصار من شرح مسلم، ج، ۳، ص، ۹۵)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اس عظیم بشارت سے خوش ہوکر رب کریم کی کبریائی بیان کی، یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو اس بات کی رغبت دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت وبہتات پر اللہ تعالیٰ کا شکر، اس کی کبریائی اور اس کی حمد کی تجدید کی جائے۔

وقال العینی رحمہ اللہ: (فکبرنا) ای: فعظمنا ذالك، او قلنا: اللہ اکبر، سروراً بھذہ البشارۃ، عمدۃالقاری، ج، ۱۹، ٦۸)

علمائے ربانیین یقیناً اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں، ان کی آمد باعث برکت ورحمت ہے لہٰذا ان کی آمد پر تکبیر بلند کرنا بالکل درست وبجا ہے، جس کا انکار وہی کرسکتا ہے جو علم وعلما کے مقام ومرتبہ سے بے خبر ہو۔ ہاں یاد رکھیے کہ آج کل اسٹیج پر جانے والے اکثر لوگ علما کے بھیس میں سخت قسم کے جاہل اور رٹو طوطے ہوتے ہیں جو سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس سے کچھ چیزیں سن کر جگالی کرتے ہیں اور اس میں اپنی جانب سے ساز وآواز ملا کر ناچتے کودتے اور پیسے کماتے ہیں ایسے لوگ جاہل ہونے کے ساتھ قوم کو گمراہ کرنے والے بھی ہوتے ہیں ایسے جہال کی نہ تعظیم جائز اور نہ ان کی آمد پر کسی عظمت والی کی آمد ہے جس پر رب کی کبریائی بیان کی جائے بلکہ ان کا وجود ایک بوجھ ہے جس سے اللہ کی پناہ طلب کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۴) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب قبلہ سے سوال: وہ کونسی صورت ہوسکتی ہے جس میں سود پر پیسا لیا جائے تو لینے والا گناہ گار نہ ہو؟

غلامِ بلال، ۱/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوع اور ناجائز چیزوں کو مباح اور جائز کر دیتی ہیں) اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے۔

الاشباہ والنظائر اور القنية والبغية میں ہے: يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، اھ، قال فی الغمز وذالك نحوان يقترض عشرة دنانير مثلا يجعل لر بها شيئا معلوما فی كل يوم ربحا.

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدة الخامسة، ادارة القرآن، کراچی، ج، ۱، ص، ۱۲٦)

وغمزعيون البصائر، الفن الاول، القاعدة الخامسة، ادارة القرآن، کراچی، ج، ۱، ص، ۱۲٦)

الاشباہ والنظائر، قنیہ اور بغیہ میں ہے کہ محتاج کے لیے سود پر قرض لینا جائز ہے۔ اھ۔ غمز میں فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً وہ دس دینار قرض دینے والے کے لیے روزانہ کچھ نفع مقرر کرے۔ محتاج کا مطلب یہ ہے کہ جو واقعی حقیقی ضرورت رکھتا ہو جو شریعت میں بھی قابل قبول ہو یعنی ایسی ضرورت ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو، کسی طرح بغیر سود کے روپیہ نہ ملے تو سود لینا جائز ہے ورنہ ہرگز سود لیا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۵) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا حائضہ عورت قرآن سن سکتی ہے؟

الجواب: حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت سننا بغیر کسی شبہ کے جائز ودرست ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقرا القرآن وراسہ فی حجری وانا حائض۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الماھر بالقرآن مع الکرام البررۃ وزینوا القرآن باصواتکم، رقم، ۶۹۹۴)

اس طرح کی اور بہت سی احادیث ہیں جن میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور ازواجِ مطہرات حالت حیض میں سنتی تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۶) السوال: ہندہ کے پانچ بچے ہیں، شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، ہندہ کو اپنے والد کی طرف سے زمین ملی ہندہ ساری زمین ایک بچے کو دینا چاہتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ ہندہ کا کہنا ہے کہ یہ میری پروپرٹی (Property) ہے میری مرضی کسی کو بھی دوں، یہ بچے کے باپ دادا کی ہوتی تو ان بچوں کو برابر حق ہوتا۔ جواب عطا ہو۔

الجواب: جواب سے پہلے چند باتیں سمجھ لیجیے: زندگی میں کسی بھی شخص کا اپنی جائیداد و مال اپنے شرعی وارثوں میں تقسیم کرنا ہبہ (گفٹ) کہلاتا ہے، زندگی میں ہی ہبہ کرنے کی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر حصہ دیا جائے یعنی جس قدر بیٹوں کو دے اسی قدر بیٹیوں کو بھی دے۔ البتہ کسی ایک بچے کو اس کی خدمت گذاری، دین داری وغیرہ کے پیش نظر دوسروں کی بنسبت زیادہ دیا جائے تو بھی جائز ہے، ہاں کسی ایک وارث کو ساری جائیداد ہبہ کر کے مالک بنا دینا اور باقی کو محروم کر دینا جائز اور سخت گناہ گار ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضرت بشیر انہیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو ایک غلام عطا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر نعمان سے بھی وہ غلام واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نعمان کے والد سے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہاری نظر میں نیکی کے اعتبار سے یکساں ہوں) (یعنی کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہاری نظر میں نیکی کے اعتبار سے یکساں ہوں، یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں اور سب ہی تمہاری فرمانبرداری اور تمہاری تعظیم کریں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس صورت میں صرف اپنے ایک بیٹے (نعمان) کو غلام نہ دو۔ ایک اور روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت نعمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو عمرہ بنت رواحہ (میری والدہ) نے میرے والد حضرت بشیر سے کہا کہ میں اس پر اس وقت تک رضامند نہیں ہوں گی جب تک کہ اس ہبہ پر رسول کریم ﷺ کو گواہ نہ بنالو، چنانچہ حضرت بشیر، رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا کہ میں اس ہبہ پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنالوں۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ حضرت نعمان کہتے ہیں کہ میرے والد (رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر) واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیر کی یہ بات سن کر فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ (مشکوۃ المصابیح، ص، ۲۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے درمیان فرق و امتیاز کرنا انتہائی نامناسب ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں یہ مستحب ہے کہ کوئی چیز اپنے کسی ایک بیٹے کو نہ دی جائے بلکہ وہ چیز برابری

کے طور پر سب بیٹوں کو دی جائے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشادنبوی ہے: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جوشخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا۔(ابن ماجہ، حدیث، ۲۷۰۳، شعب الایمان، ۷۵۹۴)

اگر کسی ایک وارث کو میراث سے محروم کر دیا گیا کسی ایک کو دے کر باقی ورثاء کو میراث سے محروم کر دیا گیا تو اس صورت میں اگر مرنے والے نے باقاعدہ قبضہ کے ساتھ جائیداد وا موال دے دیے ہیں تو اس جس کو دیے گئے ہیں وہ مالک بن جائے گا کیونکہ مالک ہونے کی حیثیت سے دینے والا مجاز و مختار ہے۔ اب اس جائداد میں دیگر ورثاء کا حصہ نہیں ہوگا نہ ہی دیگر ورثاء مطالبہ کر سکتے ہیں، البتہ بقیہ ورثاء کو میراث سے محروم کرنے والا سخت گناہ گار۔

اس تفصیل کے بعد آپ کے سوال جواب یہ ہے کہ اگر ہندہ اپنی ساری جائیداد ایک بچے کو دے کر قبضہ اور مکمل اختیار بھی اس کے حوالے کر دے تو اس سے ہبہ (گفٹ) مکمل ہو گیا اب وہ جائیداد اسی بچے کی ملکیت ہے دوسرے بچے مطالبہ نہیں کر سکتے، البتہ چونکہ ہندہ نے یہ تقسیم منصفانہ نہیں کی اس لیے ہندہ گناہ گار رہو گی۔

ہندہ کی یہ بات بالکل غلط اور بے معنی ہے کہ یہ پراپرٹی باپ کی ہوتی تو بچوں کا حق برابر تھا، پراپرٹی باپ کی ہو یا ماں کی اگر وہ اپنی زندگی میں اپنے بچوں کے درمیان اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو افضل یہی ہے کہ سب کو برابر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۷) السوال: السلام علیکم

(۱) باڈی اسپرے کسی طرح کا یا کسی طرح کا پرفیوم لگانا کیسا ہے؟ رلیٹڈ ٹو شریعہ،،، اور کسی طرح کے بوڈی اسپرے یا کسی طرح کے پرفیوم کو لگا کر نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) اور جب چاند گرہن ہوتا ہو تو کیا کسی کو کھانا نہیں چاہیے؟ خاص کر حاملہ عورت کو، اور کیا حاملہ عورت کو روم کے اندر رہنا چاہیے، باہر نہیں نکلنا چاہیے؟

(۳) سورج گرہن کب ہوتا ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟

محمد ناظم رفیق، ۱/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ایسا باڈی یا پرفیوم جس میں الکحل کی ملاوٹ ہو اس سے بچنا چاہیے کیونکہ الکحل روحِ شراب یا جوہر شراب ہے اور شراب ناپاک وحرام ہے اور بدن پر کوئی نجاست ایک درہم سے زیادہ لگی ہو تو اس کو پاک کرنا فرض،

درہم کے برابر ہوتو دھونا واجب اور درہم سے کم ہوتو پاک کرنا سنت ہے۔

الکحل چونکہ ڈائریکٹ شراب نہیں بلکہ روحِ شراب ہے اوراس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں اس لیے اس بات کو لے کر علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے کہ الکحل ملی ہوئی چیزوں کا حکم شرعی کیا ہونا چاہیے جائز یا ناجائز، حرام یا حلال؟

تو اس سلسلے میں سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اختلاف کی صورت سے بچا جائے اوراس صورت پر عمل کیا جائے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی الکحل ملے ہوئے باڈی اسپرے یا پرفیوم لگانے میں علما کا اختلاف ہے لہٰذا اس سے بچے اور نہ لگانے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے لہٰذا اس پر عمل کرے۔

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ الکحل آمیز پرفیوم، باڈی اسپرے، مختلف قسم کے رنگ، کھانے پینے کی اشیاء اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا استعمال اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس کے بچنا دشوار ہے اور عوام وخواص تقریباً سبھی اس میں مبتلا ہیں اس صورت حال کو شریعت میں عمومِ بلویٰ کہا جاتا ہے اور عموم بلویٰ کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے لہٰذا الکحل ملی ہوئی چیزوں کو استعمال پر اب وہ شدید وسخت حکم نہیں ہے جو عموم بلویٰ سے پہلے تھا یعنی اب ان کا استعمال فاسق وگناہ گار نہیں بنائے گا، ہاں بچنا اب بھی بہتر ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ پرفیوم وغیرہ لگا کر نماز پڑھنا جائز مگر بچنا بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) چاند گرہن اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اس موقع پر تنہا تنہا دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ چاند گرہن کی شرعی حکمت یہ ہے کہ بندوں کو دلوں میں خوف پیدا ہو، وہ گناہوں سے بچیں، نیکیوں کی طرف مائل ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ان کا ایمان مضبوط ہو لہٰذا اس موقع پر نماز پڑھیں، تکبیر وتسبیح کریں اور ہنسی کھیل کود اور اور چاند گرہن کو ٹھٹھا اور تماشا بنانے سے بچیں، اسی طرح کسی جاہلانہ خیال ووہم میں مبتلا نہ ہوں، ہندوانہ ریتی رواج اور عورتوں کی من گھڑت کہانیوں کے مطابق ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اس وقت حاملہ عورتوں کی چھری کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، کچھ کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیے اور یہ چاہیے وہ نہیں کرنا چاہیے، یہ سب خرافات اور توہمات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) سوال کے انداز سے ظاہر ہے کہ سائل کو کوئی حکم شرعی اور اسلامی ہدایت ورہنمائی نہیں چاہیے، بلکہ بے مقصد سائنسی وعقلی تشریحات معلوم کرکے یار دوستوں کی محفل میں تُک بندیاں لگانے کے لیے میٹر اور مواد چاہیے۔

محترم! ہم آپ کی اطلاع کے لیے عرض کردیں کہ یہاں صرف احکام شریعت معلوم کرنے کی نیت سے ہی سوال کرنے کی اجازت ہے اگر آپ کو وقت گذاری اور اپنی نجی مجلسوں میں چٹخارے لینے کے لیے سوال کرنا ہوتو کم از کم یہ گروپ اس مقصد کے لیے ہرگز نہیں ہے، یہاں دین اور صرف دین سیکھنے کے لیے سوال کیجیے وبس۔

سورج گرہن کا سائنسی سبب یہ ہے کہ جب چاند جو کہ زمین کی طرح ایک بے نور سیارہ ہے سورج اور زمین کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور سورج کی روشنی، زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے تو سورج گرہن ہوجاتا ہے۔ یہ تو سورج گرہن کا ظاہری اور حسی سبب ہے جس کی تفصیلات، نظام الاوقات، کیفیات اور یہ کہ دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کب کب سورج گرہن ہوگا اس نظام شمسی اور فلکیات کے ماہرین اپنے اصول وقوانین کی روشنی میں بخوبی جانتے ہیں۔فقیر نے بھی اس سلسلے میں تھوڑا بہت پڑھ رکھا ہے، اگر ضرورت محسوس فرمائیں تو التصریح والتشریح اور شرح چغمینی جیسی کتابیں لے کر تشریف لائیں، ان شاء اللہ تعالی خدمت کی کوشش جائے گی۔

سورج و چاند گرہن کا شرعی سبب وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمایا:

عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ یخوف اللہ بھما عبادہ وانھما لاینکسفان لموت احد من الناس فاذا رایتم منھا شیئا فصلوا وادعوا اللہ حتی یکشف ما بکم۔ (مسلم شریف، ج، ۳، ص، ۳۵، حدیث نمبر، ۲۱۵۳)

یعنی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن کے ذریعہ وپ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے ان کا گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ہوتا، جب تمہیں گرہن نظر آئے تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہاں تک کہ گرہن کھل جائے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: خسفت الشمس فقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فزعا یخشی ان تکون الساعۃ، فاتی المسجد فصلی باطول قیام ورکوع وسجود رایتہ قط یفعلہ وقال: ہذہ الآیات التی یرسل اللہ لاتکون لموت احد ولالحیاتہ ولکن یخوف اللہ بہ عبادہ، فاذا رایتم شیئا من ذالک فافزعوا الی ذکرہ ودعائِہ واستغفارہ۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر، ۱۰۵۹)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے خوف زدہ ہو کر اٹھے جیسے قیامت آ گئی ہو، آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے بہت طویل قیام اور لمبے رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھائی جس طرح میں نے کبھی آپ کو پڑھاتے نہیں دیکھا اور ارشاد فرمایا: یہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے رونما نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس س دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔ ہمیں امید ہے کہ دینی ذوق رکھنے والے حضرات سورج گرہن پر کب کب، کیوں اور کیسے کے ذریعہ سوالات کے جوابات بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

(۴۸)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہٴ ذیل میں کہ:

جلسے وغیرہ میں علماومشائخ کی آمد واستقبال پر نعرہ تکبیر، اللہ اکبر لگانا کیسا ہے؟ ایک مفتی صاحب کا فتوی نظر سے گزرا کہ عالم دین ہو یا کوئی شیخ ان کی آمد کی اطلاع اور خاص ان کی تعظیم کے لیے نعرہاے تکبیر یا سبحان اللہ وغیرہ جائز نہیں اس لیے کہ یہ کلمات متبرکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے خاص ہیں اس لیے ان کلمات کو کسی کی آمد کا ذریعہ بنانا یا ان کلمات کے ذریعہ خاص آنے والے کی تعظیم مقصود ہو تو جائز نہیں، پھر فتاوی بزازیہ سے اس کے عدمِ جواز پر دلیل پیش کی ہے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اور اگر کسی معظم دینی کی آمد پر اظہارِ مسرت کے لیے نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت بلند کیے جانے نعرہ تکبیر ونعرہ رسالت کے ذریعہ لوگوں کو عالم دین کے وعظ سننے کو ہمہ تن گوش ہوجانے کے لیے نعرہ اللہ اکبر یا رسول اللہ کی جائیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

صحیح مسئلے سے آگاہ کرایا جائے اللہ تعالیٰ آپ کو جزاے خیر عطا فرمائے۔

المستفتی: محمد تحسین رضا، جوالہ پور، بلاس پور، رام پور، ۱/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہندوستان بھر کے جلسوں، کانفرنسوں اور دینی اجتماعات کا حال یہ ہے کہ دورانِ اجلاس علماومشائخ کی اسٹیج پر آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے ہندوستانی مسلمان خصوصیت کے ساتھ اپنے علماومشائخ سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں، جوں ہی وہ کسی عالم کو اسٹیج کی جانب آتے ہوئے دیکھتے ہیں تو فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں، ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان کی دست بوسی کی کوشش کرتے ہیں، ان کے پرانوار چہروں کی زیارت کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں اور اس حسین وپرنور موقع پر اور علما کرام کی تعظیم وتوقیر کے اس ماحول میں وہ اپنے رب کی کبریائی اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور دیگر محبوبین ومقربین الٰہی کی کرامت وعزت کا والہانہ انداز میں اعلان کرنے لگتے ہیں، یہ سارے امور خالص عمدہ نیت، ایمانی جذبات واحساسات اور دینی فکر پر مبنی ہیں، جن کا جائز ومستحسن ہونا ظاہر وعیاں ہے ان میں کوئی بات ہرگز خلافِ شرع نہیں ہے۔

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یاآدم، فیقول لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك، فیقول: اخرج بعث النار، قال من کل الف تسع مائة وتسعة و تسعین، فعنده یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملها وتری

الناس سکاریٰ وما هم بسکاریٰ ولکن عذاب الله شدید، قالوایارسول الله واینا ذالك الواحد، قال:ابشروافان منکم رجل، ومن یاجوج وماجوج الف، ثم قال :والذی نفسی بیده، انی ارجوان تکونوا ربع اهل الجنة، فکبرنا، فقال:ارجوان تکونوا ثلث اهل الجنة، فکبرنا فقال:ارجوان تکونوانصف اهل الجنة ،فکبرنا فقال: ماانتم فی الناس الا کالشعرة السوداء فی جلد ثور او کشعرة بیضاء فی جلد ثور اسود.(صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قصة یاجوج وماجوج،حدیث نمبر،۳۳۴۸)

اے آدم !وہ عرض کریں گے میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے کمربستہ ہوں اور ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے، پھر فرمائے گا(اپنی اولاد میں سے)اس گروہ کو نکالو جنہیں جہنم بھیجا جائے گا۔حضرت آدم عرض کریں گے دوزخ کا گروہ کتنا ہے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسوننانوے۔اس وقت بچہ بوڑھا ہوجائے گا، ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور اس وقت لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا وہ ایک شخص (جو جنتی ہے)ہم میں سے کون ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوش ہوجاؤ تم میں سے ایک ہوگا اور یاجوج وماجوج میں سے ہزار، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے توقع ہے کہ جنتیوں کے ایک چوتھائی تم ہوگے،اس پر ہم نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی اور اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں کا تہائی ہوگے، پھر ہم نے اللہ اکبر کہا،آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں آدھی تعداد تمہاری ہوگی، پھر سے ہم نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی اور اللہ اکبر کہا، پھر ارشاد فرمایا:اور لوگوں کے درمیان تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی سفید بیل کی کھال میں کالا بال یا بیل کی کھال میں سفید بال۔

اس حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام نے جنت کی بشارت وخوش خبری سننے کے بعد بار بار اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی بیان کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا،اس کا واضح اور صاف مطلب یہ ہوا کہ کسی خوش خبری اور اچھی بات سننے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، تسبیح وتحلیل اور بزرگی وکبریائی کو بیان کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مبارک طریقہ ہے جس کی نبی کریم ﷺ نے خاموش رہ کر تائید فرمائی۔علمائے کرام بھی یقیناً اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہیں اور جنت کے داعی ومبلغ ہیں تو ان کی تشریف آوری پر مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنا اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنا بھی بلاشبہ درست وحق ہے،اس میں (اللہ اکبر)جیسے بابرکت کلمہ کا غیر محل میں ہرگز استعمال نہیں بلکہ اللہ کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر وذکر ہے جو شریعت کو محبوب ہے اسی لیے حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اما تکبیرھم فلسرورھم بھذہ البشارۃ العظیمۃ وفیہ ایضا حملھم علی تجدید شکر اللہ تعالیٰ وتکبیرہ وحمدہ علی کثرۃ نعمہ۔(شرح النووی

علم مسلم، ج،۱ص،۷۶۷ ۳) یعنی صحابۂ کرام نے جنت کی عظیم خوش خبری سے خوش ہوکراللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی اوراللہ اکبرکہا یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کواس بات کی رغبت دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت وبہتات پر ہردم اللہ تعالیٰ کاشکر،اس کی کبریائی اورحمد بیان کرنا چاہیے۔اسی طرح حضرت علامہ محمود بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:فکبر نا ای فعظمنا ذالک اوقلنا اللہ اکبرسرورابھذ ہ البشارۃ۔ (عمدۃ القاری ،ج،۲۲،ص،۲۸) یعنی ہم (صحابہ کرام) نے اس بشارت سے خوش ہوکراللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے اللہ اکبرکہا۔

مجلسوں اورمحفلوں میں علمائے ربانیین کی آمد پر یاان کودیکھ کرمسلمانوں کا بے ساختہ اللہ تعالیٰ کاذکرکرنا اور اس کی کبریائی بیان کرتے ہوئے اللہ اکبرکی صدائیں بلندکرنااس بات کی دلیل ہے کہ یہ علمائے کرام اللہ تعالیٰ کے ولی اوردوست ہیں جنہیں دیکھ کرزبانوں پراللہ تعالیٰ کاذکرجاری ہوجاتاہے۔

حدیث شریف میں ہے:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ!اللہ کے ولی کون ہیں؟رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:الذین اذارؤواذکراللہ۔(مسندالبزار، حدیث نمبر،۵۰۳۴) یعنی اولیاوہ ہیں جنہیں دیکھ کراللہ تعالیٰ کاذکرکیاجائے۔دوسری حدیث روایت میں ہے:اولیاء اللہ ھم الذین یذکراللہ لرؤیتھم۔(اخباراصبھان لابی نعیم،ج،۱ص،۲۳۱،والواحدی،ج،۱ص،۵۸،والدیلمی، ۱/ ۲،ص،۳۴۱) یعنی اولیاوہ ہیں جنہیں دیکھ کراللہ تعالیٰ کاذکرکیاجاتاہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:ان لم یکن الفقھاء اولیاء اللہ فی الآخرۃ فمااللہ ولی۔(تذکرۃ الموضوعات،ص، ۲۱) اگرعلماوفقہا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں توپھرکوئی بھی اللہ کاولی نہیں ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ علماومشائخ کودیکھ کراللہ تعالیٰ کے ذکراوراس کی حمدوثنا کے نعرے لگانابڑی نیکی اور خالص دینی وایمانی جذبات کی ترجمانی ہے،اس میں ان مبارک کلمات کے بے جااستعمال کاتصورکسی غیراسلامی ذہن کی پیداوارہوسکتاہے۔

آپ نے اپنے سوال جن مفتی صاحب کے فتوے کاذکرکیاہے جب ہم نے اس کوپڑھاتوہمیں ان بے چارے مفتی صاحب کی بے چارگی پربڑاترس آیاکہ آنجناب کوفقہا کی کتابوں کی عام عبارتیں بھی سمجھنے کی لیاقت نہیں ہے اوراشرفیہ جیسے معروف ادارے کے مفتی کہلاتے ہیں اوروہاں سے فتوے دے کرقوم کوگمراہ کرنے پرتلے ہوئے ہیں۔فتاوی بزازیہ سے انہوں نے جوعبارت نقل کی ہے وہ بے چارے اس کامفہوم سمجھنے سے قاصرہیں۔

فتاوی بزازیہ میں صاحبِ فتاوی نے اپنے زمانہ کے حالات کوسامنے رکھتے ہوئے ایک بات ذکرکی ہے کہ

امیروں، وزیروں اور بڑے لوگوں کے دربار اور مجالس ومحافل میں آنے پر لوگ ان کی تعظیم وتوقیر کے لیے تسبیح ودرود کے الفاظ بولتے تھے تا کہ لوگ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجائیں اور انہیں گذرنے کے لیے راستہ فراہم کر دیں، درباریوں اور عوام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ ان مبارک کلمات کو ان امیروں وزیروں کی تعظیم کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے، ظاہر ہے کی یہ ایک سنگین صورت حال ہے اور اس کا حکم بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک کو کسی اور کی تعظیم کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا جائز نہیں۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ کہاں امیروں اور وزیروں کی تعظیم کے لیے اللہ کے ذکر کو ذریعہ بنانا اور کہاں علما و مشائخ کی تعظیم کے موقع پر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے اپنی زبانوں کو سرشار کرنا، دونوں صورتوں میں زمین وآسمان سے زیادہ کا فرق ہے، علما کی تعظیم کا مقام تو یہ ہے کہ: قوم یقرؤون القرآن اوواحد فدخل علیہ واحد من الاشراف قالوا ان دخل علیہ عالم اوابوہ اواستاذہ الذی علمہ العلم جاز ان یقوم لاجلہ وفی سوی ذالک لا یجوز۔ (فتاوی قاضی خان مع الھندیہ، ج، ۲، ص، ۴۲۲) یعنی کوئی جماعت یا کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اس وقت کوئی معزز شخص آجائے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ آنے والا عالم یا اس کا باپ یا وہ استاذ ہو جس نے اسے علم دین سکھایا ہے تو اس کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے اور کسی اور کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح بے چارے مفتی صاحب نے فتاوی بزازیہ کی اس عبارت کو بھی نہیں پڑھا یا پڑھا تو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، اس میں صاف لکھا ہے: اما العالم اذا قال فی مجلس العلم صلوا اوالغازی اذا قال کبروا یثاب۔ (فتاوی بزازیہ مع الھندیہ، ج، ۶، ص، ۳۳۹) یعنی اگر عالم علمی مجلس میں درود شریف پڑھنے کے لیے کہے یا غازی اللہ اکبر کہنے کے لیے بولے تو ثواب ملے گا۔

اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ جب عالم کا درود پڑھوانا جائز اور ثواب کا کام ہے تو لوگوں کا خود سے درود پڑھنا یا سبحان اللہ کہنا یا ماشاء اللہ کہنا یا عالم کا تسبیح وتحمید کے کلمات کہلوانا بلاشبہ جائز ہے، ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں جو کسی حکم شرع کے خلاف ہو یا اس میں ذرہ بھر کوئی شرعی قباحت ہو۔

لہٰذا ہم عوام اہل سنت کو یہ بات صاف لفظوں میں بتادینا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنے سوال میں جس فتوے کا ذکر کیا ہے وہ سراسر جہالت پر مشتمل ہے اور لوگوں میں انتشار واختلاف پیدا کرنے کی نادانی بھری ایک سازش ہے لہٰذا اس پر ہرگز کان نہ دھریں اور ہند وپاک میں ایک زمانہ سے ہمارے اکابر واصاغر کا جو معمول رہا ہے اس پر قائم رہیں یعنی علما ومشائخ کی تعظیم کو لازم جانیں اور اس موقع سے ان کی آمد یا ان سے ملاقات یا ان کے دیدار کے وقت اللہ تعالیٰ کی پاکی وتعریف، حمد وثنا، تکبیر وتحلیل اور نعرۂ رسالت وغیرہ لگانے میں کسی طرح کا شرعاً کوئی حرج

نہیں ہے بلکہ حسنِ نیت کے ساتھ یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ باعث اجر وثواب ہیں۔ہم نے یہ چند باتیں سرسری طور پر عرض کردیں تاکہ ہمارے مسلمان بھائی کسی اختلاف وانتشار کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴۹)السوال:السلام علیکم حضرت

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے

قرآن خوانی کا شرعی حکم کیا ہے؟عوام میں جو مشہور ہے ہر خوشی اور رنج کے موقع پر مدرسے کے طالب علموں سے گھروں میں جو قرآن خوانی کی جاتی ہے اس کا کیا شرعی تصور ہے؟

آپ کا خادم عظیم احمد،امروہہ،۱،فروری،۲۰۱۸

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ بابرکت کتاب ہے جہاں اس کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا نزول ہوتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر خوشی وغم،پریشانی،دکھ،سکھ،راحت وبے چینی اور صحت وبیماری کی حالت میں جتنا زیادہ سے زیادہ ہوسکے خود قرآن کریم کی تلاوت کریں یا کسی ایسے سے تلاوت کرائیں جس نے تلاوت قرآن کو پیشہ نہ بنایا ہو یعنی جو اجرت ومزدوری پر قرآن نہ پڑھتا ہو،کیونکہ اجرت پر قرآن کریم پڑھنے سے کوئی اجر وثواب نہیں ملتا بلکہ الٹا گناہ ہوتا ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لا للمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الهدایه:ویمنع القاری للدنیاوولآخذوالمعطی آثمان،فالحاصل ان ماشاع فی زماننامن قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوزلان فیه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمروالقراءة لاجل المال، فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر و لولا الاجرة ماقرأاحدلاحدفی هذاالزمان بل جعلواالقرآن العظیم مکسباووسیلة الی جمع الدنیا. انا لله واناالیه راجعون. (ردالمحتار،ج،٦،ص،٥٦)

قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے سے نہ میت کو ثواب ملتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو،دنیا کی خاطر قرآن پڑھنا ممنوع ہے،اجرت ومزدوری لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ گار ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جو اجرت پر قرآن پاک پڑھنے کا رواج ہوگیا ہے یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تین چیزیں ہیں:دوسرے کے حکم پر قرآن پڑھنا،حکم دینے والے کو ثواب پہنچانا اور پڑھنے والے کا مال

کی خاطر قرآن پڑھنا، جب نیت درست نہ ہونے کی وجہ سے خود پڑھنے والے کو کوئی ثواب نہیں ملتا تو مزدوری پر پڑھوانے والے کو ثواب کہاں سے ملے گا۔

حالت یہ ہے کہ اگر اجرت و مزدوری نہ ہو تو کوئی کسی کے لیے قرآن خوانی نہیں کرے گا لوگوں نے قرآن کریم کی تلاوت کو پیشہ اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مدارس کے طلبہ یا دوسرے لوگ جو قرآن کریم کو درست طریقہ پر قواعد تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھیں اور دنیا کمانا یا ریاکاری و دکھاوا مقصد نہ ہو تو یقیناً قرآن خوانی ایک بہتر عمل ہے ورنہ جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۰) السوال: حضور یہ ارشاد فرمائیں کیا عورت سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کے زیورات پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کے زیورات مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز و حرام ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۱۳۰)

لہٰذا عورت اگر سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے بنے ہوئے زیورات پہن کر نماز پڑھتی ہے تو اس کی نماز مکروہِ تحریمی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۱) السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک بھائی کہتا ہے کہ امروہہ میں ڈھولک اور مزامیر وغیرہ کا کام ہوتا ہے تو اس کام میں مزدوری یا تجارت کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کمائی کا شرعی حکم کیا ہے؟ جبکہ یہاں کے سیکڑوں گھر اسی پر گزر بسر کر رہے ہیں۔

تفصیلی حکم سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب: ڈھول اور مزامیر مخصوص آلات اور سامانوں کے نام ہیں یہ آلات و سامان اگر کسی ناجائز و حرام چیز کے ذریعہ نہ بنے ہوں یا ان کی بناوٹ میں استعمال ہونے والی چیزیں چوری و غصب کی نہ ہوں تو فی نفسہ یہ تمام آلات شرعاً مالِ متقوم ہیں، جن کا بنانا، فروخت کرنا، مزدوری کرنا اور ان کا پیشہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہے اور ان کاموں سے حاصل ہونے والی کمائی بھی جائز ہے، ہاں ان آلات کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو ان کا استعمال معصیت و گناہ کے کاموں میں کرے گا ناجائز و گناہ ہے۔

مالِ متقوم کی تعریف فقہائے کرام نے یہ بیان کی ہے :المال المتقوم هو المال المباح الانتفاع به شرعاً. (در المحتار، ج/ ۵، ص / ۵۰) مالِ متقوم وہ مال ہے جس سے شرعاً فائدہ حاصل کرنا درست ہو۔ یہ تعریف بلاشبہ ان تمام آلات پر صادق آتی ہے کیونکہ ان سے فائدہ اٹھانا شرعا درست ہے ۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ افیون اور بھنگ کی خرید وفروخت کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :صحت اور چیز ہے اور جواز بمعنی حل دوسری چیز، مذکورہ اشیا یعنی افیون اور بھنگ جب نشہ کی حد تک پہنچ جائیں تو اگرچہ حرام ہیں مگر متقوم ہونے سے خارج نہیں ہوتیں جیسے شراب اور خنزیر متقوم ہونے سے خارج ہوتے ہیں تو بیع مال متقوم مقدور التسلیم پر پر وارد ہو تو صحیح ہوتی ہے اگرچہ حرام ہو لہٰذا صحت تو ان میں مطلق ہے اور اربیرون بدن ان میں سے علاج معالجہ مطلوب ہو تو جواز بمعنی حل بھی ہوگا اور اگر معصیت کے لیے ان کی بیع مطلوب ہو تو جائز نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (فتاوی رضویہ، ج/ ۷، ص/ ۷۰)

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ مذکورہ تمام آلات اگرچہ خود مال متقوم ہیں لہٰذا ان کا بنانا، بیچنا اور ان کو بنانے کی مزدوری وکاریگری جائز ہے، تاہم انہیں اہل معصیت کے ہاتھ بیچنا ناجائز وگناہ ہے اور جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ان کا استعمال معصیت کے لیے نہیں کرے گا اس کے ہاتھ بیچنا گناہ بھی نہیں ہے، بہرحال اس طرح کے پیشہ سے بچنے میں ہی عافیت وبھلائی ہے اور روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۲) السوال :مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ:

کچھ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ (**جیسی تیری دال بھات ویسی میری فاتحہ**) تو ایسا کہنے والے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہوگا؟ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

محمد اکرم، ۲/ فروری، ۲۰۱۸

الجواب : یہ ایک جاہلانہ بولی اور انتہائی احمقانہ بکواس ہے ، ایسا بولنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بولنے والے اس جملے کے اصل معنی مراد نہیں لیتے وہ اس کو بطور محاورہ استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جیسی تم مزدوری دو گے ویسا ہی کام ہوگا۔ یہ بات اگرچہ اپنے آپ میں ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے مذکورہ جملہ کو محاورہ بنانا ہرگز درست نہیں ہے، لہٰذا اس جملہ کو بولنے سے مکمل پرہیز وگریز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۳) السوال :السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت عرض خدمت یہ ہے کہ:

زید نے کہا کہ جمعہ مبارک یا ددینا دین میں زیادتی ہے اور یہودیوں کا طریقہ ہے کہ وہ سنیچر کی مبارک

باد دیا کرتے تھے اور مزید یہ کہا کہ اس کا ثبوت بھی کسی طرح نہیں۔

اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ اطال اللہ بقاءک وزادک علما۔

تجمل حسین۔ ۲/فروری، ۲۱۰۸۔

الجواب: مبارک باد دینے کا مطلب ہے کسی کو برکت کی دعا دینا، جمعہ مسلمانوں کی عید اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا دن ہے لہٰذا اس دن کی ایک دوسرے مسلمان کو برکت کی دعا دینا جائز ہے، اس کو یہودیوں سے مشابہت قرار دینا مشابہت کے معنی سے جہالت ہے، شرعاً غیروں سے وہ ممانعت ممنوع ہے جو ان کے مذہبی شعار میں ہو یا جس کی مذمت و برائی نص سے ثابت ہو یا جہاں فاعل، غیر سے مشابہت کا قصد و ارادہ کرے، مطلقاً ایک کام کا دوسرے کے کام کی طرح ہونا ممنوع نہیں، اگر ایسا ہو تو پھر ہمارا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا اور تمام حرکات وسکنات ناجائز و گناہ ہو جائیں گے کہ یہ سارے کام ہم بھی کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ بھی۔ اور ایسا کوئی عقل سے خارج انسان ہی کہہ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۴) السوال: السلام علیکم، مفتی صاحب کی سوال ہے:

(۱) کیا لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھائی جائے تو نماز پوری طرح سے مکمل ہو جائے گی کیا؟ کسی طرح سے کوئی کمی تو نہیں آئے گی؟

(۲) اگر کوئی وہابی لڑکا سنی کی مسجد میں نماز پڑھے تو کیا کسی بھی سنی کی نماز نہیں ہوگی؟ اور اگر کسی وہابی لڑکے کو کوئی سنی لڑکا سنی کی مسجد میں لے کر گیا نماز پڑھنے کے لیے تو کیا اس سنی لڑکے کے اوپر بھی گناہ ہوگا؟

جواب عنایت فرمائیں۔

محمد ناظم رفیق، ۲/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے پڑھانے کا مسئلہ نیا ہے، اس کے بارے میں جو بھی احکام بیان کیے ہیں وہ ان کے اپنے علم وفکر اور جد وجہد کا نتیجہ ہیں۔ قرآن وسنت اور اجماع وقیاسِ مجتہدین سے اس کے بارے میں کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔ اب اس نئے آلہ کے بارے میں خاص علماے اہل سنت کے دو گروہ ہو گئے ہیں کچھ حضرات اس کے استعمال کو افعالِ نماز کی ادائیگی کے لیے قرار دیتے ہیں اور خاص لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کو مفسد نماز قرار دیتے ہیں، جب کہ دوسرے علما حالتِ نماز میں اس کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں۔

فقیر قادری کا اس سلسلہ میں موقف یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے

بچا جائے، کیونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہو چکا ہے اور اختلافی صورت ایسی صورت پر عمل کرنا سب کے نزدیک افضل ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہ ہو،تو ظاہر بات ہے کہ اختلاف لاؤڈاسپیکر کے استعمال کرنے میں ہے، استعمال نہ کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگرلوگ اپنی لاعلمی ونادانی کی وجہ سے لاؤڈاسپیکر کے استعمال پر بضد ہوں اور معاملہ علماوخیرخواہ حضرات کے ہاتھوں سے نکل چکا ہو،نوبت یہاں تک آ گئی ہو کہ لوگ فتنہ وانتشار پر تلے ہوئے ہوں تو کوشش کر کے باضابطہ مکبرین کھڑے کیے جائیں اور یہ مسئلہ واضح کر دیا جائے کہ حالت نماز میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے لہٰذا تمام لوگ امام کی اصل آواز پر رکوع وسجود کی نیت کریں،خواہ اس نیت کے بعداب بظاہر انتقالات لاؤڈاسپیکر کی ہی آواز پر ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کی نماز بے کراہت درست ہوگی۔اس مسئلہ کو اس کی فرعی حیثیت سے زیادہ طول نہ دیا جائے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی نمازوں کو فاسد وبرباد قرار دینا بڑی بھول اور نادانی ہے اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲) کسی بدمذہب کے اہل سنت کی مسجد میں نماز پڑھنے سے سنی کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ کسی سنی کے کسی بدمذہب کو اپنی مسجد میں لانے سے کوئی گناہ ہوتا ہے، ہاں اگر وہ بدمذہب ایسا ہو کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں جس کی وجہ سے اس پر حکم کفر وارتداد ہو تو اس کو صف میں کھڑا کرنا جائز نہیں کہ اس سے صف کٹ جائے گی جس کی وجہ سے لوگوں کی نماز مکروہِ تحریمی ہوگی، لیکن عوام میں عموماً ایسے افراد بہت کم ہیں جن پر حکم کفر وارتداد ہے، عام طور پر لوگ اندھیرے میں ہیں اور ان پر حکم گمراہی ہے، ان کے صف میں کھڑا ہونے سے کسی نماز پر یا صف پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا بلکہ ہمارے لوگوں کو چاہیے کہ اس طرح کے جوانوں اور نوجوانوں کو کوشش کر کے اپنی مساجد میں لائیں اور اپنے علما سے ان کی ملاقات کرائیں تاکہ کتاب وسنت کی روشنی میں انہیں سمجھایا جا سکے اور شریعت کے اصل احکام سے انہیں باخبر کر کے ان کی اصلاح کی جا سکے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۵) السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید کی عمر، ۶۵/سال ہے اور جائداد کے پیسوں کو مسجد بنانے اور دوسرے نیک کاموں میں جائداد صرف کر دی، زید کی وراثت میں زیادہ کچھ بچا نہیں اور اچانک زید کا انتقال ہو جاتا ہے تو کیا زید گناہ گار ہوگا؟

زینت، ۳/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: ان شاء اللہ تعالیٰ زید اپنے صدقات وخیرات اور نیک کاموں میں کیے گئے اخراجات کے سبب اجر عظیم کا پائے گا۔زید کی وراثت میں جو ترکہ بچا ہو وارثین اسی کی شرعی طور پر تقسیم کریں، زید نے جو کیا اس کی وجہ سے وہ ہرگز گناہ گار نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۶)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کیا فرماتے ہیں علماے کرام مسئلہ ذیل میں کے بارے میں کہ:
حالتِ حیض ونفاس میں عورت اردو پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ عندالشرع کا حکم ہے؟
نوری رضا قادری، ۴/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: حالتِ حیض میں تفسیر وحدیث وفقہ ودینیات کی کتابیں چھونا مکروہ اور خاص جگہ جہاں قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی ہوا سے چھونا حرام ہے، ہاں بغیر چھوئے اردو کی کتابیں پڑھنے کی اجازت ہے، مگر جہاں قرآن کریم کی کوئی آیت آئے اس کو پڑھنے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۷)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حیض ونفاس کی حالت میں بخاری ودیگر احادیث طیبات تفسیر واصول تفسیر فقہ واصول فقہ کو پڑھنے پڑھانے کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔
مفتی محمد بلال صاحب قبلہ، ۴/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حیض ونفاس وجنابت کی حالت میں قرآن کریم کے علاوہ باقی تمام دینی کتابیں بغیر چھوئے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ دینی کتابوں کا ہاتھ سے چھونا مکروہ ہے، علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یکرہ مس کتب التفسیر والفقہ والسنن لانہا لاتخلو عن آیات القرآن. (ردالمحتار، ج/۱، ص/۳۱۹)
تفسیر، فقہ اور احادیث کی کتابیں چھونا مکروہ ہے، کیونکہ یہ کتابیں آیات قرآنیہ سے خالی نہیں۔
علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: و یکرہ لہ قراءۃ توراۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ ومابدل منہا غیر معین وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ وخصہا فی النہر بما لم یبدل (لا) قراءۃ (قنوت) (الدر المختار مع الشامی، ج/۱، ص/۳۱۷)
یعنی توراۃ، انجیل اور زبور کا پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ سب اللہ کا کلام ہیں اور ان کا محرف حصہ متعین نہیں ہے (جس کے بارے میں کہا جائے کہ اسے پڑھنا درست ہے) اور علامہ عینی نے تو شرح مجمع میں ان کی تلاوت کے حرام ہونے کو جزم ویقین کے ساتھ بیان کیا ہے اور النہر میں اس حصہ کی تلاوت کو حرام کہا ہے جو غیر محرف ہے اور دعاے قنوت کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔
جب دعاے قنوت کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے تو کسی بھی دعا، ذکر، درود، تسبیح اور دینی کتاب کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، مگر افضل یہ ہے کہ اس حالت میں دینی کتابیں وضو یا غسل کے بعد پڑھی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب۔

(۵۸)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اگرکوئی صاحبِ مال ہے اوراس پرحج فرض ہے اوراس کی لڑکی کا رشتہ لگ چکا ہےتو اس صورت میں حج پہ جائے یا لڑکی کی شادی کرے کہ مال اتناہی ہے کہ یا تو شادی کرسکتا ہے یا حج تو اس صورت میں کیا کرسکتا ہے؟

اسیرِ تاج الشریعہ، ۴/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ

اگر بیٹی محتاج ہےتو اس کا نفقہ بشمول شادی باپ پرواجب ہے الجوھرۃ النیرۃ،جلد/۲،ص/۲۷۰، میں ہے: و کذا یجب علی الاب نفقۃ او لادہ الاناث اذا کن فقراء. یعنی باپ اپنی بیٹیوں کا خرچ واجب ہے جب کہ وہ محتاج ہوں۔

فتاوی ہندیہ جلد/۱،ص/۵۸۴، میں ہے:ونفقۃ الاناث واجبۃ مطلقاًعلی الآباء مالم یتزوجن اذا لم یکن لھن مال. یعنی بیٹیاں اگران کے پاس مال نہ ہوتو ان کی شادی تک کا خرچ باپ پرواجب ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جب باپ اتنامال نہیں ہے کہ بیٹی شادی کرکے حج کو جاسکتے تو اس پرحج فرض نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵۹)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ایک پوسٹر میں سب علما کے نام کے ساتھ لفظ (ملا) لکھا ہے جیسے ملا فلاں صاحب، ملا فلاں اورنوٹ لکھا ہے کہ لفظ ملا کی تضحیک کرنے سے پہلے فیروز اللغات نامی کتاب کا صفحہ ۱۲۸۰ ملاحظہ کرلیں۔حضرت اس طرح کیا مناسب ہے؟

سید قمر الحسن، ۵/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: زمانہ گذرنے کے ساتھ بہت سے الفاظ وکلمات کے معنی عرف میں بدل جاتے ہیں لہٰذا الفاظ و کلمات کے استعمال میں عرف کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لفظ ملا اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے کسی غلط معنی پر مشتمل نہیں ہے لیکن آج عرف میں یہ لفظ علما کی تحقیر وتصغیر اوران کی شان گھٹانے کے لیے بولا جاتا ہے لہٰذا اس سے احتراز و اجتناب ضروری ہے اور فیروز اللغات کا حوالہ دینا عرف سے جاہل وبے خبر ہونے کی دلیل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۰)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال کہ غیر مقلدین عصر کی نماز اولِ وقت یعنی پونے چار بجے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا کونٹیکٹ سیدھا سعودی عرب سے ہے وہاں کے حساب سے نماز پڑھتے ہیں تمہاری طرح نہیں کہ کہیں سوا چار بجے پڑھتے ہو۔عوام سے کہتے ہیں کہ تم نے اپنی من مانی کرر کھی ہے۔اس کا انہیں کیا جواب دیا جائے؟

عبدالصمد صدیقی، ۵/فروری، ۲۱۰۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقین مانیے آپ کا یہ سوال سن کر میں کچھ دیر کے لیے سراپا حیرت بن گیا، کیونکہ فقیر یہ تو جانتا تھا کہ غیر مقلدین بے چارے عقل سلیم سے محروم ہیں اور، صم بکم عمی فھم لایعقلون (البقرۃ، آیۃ/۱۷۱) یعنی بہرے گونگے اندھے ہیں تو وہ بے عقل ہیں۔لیکن یہ پہلی مرتبہ معلوم ہوا ہے کہ اس فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مطلقاً عقل سے عاری وخالی ہیں۔ام تحسب ان اکثرھم یسمعون اویعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلاً (سورۃ الفرقان، آیۃ/۴۴) یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدترین گمراہ۔

ذرا سعودیہ کے وقت کے مطابق انڈیا میں پونے چار بجے نماز عصر پڑھنے والے عقل سے محروم غیر مقلدین سے پوچھیے کہ جس وقت انڈیا میں پونے چار (3:45) بج رہے ہوتے ہیں اس وقت سعودیہ میں کیا ٹائم ہوتا ہے؟ ایک معمولی عقل والا بھی بخوبی جانتا ہے کہ اس وقت سعودیہ میں سوا ایک (1:15) بج رہا ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سعودیہ کی تقلید تو ہوئی مگر اندھی اور اوندھی تقلید ہوئی۔ائمہ اربعہ کی تقلید کو بدعت وشرک بتانے والے کیسی بدترین تقلید میں پھنس گئے، اس کے تصور سے ہی بے ساختہ ہنسی آتی ہے، کیا غیر مقلدین کا مورکھ گروہ قرآن وحدیث سے کوئی ایک آیت وارشاد ایسا پیش کر سکتا ہے جس میں فرمایا گیا ہو تم اپنی نمازیں سعودیہ کے وقت کے مطابق پڑھو؟ کیا یہ غیر مقلدین صرف عصر میں سعودیہ کے وقت کی اندھی تقلید کرتے ہیں یا باقی نمازوں میں بھی؟ کیا یہ گروہ سعودیہ کی تقلید میں اپنے روزے بھی ڈھائی گھنٹے بعد توڑتا ہے؟ مشاہدہ تو یہ ہے کہ روزہ توڑنے کے سلسلے میں یہ گروہ اتنا جلد باز واقع ہوا ہے کہ ابھی سورج غروب بھی نہیں ہو پاتا کہ یہ لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں کیا یہ گروہ بتا سکتا ہے کہ پوری دنیا کے غیر مقلدین سعودیہ کی اندھی تقلید میں ہر جگہ ایک ہی وقت پر نمازیں ادا کرتے ہیں یا الگ الگ؟

سچ بات یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین کا انتہائی بدترین فریب اور کھلا جھانسہ ہے کہ وہ سعودیہ کے وقت کے مطابق نمازیں پڑھتے ہیں وہ صرف اپنے نفس وخواہش کی پیروی کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ہم احنافِ اہل سنت

بحمدہٖ تعالیٰ اپنے رب کے فرمان کے مطابق تمام نمازیں ان کے مقررہ وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے رب نے ہر جگہ اور ہر مقام کے لیے نمازوں کا وقت مقرر فرمادیا ہے وہی ہمارے لیے قابل اتباع ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (النساء، آیۃ/ ۱۰۳) بےشب نماز اہل ایمان پر مقررہ وقتوں میں فرض ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن وسنت کی اتباع کریں اور کسی گمراہ اور گمراہ کر کے جھانسے اور فریب میں نہ آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۱) السوال: السلام علیکم

کیا قیاسِ امامِ اعظم کا انکار کرنے والا کافر ہے؟

ابراہیم خان، ۶ /فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: نہیں، بلکہ وہ جاہل وگمراہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۲) السوال: السلام علیکم

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے، کسی بھی حدیث شریف کا ترجمہ صحابہ کرام کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ اور کوئی بھی حدیث، ضعیف یا صحیح کیسے ہوتی ہے؟ اور کیا ضعیف حدیث کو نہیں مانا جاتا ہے؟ جیسا کہ وہابی کہتے ہیں کہ ہم ضعیف حدیث کو نہیں مانتے ہیں۔

محمد ناظم رفیق، ۶ /فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ترجمہ کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو اصل سے مطلب نہ سمجھ سکے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی غالب اکثریت عربی النسل ہے جنہیں احادیث مبارکہ کے ترجمہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی، جو صحابہ کرام عربی نہیں جانتے تھے یا کم جانتے ہیں انہیں دوسرے صحابہ تعلیم دیا کرتے تھے پھر یہ کہ ترجموں کا چلن بالکل نئی چیز ہے جسے وہابیوں کی زبان میں بدعت کہا جاسکتا ہے لیکن وہابی فرقہ اس بدعت میں ایسا مبتلا ہے کہ دوسرے لوگ اس فرقہ کے آس پاس بھی نہیں ہیں مگر یہ فرقہ یہ ایسا ڈھیٹ اور بےشرم ہے کہ اپنی بدعتوں سے بالکل آنکھیں موندھے رہتا ہے اور دوسروں کی اصولی باتوں پر بھی بدعت وشرک کا خول مڑھنے سے باز نہیں آتا۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات، افعال اور تقریرات (رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہوا سے تقریر کہتے ہیں) کو حدیث کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے کسی حدیث کے ضعیف ہونے کا استعمال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اس اعتبار سے کسی حدیث کو ضعیف کہے یا سمجھے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، ہاں حدیث جس

سنداور واسطہ سے ہم تک پہنچتی ہے اس سند میں جوراوی پائے جاتے ہیں ان کی عدالت، ثقاہت، صداقت، دیانت، قوت حفظ، قوتِ ضبط وغیرہ حالات واوصاف کے اعتبار سے ان کی روایت کو صحیح یا ضعیف یا منکر یا شاذ یا غریب یا موضوع وغیرہ کہا جاتا ہے۔

ضعیف روایت کو ماننے سے مطلقاً انکار کرنا وہابیوں کی بدترین جہالت ہے، جمہور محدثین وفقہا، فضائل میں حدیث ضعیف کو ہمیشہ سے قبول کرتے رہے ہیں لیکن وہابی جس طرح ہر معاملہ میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی چنتے ہیں یہاں بھی مسلمانوں کے راستہ سے الگ ہٹے ہوئے ہیں اور ضعیف کہہ کر احادیث کے ایک بڑے حصے کو مسترد اور نا قابل قبول قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو وہابیوں کے شر وفساد، مکر وعناد، دجل وفریب اور گمراہ گری وفتنہ پردازی سے محفوظ و مامون رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۳) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اگر کوئی شخص عالم ہو مقرر ہو اور وہ قوم کا پٹھان ہونے کے بعد اپنے آپ کو سید کہتا اور کہلواتا ہو۔ تو ایسے شخص کے لیے حکم ہے؟

سید قمر الحسن، ۶/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: جو شخص جانتے ہوئے اپنا نسب تبدیل کرے وہ سخت مجرم وگناہ گار، فاسق وعذاب جہنم کا حق دار ہے۔ عن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول: من ادعی الی غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام۔ (بخاری شریف، حدیث/ ۶۳۸۵)

جو جانتے ہوئے اپنا نسب بدلے اس پر جنت حرام ہے۔

اس معنی کی احادیث صحیحہ اس کثرت سے ہیں کہ اگر ان میں سے چند ہی نقل کر دی جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔

آپ نے لکھا ہے کہ وہ عالم اور مقرر ہے اور قوم کا پٹھان ہے، اس پر عرض ہے کہ وہ عالم تو ہو سکتا ہے لیکن عالم ربانی نہیں ہو سکتا، اپنا نسب بدلنے والا احادیث میں وارد شدید وعیدوں سے بے خبر ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نورِ علم سے محروم اور جہالت کی تاریکیوں میں گم ہے، وہ مقرر بھی ہو سکتا ہے مگر اسلامی عاعظ وناصح نہیں بلکہ دنیا کا مال جمع کرنے والا پیشہ ور فنکار ہوگا، ایک ناصح ودینی مصلح ایسی گندی حرکت ہرگز نہیں کر سکتا، وہ قوم کا پٹھان ہے یعنی مطلب ہوا کہ اس نے اپنے نسب کو جان بوجھ کر بدلا ہے لہٰذا وہ ان تمام وعیدوں کا یقیناً مستحق ہے جو اس طرح کی حرکت کرنے

والوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمائی ہیں یعنی اس پر جنت حرام، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت اور وہ جہنم کا حق دار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(٦٤) السوال: حضرت کی بارگاہ میں غیر مقلدین کے بارے میں ایک اور سوال کہ:

ایک غیر مقلد نے ہمارے چاچا محترم سے کہا کہ بھائی کبھی ہمارے یہاں بھی جمعہ پڑھنے آؤ آپ کو وہاں کی شان وشوکت دیکھ کر ایسا لگے گا گویا مدینے میں ہو، اب چچا محترم آپ سے معلوم کرر ہے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوسکتا ہے اور ایسا کہنا والا کیسا ہے؟

ان غیر مقلدین کہ جہالت کو دیکھ کر حضرت سے سوال کرنا بیجا ہے کہ ایسی جہالت کا کیا جواب دیا جائے لیکن یہ سوال امانت ہے اور ان جہالت کے پلندوں کا چہرا عوام کے سامنے لانا مقصود۔

عبدالصمد صدیقی، ٦/فروری، ٢٠١٨۔

الجواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح بشر کہنے والے غیر مقلدین سے یہ بات ہرگز قابلِ تعجب نہیں ہے کہ وہ اپنی مسجدوں کے بارے میں یہ راگ الاپتے پھریں کہ وہاں کی شان وشوکت دیکھ کر آپ کو ایسا لگے گا کہ گویا مدینہ میں ہو۔ ان غیر مقلدین سے کوئی شخص سنجیدگی کے ساتھ پوچھے کہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی شریف کی شان یہ ہے کہ: وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صلاۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلاۃ فیما سواھا الا المسجد الحرام ۔وعن ابی الدرداء وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ مائۃ الف صلاۃ، وفی مسجدی ھذا الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمس مائۃ صلاۃ۔ وعن عبداللہ بن الزبیر قال: قال رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ صلاۃ فی ھذا۔ (اخرجہ البخاری فی کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم، 1190، 1/367 ومسلم فی کتاب الحج، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ، رقم، 1394، 2/1012,1013 ومن حدیث ابن عمر، رقم، 1395، 2/1013، ومن حدیث ابن عباس، رقم، 1396، 2/1014، ومن مسند احمد، رقم، 14694، 46/23، ورقم، 15271، 414/23، وعن ابن ماجہ فی کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام، رقم (1406، 451/ 1، وسنن ابن ماجہ، رقم، 1406، 451/1، والترغیب والترھیب، رقم، 1173، والبیھقی فی السنن الصغریٰ، رقم، 1821، 31/2، وفی شعب الایمان، رقم، 4140، 485/3، وابن عبدالبر فی التمھید، 30/6)

ان سب احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے

مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پانچ سونمازوں کے برابراور مسجد حرام شریف میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

بلکہ ایک روایت میں یہاں تک ہے: عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: (صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ، وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ، وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمس مائۃ صلاۃ، وصلاتہ فی المسجد الاقصیٰ بخمسین الف صلاۃ، وصلاتہ فی مسجدی بخمسین الف صلاۃ، وصلاتہ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ (رواہ ابن ماجہ، حدیث نمبر، 752) یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر اور محلے کی مسجد میں اس کی پچیس نمازوں کے برابر اور اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے (یعنی جامع مسجد میں) اس کی نماز پانچ سونمازوں کے برابر اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس میں) اور میری مسجد (مسجد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) میں اس کی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں اس کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

آپ اپنے چچا جان کو بتایئے کہ ان غیر مقلدین سے کہیں کہ کبھی اہل سنت کی مساجد میں آکر نمازیں ادا کر کے دیکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ نور ایمان اور بہارِ اسلام کے جلوے نظر آئیں گے اور شرک وبدعت کا سارا خمار اتر جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۵) السوال: کافر اور گمراہ میں کیا فرق ہے؟ اور ان دونوں کے بارے میں کیا احکام ہیں؟

مولانا انیس الرحمٰن، بلاس پور، رام پور، ۶/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: کافر وہ جو تمام ضروریاتِ دین کا یا کسی ایک ضروری دینی امر کا منکر ہو یا ان کا استخفاف (ہلکا جاننا) کرتا ہو ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے اور گمراہ ایک عام لفظ ہے جو معمولی گناہ گار سے لے کر گناہ کبیرہ کے مرتکبین بلکہ ضروریاتِ دین کے منکرین تک پر بولا جاتا ہے لیکن جب یہ لفظ کافر کے مقابلہ میں بولا جائے تو اس سے عموماً فسق اعتقادی مراد ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۶) السوال: السلام علیکم عرض یہ ہے کہ:

پہلے ہمیں غسل و وضو کا طریقہ نہیں آتا تھا اور نہ نماز کا، تو کیا پر ان نمازوں کا پھر پڑھنا ضروری ہے؟

ابراہیم خان، ۶/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اگر اس بات کا ظن غالب ہے کہ آپ کو جس زمانہ میں غسل وضو کا طریقہ معلوم نہیں تھا اس زمانہ میں غسل و وضو کے فرائض چھوڑتے تھے تو آپ پر فرض ہے کہ اتنے دنوں کا محتاط اندازہ کر کے ان دنوں کی نمازیں

دوبارہ پڑھیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقہاے کرام نے فرمایا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ جن احکام ومسائل کی اسے فی الفور ضرورت ہو یا جلدی میں جس کی ضرورت پیش آنے والی ہوانہیں کو دریافت کرے، ورنہ بسا اوقات کھود کرید سے احکام میں وہ سختی ہوجاتی ہے جو طبیعت کے لیے سخت بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے۔

(٦٧)السوال:السلام علیکم

حضرت صاحب اگر کوئی شخص بھول سے الٹی پہن کر نماز پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ہوجائے گی اور نماز کے بعد آئے تو وہ نماز دوبارہ پڑھیں گے؟

ابراہیم خان،٦/فروری،٢٠١٨ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر بھول سے الٹی ٹوپی پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز بے کراہت درست ہے اور نمازی کا یہ فعل معاف ہے۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز الٹا کپڑا پہننے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

کپڑا الٹا پہننا اوڑھنا خلافِ معتاد میں داخل ہے اور خلافِ معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربارِ عزت احق بادب وتعظیم ہے، واصلہ کراھۃ الصلاۃ فی ثیاب مھنۃ۔قال فی الدرر وکرہ صلوتہ فی ثیاب مھنۃ،قال الشامی وفسرھا فی شرح الوقایۃ بمایلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الاکابر" ردالمحتار،جلد،٢، ص،٤٠٧)

اصل یہ ہے کہ کام ومشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں یہ ہے کہ وہ کپڑا جو آدمی گھر پہنتا ہے،مگر ان کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا۔اور ظاہر کراہت تنزیہ،فانہ کراھۃ التحریم لابدلھا من نھی غیر مصروف عن الظاھر کما قال ش فی ثیاب المھنۃ والظاھران الکراھۃ تنزیھۃ۔کیونکہ کراہت تحریمی کے لیے ایسی نہیں کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر سے مؤول نہ ہو جیسا کہ علامی شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت تنزیھی ہے۔

اور اسے (الٹا کپڑا پہننے کو) سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد،دخل نہیں کہ وہ برلبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین لٹکتی رہیں مثلا چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دوبالا نہ مارا یا انگرکھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا،کمافی الدروغیرہ (جیسا کہ درو غیرہ میں ہے)اور اگر آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلافِ معتاد ضرور ہے۔(فتاوی رضویہ،جلد،٧،ص،

(358,359

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تجاوز اللہ عن امتی الخطا والنسیان وما استکرھوا علیہ۔(المستدرک علی الصحیحن، حدیث نمبر، 2801)

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، بھول چوک اور مجبوری کو درگذر فرما دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(٦٨)السوال: حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ فی زمانہ اڑیسہ اور بنگال میں ایک ذات جو میر ہیں ان کے تعلق سے بتائیں، کیا وہ اپنے آپ کو سید کہہ سکتے ہیں؟ جبکہ ہندوستان میں شاذ ونادر ایسے سادات ہیں جن کا شجرہ نسب ان کو معلوم ہے۔

اسیرِ تاج الشریعہ، ٦/فروری، ٢٠١٨۔

الجواب: جو اپنے آپ کو سید کہے ہم پر لازم ہے کہ اسے سید جانیں، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل و ثبوت نہ ہو۔

اڑیسہ وبنگال یا کسی بھی جگہ کے میر لوگ اگر اپنے کو سید کہتے ہیں تو ہمیں ان سے شجرہ نسب اور دلیل و دستاویز مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے، ہم ان کو سید ہی جانیں گے اور سادات کی طرح ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے۔ اس موقع پر سیدی اعلیٰ حضرت کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان تازہ اور سادات کرام کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ موجزن ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

فقیر ذلیل بحمدہٖ تعالیٰ سادات کرام کا ادنیٰ غلام وخاکپا ہے، ان کی محبت وعظمت ذریعہ نجات وشفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بدمذہب بھی ہو جائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعد کفر سیادت ہی نہیں رہتی پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ الناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں) ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سید سے الجھا، انہوں نے فرمایا میں سید ہوں کہا کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی؟ رات کو زیارتِ اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا: اس نے عرض کی:

میں بھی حضور کا امتی ہوں، فرمایا: کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی؟ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۵۸۸، ۵۸۷) اھ
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۹) السوال: السلام علیکم

حضرت کی بارگاہ میں سوال یہ ہے کہ:

زید نے کوئی چیز چرائی، بعد میں زید کو اس چیز کی ضرورت نہیں پڑی تو زید اس چیز کو واپس رکھ آیا، زید کا ایسا کرنا کیا مانا گیا؟ جواب عطا ہو۔

فروز، ۷/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید نے چرایا ہوا مال واپس کر دیا تو بہت اچھا کیا اور اس نے توبہ کا پہلا زینہ طے کر لیا، کسی کا مال ناحق لینا بہت بڑا گناہ ہے اور اس سے توبہ واجب ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من كانت له مظلمة لاخيه عن عرضه او شئ فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذمنه بقدر مظلمته فان لم تكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه)

اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے حق تلفی کی ہو) تو آج ہی اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے، نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی ایک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قال العلماء التوبة واجبة من كل ذنب، فان كانت المعصية بين العبد و بين الله تعالىٰ تتعلق بحق آدمى فلها ثلاثة شروط، احدها: ان يقلع عن المعصية، والثانى: ان يندم على فعلها، والثالث: ان لا يعود اليها ابدا، فان فقد احد الثلاثة لم تصح توبته وان كانت المعصية تتعلق بآدمى فشروطها اربعة: هذه الثلاثة وان يبرأ من حق صاحبها فان كانت مالا او نحوه رده اليه. (رياض الصالحين، ص/۳۳)

علما کہتے ہیں: ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے اگر بندے کا گناہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے اور کسی

بندے کے حق سے متعلق نہیں تو توبہ کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط: تمام گناہوں سے دور ہوجانا۔

دوسری شرط: دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا۔

تیسری شرط: ماضی پر پشیمان اور شرمندہ ہونا۔

ان تینوں میں سے کوئی بھی ایک شرط نہ پائی گئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اور اگر وہ جرم وگناہ کسی بندے کے حقوق سے متعلق ہو تو اس کی توبہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ حق والے کا حق ادا کرکے بری الذمہ ہوجائے اگر وہ حق مال وغیرہ کی شکل میں ہے تو اسے واپس کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اب زید سچے دل سے اوپر بتائے ہوئے طریقے کے مطابق توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۰) السوال: حضرت میرا سوال یہ ہے کہ:

جو لہسن ہوتا ہے جو سبزی میں اسے کرتے، اسے چھیل کر کھانا منع ہے؟

جواب عنایت فرمائیں۔

شبینہ، ۷/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: ہماری معلومات کی حد تک لہسن چھلکا اتار کر ہی کھایا جاتا ہے اور شرعاً کچا یا پکا دونوں طرح کھانا جائز ہے، ہاں کچا لہسن کھا کر کہ ابھی منھ سے بدبو آرہی ہو مسجد جانا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے متعدد احادیث مبارکہ میں سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او قال فلیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ وان النبی ﷺ اتی بقدر فیہ خضرات من بقول فوجد لھا ریحاً فسال فاخبر بما فیھا من البقول فقال قربوھا الی بعض اصحابہ کان معہ فلما راہ کرہ اکلھا قال کل فانی اناجی من لا تناجی۔

جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا آپ نے فرمایا: ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طبق لایا گیا جس میں کچھ سبزیاں تھیں، آپ نے اس میں بو محسوس کی تو پوچھا: کس چیز کی سبزی ہے؟ تو اس میں جس چیز کی سبزی تھی آپ کو بتایا گیا تو اسے نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض ساتھیوں کے پاس لے جانے کو کہا جو آپ کے ساتھ تھے تو جب دیکھا کہ یہ لوگ بھی اسے کھانا ناپسند کررہے ہیں تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کھاؤ کیونکہ میں ایسی ذات سے ہم کلام ہوتا ہوں جس سے تم نہیں ہوتے۔(صحیح البخاری کتاب الآذان، حدیث نمبر855، صحیح مسلم، حدیث نمبر،564)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ذکر عند رسول اللہ ﷺ الثوم والبصل ، وقیل : یا رسول اللہ واشد ذالک کلہ الثوم افتحر مہ؟ فقال النبی ﷺ کلوہ ومن اکلہ منکم فلایقرب ھذ المسجد حتی یذھب ریحہ منہ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر،3825)

رسول اللہ ﷺ کے پاس لہسن اور پیاز کا ذکر کیا گیا اور عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ !ان میں سب سے زیادہ سخت لہسن ہے کہا کیا آپ اسے حرام کہتے ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ فرمایا اسے کھاؤ اور جو شخص اسے کھائے وہ اس مسجد میں اس وقت نہ آئے جب تک اس کی بو نہ جاتی رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۷)السوال: داڑھی میں ہونٹ کے نیچے کے بال کاٹنا حرام ہے کیا؟

۷/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: نچلے ہونٹ کے نیچے کے بال داڑھی کا حصہ ہیں، انہیں کاٹنا جائز نہیں۔

اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ جلد/ ۲۲، ص، ۵۸۹، ۵۸۸ کا یہ تفصیلی فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

یہ بال بداہۃً سلسلہ ریش میں واقع ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔ وسط میں جو بال ذرا سے چھوڑے جاتے ہیں جنھیں عربی میں عنفقۃ اور ہندی میں بچی کہتے ہیں، داخل ریش ہیں کما نص علیہ الامام العینی وعنہ نقل فی السیر ۃ الشامیۃ (جیسا کہ امام بدرالدین عینی نے اس کی تصریح فرمائی اوران سے سیرت شامیہ میں نقل کیا گیا) ولہذا امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی انہیں منڈاتا اس کی گواہی ردفرماتے کما ذکرہ الشیخ المحدث فی مدارج النبوۃ (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا) تو بیچ میں یہ دونوں طرف کے بال جنہیں عربی میں فنیکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہوسکتے ہیں داڑھی کے باب میں حکم احکم حضور پرنور سید عالم ﷺ اعفوا اللحی واوفرو اللحیٰ۔ (داڑھیاں بڑھاؤ اور زیادہ کرو) ہے تو اس کے کسی جز کا مونڈنا جائز نہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۸۷۵)

لاجرم علمانے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اکھیڑنا بدعت ہے امیر المؤمنین عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔

غرائب میں ہے:

نتف الفنیکین بدعۃ وھوجنبا العنفقۃ وھی شعر الشفۃ السفلیٰ وشھد رجل عند عمر بن عبدالعزیز وکان ینتف فنیکیہ فرد شھادتہ۔اھ ۔عنھا نقل فی الھندیہ الی قولہ السفلیٰ وظاھران الاثر فی ذالک لخصوص النتف ففی معناہ الحلق وانما وقع التعبیر بہ نظرا الی ما کانو اتعودوہ کما فی قولہ ﷺ لاتنتفو الشیب ۔وقول الفقھاء یکرہ نتف الشیٔ مع کراہۃ قصہ ایضا لشمول العلۃ وبہ تبین ان ماوقع فی المدارج الشریفۃ من ان فی حلق العنفقۃ وترکھا خلافا والافضل ترکھا اما حلق طرفیھا فلا باس بہ۔ اھ ۔معبرا لمحل تامل حیث افادہ بظاھرہ وکراھۃ التنزیہ وبمقابلۃ بافضلیۃ الترک الاباحۃ الخاصۃ مع ان العنفقۃ وطرفیھا جمیعا من اجزاء اللحیۃ وھی واجبۃ الاعفاء فلا ینبغی الاقدام علی ذالک مالم یثبت من حدیث صحیح اونص من امام المذھب صریح فلیتامل ۔

دونوں کوٹھوں کوا کھاڑنا بدعت ہے اوروہ عنفقہ (بچی) کے دونوں جانب کے بال ہیں اور عنفقہ لب زیریں کے بال ہیں، ایک شخص نے حضرت عبدالعزیز کی عدالت میں (کسی معاملے میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا آپ نے اس کی گواہی رد کردی۔فتاویٰ غرائب سے فتاویٰ عالمگیری میں اس کا قول (السفلیٰ) تک نقل کیا گیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں اکھاڑنے کی خصوصیت کا کوئی اثر نہیں پس اس کے معنی میں (حلق) ہے یعنی بال مونڈنا ہے اور بال اکھاڑنے سے تعبیر ان کی عادت کے مطابق واقع ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: سفید بال نہ اکھاڑا کرو۔اور فقہاے کرام کا ارشاد سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہیں۔باوجود یہ کہ ان کے کترنے میں بھی کراہت ہے کیونکہ علت دونوں کوشامل ہے۔اس سے واضح ہوگیا کہ جو کچھ مدراج شریف میں وارد ہے وہ محل تامل یعنی غور وفکر کے لائق ہے کہ عنفقہ کے بال مونڈنے اور نہ مونڈنے میں اختلاف ہے اور بہتر یہ ہے کہ نہ مونڈے جائیں۔لیکن دونوں کناروں کے بال مونڈ دینے میں کوئی حرج نہیں (معرب عبارت پوری ہوگئی) کیونکہ شیخ کی عبارت کا بظاہر مفاد کراہت تنزیہی ہے اور اس کا تقابل (ترک افضل) خالص اباحت بتارہا ہے حالانکہ عنفقہ اور داڑھی کے دونوں اطراف اجزاے داڑھی میں شامل ہیں اور ان کا چھوڑنا واجب ہے لہٰذا اس پر جرات اقدام کسی طرح مناسب نہیں جب تک کسی حدیث صحیح سے یا امامِ مذہب کی طرف سے کسی صریح نص کے ساتھ ثابت نہ ہو پس اس میں گہری سوچ سے کام لینے کی ضرورت ہے)

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر، نورانی کتب خانہ، پشاورک، ۵/ ۳۵۸)(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب، آفتاب عالم پریس، لاہور، ۲/ ۲۲۲)

ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل وانبوہ ہو کہ کھانا کھانے، پانی پینے، کلی کرنے میں مزاحمت کریں تو ان کا قینچی سے بقدر حاجت کم کردینا روا ہے۔خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ہے: یجوز قص الاشعار التی کانت من

الفنیکین اذ ازحمت فی المضمضۃ والاکال اوالشرب۔

زیرلب کے دونوں کناروں کے بال کترنے جائز ہیں جبکہ کلی کرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ ہوں۔ یہ روایت بھی دلیل واضح ہے کہ بغیراس مزاحمت کے ان بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا، فان المفاھیم معتبرۃ فی الکتب وکلام العلماء وبالا جماع ھذا ماعندی(کیونکہ مفہوم مخالف، کتابوں،کلامِ علما میں ساتھ اجماع کے معتبر ہے میرے نزدیک تو یہی ہے)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۲)السوال: نمازِ جنازہ شروع ہوکر دو یا تین تکبیر پوری ہوچکی ہے اب اس وقت ایک شخص پہنچا تو اس شخص کے لیے کیا حکم ہے وہ کیسے نماز پوری کرے گا؟

نوری رضا قادری،۸/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: کوئی شخص نماز جنازہ کے لیے اس وقت آیا کہ دو یا تین تکبیریں ہوچکی تھیں اس کے لیے حکم یہ ہے کہ فوراً نماز جنازہ میں شامل نہ ہو بلکہ امام کے تکبیر کہنے کا انتظار کرے، جس وقت امام تکبیر کہے اس وقت شامل ہو اور اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے، اگر اس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر دعائیں پڑھ کر تکبیریں کہیں تو اس کی تکبیریں پوری ہونے سے پہلے لوگ میت کو کاندھوں تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہے دعائیں چھوڑ دے اور یہ اندیشہ نہ ہو تو دعائیں اور تکبیریں دونوں کہے۔(الدرالمختار،ص/۱۲۰،غنیۃ المستملی،ص۵۴۲)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۳)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱)حضرت داڑھی کتنی ہوجانے پر کاٹی جائے گی؟اور کیا دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کی کاٹی جائے گی یا صرف ٹھوڑی کی؟ حضرت مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲)حضرت کسی لڑکی نے ایک لڑکے سے شادی کی اب اس لڑکے کا باپ اپنے بیٹے کی سالی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

سید قمر الحسن،۸/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:(۱)داڑھی سے متعلق ہم یہاں چند باتیں عرض کررہے ہیں، انہیں باتوں سے آپ کے سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔

داڑھی کی تعریف:

داڑھی ان بالوں کا نام ہے جو کنپٹوں، جبڑوں اور ٹھوڑی پر جمتے ہیں اور چوڑائی میں گالوں اور کانوں کے بیچ ہوتے ہیں۔

امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اللحیۃ اسم لجمع من الشعر ماینبت علی الخذین والذقن واللحی الذی ینبت علیہ العارض (عمدۃ القاری، 9/93)

امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی علی الرحمہ لکھتے ہیں:

ھی اسم لمانبت علی الخذین والذقن۔ (فتح الباری، 10/35)

علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

المراد باللحیۃ الشعر النابت علی الخذین من عذار وعارض والذقن۔ وفی شرح الارشاد: اللحیۃ الشعر النابت بمجتمع اللحیین والعارض مابینھما وبین العذار وھوالقدر۔ (البحر الرائق، 1/46)

مذکورہ تمام عبارات کا خلاصہ وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے، داڑھی کی تعریف سے بات ظاہر ہے کہ گالوں پر جو بال اُگ آتے ہیں کسی کے کم اور کسی کے آنکھوں تک وہ داڑھی سے باہر ہیں، ان کو صاف کرنے میں حرج نہیں، بلکہ کئی بال اس قدر ہوتے ہیں کہ اگر انہیں صاف نہ کیا جائے تو صورت بہت خراب لگتی ہے جو شرعاً ناپسندیدہ ہے لہٰذا ان بالوں کو صاف کر دینا چاہیے۔

داڑھی کی شرعی مقدار:

ہمارے ائمہ احناف رحمھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک داڑھی کی مقدار طول وعرض میں ایک قبضہ (مٹھی) ہے اس سے کم کرنا ناجائز وگناہ ہے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی حنفی معروف بابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

اماالاخذ منھا (من اللحیۃ) وھی دون ذالک (القبضۃ) کمایفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد۔ (فتح القدیر، 2/348)

یعنی ایک مشت سے داڑھی کم کرنا جیسا کہ کچھ مغربیت زدہ اور مرد ہجڑے کرتے ہیں اسے کسی نے جائز قرار نہیں دیا ہے۔

داڑھی ایک مشت سے زیادہ ہوجائے تو کیا کرے:

اگر داڑھی لمبائی یا چوڑائی میں ایک مشت سے زیادہ ہوجائے تو اس زائد کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا باس اذا طالت لحیتہ طولا وعرضا لکنہ مقید بما زادہ علی القبضۃ۔

اگر داڑھی لمبائی یا چوڑائی میں ایک مشت سے زیادہ ہوجائے تو اس کو کاٹنے میں حرج نہیں ہے۔

مذکورہ باتوں سے آپ کو سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر داڑھی لمبائی میں یعنی ٹھوڑی کے نیچے یا چوڑائی میں یعنی رخساروں کی جانب ایک مشت سے بڑھ جائے تو اس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: واحل لکم ماوراء ذالکم۔(سورۃ النساء،آیۃ/ ۲۴) ان کے سوا (جن عورتوں سے حرمت پہلے بیان کی جاچکی) تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴۷) السوال: سلام حضرت

(۱) قبرستان میں چپل پہن کے جانا کیسا ہے؟

(۲) قبرستان کو راستے کی طرح استعمال کرنا کیسا ہے؟

محمد عاصم،۸ /فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:(۱) قبرستان میں جانے اور داخل ہونے کی ممانعت جوتا یا چپل پہننے پر نہیں ہے جیسا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے اور عمل کرتے ہیں کہ جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو سب کے سب اپنے اپنے جوتے اور چپل قبرستان کے کنارے چھوڑ کر بے دھڑک چلے جاتے ہیں، یہ بے اصل اور لوگوں کا اپنا گڑھا ہوا طریقہ ہے جس کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ قبرستان میں جانے کی ممانعت قبروں پر چلنے کی وجہ سے ہے لہٰذا اگر قبرستان میں کوئی پرانا راستہ ہے جس میں کوئی قبر نہیں پائی جاتی اس پر چلنا جائز ہے اگر چہ جوتا یا چپل پہنے ہو۔تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ 9/408 ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قبرستان کو راستہ کی طرح استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔علامہ شامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام. (ردالمحتار،1/229) قبرستان میں بنائے گئے نئے راستہ پر چلنا حرام ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لان امشی علی جمرۃ اوسیف اواخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم وما ابالی اوسط القبور قضیت حاجتی اووسط السوق۔(سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر 1567) یعنی چنگاری یا تلوار پر چلنا یا اپنے جوتے کو اپنے پیر کے ساتھ سی لینا مسلمان کی قبر پر چلنے سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اپنے حاجت کو قبروں کے درمیان یا بازار میں پورا کرنا ایک ہے یعنی جس طرح لوگوں کے درمیان قضاءِ حاجت حرام ہے اسی طرح قبروں کے درمیان بھی حرام ہے۔لوگوں کو چاہیے کہ قبرستان کو راستہ بنانے سے باز آئیں کہ اس میں مسلمان مردوں کی توہین وایذا ہے جو شرعاً ناجائز وحرام وفعل بدانجام ہے۔واللہ

تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۵)السوال: سلام

حضرت نماز میں وضوٹوٹ گیااوراب وضوکراتو جہاں نماز پڑھ رہا تھے وہیں جا کر پوری کرے یا وضوخانے کے پاس والی صف پر ہی پورے کرے؟

محمد عاصم، دہلی، ۸/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز میں بے وضو ہونے کے بعد وضو کر کے جہاں سے نماز باقی تھی وہاں سے پڑھنے کا نام بنا ہے اگر چہ نماز میں بنا کرنا جائز ہے اوراس کے لیے ضروری نہیں کہ پہلے جس جگہ نماز پڑھ رہا تھا اب طہارت حاصل کرنے کے بعد اسی جگہ جائے، بلکہ جہاں چاہے اپنی باقی نماز پوری کرسکتا ہے لیکن یاد رہے کہ بنا کے لیے فقہائے کرام نے تیرہ (۱۳) شرطیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے اگر ایک شرط بھی چھوٹ گئی تو بنا جائز نہیں ہے لہٰذا ہر حال میں افضل یہی ہے کہ اگر نماز میں بے وضو ہو جائے تو وضو کرنے کے بعد نماز از سرنو پڑھے۔(البحر الرائق، 1/644، فتاویٰ ہندیہ، 1/93) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۶)السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سید آگ میں جلتے نہیں ہیں اس اعتبار سے آج کے زمانے میں کوئی سید نہیں ہے اگر ہوتے تو آگ میں جلتے نہیں۔حضرت وضاحت فرمائیں۔

۸/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: یہ بے سر پیر کی بات اور محض خرافات ہے اس کا حقیقت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اس طرح چنڈو خانے کی باتیں وہی اڑاتے ہیں جو علم دین سے دور اور اوہام وخیالات کے نشہ میں چور ہوتے ہیں۔ساداتِ کرام کا شرف مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم نسبت ہے، رب کریم کی رحمت سے امید واثق یہ ہے کہ اس نسبت عظیمہ کے حاملین ان شاء اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے۔کما ورد فی الحدیث (وھو وان کان ضعیفا ولکن یمکن قبولہ فی مناقب الاشراف)

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال النبی ﷺ: ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذریتها من النار.

وفی روایة عنه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی ﷺ: ان فاطمة احصنت فرجها

فحرمهاالله وذر يتهاعلى النار.

(الحاكم فى المستدرك 152/3،وابونعيم الاصبهانى فى ترجمة زر ين بن جيش من حلية الاولياء،ج/4،ص/188 ،والمحب الطبرى فى ذخائرالعقبیٰ،ص/48،فى عنوان ذكر تحر يم زر يتهاعلى النار.والمتقى الهندى والسيوطى فى كنزالعمال،108/6،برقم:34220،و فى الثغور الباسمة،ص،46عن البزار والطبرانى والحاكم وابى يعلى.و بهذا المعنىٰ وردعن عن ابى هر يرة وابن عباس كمافى كنزالعمال فى الرقم:34226،عن الخطيب،34227،وعن الديلمى ج/6،ص/109)

یعنی فاطمہ کی پاکدامنی کے سبب اللہ تعالیٰ نے فاطمہ اوراس کی اولاد کوجہنم کے لیے حرام قرار دے دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۷)السوال:السلام علیکم،کیافرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں:

خطبہ جمعہ کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا؟بینوا وتوجرا.

خالدعطاری،فیصل آباد،پنجاب،پاکستان،۸/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام کے لے خطبۂ جمعہ کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے جیسا کہ بخاری شریف ومسلم شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اصابت الناس سنة على عهد النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبينا النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يخطب فى يوم جمعة قام اعرابى فقال يارسول الله هلك المال وجاع العيال فادع الله لنافرفع يديه ومانرى فى السماءقزعة فوالذى نفسى بيده ماوضعهما حتىٰ ثارالسحاب امثال الجبال ثم لم ينزل عن منبره حتى رايت المطر يتحادرعلى لحيته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمطرنايومنا ذالك ومن الغد وبعدالغد والذى يليه حتى الجمعة الاخرىٰ وقام ذالك الاعرابى اوقال غيره فقال يارسول الله تهدم البناء وغرق المال فادع الله لنافرفع يديه فقال اللهم حوالينا ولاعلينا فمايشير بيده الى ناحية من السحاب الاانفرجت وصارت المدينة مثل الجوبة وسال الوادى قناة شهرا ولم يجى احدمن ناحية الاحدّث بالجود۔(صحیح البخاری،حدیث نمبر/933۔صحیح مسلم،حدیث نمبر/2116)

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مدینہ کے لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوگئے۔ایک مرتبہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرمارہے تھے توایک اعرابی کھڑے ہوکرعرض گذار ہوئے:یارسول اللہ!مال تباہ ہوگیااور بچے بھوکے مرگئے،اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیجیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے۔راوی فرماتے

ہیں کہ: ہم نے اس وقت آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا تک نہیں دیکھا تھا، پھر قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آپ ﷺ نے ہاتھ کیا اٹھائے کہ پہاڑوں جیسے بادل آ گئے۔ آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں کہ میں نے بارش کے قطرے آپ ﷺ کی ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھے۔ اس روز بارش برسی، اگلے روز بھی، اس سے اگلے روز بھی یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی (اگلے جمعہ کو حضور ﷺ خطبہ فرمارہے تھے تو) وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض گذار ہوا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیجیے، تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے! (ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہیں، تو جس طرف دست مبارک سے اشارہ کرتے ادھر کے بادل چھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ (کے اردگرد) ایک دائرہ سا بن گیا۔ قناۃ نامی نالہ مہینہ بھر بہتا رہا اور جو بھی آتا وہ اس بارش کی ہی باتیں کرتا۔

یہ حدیث شریف اس بات پر روشن دلیل ہے کہ نہ صرف جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان امام کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے بلکہ عین خطبہ میں بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۶) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت صاحب سوال یہ ہے کہ غیر عقیدہ لوگوں کو سلام کرنا کیسا اور سلام کا جواب دینا بھی، بڑے اور بچے دونوں کے لیے کیا حکم ہے؟

شبینہ، ۸/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بدمذہب کو سلام کرنا جائز نہیں، کہ سلام تعظیم ودعا کا نام ہے اور بدمذہب اس کا اہل نہیں، ہاں اگر وہ سلام کرے تو جواب میں وعلیکم کہہ سکتے ہیں۔ بدمذہب کے بچے اپنے باپ کے تابع ہیں لہٰذا ان کا وہی حکم ہے جو ان کے باپ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۷) السوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیدہ کی نکاح غیر سید سے نہیں ہوسکتا، حکم شرع ارشاد فرمائیں۔

۸/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: ہم آپ کے سوال کے جواب میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا ایک مختصر مگر جامع فتویٰ نقل کیے دیتے ہیں اس میں آپ کے سوال کا جواب بھی ہے اور دوسرے کئی گوشوں کی عمدہ وضاحت بھی:

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا

عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی، رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریشی کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگر چہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے کیے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا ان کی اولا د و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی محض باطل ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرھما کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج/11، ص/716) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۸) السوال: نماز مکمل ہونے والی تھی ایک طرف سلام کیا وضو ٹوٹ گیا دوسری طرف سلام نہیں کیا تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اس پر لوگ بڑی بحث کرتے ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد ناظم رفیق، ۹ /فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: دو مرتبہ لفظ (السلام) کہنا واجب ہے، جب ایک مرتبہ سلام پھیرنے کے بعد وضو جاتا رہا تو اسے چاہیے کہ فوراً وضو کر کے آئے اور نماز میں داخل ہو کر دوسری جانب سلام پھیرے اور یاد رکھے کہ جب وضو کے لیے تو کوئی ایسا کام نہ کرے جو نماز کے منافی ہو اگر اس نے وضو کر کے بنا نہیں کی تو اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

البحر الرائق 1/395 میں ہے:

و ان سبقه حدث بعد استشهد توضا و سلم لان التسليم واجب و لا بد له من الوضوء لياتي به فالوضوء والسلام واجبان فلولم يفعل كره تحريما.

باقی رہے غیر مقلدین جو اس مسئلہ پر منھ چلاتے ہیں وہ درحقیقت اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب سے جاہل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷۹) السوال: (۱) طلبہ جو قرآن خوانی کے لیے بلائے جاتے ہیں کیا ان کے لیے پورا قرآن مجید پڑھنا ضروری ہے؟ اگر انہوں نے پورا قرآن کریم نہیں پڑھا تو کیا وہ گناہ گار ہوں گے؟ اور قرآن خوانی کے بعد جو ناشتہ یا شیرنی تقسیم کی جاتی ہے کیا اس کا کھانا ان کے لیے جائز ہے؟

(۲) چار رکعت والی نماز میں مسافر جماعت میں اس وقت شامل ہوا جب مقیم امام قعدہ اخیرہ میں تھا امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی دو رکعت ادا کرے یا چار رکعت؟

المستفتی: محمد انیس الرحمٰن، بلاس پور، رام پور، ۹/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: (۱) اگر طلبہ نے مکمل قرآن کریم کی تلاوت کا وعدہ کیا اور بے عذر شرعی وعدہ پورا نہیں کیا تو یہ بد عہدی ہے جو ناجائز و گناہ ہے یا مکمل نہیں پڑھا اور بتایا کہ مکمل پڑھا ہے تو یہ جھوٹ ہوا یہ بھی ناجائز و فعل گناہ ہے اور اگر طلبہ نے نہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت کا وعدہ کیا اور نہ جھوٹ بولا تو ان اختیار ہے جتنا چاہیں پڑھیں، جتنا پڑھیں گے اتنے کا ثواب پائیں گے، پھر یہ ثواب جس کو چاہیں ہبہ کریں، اس میں نہ کوئی گناہ اور نہ کسی قسم کا الزام۔ رہا قرآن خوانی کے بعد ناشتہ و شیرنی کا معاملہ تو اگر یہ قرآن کی تلاوت کی اجرت ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر بطور ضیافت و تکریم طلبہ ہے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) چار۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۰) السوال: حضرت کی بارگاہ میں سوال:

علما فرماتے ہیں کہ اقامت میں بیٹھے رہنا سنت ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی ثابت ہے لیکن کچھ حنفی لوگ خاص کر دیوبندی اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہونے کے قائل ہیں اور وہ اس مسئلے پر تاویل کرتے ہیں کہ کھڑے ہونا اور بیٹھے رہنے کی کچھ وجوہات اور شرائط ہیں

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کھڑے ہونے اور بیٹھے رہنے کے کیا احکام ہیں کیا یہ زیادہ ہی اہم مسئلہ ہے کہ جو بیٹھے رہے وہ گناہ گار یا سنت کے مخالف ہوگا؟ اور یہ کہ امام اعظم کے علاوہ تینوں ائمہ کا اس پر کیا حکم ہے؟

جواب دیں اور ثواب پائیں۔ عبدالصمد صدیقی، ۹/فروری، ۲۱۰۸ء۔

الجواب: مسئلہ اقامت کی اختلافی حیثیت اس قدر شدت اختیار کر چکی ہے کہ اس مسئلہ پر کئی بار باضابطہ مناظرے ہوئے، لوگ باہم گتھم گتھا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یہ مسئلہ سنی غیر سنی کے درمیان امتیاز کی علامت بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سلسلہ میں احناف کے یہاں جو تفصیلی ہدایت و رہنمائی ہے وہ فتاویٰ ہندیہ جلد ۱، ص، ۶۴، ۶۳، پر اس طرح بیان کی گئی ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات۔

ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن: حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح۔ فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام

ذالک الصّف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی وشیخ الاسلام خواہرزادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامھم یقومون کمارآوالامام وان کان المؤذن والامام واحدا فان اقام فی المسجد فالقوم لایقومون مالم یفرغ من الاقامۃ وان اقام خارجاالمسجد فمشائخنا اتفقوا علی انھم لایقومون مالم یدخل الامام المسجد۔

اگر کوئی شخص اقامت کے وقت آئے اسے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب اقامت کہنے والا (حی علی الفلاح) پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ اگر اقامت کہنے والا امام کے سوا دوسرا شخص ہوتو اور امام نمازیوں کے درمیان مسجد میں موجود ہوتو امام ومقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن اگر امام مسجد کے باہر ہو اور صفوں کی جانب سے داخل ہوتو جس صف کے پاس سے گذرے وہ صف کھڑی ہوجائے یعنی اس صورت میں پہلے سے کھڑے نہ ہوں اور اگر امام سامنے سے آئے تو امام کو دیکھ کر کھڑے ہوں اور اگر امام ہی اقامت کہے تو اس وقت کھڑے ہوں جب امام پوری اقامت کہہ لے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج کل بہت سی مسجدوں میں جو ایک ہی بات پر عمل ہے کہ ہر حال میں حی علی الفلاح پر ہی کھڑے ہوتے ہیں یہ طریقہ لوگوں کا اپنا من گھڑت اور ادھوروں کا رائج کردہ ہے، مذہب احناف وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

اور مراقی الفلاح، ص/ 102 میں نماز کے آداب ومستحبات کے تحت لکھا ہے:

ومن الادب قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب وقت قول المقیم حی علی الفلاح۔ یعنی مستحب یہ ہے کہ اگر امام محراب کے قریب موجود ہوتو امام ومقتدی سب کے سب حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا ابہتر ومستحب ہے اور شروع سے کھڑے ہوجانا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہاں فقہ حنفی کی بہت سی کتابوں کے حوالے نقل کیے جاسکتے ہیں مگر اس کی شاید ضرورت نہیں، کیونکہ عبارتوں کے معمولی اختلاف سے سب میں تقریباً یہی حکم مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فقیر یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر حنفی سائل کو حنفی علاقہ میں حنفی شخص سے یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی کہ باقی ائمہ ثلاثہ کا اس سلسلے میں کیا مذہب ہے۔ خیر جو بھی وجہ یا حکمت ہو، جواب یہ ہے:

امام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم حدیث 906 کے تحت باقی تینوں مذاہب کا خلاصہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

و اختلف العلماء من السلف فمن بعدھم متی یقوم الناس للصلاۃ ؟و متی یکبر الامام؟ فمذھب الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وطائفۃ :انہ یستحب الایقوم احدحتی یفرغ المؤذن

من الاقامة ونقل القاضی عن مالك رحمه الله تعالیٰ وعامة العلماء : انه یستحب ان یقوموا اذا اخذ المؤذن فی الاقامة وکان انس رضی الله تعالیٰ عنه یقوم اذاقال المؤذن:قدقامت الصلاة و به قال احمدرحمه الله تعالیٰ.انتھیٰ.والله تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۸۱)السوال: حضرت کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ:
پلاسٹک کی کارپیٹ پر بچے نے پیشاب کر دیا اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟
وضاحت فرمادیں۔

فیروز،۹/فروری،۲۰۱۸

الجواب: اگرنجاست ایسی چیز میں لگ جائے جس میں جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا مٹی کا پرانا استعمالی چکنا برتن یا لوہے،تانبے،پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں یا پلاسٹک کے کارپیٹ وغیرہ تو اسے فقط تین بار دھولینا کافی ہے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔(البحرالرائق 1/144) لہٰذا آپ اس کارپیٹ کو تین بار دھولیجیے وہ پاک ہو جائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۲)السوال: کیا اجماع اور قیاس کا انکار کرنے والا شخص کافر ہوگا؟

ابوہریرہ مصباحی،۹/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: اجماعِ قطعی کا منکر کافر ومرتد ہے۔الفصول البدائع 2/274 میں ہے:
یکفر جاحد حجیة الاجماع مطلقاً. یعنی مطلقاً اجماع کی حجیت کا منکر کافر ہے۔
قیاس کے منکرین پر حکم کفر لازم آتا ہے۔یعنی قیاس کا منکر گمراہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ 6/36) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۳)السوال:السلام علیکم
حضرت صاحب میرا سوال یہ ہے کہ غیر عقیدہ لوگوں کو سلام کرنا کیسا اور سلام کا جواب دینا بھی،بڑے اور بچے دونوں کے لیے کیا حکم ہے؟

شبینہ،۹/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: بدمذہب کو سلام کرنا جائز نہیں کہ سلام تعظیم ودعا کا نام ہے اور بدمذہب اس کا اہل نہیں،ہاں اگر وہ سلام کرے تو جواب میں وعلیکم کہہ سکتا ہے۔
بدمذہب کے بچے اپنے باپ کے تابع ہیں لہٰذا ان کا وہی حکم ہے جو ان کے باپ کا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب۔

(۸۴)السوال:السلام علیکم، حضرت مفتی صاحب قبلہ

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ مصلی چوتھی رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہے اور پانچویں رکعت شروع کر دیا اچانک یاد آنے پر وہ کیا کرے؟ کیا وہ پانچویں اور چھٹی رکعت مکمل کرے؟ اور سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا یا نہیں؟

اسیر تاج الشریعہ،۹ /فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال سے ظاہر ہے کہ وہ قعدہ اخیرہ کو قعدہ اولیٰ سمجھ کر چوتھی رکعت کے بعد پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا یعنی تشہد کی مقدار وہ قعدہ کر چکا ہے ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے اور اگر قیام ہی کی حالت میں سلام پھیر دیا تو بھی نماز ہو جائے گی،مگر سنت ترک ہوئی۔(ردالمحتار،ج،۲،ص،۶۶۴)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۵)السوال: کیسے پتا کرے کہ سنی مسجد ہے یا وہابی مسجد؟

صادق علی،۹ /فروری،۲۰۱۸

الجواب:مسجدیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر کے لیے ہیں لہٰذا جہاں مسجد ملے وہاں نماز پڑھیے اور اپنے رب کا ذکر وشکر بجالایئے،ہاں جس مسجد کے بارے میں مشہور ہو یا واضح قرینہ پایا جاتا ہو کہ یہ بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں کی ہے وہاں سے دور بھاگیے تا کہ وہاں انجام دی جانے والی گمراہ کن کارروائیاں آپ کے ایمان وعقیدہ کو خراب نہ کر دیں،ویسے شریعت مطہرہ نے بے وجہ کھود کرید کرنے اور پتہ لگانے کا حکم نہیں دیا ہے،ہم ظاہر کے مکلف ہیں اسی کے مطابق عمل کرتے اور اسی کے مطابق احکام شرع بیان کرتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۶)السوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام دریں مسئلہ کہ مسجد کا میک جو اذان کے لیے لگایا جاتا ہے اس کو کتب فروش اپنی غرض کے لیے اور بھکاری،باہر سے آنے والے مدرسے کے سفیر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں جواب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی:مولانا شکیل اختر فرید پور،بہیڑی بریلی،۱۰ /فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:جو مائک مسجد میں اذان کے لیے لگایا ہو اس کا استعمال سوال میں مذکور کاموں کے لیے ناجائز وگناہ

ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۷)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱)ٹینک میں چھپکلی کرگئی اور زندہ باہر نکل آئی تو اب اس پانی کو استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲)میں بیمار تھا اور ڈاکٹر نے پیشاب جانچ کرانے کے لیے کہا اور میں پیشاب کر کے ایک شیشی میں لیکر جیب میں رکھ لیا اور نماز پڑھنے لگا تو کیا نماز ہو جائے گی جواب عنایت فرمائیے۔

نوشاد،۱۰/فروری،۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱)جی بھر کر استعمال کیجیے،پانی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲)اس صورت میں نماز نہیں ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۸)السوال:السلام علیکم

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:

ہم مسجد گئے اور جب تک ہم نے وضو کیا،تب تک جماعت کھڑی ہوگئی اور ہم نے نیت باندھی تو امام صاحب رکوع کر کے سجدے میں جانے لگے تو کیا اس رکعت کو پڑھنا ہوگا یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد ناظم رفیق،۱۰/فروری،۲۰۱۸ء۔

الجواب:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الموفق للحق والخیر والصواب۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے سوال سے ہم یہ سمجھے کہ آپ کو پہلی رکعت کا رکوع امام کے ساتھ نہیں مل سکا،اگر ایسا ہے تو آپ کی پہلی رکعت فوت ہوگئی،اب امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے پڑھنا ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۸۹)السوال:السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید نے کسی جلسے کی خبر عام کرنے کے لیے کچھ پوسٹر چھپوائے اور اس کے باقاعدہ،اللہ،محمد،قرآن پاک کی آیات،درود شریف،لکھوایا اور مسجد نبوی کا نقشہ بھی بنوایا اور پھر اس پوسٹر کو جگہ جگہ چسپہ کروادیا،کچھ عرصہ گذرنے کے بعد وہ پوسٹر پھٹ گیا یا پھاڑ دیا گیا اور پھر ان مقدس عبارتوں کی وہ بے حرمتی ہوئی جس کو نہ زبان سے بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ قلم سے لکھا جاسکتا ہے۔جس مقصد کے تحت زید نے یہ پوسٹر چھپوائے تھے وہ لاؤڈ اسپیکر اناؤنسمینٹ کے تحت بھی

انجام پذیر ہوسکتا تھا یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ فلیکس بینر چھپوائے بعد میں اتار لیے جاتے لیکن عموماً رواج کے تحت اس نے پوسٹر چھپوانا زیادہ بہتر سمجھا، جس کی وجہ سے بے حرمتی ہوئی۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ:

(۱) اس بے حرمتی کا ذمہ دار کون ہے؟

(۲) کیا زید کو پوسٹر چھپوانے کا ثواب ملے گا؟

(۳) کیا ہم مسلمانوں کو یہ رواج چھوڑ نہیں دینا چاہیے؟

(۴) اکثر ہم یہ کرتے ہیں کہ ایسے پوسٹرس کو اٹھا کر کسی بلند جگہ رکھ دیتے ہیں، لیکن ہر بار یہ ممکن نہیں ہو پاتا اور ہم دل مسوس کر رہ جاتے ہیں اور پوسٹر لگوانے والے کے بارے میں برا بھلا من ہی من کہتے ہیں ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟

برائے کرم واضح اور مناسب جواب دیکر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

فقط والسلام

سید فیض محمد کاظمی، ۱۰/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: یہ سوال ایسا نہیں جس کا جواب آپ پر ظاہر نہ ہو، میں آپ کے درد، حسن نیت، دینی حمیت، اسلامی غیرت اور ایمانی جذبہ کی قدر بھی کرتا ہوں اور سلام بھی۔ یقیناً میں اس قسم کی پوسٹر بازی کو پسند نہیں کرتا اس کے وہ متبادل طریقے جن میں نسبتاً کم ضرر ہے انہیں کو اپنانے اور اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہوں جن میں بعض متبادل صورتوں کا آپ نے بھی ذکر فرمایا ہے، یہ سچ ہے کہ آج گلی کوچوں، روڈوں چوراہوں، گلیوں پارکوں اور دیواروں عمارتوں پر چمچماتے پوسٹرس دو چند دن تک تو اپنی رونقیں بکھیرتے ہیں لیکن کچھ ہی دن کے بعد ان کو نوچ پھاڑ کر ایسا کر دیا جاتا ہے کہ وپ اپنی حالت زار پر مرثیہ پڑھتے نظر آتے ہیں، یہ صورت دیکھ کر سخت کوفت اور زبردست صدمہ ہوتا ہے اس صورت حال کے اصل مجرم تو وہی لوگ ہیں جو اس قسم کی خرد برد اور قطع وخرق کی کارروائیاں انجام دیتے ہیں، البتہ اس سلسلہ میں ان لوگوں کو بھی سوچنا چاہیے جو لاشعوری طور پر اس بے حرمتی کا سبب بنتے ہیں اور متبادل پائے جانے کے باوجود پرسٹر چھپوانا ضروری خیال کرتے ہیں اگرچہ پوسٹر چھپوانے والوں کو شرعاً مجرم تو قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ ،انما الامرئ مانوی، پوسٹر چھپوانے والوں کی ہرگز یہ نیت نہیں ہوتی کہ اس کی بے حرمتی کی جائے اور نہ وہ اس بے حرمتی کو پسند کرتے ہیں تاہم وہ اس بے حرمتی کا لاشعوری طور پر سبب ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کو یہ مشورہ دیا جانا یقیناً اچھی بات ہے کہ وہ نسبتاً کم نقصان دہ ذرائع کا استعمال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۰) السوال: حجۃ العلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی اشتیاق القادری دامت برکاتھم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال یہ ہے کہ: اماالمؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی عمر بوقت نکاح اور بوقت رخصتی کتنی تھی اس کی وضاحت فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

احقر العباد محمد شارف مصباحی، کچھا، اتراکھنڈ، ۱۰/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: جمھور اہل سنت واصحاب سیر کے نزدیک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا نکاح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے 6 سال کی عمر میں ہوا اور 9 سال کی عمر میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنھا (زینب) نے رخصتی کردی۔ اس پر بے جا اعتراضات اور شکوک وشبہات نئے نہیں ہیں، بلکہ بہت پرانے ہیں۔ علما اور محققین نے دلائل کی روشنی میں ان اعتراضات اور شکوک وشبہات کے جوابات دیے ہیں۔

ماہ رمضان 10 نبوت میں جب ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کا وصال ہوا تو اس جانثار اور غمگسار زوجہ کے وصال کے غم نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت رنجیدہ کردیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضروری سمجھا کہ میرے حرم میں کوئی ایسی چھوٹی (کم سن) عمر کی خاتون داخل ہوں جس نے اپنی آنکھ اسلامی ماحول میں کھولی ہو اور گھرانۂ نبوت میں آکر پروان چڑھیں تاکہ تعلیم وتربیت پر لحاظ سے مکمل اور مثالی طریقہ پر ہو اور وہ مسلمان عورتوں اور مردوں میں اسلامی تعلیمات پھیلانے کا مؤثر ترین ذریعہ بن سکے۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے مشیت الٰہی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لخت جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کو منتخب فرمایا اور شوال 3 قبل الھجرۃ مطابق 520ء مئی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی عمر جمہور علما کے نزدیک 6 سال تھی اور تین سال کے بعد جب 9 سال کی عمر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنھا کی والدۂ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنھا نے آثار وقرائن سے یہ اطمینان حاصل کرلیا تھا کہ وہ اب اس عمر کو پہنچ چکی ہیں کہ رخصتی کی جاسکتی ہے تو حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روانہ فرمایا اور اس طرح رخصتی کا عمل انجام پایا (مسلم، جلد دوم، ص/456، اعلام النساء، ص/11، جلد سوم، مطبوعہ، بیروت)

(۹۱) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں زید نے اپنے غیر مسلم دوست کے یوم پیدائش پر تحفہ میں بت کی مورتی پیش کی، زید کا یہ فعل مکروہ ہے یا حرام ہ یا کفر؟

محمد عارف، ۱۰/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مورتی تحفہ میں پیش کرنے کا حکم معلوم کرنے سے پہلے کہ سمجھ لیجیے کہ زید کا کسی غیر مسلم کو دوست بنانا ہی جائز نہیں ہے وہ قرآن کریم کے ارشاد کی کھلی خلاف ورزی کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولوکانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئك كتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه و یدخلھم جنت تجری من تحتھاالانھار خالدین فیھارضی اللہ عنھم ورضواعنه اولئك حزب اللہ الاان حزب اللہ ھم الغالبون. (سورۃ المجادلۃ،آیۃ/۲۲)

تم ایسے لوگوں کونہیں پاؤ گے جواللہ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ اوراس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یاان کے بیٹے یاان کے بھائی یاان کے خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیااوراپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اوروہ انہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوااوروہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اللہ کی جماعت ہے سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

لا یتخذالمؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالك فلیس من اللہ فی شیء الاان تتقوامنھم تقٰة ویحذرکم اللہ نفسه والی اللہ المصیر (آل عمران،آیۃ،۲۸)

مسلمان ،مسلمانوں کوچھوڑکر کافروں کواپنادوست نہ بنائیں اورجوکوئی ایسا کرے گاتواس کااللہ سے کوئی تعلق نہیں مگریہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈرہواوراللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اوراللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

ایک جگہ اس طرح ارشادِ ربانی ہے:

ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء حتیٰ یھاجروا فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوھم و اقتلوھم حیث وجدتموھم و لاتتخذوامنھم ولیاو لا نصیرا (۸۹)

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہوجاؤ پھرتم سب ایک جیسے ہوجاؤ، توتم ان میں سے کسی کواپنادوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھراگروہ منھ پھیریں توپکڑواور جہاں پاؤ قتل کرواوران میں کسی کونہ دوست بناؤاورنہ ہی مددگار۔

قرآن وسنت کی تعلیمات کا عطر یہی ہے کہ کسی غیر مسلم سے موالات یعنی قلبی دوستی ہرگز جائز نہیں ہے، ہاں شریعت مطہرہ نے مرتد کے سوا کسی اور کے ساتھ مجرد معاملات پر کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی ہے جیسے خرید وفروخت، اجارہ ومزارعت اور شرکت ومضاربت وغیرہ لیکن آپ نے سوال میں جو صورت ذکر کی ہے یعنی کافر کی پیدائش کے موقع پر تحفہ دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلق معاملات مجردہ کے قبیل سے نہیں بلکہ موالات میں داخل ہے جو شرعاً ناجائز وحرام وفعل بدانجام اور قرآن وسنت کے ارشادات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ہندوستان کے متعصب وسخت دشمنان اسلام ومسلمین سے تعلقات رکھنے کے لیے اکثر جو حیلے بہاتے پیش کیے جاتے ہیں وہ درحقیقت آنکھوں میں دھول جھوکنے اور شرعی احکام سے کھلواڑ کرنے والے ہوتے ہیں، اہل ثروت وسیاست کا بڑا حلقہ کفار ومشرکین سے بے روک ٹوک ملتا جلتا ہے، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے، ان کی ہمدردی وخیر خواہی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرتا ہے یا پھر ان کو مبارک باندیاں اور تحائف پیش کرتا ہے، ان کے ہر طرح کے ہدایا قبول کرتا اور ان پر خوش ہوکر ان کا شکرگزار ہوتا ہے، ان کے بیماروں کی مزاج پرسی اور ان کے مُردوں کی تعزیت میں بھی پیچھے نہیں رہتا، مختصر یہ کہ دلی دوستی کے بظاہر جتنے مظاہر ہیں سبھی بے روک ٹوک اپناتا ہے اور پھر بکمال بے شرمی ان کو جائز کا خول چڑھانے کے نت نئے بہانے گانٹھتا ہے۔ الامان والحفیظ.

بت کی مورتی تحفہ میں دینا حرام ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر و المیتۃ و الخنزیر و الاصنام.(صحیح بخاری،حدیث نمبر/ 2236۔مسلم،حدیث نمبر/ 4132)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دے دیا۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الاھداء کالبیع.

ہدیہ دینا بیع کی طرح ہے۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ جس طرح بتوں کی مورتیوں کی بیع حرام ہے اسی طرح ان کو ہدیہ اور تحفہ کے طور پر بھی دینا حرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۲) السوال: (۱) حضرت کی بارگاہ میں ایک مسئلہ درپیش ہے جو میرے سامنے پہلی بار آیا ہے اس سے پہلے حضرت سے دودھ بخشوانے کے متعلق سوال ہو چکا تھا اور آپ نے اس کی وضاحت بھی فرما دی تھی جبکہ آج میں نے سنا کہ ایک رشتہ دار کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی نے شوہر کے کان میں کہا کہ میں نے اپنا مہر تمہارے اوپر سے معاف کیا، تو کیا ایسا کہنے سے مہر معاف ہوجاتا ہے؟ یا بعد مرنے کے شریعت میں شوہر یا بیوی کے لیے مہر کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) بعد انتقال کے مرد، غیر محرم ہو یا عورت دونوں میں سے ایک کے لیے صورت دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ مثلاً عورت مرے تو شوہر کے لیے یا غیر محرم کے لیے اور بیوی یا غیر محرم عورت ہو تو شوہر یا غیر محرم مرد کے لیے صورت دیکھنا کا کیا حکم ہوگا؟

ہم لوگوں کے سامنے یہ مسائل آتے رہتے ہیں۔

حضرت رہنمائی فرمائیں۔

عبدالصمد، ۱۱/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: (۱) اگر شوہر نے بیوی کا مہر اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا اور اسی حال میں انتقال کرگیا تو بیوی کا مہر شوہر کے ذمہ دین ہے، بیوی کو اختیار حاصل ہے کہ اپنا مہر شوہر کے ترکہ سے وصول کرے یا معاف کردے، اگر عورت اس صورت میں مہر معاف کرتی ہے تو معاف ہوجائے گا، مردہ شوہر کے کان میں کہنا کہ میں نے اپنا مہر معاف کیا جہالت وحماقت ہے۔

(۲) شوہر کے انتقال کے بعد بیوی نہ صرف یہ کہ شوہر کا چہرہ دیکھ سکتی ہے بلکہ اس کو غسل بھی دے سکتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، 1/165) اور بیوی کا انتقال ہوجائے تو شوہر اسے چھو نہیں سکتا، البتہ چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ (الدر المختار، ص/117)

باقی کسی اجنبی مرد کو کسی اجنبیہ کا یا کسی کسی اجنبیہ کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۳) السوال: حجۃ العلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی اشتیاق القادری دامت برکاتھم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال یہ ہے کہ: نکاح میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے کس رخ ہوکر پڑھنا چاہیے، زید نکاح کا خطبہ دولہا محاذی مخاطب ہوکر پڑھتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

اسیر تاج الشریعہ، ۱۱/فروری، ۲۰۱۸

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہر خطبہ عوام کی طرف رخ کرکے پڑھا جاتا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا خطبہ کے معنی ومفہوم سے بے خبری کی دلیل ہے جس میں عوام سے مخاطبت ہوتی ہے لہٰذا خطبہ نکاح بھ عوام کی طرف رخ کرکے پڑھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۴) السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ قبرستان کی زمین وقف شدہ ہے اور اس کے خارجی حصے میں کچھ دکانیں موجود ہیں جس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے قبرستان میں ہی خرچ کی جاتی ہے، زمانے میں تبدیلی کے اس خارجی علاقے کی قیمت میں اضافہ ہورہا ہے اور قبرستان کمیٹی اور علاقے کے سرکردہ لوگوں کی خواہش ہے کہ ان دوکانوں کو پھر سے بنایا جائے اور، ۳، منزلہ عمارت بنا کر ساری دوکانوں کو کرائے میں دے دیا جائے اور حاصل ہونے والی آمدنی کو غریب بچیوں کی شادی وغیرہ یا غریب شخص کے علاج وغیرہ میں خرچ کیا جاسکے۔

سوال: یہ ہے کہ وقف کی زمین پر دوکان درست ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو اس کی صورت کیا ہے؟

سوال: کیا جو دوکانیں بن چکی ہیں ان کو نئے سرے سے تعمیر کا جاسکتا ہے؟

سوال: یہ خطیر رقم جو ہر ماہ کی آمدنی ہوسکتی جس کی قبرستان میں کوئی ضرورت نہیں اس کو غریب ونادار لوگوں کی امداد میں خرچ کا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اسیر تاج الشریعہ، ۱۱/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الموفق للحق الخیر والصواب

وقفی قبرستان کی وہ زمین جو قبروں سے الگ ہے اور اس میں دفن ممکن نہیں اصل وقف کی ملکیت کی طرف لوٹ گئی، اس اس وقف یا اس کے وارثین کو اختیار ہے کہ اس میں جو چاہیں کریں اور اگر وقف کا علم نہ ہو یا اس کے وارثین کا پتہ نہ چلے تو وہاں کے مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اس زمین میں کوئی بھی ایسا کام کرسکتے ہیں جس میں مسلمانوں کی بھلائی اور فائدہ ہو۔

اعلیٰ حضرت علی الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

البتہ جو زمین اس میں قبور سے جدا تھی وہ از انجا کہ اب وہاں دفن ممکن نہ رہا ملک اصل واقف کی طرف عود کرگئی اس کے ورثہ کو اختیار ہے ان کی اجازت سے اس قدر کو متعلق مسجد کرسکتے ہیں اور واقف نہ معلوم ہو یا ورثہ کا پتہ نہیں تو مسلمانوں کا یہ فعل باستثناء مواضع قبور ممنوع نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد/16، ص/136)

اسی قدر سے آپ کے تمام سوالات کا جواب ہوگیا،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقف یا اس کے شرعی وارثین موجود ہوں تو ان کی اجازت سے اور وہ نہ ہوں تو مسلمان ازخود اس زمین میں کوئی بھی خیر ومنفعت کا کام کر سکتے ہیں اس میں مارکیٹ بنا کر اس سے حاصل ہونے والی رقم کسی مسجد ومدرسہ میں صَرف کر سکتے ہیں اس سے غریب مسلمانوں کی امداد کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ نیکی وبھلائی کے جتنے بھی کام ہیں سب انجام دے سکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۵)السوال: حضرت موبائل پر ایپ کے ذریعہ جو تلاوت ہوتی ہے تو تلاوت کرنے والا شخص موبائل کی اسکرین کو ٹچ کر سکتا ہے؟

ایسی صورت میں وضو کا کیا حکم ہوگا؟

عظیم احمد،۱۱/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم کے جو الفاظ وکلمات مبارکہ نظر آتے ہیں ان کو بے وضو چھونا اور ٹچ کرنا جائز ہے۔

موبائل نامی مشین کے ماہرین بتاتے ہیں کہ جس اسکرین پر قرآنی کلمات یا کسی بھی چیز کی شکل مرسوم ہوتی ہے اس پر ایک گلاس چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہاتھ ان چیزوں سے مس نہیں ہوتا،لیکن ہمارے نزدیک ادب و احترام کا تقاضا یہی ہے کہ اگر چہ بے وضو چھونا جائز ہے لیکن وضو کر کے چھونا افضل واولیٰ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۹۶)السوال: السلام علیکم

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:

اگر کوئی لڑکا یا لڑکی گندہ رہتا ہے اور وہ مسلم ہو،اس کے ہاتھوں پر کھجلی وغیرہ کچھ بھی گندہ مرض ہو یا اسے کوئی اندرونی بیماری ہو اور وہ کوئی چیز کھانے کی جو پیک کی ہوئی نہیں ہے اس چیز کو ٹچ کرے، پر اس چیز کو کھانے کو ہمارا من نہیں کرتا ہو تو کیا شریعت میں ہماری پکڑ ہوگی کہ ہم مومن سے بچ رہے تھے،اس کے بارے میں ڈیٹیل میں فرمائیں۔ جزاک اللہ

محمد ناظم رفیق،۱۱/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب: مسلمان مرد وعورت کو پاکی وستھرائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں طہارت ونظافت سے متعلق خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے۔گندگی اور آلودگی سے نفرت کرنا ایک عام فطری بات ہے،اگر آپ کسی کی گندگی کی وجہ سے اس سے طبعی طور پر نفرت کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے کھانا پینا پسند نہیں کرتے ہیں تو

شرعاً آپ پرکوئی الزام عائدنہیں ہوتا،اس گندگی پسند مردوعورت کو چاہیے کہ بدن،لباس،گھر،برتن،ساز وسامان اور ضرورت کی تمام چیزوں کوصاف ستھرا رکھیں۔

اگرکسی مرد یاعورت کوکوئی جلدی مرض ہےجس کی وجہ سے انسان کی طبیعت کواس کے ہاتھ سے کھانے پینے میں طبعی طورکراہت وناپسندیدگی محسوس ہوتی ہےتواس میں کوئی گرفت اورپکڑنہیں ہےلیکن یہ یادرکھنا چاہیے کہ اس کے ہاتھ سے ےکھانے پینے کوشرعاًناجائز نہ سمجھے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹۷)السوال:السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدسلام کےعرض یہ ہے کہ:

ہندہ کا شوہرکام پرگیا تھااوروہ وہیں سے غائب ہوگیا پھرہندہ کوخبرملی کہ اس کا شوہرمرچکاہےاوراس کی لاش بھی نہ ملی توہندہ نے عدت گزارنے کے بعددوسرے انسان سےشادی کرلی شادی کے کچھ ماہ کعد اس کا شوہرگھرآ گیا تو اب ہندہ پہلے والےشوہرکے نکاح سےنکل چکی ہے یانہیں یاابھی دوسرے والےشوہرکے نکاح میں ہی رہے گی؟ برائےکرم جواب عنایت فرمائیں۔

قاری مدثرعلی،۱۲/فروری۔۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

اس صورت میں دوسرےشوہرکووہ عورت چھوڑناہوگی اوراس کامہربھی اداکرناہوگااورعدت گذرنے کے بعدوہ شوہرِاول کےحوالےکردی جائےگی۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ،درمختارکی عبارت(غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول)کےتحت فرماتے ہیں:

المرأة تردالی الاول اجماعاً(ردالمحتار،5/519).واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۹۸)السوال:السلام علیکم

آپ کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے۔زیدایک مسجدمیں امامت کےفرائض انجام دیتاہےزیدکبھی کبھی تکبیرات اورسلام پھیرنے میں آواز کچھ درازکردیتاہےایک شخص اس کی شکایت کرتے وقت اس کوبین بجانے سے تعبیرکرتاہے،عندالشرع اس شخص کے بارے میں کیاحکم؟جواب عنایت فرمائیں۔

مولانافیض الحسن،۱۲/فروری،۲۰۱۸۔

الجواب:اگرآواز کی درازگی سےتکبیرات کے معنی میں کوئی فرق نہیں آتاہےتواس قدردرازگی یقیناًبہتر ہے

کہ تمام مقتدیوں کو آسانی کے ساتھ آواز پہنچ جائے، اس سے زیادہ درازگی جسے فقہا نے مفرط وفاحش فرمایا ہے، نہ ہو، لیکن کسی شخص کا تکبیرات میں درازگیٔ آواز کو بین بجانے سے تعبیر کرنا غلط ہے، پھر اگر وہ معاذ اللہ تکبیر کے مبارک کلمات کو ہی ناپسند کرتا ہو تو حکم سخت تر ہوگا مگر کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان کلمات مبارکہ کو ناپسند کرتا ہوگا بلکہ اسے ان کی ادائیگی کے انداز اور درازگیٔ آواز سے کوئی پریشانی ہو سکتی ہے اگر ایسا ہو تو امام کے اپنے انداز پر نظر ثانی کرنا چاہیے اور اس شخص کی شکایت کو اچھے انداز سے دور کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۹۹) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنی غلطی چھپانے کے لیے قرآن کریم کی جھوٹی قسم کھالی لیکن کچھ مہینے گھٹن محسوس کرنے کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور سچ بات بتادی، تو اب جو جھوٹی قسم کھائی تھی کیا اس کا کوئی کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا یا صرف توبہ لازم ہے؟ جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

محمد اکرم، ۱۲/فروری، ۲۰۱۹ـ

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دونوں وقت صبح وشام دس مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا انہیں کپڑے پہنائے اور اگر ان دونوں باتوں کی قدرت نہ ہو تو پے در پے روزے رکھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم أو کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام، ذالك كفارۃ أیمانکم اذاحلفتم واحفظوا ایمانکم کذٰلك یبین اللہ لکم اٰیتہٖ لعلکم تشکرون.(سورۃ المائدۃ، آیۃ، 89)

اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم مضبوط کرلو تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان دس کو کپڑے دینا ہے یا ایک مملوک (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا ہے تو جو نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۰)السوال: السلام علیکم

حضرت سوال یہ ہے کہ:

شوہر، بیوی اور بچی جو کہ ابھی نابالغہ ہے، ایک ہی بستر پر سوتے ہیں اب اگر ہمبستری کے وقت بچی کو ہاتھ لگ گیا تو کیا نکاح فاسد ہوگیا؟ مہربانی فرمائیں۔

معراج عالم، ۱۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر وہ نابالغہ بچی ہوشیار وسمجھ دار ہے یعنی زوجین کے اس مخصوص عمل کو بیان کرسکتی ہے تو اس کی موجودگی میں بیوی سے جماع مکروہ ہے۔ (عامہ کتب فقہ)

اس حالت میں اگر بچی کو ہاتھ لگ جائے تو نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۱)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ کیا فرماتے ہیں علماے دین متین:

کہ بھینس، گائے وغیرہ کو جو ڈاکٹر کے ذریعہ گابھن کیا جاتا ہے اس طور پر کہ ڈاکٹر اس کے مقام مخصوص میں کسی آلہ کے ذریعہ کوئی دوا ڈالتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ فعل شریعت کی رو سے کہاں تک درست ہے اس کے فاعل پر کیا سزا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد طاہر القادری رامپوری، دارالعلوم گلشن اسلام کنورا، بازپور، اتراکھنڈ۔ ۱۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چونکہ شریعتِ مطہرہ نے جانوروں میں عصمت وعفت اور حفظ نسب کا حکم نہیں رکھا ہے لہٰذا جانوروں کو انجکشن کے ذریعہ حاملہ بنانا درست وجائز ہے اور اس طرح حاملہ ہونے والے جانوروں کا دودھ اور ان کے بچوں کا گوشت بھی حلال ہے۔ عوام وخواص سب اس طریقہ کو بلانکیر استعمال کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ طریقہ شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۲)السوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین کہ:

زید کا بھائی جوا کھیلتا ہے اور اس کی کمائی سے اپنے بھائی کو پڑھنے کے لیے دیتا ہے تو زید کو اس روپیہ سے پڑھائی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

علی حسین، ۱۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: زید کا جوا کھیلنا حرام اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے، زید پر لازم ہے کہ اس کمائی کو فوراً ان لوگوں کو واپس کرے جن جن سے وہ رقم جیت کر لایا ہے، زید کا بھائی بعینہ اس مال کو اپنے کسی استعمال میں نہیں لے سکتا، ہاں عقد ونقد، مال حرام پر نہ ہو تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۳) السوال: السلام علیکم

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:

(۱) مرد کا بلیچ کرنا کیسا ہے شوق میں اور اگر کوئی چہرے کی دقت کی وجہ سے بلیچ کرنا ہو تب کیسا ہے؟

(۲) مقتدی کے کسی بھی طرح کے کوئی لقمہ دینے پر کیا سجدہ سہو واجب ہوتا؟

محمد ناظم رفیق، ۱۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) بلیچنگ کے ناجائز وگناہ ہونے کی صورتیں:

(۱) بلیچنگ میں استعمال ہونے والے کیمیکلس ناپاک وناجائز اجزاء پر مشتمل ہوں۔

(۲) بیلیچنگ کے ذریعہ چہرے پر کوئی تہہ جم جائے جس کی وجہ سے غسل اور وضو میں پانی جلد تک نہ پہنچ سکے۔

(۳) مرد کا کسی اجنبیہ عورت سے یا عورت کا کسی اجنبی مرد سے بلینچگ کرانا۔

(۴) جب کہ بلیچنگ سے مرد، عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور عورتیں مردوں کی۔

(۵) جب کہ بلیچنگ کے ذریعہ داڑھی کے بال حد شرع سے کم ہوتے ہوں۔

(۶) جب کہ بلیچنگ میں عورت کے ابرو کے بال نوچ کر خوبصورت بنائے جاتے ہوں۔

(۷) جب کہ مرد کی نیت بلیچنگ سے زینت ہو، تو اس صورت میں مکروہ وممنوع ہے۔

ہاں اگر بلیچنگ میں اوپر بیان کی گئی خرابیاں اور برائیاں نہ پائی جاتی ہوں تو کرا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اگر مقتدی نے ضرورت کے وقت درست لقمہ دیا تو اس کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن جہاں لقمہ کی ضرورت نہ تھی یا وہ جگہ لقمہ کی نہیں تھی یا غلط لقمہ دیا تو ان میں کئی صورتیں ایسی ہیں کہ مقتدی کی نماز جاتی رہے گی، لہٰذا مقتدی کو چاہیے کہ کسی عالم دین سے لقمہ دینے کے احکام ومسائل سیکھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۳)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدارسِ اسلامیہ میں ہندی، انگریزی اور میتھ وغیرہ پڑھانے کی جوازی صورتیں کیا کیا ہیں؟ واضح فرمادیں براہِ کرم، یعنی زکوۃ، خیرات، صدقات کے کے ذریعہ تعمیر کردہ دینی مدارس میں عصری تعلیم کس طور پر اور کس حد تک جائز ہے جواب عنایت فرمائیں حضور۔

۱۲/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدارسِ اسلامیہ میں اصل مقصود دینی تعلیم دینا ہوتا ہے، منطق، فلسفہ، حساب وجغرافیہ اور دیگر عصری مضامین، ان کی تعلیم ضمناً اور تبعاً دی جاتی ہے، لہٰذا ایسے مدارس اسلامیہ کے لے زکوۃ کی رقم جہاں حیلہ شرعیہ سے لگتی ہو وہاں حیلہ سے اور جہاں بغیر حیلہ کے لگتی ہو وہاں بغیر حیلہ کے لگانا جائز ودرست ہے، لیکن وہ مدارس جہاں دینی تعلیم صرف زکوۃ و خیرات وصدقات وصول کرنے کے لیے مہرہ ہو اور اصل زور عصری تعلیم پر ہو ان مدارس کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۴)السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین کہ زید عمرو کے ساتھ ادھار ایک شئ کی بیع کرتا ہے (جس کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے) اس شرط کے ساتھ کہ عمرو جب زید کو مبیع کی قیمت ادا کریگا تو اسی وقت کی ادا کریگا نہ کہ بیع کے وقت کی، تو کیا زید کا یہ شرط لگانا شرط فاسد ہے اور اس کی بنیاد پر یہ بیع فاسد ہوگی؟ یا پھر تعامل الناس کی بنیاد پر جائز؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد فیض الحسن رضوی، ۱۳/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الموفق للحق والخیر والصواب: خرید وفروخت کے صحیح ہونے کے بنیادی اصولوں میں ثمن کا معلوم ہونا بھی ہے کہ عقد ہوتے وقت لازمی طور پر قیمت کا تعین ہوجائے۔ اگر سودا ہوجائے لیکن ثمن میں جہالت باقی رہے تو شریعت مطہرہ اس عقد کا فاسد قرار دیتی ہے۔ پوچھی گئی صورت میں کی گئی خرید وفروخت جائز نہیں کہ یہاں ثمن میں جہالت پائی جارہی ہے جس کی وجہ سے یہ عقد فاسد یعنی غیر شرعی ہے اور اس کا توڑنا واجب ہے۔ فتاویٰ شامی میں بیع کے صحیح ہونے کے شرائط میں ہے: ومعلومية الثمن بما يرفع المنازعة، ترجمہ: اور ثمن کا اس طرح معلوم ہونا کہ جھگڑا نہ ہوسکے۔ (فتاویٰ شامی، ج/7، ص/14)

(۱۰۵) السوال: (۱) احادیث کریمہ میں محمد نام رکھنے کے جو فضائل مذکور ہیں وہ صرف لڑکوں کے ساتھ خاص ہیں یا لڑکیاں بھی ان میں شامل ہیں؟

(۲) لڑکیوں کے نام کے ساتھ محمد یا احمد لگا کر نام رکھنا کیسا ہے جیسے ضیاء محمد، ضیاء احمد، شمع محمد، شمع احمد؟

(۳) سرکار کے ظاہری زمانہ سے لے کر آج تک دنیا میں کہیں لڑکیوں کے نام اس طرح نامِ محمد کے ساتھ رکھے گئے ہیں؟ اگر نہیں تو اب رکھنا کیسا؟

السائل: محمد انیس الرحمٰن قادری، مدرسہ نور مصطفیٰ (ماٹ کھیڑا) بلاس پور، ضلع رام پور، ۱۳/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: لڑکیوں اور لڑکوں کے نام رکھنے میں فخر ومباہات، کبر ونخوت، گناہ ومعصیت، تزکیہ وخود ستائی اور برے معنی پر مشتمل الفاظ وکلمات سے گریز کرنا چاہیے۔

اسماءِ الٰہیہ (باستثناء ممنوعات) اور انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، صحابہ عظام، اولیاے اسلام اور صحابیات وصالحات کے ناموں پر نام رکھنا چاہیے۔

نام رکھنے میں اچھے معنی، آسان الفاظ اور اپنے عرف وماحول کے اعتبار سے مانوسیت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

نام رکھنے میں تذکیر وتانیث کا بھی لحاظ رکھنا ایک اہم امر ہے۔ بسا اوقات تذکیر وتانیث کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے دھوکہ وفریب وغیرہ کے معاملات سامنے آتے ہیں جو خطرناک نتائج کا سبب بنتے ہیں۔

ناموں کے جو فضائل ومناقب ماثور ومنقول ہیں ان میں جنس کا لحاظ معتبر ہے، جنس سے صَرفِ نظر کر کے محض ان ناموں کی فضیلت کو مدنظر رکھنا اور حصول فضیلت کے لیے مذکر کا نام مؤنث کو دے دینا یا اس کا الٹا کرنا درحقیقت ارشاد قرآنی (لتعارفوا) کے معنی ومقصود کی خلاف ورزی پر منتج ہوتا ہے۔

تذکیر وتانیث سے صَرفِ نظر کا ایک واضح عیب تشبہ بالرجال یا تشبہ بالنساء بھی ہے، جس سے احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ نہی فرمائی گئی ہے اور تشبہ اختیار کرنے والے مرد وزن پر لعنت کی گئی ہے۔

عبداللہ، عبدالرحمٰن اور محمد نام رکھنے کے جو فضائل بیان فرمائے گئے ہیں وہ قطعاً مردوں کے لیے ہی ہیں، اس سے عورتوں کا کسی فضیلت سے محروم ہونا لازم نہیں آتا، عورتوں کے لیے دوسری جہت سے بہت سے ایسے فضائل ہیں جن میں مردوں کا کوئی اشتراک نہیں، یہ فضائل ہر ایک کی جداگانہ حیثیت وشخصیت کے اعتبار سے ہیں جن پر دوسرے کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

تاریخ اسلام میں ہماری نظر سے ایسی کوئی شخصیت نہیں گذری جس کا مؤنث ہوتے ہوئے محمد یا احمد نام ہو یا مرد ہوتے ہوئے عائشہ وفاطمہ نام ہو۔

ہاں کچھ نام ایسے ہیں جو دونوں صنفوں کے درمیان مشترک ہیں، ان میں عرف کی وجہ سے نہ کوئی تشبہ ہے اور نہ کوئی فریب وغرر، لہٰذا ایسے نام رکھنے میں کسی صنف کی کوئی پابندی نہیں۔

قلم برداشتہ فقیر نے یہ چند باتیں عرض کر دیں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتر طریقہ پر عمل آسان فرمائے اور اوہام سے محفوظ فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۶) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے شہر میں بعض مساجد میں خطبۂ جمعہ کے اندر امام صاحب پہلے خطبہ کچھ عربی میں پڑھ کر پھر قرآنِ کریم کی آیات کی تلاوت کر کر پھر کچھ ان کے متعلق اردو میں بیان فرماتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں پھر دوسرا خطبہ عربی میں پڑھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد کاظم انصاری، رام پور (یوپی) ۱۳/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگرچہ اصل یہی ہے کہ جمعہ کا خطبہ کاص عربی زبان میں ہو، کہ سرکار ابدقرار سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ سے صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ اعلام اور خلفا وسلاطین اسلام کے عہد تک جمعہ خالص عربی زبان میں ہونا مذکور وماثور ہے، تو خطبہ میں دوسری زبان کی آمیزش اس سنت متوارثہ کی خلاف ورزی ہوئی جو بہتر ومستحسن نہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین سے خطبہ خاص عربی زبان میں ہونا متوارث ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 8/308)

بااین ہم اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند ونصائح اردو میں پڑھے جائیں جیسا کہ آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے (غالباً یہ معمول خطبہ عیدین میں ہے) تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلاف اولیٰ ومکروہ تنزیہی ہے، اس سے زیادہ اسے مکروہ تحریمی وگناہ وممنوع وبدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے۔

بلکہ فقیر قادری تو ایک زمانہ سے اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ بتا تا رہا ہے کہ اگر امام کو خطبہ کی حالت میں کوئی ایسی برائی نظر آئے جس کا ازالہ اور حکم شرعی بیان کرنا ضروری ہے تو امام کو چاہیے کہ دوران خطبہ اس برائی سے منع کرے اور اس کا حکم شرعی بیان کرے، کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو خطبہ کا مقصد حسن ہے اور امام کا یہ بیان خطبہ ہی کا ایک حصہ مانا جائے گا۔

اسی بات کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مقام پر لکھا ہے:

یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں، بلکہ واجب تک ہوسکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، 8/325) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۷) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میاں بیوی میں خلع کا کیا مسئلہ ہے؟ جواب عنایت فرمائیں

۱۳/ فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: مال کے بدلے نکاح ختم کرنے کا نام خلع ہے، اس میں عورت کو قبول کرنا ضروری ہے ورنہ خلع نہیں ہوسکتا، اگر میاں بیوی میں ناچاقی اور نباہ کی صورت نہیں تو خلع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۸) السوال: السلام علیکم

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:

کیا جمعہ کے دن خطبے کی اذان دینا ضروری ہے؟ اگر جو اذان نماز کے لیے دی گئی ہے وہ کیا خطبے کی نہیں مانی جاسکتی؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اذان سنت مؤکدہ اور شعارِ اسلام ہے۔ جمعہ کے دن دو اذانیں دی جاتی ہیں اور دونوں سنت ہیں، پہلی اذان کا سنت ہونا امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل وامر سے ثابت ہے جب کہ اذانِ خطبہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ انور سے ہے۔ لہٰذا دونوں اذانوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا خلافِ سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰۹) السوال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے نماز کے دوران ان کا وضو ٹوٹ گیا اور اقامت ایک مسافر نے پڑھی تھی اب وہ مسافر آگے بڑھ کر نماز پڑھانے مصلیٰ پہ جاتا ہے لیکن وہ مسافر ہے کس طرح نماز پڑھائے اور کتنی رکعت پڑھائے گا وہ مسافر، مقیم امام کے پیچھے ایک یا دو رکعت پڑھ بھی چکا ہے؟

برائے کرم علمائے کرام رہنمائی فرمائیں۔

ببلو احمد، ۱۴/ فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: جس طرح کوئی بھی مدرک خلیفہ، نماز پڑھاتا ہے بالکل اسی طرح یہ مسافر خلیفہ بھی نماز پڑھائے گا

والمسئلۃ واضحۃ فان المسافر خلف المقیم اصبح کالمقیم ویتغیر فرضہ الی الاربع للتبعیۃ فیتم صلاتہ مقتدیا کان ام خلیفۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۱۰) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے، کیا الیکٹرک مشین کا ذبیحہ حلال ہے بایں طور کہ ایک شخص مشین کا بٹن تسمیہ کرتے ہوئے دباتا ہے اور وہ مشین ایک ساتھ کئی جانور ذبح کردیتی، شریعت مطہرہ کی روشنی میں تفصیل سے وضاحت فرمادیں کرم نوازش ہوگی۔

سائل: محمد فیض الحسن رضوی، ۱۵/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مشینی ذبیحہ بالاجماع حرام ومردار ہے۔ ذبحِ شرعی کی اکثر بنیادی شرطیں مشینی ذبیحہ میں مفقود ومعدوم ہیں، اس لیے مذاہبِ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مشینی ذبیحہ حرام ومردار ہے۔

کسی شخص کے بسم اللہ پڑھ کر مشین کا بٹن دبانے سے وہ ذبحِ شرعی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ ذبح کی بنیادی شرطیں یہ ہیں:

۱۔ ذابح عقل وشعور رکھتا ہو۔

۲۔ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی۔

۳۔ ذابح فعل ذبح کو خود انجام دے یعنی اپنے قصد واختیار سے جانور کے گلے کی رگیں کاٹے۔

۴۔ وقتِ ذبح خود ذابح اللہ تعالیٰ کا نام لے۔

۵۔ ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا یقین سے معلوم ہو، صرف شک کافی نہیں۔

مذکورہ شرائط کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں:

ہدایہ/ 4/334، تنویر الابصار مع الدر المختار ورد المحتار، جلد/ 9، از ص/ 425 تا 436۔

مذکورہ شرائط کو مدنظر رکھیے اور مشینی ذبیحہ کو دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ:

مشین بجلی سے چلتی ہے اور بجلی میں عقل وشعور معدوم۔

بجلی نہ مسلمان نہ کتابی۔

اللہ کا نام لینا بجلی کا فعل نہیں۔

بجلی خاص ذبح کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی قدرت سے محروم۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشینی ذبیحہ حرام ومردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۱۱) السوال: حضرت مفتی صاحب قبلہ، سلام مسنون، بعدہ عریضہ بارگاہ ایں کہ ذیل صورت مسئولہ کا جواب دے کر کرم فرمائیں:

بعد نماز جنازہ قبل تدفین میت کو روک کر صلاۃ وسلام پڑھنا کیسا؟

بعد تکفین بغرض کثرت مصلین نماز جنازہ میں تاخیر کرنا کیسا؟

بعض علاقوں میں گھر سے جنازہ اٹھانے کے بعد قبرستان پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں جنازہ رکھ کر وقفہ کرتے ہیں اور اسے منزل کہتے ہیں ساتھ ہی اسے ضروری سمجھتے ہیں اس کی اصل کیا ہے؟

بعد مرنے کے متوفیہ عورت کا چہرا شوہر اور عام لوگوں کا دیکھنا کیسا؟

مدلل ومفصل جواب عنایت کریں۔

المستفتی: غلام غوث الوریٰ قادری سنی رضوی جامع مسجد رچھا بریلی شریف۔ ۲۷/فروری، ۲۰۱۸ء۔

الجواب:

میت کی تجہیز وتکفین وتدفین میں جلدی کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ غَيْرَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ. (صحیح بخاری حدیث نمبر 1315. صحیح مسلم، حدیث نمبر 2229) جنازہ کو تیزی سے لے کر جاؤ، اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو اچھائی کی طرف لے کر جارہے ہو اور اگر وہ بد ہے تو تم برائی کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکو گے حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں: أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعوده فقال إني لا أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت فآذنوني به و عجلوا، فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله (سنن أبي داؤد، حديث 3161. سنده ضعيف) کہ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آپہنچا ہے، مجھے اس کی اطلاع کرنا اور جلدی کرنا؛ کیونکہ کسی مسلمان کی میت کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِه. (المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر 13438) جب تم میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اسے روک کر مت رکھو، اسے جلدی سے قبر کی جانب لے کر جاؤ اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں: يبادر إلى تجهيزه ولا يؤخر. (الجوهرة

النیرۃ 253/1) میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے اور کوئی تاخیر نہ کی جائے۔

مذکورہ ارشادات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے میت کو دفن سے روکے رکھنا خلاف سنت ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس بدعت سے باز آئیں اور سنت پر عمل کریں۔

بعض فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

لا یقوم بالدعاء. (جامع الرموز، ص 165) یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔ (المحیط البرہانی 2 / 368 میں ہے: لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ. لأنه قد دعا مرۃ نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا نہ کرے کیونکہ وہ ایک بار دعا کر چکا ہے۔

فقہا کی ان عبارات میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے رکنے اور ٹھہرنے کو منع کیا گیا ہے، جب دعا کے لیے میت کی تدفین کو مؤخر کرنے کی اجازت نہیں تو سلام کے لیے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی، تکثیر دعا بے شک محبوب ہے مگر اس کے لیے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں۔ (فتاوی رضویہ 9 / 247) یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نمازیوں کی تعداد بڑھانے اور بھیڑ اکٹھی کرنے کے لیے جنازہ کو مؤخر کرنا بھی درست نہیں ہے، حکم تو یہاں تک ہے کہ اگر جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے تکفین وتدفین ممکن ہو تو پہلے ہی کر لی جائے، یہ سوچ کر جنازہ روکے رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ وممنوع ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کرہ تأخیر صلوته و دفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعة. (ردالمحتار 146/3) حاصل جواب یہ ہے کہ تجہیز وتکفین وتدفین میں جلدی کرنا مسنون ہے، سلام ونعت پڑھنے اور جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر کرنا مکروہ وممنوع ہے، اسی طرح یہ نام نہاد طریقہ کہ جنازہ لے کر چلنے کے بعد درمیان میں کسی جگہ جنازہ رکھ دینا اور اس کو منزل کا نام دینا جہالت ہے۔

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے چھو نہیں سکتا باقی غیر محرموں کو چھونا دیکھنا دونوں ناجائز ہیں۔ تنویر الأبصار مع الدر المختار ج 3 ص 117 میں ہے: ویمنع غسلها و مسها لا من النظر إلیها. والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۱۲) السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرناٹک بلہاری عرض کر رہا ہوں:

(۱) زید نے بکر کو اپنی دودھ پیتی لڑکی دیدی اس لیے کہ بکر کو ایک عرصہ تک اولاد نہ ہوئی تو اس امر میں جو شرعی احکام ہوں وہ ارشاد فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: غلام محمد، ۲۷/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

(1) اگر اس بچی کو بکر کی بیوی نے دودھ پلا دیا تو وہ اس کی رضاعی بیٹی ھوجائے گی، اور بکر کی بیوی اس کی رضاعی ماں ھوجائے گی اور رضاعت کے تمام احکام ثابت ھوجائیں گے، لیکن چونکہ آپ کے بقول بکر سے اس کی بیوی کو کوئی اولاد نہیں ھوئی ھے لہذا بکر اس کا رضاعی باپ نہیں ھوگا اور نہ اس کے حق میں احکام رضاعت ثابت ھوں گے۔ (الجوھرۃ النیرۃ 153/2)

اور اگر اس بچی کو دودھ نہیں پلایا تو وہ اجنبیہ ھے، پردے، ملنے، بولنے اور نکاح وغیرہ تمام احکام میں اس کے ساتھ اجنبیہ جیسا ھی سلوک اور برتاؤ کیا جائے گا۔

(۱۱۳) السوال: بیاہ شادیوں میں جو نیوتہ دینے کا رواج ہے کہ شرعاً درست ہے؟

اور شرعی وعرفی اعتبار سے اس کا شمار تحفہ وہدیہ میں ہوتا ہے یا قرض میں؟ جبکہ نیوتہ دینے والوں کے نام ایک ڈائری میں درج کیے جاتے ہیں اور اگر کوئی نیوتہ کی رقم واپس نہیں کرتا ہے تو اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے یا اس کے پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کی جاتی ہے کہ فلاں نے میرا نیوتہ مار لیا اور واپس نہیں کیا مثلاً زید نے بکر کے گھر شادی کے موقع پر ایک ہزار روپے نیوتہ میں دیے اور جب زید کے گھر شادی ہوئی تو بکر نے وہ رقم واپس نہیں کی تو کیا زید مقروض وگناہ گار رہے گا؟

السائل: محمد انیس الرحمٰن قادری، مدرسہ نور مصطفیٰ ماٹ کھیڑا، بلاس پور، رام پور، یوپی، ۲۷/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب:

شادیوں میں جو نیوتہ دیا جاتا ھے وہ قرض ھے، جن جن لوگوں کا یہ قرض ھے انہیں لوٹانا ضروری۔ قرض خواہ اپنا قرض جس طرح چاھیں وصول کریں، لیکن غیبت وغیرہ گناھوں کے ارتکاب سے باز رھیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ھیں: نیوتہ وصول کرنا شرعاً جائز ھے اور دینا ضروری ھے کہ وہ قرض ھے۔ (فتاوی رضویہ 23/ 268). واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۱۱۴) السوال: السلام علیکم، مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں سوال عرض ہے:

ہولی یا دیوالی کی مبارکباد دینا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

اگر ھولی یا دیوالی کو پسند نہیں کرتا مگر یونہی دنیا کی رسم نبھانے کے لیے مبارکباد دی تو حرام و بدترین گناہ کا کام ھے اور اگر ان تہواروں کو پسند کرتے ھوئے مبارکباد دی تو کفر ھے۔

علامہ علی بن سلطان قاری حنفی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ھیں:

اجتمع المجوس یوم النیروز، فقال مسلم سیرة حسنة وضعوها کفر، أی لأنه استحسن وضع الکفار مع تضمن استقباحه سیرة الإسلام.(منح الروض الأزهر، ص 501)

نوروز کو مجوسیوں کا میلا تھا، مسلمان بولا انہوں نے عمدہ حالت اختیار کی ھوئی ھے تو وہ کافر ھوگیا؛ کیونکہ اس نے کفر کی حالت کو اچھا سمجھا جس سے ضمناً اسلام کی سیرت کا برا سمجھنا معلوم ھوتا ھے۔

علامہ سید احمد بن محمد حنفی حموی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

اتفق مشائخنا أن من رأی أمر الکفار حسناً فقد کفر.(غمز عیون البصائر 303/2)

مشائخ کا اتفاق ھے کہ جس نے کفار کے کسی کفری فعل کو اچھا سمجھا وہ کافر ھوگیا۔

ھولی دیوالی کے موقع پر مبارکباد دینا تو بہت سنگین جرم ھے، فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ھے کہ:

لوفاسق شرب الخمر فجاء أقاربه ونثروا الدراهم علیه کفروا ولولم ینثروا لکن قالوا مبارکباد کفروا ایضا. اگر کسی فاسق نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور انہوں نے اس پر روپئے لٹائے تو وہ کافر ھوجائیں گے اور اگر پیسے تو نہیں لٹائے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ھوجائیں گے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۱۵) السوال: السلام علیکم

حضرت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ کیا ہم، ٹائی (Tie) پہن سکتے ہیں؟ کچھ لوگ کا کہنا ہے کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے ایسا کرنے سے عیسائیوں کا مشابہت ہوگی۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: محمد آمر رضوی، ریاض، سعودی عرب، ۲۷/فروری، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

یقیناً ٹائی انگریزوں کی ایجاد اور ان کے لباس کا حصہ ھے، اس سے ان کے مذھبی شعار صلیب کی بو آتی ھے اور اس سے یہ تأثر دینا چاھتے ھیں کہ معاذ اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ھیں یعنی انہیں پھانسی دی گئی اور یہ عقیدہ غیر اسلامی اور کتاب وسنت کے خلاف ھے۔ لہذا ٹائی کا استعمال جائز نہیں کہ اس میں کفار کے مذھبی شعار میں مشابہت

ہے جو بحکم حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم ممنوع ہے۔ کفار کا مذہبی شعار اگر عام ہو جائے پھر بھی اس کو اپنانا کراہت وممانعت سے خالی نہیں، جس طرح زنار کفار کا شعار ہے اگر وہ عام ہو جائے تو اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا اسی طرح ٹائی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اب ٹائی کا استعمال اس کثرت سے ہوتا ہے کہ مسلم وغیر مسلم سبھی اس میں مبتلا ہیں بلکہ کئی ممالک تو ایسے ہیں جہاں کے علماء ومشائخ بھی استعمال کرتے ہیں، اس صورت حال میں وہ شدید حکم تو نہیں ہوگا جو ابتداء امر میں تھا کہ اس کے مذہبی شعار ہونے کی حیثیت ایک طرح سے پوشیدہ جیسی ہو گئی ہے تاہم باعتبار اصل کراہت وممانعت اب بھی ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۱۶) السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ یاسیدی المشفق "من زنی زنی بہ" ھذہ الألفاظ ذکرت فی حدیث؟

السائل محمد فیض الحسن الرضوی، ۲/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نعم ورد فی خبر أخرجہ ابن النجار فی تاریخہ عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالی عنہ ورواہ عنہ الدیلمی أیضا فی الفردوس بمأثور الخطاب 549/3، رقم الحدیث 5717 بلفظ (من زنی زنی بہ و لو بحیطان دارہ) و الحدیث ضعیف جدا حتی قیل إنہ مکذوب موضوع مختلق. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۱۷) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ذوالاحترام!!

ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تین مہینے کے روزے رکھوں گا، اس کا کام پورا ہو گیا، اور وہ بیمار بھی ہو گیا تو کیا وہ روزوں کی جگہ فدیہ، صدقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

جلدی جواب صواب سے نوازیں، بینوا وتؤجروا۔

المستفتی: علی، ۱/ مارچ، ۲۱۰۸

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب، الموفق للصدق و الحق و الخیر و الصواب:

اگر اس شخص کو بیماری سے صحت یاب ہونے کی امید ہے تو بعد میں منّت کے روزے رکھے اور صحت یاب ہونے کی امید نہیں ہے تو ہر روزے کا فدیہ ادا کرے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ. (سورۃ البقرۃ ،آیۃ

184)ترجمہ: اور جنہیں (روزہ رکھنے کی) طاقت نہ ہو ان پر بطور فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

فتاوی ہندیہ ج 1 ص 230 میں ہے: وإذا نذر أن يصوم كل خميس يأتي عليه فأفطر خميسًا واحدًا فعليه قضاؤه. ولو أخر القضاء حتى صار شيخًا فانيًا أو كان النذر بصيام الأبد فعجز لذلك أو باشتغاله بالمعيشة لكون صناعته شاقة فله أن يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا، و إن لم يقدر على ذلك لعسرته يستغفر الله، إنه هو الغفور الرحيم. ولو لم يقدر لشدة الزمان كالحر فله أن يفطر و ينتظر الشتاء فيقضي. اگر کسی نے آنے والی ہر جمعرات کو روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر کسی ایک جمعرات کو روزہ نہیں رکھا تو اس کی قضا کرے، اور قضا کو اتنا مؤخر کیا کہ اب شیخِ فانی (وہ بوڑھے مرد و عورت جنہیں کمزوری کے سبب روزہ رکھنے کی قدرت نہ ہو اور نہ آئندہ قوت حاصل ہونے کی امید ہو) ہو گیا، یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت تھی اور شیخ فانی ہونے کی وجہ سے یا ایسے دشوار پیشہ میں مصروفیت کی وجہ سے عاجز ہو گیا کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر اپنی تنگدستی کی وجہ سے کھانا نہ کھلا سکے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ہاں اگر موسم کی سختی مثلاً گرمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو جاڑوں کا انتظار کرے اور روزوں کی قضا کرے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۱۸) السلام علیکم ورحمت اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے تعلق سے (1) کہ کچھ لوگ جن کو اولاد نہ ہونے کے سبب کسی دوسرے کے بچے کو گود لیتے ہیں ایسا گود لینا کیسا ہے؟ (2) اور اس بچے کو جس نے پالا ہے اس کے نام سے پکارنا کیسا ہے؟ المستفتی: علی، ۱/ مارچ، ۲۱۰۸۔

بسم الله الرحمن الرحيم. الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب، الموفق للصدق و الحق و الخير والصواب: (1-2) تربیت، پرورش اور کفالت وغیرہ کے لیے کسی دوسرے کے بچے کو گود لینا جائز ہے، لیکن گود لیا ہوا بچہ اسلامی تعلیمات واحکام کے مطابق کسی بھی طرح حکم میں حقیقی اولاد کا درجہ نہیں رکھتا، اس لیے گود لینے والے کا اس کے نام کے ساتھ بحیثیتِ باپ اپنا نام لگانا ناجائز وحرام ہے، اسی طرح اس بچہ کا وراثت میں بھی کوئی حق نہیں ہوگا، اور بالغ یا قریب البلوغ ہونے کے بعد گود لینے والے مرد یا عورت کے لیے اس سے شرعی پردے کے وہی احکام ہوں گے جو کسی بھی اجنبی مرد یا عورت سے ہوتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں کسی دوسرے کے بچہ یا بچی کو گود لینے کا عام رواج تھا اور کسی دوسرے کے بچے کو گود لینے سے وہ بچہ حقیقی اولاد کے حکم میں ہو جاتا تھا، گود لینے والا اس کے ساتھ مکمل طور پر حقیقی اولاد جیسا معاملہ کرتا تھا، لیکن

جب اسلام آیا تو اس نے اسے باطل وبے بنیاد قرار دیا اور رب کریم نے اپنی پاک کتاب میں ارشاد فرمادیا: وَ مَا جَعَلَ اَدۡعِیَآءَکُمۡ اَبۡنَآءَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاهِکُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ یَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَ هُوَ یَهۡدِی السَّبِیۡلَ. *اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ مَوَالِیۡکُمۡ ؕ وَ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ فِیۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ ۙ وَ لٰکِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا. (سورة الأحزاب، آيات 5،4)

اور اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو لاعلمی میں غلطی ہوئی لیکن اس میں گناہ ہے جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی ان گود لیے ہوئے بچوں اور بچیوں سے حقیقت میں کوئی رشتہ وغیرہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے اگرچہ بچہ یا بچی گود لینا جائز ہے مگر یہ جائز نہیں کہ گود لینے والے بچے کو احکام میں حقیقی اولاد کا درجہ دیں اور اس کے ساتھ حقیقی اولاد کا معاملہ کریں؛ بلکہ اس کی تربیت و پرورش محض گود لیے ہوئے بچہ کی حیثیت ہی سے کی جائے گی اور نکاح، پردہ، وراثت وغیرہ احکام میں اجنبی یا اجنبیہ کا سا سلوک کیا جائے گا۔ ہاں اگر اس بچہ سے شرعی طور پر رضاعت کا رشتہ قائم جائے تو اب احکامِ رضاعت کی رعایت کرتے ہوئے وہ بچہ یا بچی رضاعی بیٹا یا بیٹی ہے۔ خیال رہے گود لیے ہوئے بچہ یا بچی کی نسبتِ پدری تبدیل کرنا اور اس کے باپ کی جگہ گود لینے والے شخص کا اپنا نام لگا دینا ناجائز وحرام و گناہ کا کام ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيْه وَهوَ يَعْلَمُه إِلَّا كَفَرَ. وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَه فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْه. (صحيح البخاری، حديث نمبر 3508. صحیح مسلم، حديث نمبر 226، عن أبي ذر رضی الله تعالى عنه. و اللفظ لمسلم)

جو شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے اس نے کفر کیا۔ جو کسی ایسی چیز کا مدعی ہوا جو اس کی نہیں تھی تو وہ ہم میں سے نہیں اور وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔ اور جس نے کسی آدمی کو کفر کی نسبت سے بلایا یا یہ کہا کہ تم اللہ کے دشمن ہو اور وہ ایسا نہ ہوا تو یہ اسی کی طرف پلٹے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالى عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِ كُمْ. فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيْه فَهُوَ كُفْرٌ. (صحيح البخاری، حديث نمبر 6768. صحیح

مسلم، حدیث نمبر 227) اپنے باپ دادا سے انحراف نہ کرو۔جس نے اپنے باپ سے انحراف کیا، وہ کفر (میں) ہے۔

حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مَنِ ادَّعٰى أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ. (صحيح البخاري، حديث نمبر 6766. صحيح مسلم، حديث نمبر 228. و اللفظ لمسلم) جس نے اسلام میں اپنے آپ کو کسی اور باپ سے منسوب کیا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۱۹) حضور رہنمائی فرمائیں۔ علماء کرام۔ کہ اگر جمعہ کی نماز کے خطبہ ختم ہونے کے وقت کوئی صاحب مسجد میں گئے جب تک خطبہ ختم ہو چکا تھا۔ اور جمعہ کی جماعت کھڑی ہونے والی تھی اور وہ شخص نماز میں شامل ہو گیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے شریعت میں۔ مع حوالہ کے ساتھ عنایت فرمائیں۔
المستفتی: علی، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوهاب. الموفق للصدق و الحق و الخیر والصواب: ایسے شخص کی نماز بغیر کسی کراہت کے جائز و درست ہے اور وہ نمازِ جمعہ کے فضائل کا بھی مستحق ہے، البتہ خطبہ سننے کے اجر وثواب سے محروم رہے گا۔ درمختار مع ردالمحتار جلد 3، ص 33 میں ہے: ومن أدركها في تشهد أو سجود سهو على القول به فيها يتمها جمعة. جس نے جمعہ تشہد یا سجدہ سہو کی حالت میں پایا وہ جمعہ کو پورا کرے۔ یہاں سجدہ کی بات ان فقہاء کے قول کے مطابق ہے جو جمعہ میں سجدہ سہو کے قائل ہیں۔ لیکن متاخرین فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو نہ کرے تاکہ جاہل لوگ اس کو نماز میں اضافہ نہ سمجھ بیٹھیں اور فتنہ وآزمائش کا شکار نہ ہو جائیں۔ متاخرین ومتقدمین کے درمیان یہ اختلاف جواز وعدم جواز کا نہیں بلکہ اولی وغیر اولی کا ہے، لہذا اگر کسی نے سجدہ سہو کا موجب پائے جانے پر جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو کر لیا تو محض خلاف اولی ہوا، اس سے کوئی گناہ وغیرہ لازم نہیں آیا، لہذا بعض جگہ نیم خواندہ اور ڈینگیں مارنے والے لوگوں کا سجدہ سہو کر لینے والے امام پر ٹوٹ پڑنا اور اس کو برا بھلا کہنا بجائے خود ان لوگوں کی جہالت ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: و المختار عند المتأخرين أن لا يسجد للسهو في الجمعة و العيدين لتوهم الزيادة من الجهال. كذا في السراج وغيره. بحر. وليس المراد عدم جوازه بل الأولى تركه كيلا يقع الناس في فتنة. والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۲۰) ایک مسئلہ ہے، زید سنی ہے اور ہندہ دیوبندی ہے۔ گاؤں والے نے اپنے امام سے کہا کہ نکاح پڑھادی۔ امام نے انکار کر دیا لیکن دوسرے مولانا صاحب نے مجلس نکاح میں جا کر ہندہ سے توبہ کرایا کلمہ پڑھایا اور اجازت لیکر دونوں کا نکاح کر دیا کیا یہ درست ہے؟ اگر نہیں تو جس نے نکاح پڑھایا اس پہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب دیں اس مسئلہ کو لیکر کافی خلفشار ہے اگر ہو سکے تو اپنے مدرسے کا مہر بھی لگا دیں۔

المستفتی: عبدالواحد رضوی، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: ھندہ اگر کفریہ و گمراھانہ عقائد و خیالات رکھتی تھی تو ان سے توبہ کرانے کے بعد نکاح پڑھانا درست ھے اور نکاح پڑھانے والے پر شرعاً کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

(۱۲۱) جناب مفتی صاحب قبلہ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض گزارش یہ ہے کہ" ایک مسجد کا سامان دوسرے مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے کیا اس کا رقم ادا کرنا ہوگا"؟ رہنمائی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: ایم، ایس، قادری، ۴/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب. الموفق للصدق والحق والخیر والصواب:

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں استعمال کرنے کے لیے دینا جائز نہیں، چہ جائے کہ عیدگاہ، کہ عیدگاہ تو مفتی بہ قول کے مطابق صرف جوازِ اقتداء کے حکم میں مسجد ھے دیگر احکام میں نہیں، لہذا کسی مسجد کا کوئی بھی سامان جیسے چٹائیاں، لوٹے، جانماز، مائک وغیرہ عیدگاہ لے جانا بدرجہ اولی ناجائز ھے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں: لایجوز نقلہ و نقل مالہ إلی مسجد آخر. یعنی کسی مسجد کو یا اس کے سامان کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں ھے۔ (ردالمحتار 6/549)

ایک سوال کے جواب میں اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز فرماتے ھیں: ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃً دینا جائز نہیں، نہ کہ عیدگاہ میں کہ اتصال صف کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں، ولہذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں۔ (فتاوی رضویہ 452/16). واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

(۱۲۲) السلام علیکم

حضرت کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کسی کو پیشاب اور پاخانہ سے فراغت کے بعد قطرے آتے ہوں اور وہ اس کو سکھالے کسی بیکار کپڑے یا ٹشو پیپر وغیرہ سے جب تک کہ تشفی نہ ہو جائے پھر پانی سے استنجا کرلے اور یہ بیماری

صرف پیشاب پاخانہ کے بعد ہی ہوتی ہے بوجھ اٹھانے، بلندی پر چڑھنے وغیرہ سے کبھی نہیں ہوتی ہے۔ جواب عنایت فرمائیے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی۔ مہربانی ہوگی۔
المستفتی: معراج عالم، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم. الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب، الموفق للصدق و الحق و الخير والصواب:

مذکورہ شخص کی اقتداء میں نماز بغیر کسی کراہت کے درست و جائز ہے جب کہ اور کوئی بات امامت سے مانع نہ ہو۔ ٹشو پیپر یا کوئی بھی کاغذ خواہ سادہ ہی ہو، اسے استنجے کے لیے استعمال کرنے سے علماء نے منع لکھا ہے، کیونکہ کاغذ لکھنے پڑھنے کا ایک سامان ہے لہذا اس کا احترام کیا جانا چاہیے، کمافی ردالمحتار، اگر چہ اس دور میں ٹشو پیپر کے استعمال کو بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے، کیونکہ ٹشو پیپر لکھنے کے لیے نہیں بنایا گیا ہے اور نہ ہی اس پر عام کاغذ کی طرح لکھنا آسان ہے، تاہم علماء کے اختلاف سے بچتے اور نفسِ کاغذ کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے ٹشو پیپر استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۲۳) السلام علیکم، حضرت صاحب، کیا حضرت محمد ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میرا قول قرآن سے ٹکرائے تو اس وقت قرآن کی مانی جائے گی یا اس کے علاوہ کچھ اور فرمایا ہو؟ حضرت پلیز جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: ابراہیم خان، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

امام المرسلين، اصدق العالمين، احمد مجتبى، سيد الانبياء، حبيب الله تعالى، سيدنا و مولانا محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه و آله و صحبه و بارك وسلم دائماً أبداً نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں فرمایا، یہ جھوٹ، کالا جھوٹ، بدترین جھوٹ، کھلا بہتان، ناپاک افتراء، صریح اتہام اور خبیث قولِ بد انجام ہے۔

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع "وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی" (وہ خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے) ہے، ان کا علمِ عظیم "وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ" ہے۔

کوئی مسلمان کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی بات قرآن کریم کے خلاف بھی ہو سکتی ہے، جو ایسا سوچے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ میرے آقا ﷺ قرآن

کے معلم ومفسر، شارح ومبیِّن، داعی وھادی، بشیر ونذیر، اور ترجمان وصاحب بیان ھیں۔ آپ کے ارشادات و فرمودات قرآن کریم کی اول واکمل تشریح وتوضیح ھیں۔ ھم نہیں جانتے تھے کہ قرآن کیا ہے اور سنت کیا ہے، سید الابرار، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن ہے اور یہ حدیث ہے، ھم ایمان لے آئے کہ لبیك یارسول الله علیك أفضل الصلاۃ و أتم التحیة و أکمل التسلیم آپ کا ارشاد رحمت نہاد ھم غلاموں کے قلب وجگر اور فکر ونظر کے لیے اکسیر ہے، یا سیدی، یا سیدی، یا سیدی، یارسول الله علیك صلاۃ الله سبحانه و تعالی و سلامه دائما أبدا! آمنا وأسلمنا و أقررنا و نشهد أنك حق و قولك حق.*

محترم سائل! کبھی وھم وگمان وخیال میں بھی نہ لانا کہ امام الصادقین، رحمة للعالمین، سید الأولین والآخرین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، شمس العارفین، سیدنا و امامنا، حبیبنا و قریبنا، وکیلنا و کفیلنا، و هادینا و مولانا محمد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم کوئی فرمان عظمت نشان قرآن کریم کے خلاف ھوسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا بکے تو یقین مانیے وہ گمراہ وگمراہ گر اور جہنم کا بدبودار کیڑا ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۴) السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں سوال ہے کہ کن اصحاب کی بنا پر مقتدی کا امام کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: غلام قادری محمد تحسین رضا عطاری اسحاقی، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم، وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

الجواب بعون الله العلیم الملیك المقتدر الوهاب، الموفق للصدق و الحق و الخیر و الصواب:

اصل جواب سے پہلے یہ تو بتادیجیے کہ آخر وہ کیسا مقتدی ہے جو امام کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہا ہے اور اسبابِ منع بھی تلاش کررہا ہے؟ خیر نمازی کے لیے حکم یہ ہے کہ:

امام مرتد ھو تو اس کی اقتداء استحلالاً منع اور کفر ہے۔

امام بدمذھب وفاسق معلن ھو تو اس کی اقتداء منع وگناہ ہے

اسی طرح امام جامع شرائط نہ ھو یا وھاں شرائط اقتداء میں سے کوئی یا ساری شرائط مفقود ھوں تو اقتداء منع و ناجائز یا منع وباطل یا منع وخلاف اولی ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۵) السلام علیکم حضرت سوال ہے کہ اگر کوئی شخص "سمع الله لمن حمده" اسم جلالت مع بڑا "حا"

پڑھے تو کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: ابراہیم خان، ۱/ مارچ، ۲۱۰۸۔

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم ,وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب, الموفق للصدق و الحق و الخیر والصواب:*

کلمہ جلالت "اللہ" کو "اللاح" پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی; لأن اللاح یمکن اشتقاقه من لحی اللہ فلانا أي لعنه و قبّحه. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۶) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں

(1) کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے اندر جو اندر جو گلاب جل کا کیوڑا ڈالا جاتا ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے جب کہ دیوبندی لوگ اسے منع کرتے ہے کہ ایسا کرنا غلط جس کی مثال کتب دیوبندی میں نہیں ملتی۔تو کم علم لوگ ایسا سن کر باز رہتے ہیں۔

(2) اگر میت عورت ہو تو اس کو قبر میں اترنے کی کن کن لوگوں کو آگے آنا چاہئے کیا داماد بھی ساس کو قبر میں اتار سکتا ہے؟

(3) کیا قبر میں اتارتے وقت اس میت کی طرف پردہ کرنا ضروری ہے؟

(4) جو لوگ غیر محرم ہیں تو کیا انھیں اپنے چہرے قبر میں میت کو اتارتے وقت الٹی طرف پھیر لینے چاہیے؟

(5) دفن کرنے کے بعد جو فاتحہ پڑھی جاتی ہے پھر دعا کرتے ہیں تو کیا اس کے لیے کیا دعا کی طرح ہاتھ اٹھا سکتے ہیں جبکہ کچھ لوگ (دیوبندی) کہتے ہیں کہ ایسا کرنا غلط ہو گیا مردے سے مانگنے کے مترادف ہے۔ جسے میں نے خود سنا۔

(6) قبر کو مٹی دینے کی اصل سنت کیا ہے کسی علمی شخص سے سنا کہ میت کو مٹی کو قبر پر الگ الگ جگہ ڈالنا سنت ہے، اور لوگوں کو مٹی ڈالنے کی سنت بھی نہیں آتی۔ ایک ہی جگہ تینوں بار مٹی ڈال دی جائے کیا یہ صحیح ہے؟

(7) کسی کتاب میں پڑھا تھا (جس کا حوالہ یاد نہیں آرہا) آپ سے خلاصہ چاہیے کہ عام طور پر کہ عام طور پر جب میت کی مسیری قبر کے پاس رکھی جاتی ہے تو بائیں ہاتھ کی طرف رکھ دیتے ہیں اور میت کو خانۂ کعبہ کی طرف سے پیچھے کی جانب لیکر قبر میں اتارتے ہیں جب کہ دائیں جانب رکھ کر خانۂ کعبہ کی طرف آگے لیکر میت کو قبر میں اتارنا چاہیے اور یہ سنت ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

کچھ اشکال ہیں حضرت رہنمائی فرمائیں تاکہ یہ کم علمی دور ہو۔
المستفتی: خادم عبدالصمد قادری امروہا، ۱/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب، الموفق للصدق و الحق و الخیر والصواب:

(1) قبر کے اندر گلاب جل کا کیوڑا ڈالنا مال کی بربادی و جہالت ہے جو ناجائز وگناہ ہے۔ کیونکہ اگر میت نیک وصالح ہے تو اسے اس خوشبو کی حاجت نہیں، اس کے لیے جنت کی وہ خوشبو کافی ہے جسے فرشتے اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں، اور اگر وہ فاجر و کافر ہے تو گلاب کی یہ خوشبو اس بھیانک بدبو کو دور نہیں کرسکتی جو اس کو پہنائے جانے والے ٹاٹ سے نکل رہی ہوگی۔ قبر میں میت کے نیچے کوئی چیز ڈالنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما سے مروی ہے: أنه كره أن يلقى تحت الميت في القبر شيء. (جامع الترمذي، زیر حدیث نمبر 1048) کہ آپ نے قبر کے اندر میت کے نیچے کوئی چیز ڈالنے کو مکروہ قرار دیا۔ رہی جعفر بن محمد کے والد کی یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قبرِ اطہر وانور حضرت ابو طلحہ نے تیار کی اور آپ کے جسدِ اقدس کے نیچے کمبل شریف رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقران نے بچھایا اور حضرت شقران نے قسم کھا کر کہا: أنا و اللہ طرحت القطیفة تحت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی القبر. (جامع الترمذی، حدیث نمبر 1047) بخدا قبرِ انور میں کمبل شریف میں نے بچھایا تھا۔

اسی طرح خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما کی یہ روایت کہ: جعل فی قبر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قطیفة حمراء. (جامع الترمذی، حدیث نمبر 1048)
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قبر شریف میں سرخ کمبل رکھا گیا۔

یہ دونوں روایات نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خصوصیت بیان کرنے کے لیے ہیں، ان میں امت کے لیے کسی حکم کا بیان نہیں ہے، جیسا کہ امام حسین بن مسعود فراء بغوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ھذا یدل علی أنھم لم یجعلوا القطیفة فی القبر لیکون فراشا له.
صحابہ کرام نے قبرِ انور میں کمبل شریف اس لیے نہیں رکھا تھا کہ وہ آپ کے لیے بستر ہوگا۔

بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت شقران نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو قبرِ انور میں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وہ کمبل شریف جسے آپ زیبِ تن بھی فرماتے تھے اور بطورِ بستر بھی استعمال فرماتے تھے اسے لے کر یہ کہتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دیا:

واللہ لایلبسھا أحد بعدك. (شرح السنۃ 391/5). اللہ کی قسم آپ کے بعد اسے کوئی نہیں پہن سکتا۔ اسی لیے ہمارے فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں: یکرہ أن یوضع تحت المیت فی القبر مضربۃ أو مخدۃ أو حصیر. ولعل وجھہ أنہ إتلاف مال بلاضرورۃ. فالکراھۃ تحریمیۃ. (ردالمحتار 139/3)

یعنی قبر کے اندر میت کے نیچے گدا، تکیہ یا چٹائی وغیرہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بے ضرورت مال کی بربادی ہے، لہذا ان چیزوں کا رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

دیوبندی بدمذھب ہیں ان کے کسی غلط کام کو غلط کہنے کی وجہ سے ہم ان کی ضد میں اس کو صحیح نہیں کہہ سکتے۔ غلط غلط ہے، چاہے اس کو دیوبندی وغیرہ غلط کہیں یا نہ کہیں۔ یہ بڑی عجیب حماقت و جہالت ہے کہ آج کئی سنی کہلانے والے جاھل واحمق ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو کئی غلط چیزوں کو اس لیے غلط نہیں مانتے کہ انہیں بہت سے دیوبندی بھی غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالی اس جہالت کو دور فرمائے۔ آمین۔

یوں تو عورت کا جنازہ قبر میں کوئی بھی نیک آدمی اتار سکتا ہے اور یہ شرعاً جائز بھی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ عورت کا جنازہ قبر میں اتارنے والے محارم ہوں، وہ نہ ہوں تو دوسرے رشتہ دار، اور وہ بھی نہ ہوں تو کوئی بھی طاقتور امانت دار اور متقی و پرہیزگار اجنبی مرد عورت کا جنازہ قبر میں اتارے۔ (فتاوی ھندیہ ج1 ص182) میں ہے:

ذو الرحم المحرم أولی بإدخال المرأۃ من غیرھم، وکذا ذوالرحم غیر المحرم من الأجنبی، فإن لم یکن فلابأس للأجانب وضعھا. داماد اپنی ساس کا جنازہ اس کے نسبی محارم کی موجودگی میں بھی قبر میں اتار سکتا ہے، مگر خلاف اولی ہے اور نسبی محارم کی غیر موجودگی میں خلاف اولی بھی نہیں ہے۔ عورت کا جنازہ قبر میں اتارنے سے تختے لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھنا مستحب ہے۔ (ردالمحتار، ج3، ص142) میں ہے: ویسجی قبرھا أي بثوب و نحوہ استحبابا حال إدخالھا القبر حتی یسوی اللبن علی اللحد. اور الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص271 میں ھے: و یسجی قبرھا بثوب إلی أن یسوی علیھا، لأن بدنھا عورۃ.

(4) جب قبر کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھکی ہو تو غیر محرم مرد اپنے چہرے الٹی طرف کریں یا سیدھی طرف، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں جب قبر کو چھپانے کے لیے کچھ نہ ہو تو بہر حال قبر میں اتارنے والوں کے سوا اور کسی غیر محرم کو عورت کے جنازے کی طرف دیکھنے سے بچنا چاہیے۔ الجوھرۃ النیرۃ میں ہے: لا یؤمن أن ینکشف شیء منہ حال إنزالھا فی القبر. (5) ہم نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب پھر عرض ہے کہ ہم اہلِ سنت و جماعت کے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ہم اپنے آقا و مولی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پرنور سنتوں پر عمل کو اپنی دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے عظیم سرمایہ جانتے ہیں،

طریقِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے انحراف ذلت وخواری بھی ھے اور پستی و ناکامی بھی. اگر بہتر و مستحسن عمل کوکوئی بدمذھب بھی بہتر و مستحسن کہنے لگے توھم محض اس وجہ سے اس مستحب کوترک نہیں کریں گے کہ فلاں بدمذھب نے بھی اس کومستحب کہا ھے. اب مسئلہ سنیے: میت کےقریب دعا جائز ھے، اسی طرح قبر کے پاس کھڑے ھوکر دعا کرنا بھی جائز ھے، اسی طرح ھاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ھے اور قبرستان میں جا کر ھاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ھے، ان تمام امور سے متعلق بہت سی احادیثِ صحیحہ مروی ھیں، لیکن رھا میت کی طرف چہرہ کرکے اور ھاتھ اٹھا کر دعا کرنا تو اگرچہ ایسا کرنا جائز ھے، مگر ھمارے فقہاء فرماتے ھیں: فإذا بلغ المقبرة يخلع نعليه ثم يقف مستدبر القبلة مستقبلا لوجه الميت ويقول السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا و لكم أنتم لنا سلف و نحن بالأثر. كذا في الغرائب. وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة. كذا في خزانة الفتاوى. (الفتاوى الهندية 429/5) یعنی جب قبرستان پہنچےتو جوتے نکال دے پھر قبلہ کو پشت کرکے میت کے چہرے کی جانب اپنا رخ کرکے کہے: اے قبر والو! تم پر سلامتی ھو، اللہ تعالی ھماری تمہاری مغفرت فرمائے، تم ھمارے پیش روھو اور ھم پیچھے ھیں. غرائب میں ایسا ھی ھے. اور جب دعا کا ارادہ ھوتو قبلہ کو رخ کرکے کھڑا ھو. ایسا ھی خزانة الفتاوی میں ھے۔

اس عبارت میں جہاں قبلہ رخ ھوکر دعا کرنے کی بات لکھی ھے وھیں غرائب کے حوالہ سے قبلہ کو پشت کرکے پڑھی جانے والی دعا بھی لکھ دی ھے. جو ایک خوفناک تضاد ھے، ھندیہ کے مرتبین کی یا تو اس طرف نظر نہیں گئی یا پھر وہ کسی غلط فہمی کا شکار ھوگئے۔

خلاصہ یہ ھے کہ اگرچہ میت کی طرف رخ کرکے اور ھاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ھے، کیونکہ انکار پر کوئی دلیل نہیں ھے، لیکن بہتر و مستحب یہی ھے کہ دعا قبلہ رخ ھوکر کی جائے، كما هو مذكور و معروف في عامة الكتب الإسلامية. والله تعالى أعلم بالصواب.

مٹی دینے کا مستحب طریقہ یہ ھے کہ سرھانے کی جانب سے دونوں ھاتھوں سے تین مرتبہ مٹی ڈالیں اور پہلی بار منها خلقنكم، دوسری بار و فيها نعيدكم اور تیسری بار و منها نخرجكم تارة أخرى. کہیں۔

مٹی دینے کے تعلق سے جو احادیث و آثار مروی ھیں ان میں سے شاید کوئی ایسی روایت ھو جس کے روات و اسانید پر کلام نہ کیا گیا ھو، اگرچہ عند التحقیق تین بار مٹی دینے والی روایات متعدد طرق و شواھد کی وجہ سے صحت و حسن کے اس درجہ تک پہنچی ھوئی ھیں کہ ان سے سنیت و استحباب کا ثبوت ھوجاتا ھے، تاھم ھماری نظر میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں الگ الگ جگہ مٹی ڈالنے کا حکم یا رسول اکرم صلي الله تعالي علي※ وسلم کا عمل مذکور ھو، جس علمی شخصیت نے الگ الگ

جگہ تین بار مٹی دینا مسنون فرمایا ہے اگر رابطہ ممکن ہو تو ان سے اس روایت کا حوالہ دریافت فرما کر مجھ کم علم کو بھی مطلع فرمادیں، ساتھ ہی ان علمی شخصیت سے یہ بھی دریافت فرمالیجیے گا کہ سنت کا ثبوت کس درجہ کی احادیث سے ہوتا ہے۔
مجھ گناہ گار کی نظر سے قبر تیار کرنے کے لیے مٹی دینے کے تعلق سے جو احادیث گذری ہیں ان میں سے چند یہ ہیں، جن میں صرف تین بار سرہانے کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالنے کا ذکر ہے، الگ الگ کی قید کہاں مخفی و مقدر یا مکنون و مضمر ہے میری نظر سے تادم تحریر اوجھل ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحثا عليه من قبل رأسه ثلاثا. (السنن لابن ماجه، حديث نمبر 1565. والحديث صحيح و إن تكلم فيه البعض)

عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن أبيه رضي الله تعالى عنهم قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم حين دفن عثمان بن مظعون رضي الله عنه، فصلى عليه و كبر عليه أربعا، وحثا بيديه ثلاث حثيات من التراب وهو قائم على القبر. (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر 6877. قال الإمام البيهقي: إسناده ضعيف إلا أن له شاهداً من جهة جعفر بن محمد عن أبيه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرسلاً ويروى عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه مرفوعاً.) عن أبي أمامة قال: توفي رجل فلم تصب له حسنة إلا ثلاث حثيات حثاها في قبر فغفرت له ذنوبه. (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر 6978. وقال فيه: و هذا موقوف حسن في هذا الباب) أن رجلا جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله إن فلانا هلك فصل عليه، فقال عمر: يا رسول الله إنه رجل فاجر فلا تصل عليه فقال الرجل: يا رسول الله أرأيت الليلة التي صبحت فيها في الحرس فإنه كان فيهم فقام رسول الله حتى صلى عليه ثم اتبعته حتى إذا جاء قبره قعد حتى إذا فرغ من دفنه حثى عليه ثلاث حثيات، وقال يثني عليه الناس شرا و أثني عليه خيرا. فقال عمر و ما ذاك يا رسول الله؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دعنا عنك يا عمر من جاهد في سبيل الله وجبت له الجنة. (الإصابة، رقم الترجمة 10576. وقال عنه في الفتوحات الربانية غريب)

مذکورہ احادیث و آثار کے علاوہ اور بھی متعدد روایات ہمارے پیش نظر ہیں مگر ہمیں یہ بات کہیں نہیں ملی کہ الگ الگ جگہ مٹی ڈالنا چاہیے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

مستحب یہ ھے کہ جنازے کو قبلہ کی جانب رکھا جائے اور قبلہ ھی کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔(درمختار مع ردالمحتار 3/140)۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۷)السلام علیکم،حضرت سوال یہ ہے کہ میڈی (Medi Claim) کرانا کیسا ہے، جیسے کہ ہم سالانہ ایک (Insurance Company) کو ایک رقم دیتے ہیں۔ پھر بدلے میں اگر وہ شخص بیمار ہوتا ہے تو کمپنی اس کے علاج کا خرچ اٹھاتی ہے؟

المستفتی: وسیم قادری، ۲/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میڈی کلیم، یا ھیلتھ پالیسی یا بیمہ صحت کسی عقدِ شرعی (لین دین، خرید وفروخت، شرکت وکرایہ وغیرہ کے شرعی معاملہ) کے تحت نہیں آتا، بلکہ یہ قمار اور جوا ھے جو ناجائز وحرام اور سخت گناہ کا کام ھے۔اس کا حکم عقودِ فاسدہ (وہ معاملات جو کسی شرط وغیرہ کی کمی بیشی یا کسی اور خرابی کی وجہ سے شریعت نے غلط قرار دیئے ھوں) کے مثل ھے، اور عقودِ فاسدہ کسی مسلمان، ذمی اور مستامن کے ساتھ جائز نہیں، ھاں حربی (ھندوستان کے کافر حربی ھیں) کے ساتھ جائز ھیں جب کہ اس میں مسلمان کا نفع مظنون بظن غالب ھو۔(یعنی زیادہ گمان یہ ھو کہ اس میں مسلمان کا فائدہ ھوگا)*

لہٰذا ایسی معتبر ومضبوط اور بھروسہ مند کمپنی میں میڈی کلیم پالیسی لی جاسکتی ھے جس میں کسی مسلمان کی حصہ داری نہ ھو۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۸)السلام علیکم، السلام علیکم،حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:

(1)اگر وہابی خرافاتی نہیں ہے تو کیا لڑکے یا لڑکی کی شادی کر سکتے ہیں وہابیوں میں اور وہابی جنازے میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں! اگر وہابی جنازہ خرافاتی نہیں ہو تو! اور اگر کسی وہابی کو جان بوجھ کر کہہ دیا کہ سب مسلمان ہیں۔ یہ بے فالتو کی افواہ ہے کہ سنی رہو۔کلمہ تو وہابی بھی پڑھتے ہیں تو اس لیے وہابی بھی مسلمان ہیں تو کیا حکم ہے؟

(2)اگر وہابی کے یہاں شادی ہو اور وہ وہابی ہو اگر خرافاتی نہیں ہو تو کیا وہابیوں میں کھانا کھانے جا سکتے ہیں۔جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ناظم رفیق، ۲/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وھابی خرافاتی ھی ھوتا ھے اور اس کے عقائد وخیالات اھلِ سنت وجماعت سے الگ ھوتے ھیں۔البتہ وھابی دو طرح کے ھیں کچھ پر حکم کفر اور کچھ پر صرف حکم گمراھی، گریز و پرھیز سب سے کیا جائے گا۔وھابی کو لڑکی دینا

اور اس کی لڑکی لینا دونوں ناجائز ھیں۔ اسی طرح وھابی کو نماز جانا میں شریک کرنا بھی جائز نہیں ھے۔ ھاں سارے وھابی کافر و مرتد نہیں ھیں، بلکہ وھابی عوام میں ایسے بھی ھیں جو حقائق سے بے خبر ھیں اور خالص اندھے بن کر اپنے مولویوں کی ھاں میں ھاں ملاتے ھیں، ایسے وھابی صرف گمراہ ھیں، لیکن مسلمان ھیں۔

وھابی کسی رنگ و روپ اور کسی قبیل و گروپ کا ھو اس سے ھر طرح کے تعلقات ختم کر دینا ضروری ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۸) السلام علیکم حضرت ایک سوال ہے کیا علمائے دیوبند کو اہلِ سنت و جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے ہیں تو مدلل جواب عنایت کیجیے؟

المستفتی: محمد ناظم رفیق، ۲/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیوبندی اھلِ بدعت وضلالت ھیں اور اھلِ سنت و جماعت سے منحرف ھیں۔ ان کے کفریہ عقائد جاننے کے لیے حسام الحرمین کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۲۹) السلام علیکم حضرت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ بچے کا نام عقیقہ میں کچھ اور لکھا لیکن لیتے کچھ اور ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

المستفتی: ابو ہریرہ، ۳/ مارچ، ۲۰۱۸

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شریعت میں اس پر کوئی پابندی نہیں ھے، لہذا عقیقہ کے وقت کا نام الگ اور پکارنے کا نام الگ رکھا جا سکتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۰) السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے میں کیا مذی سے کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے؟ غسل واجب ہوجاتا ہے؟ اگر شہوت کے بعد اثر نظر آئے۔

المستفتی: اشان ایس جی، ۳/ مارچ، ۲۰۱۸

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مذی سے غسل واجب نہیں ھوتا، بلکہ وضو ختم ھوجاتا ھے۔ مذی اگر کپڑے پر ایک درھم سے لگ جائے تو دھونا فرض ھے، بغیر دھوئے نماز نہیں ھوگی، ایک درھم کے برابر لگ جائے تو دھونا واجب ھے، بغیر دھوئے نماز پڑھ لی تو گناہ

بھی ہوگا اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اور اگر ایک درھم سے کم لگے تو اس کو دھونا سنت ہے، بغیر دھوئے نماز پڑھنا خلاف سنت اور برا ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین کرام اور علماء کرام مسئلہ ھذا کے بارے میں اگر کوئی شخص ایک پیر سے معذور ہے جو پیر معذور ہے وہ پنجہ کے ذریعے کھڑا رہتا ہے اور ایڑی زمین پر نہیں ٹکتا ہے تو کیا ایسا شخص امامت کرا سکتا ہے مدلل جواب تحریر فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا فقط السلام

المستفتی: محمد ممتاز، ۳/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب.
اگر حاضرین میں کوئی شخص ایسا ہو جو طہارت و نماز وغیرہ کے مسائل کا اس سے زیادہ علم رکھتا ہو تو ایسے معذور کو امام بنانا خلاف اولی ہے ورنہ یہی امامت کا زیادہ حق دار اور اسی کو امام بنانا اولی ہے۔ ردالمحتار ج 2 ص 302 میں ہے۔ و کذلك أعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء به خلاف الأولی. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۲) قابل قدر و قابل احترام مفتی صاحب قبلہ ادام اللہ فیضانہ کی خدمت میں عرض یہ ہے یہ ایک دعا حضرت معارف کرخی علیہ الرحمہ سے منسوب ہے اس دعا میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے اس دعا کا ورد شرعاً درست ہے یا نہیں رہنمائی فرمائیں جزاک اللہ خیرا

دعا یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم امنت باللہ العلی العظیم توکلت علی الحی القیوم۔

المستفتی: انتخاب عارف صدیقی قادری، ۳/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم امت باللہ العلی العظیم توکلت علی الحی القیوم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب۔

صالحین کے معمولات و مراسم کو رب کریم پسند فرماتا ہے، ان سے منقول و ماثور اذکار و اوراد و وظائف و اشغال میں بڑی حکمتیں، رحمتیں اور برکتیں ھوتی ھیں، پھر اگر وہ ذکر و دعا سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالی عنہ جیسی قدسی صفات ذات سے منقول ھو تو اس کے فضل و شرف کا کیا کہنا۔ ایسے ذکر کو پڑھنا جائز ھی نہیں کمال سعادت ہے۔

آپ نے ذکر کے جو کلمات لکھ کر پوسٹ فرمائے ھیں اولا ان کی اصلاح حاضر خدمت ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. آمنت باللہ العلی العظیم و توکلت علی الحی القیوم. یہ ذکر فی نفسہ بہت عمدہ اور اللہ تعالی کی عظمت و قدرت، علو و رفعت اور محامد جلیلہ پر مشتمل ہے، لیکن یہ سیدنا معروف کرخی

رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یا نہیں، اس کی کوئی سند فقیر کو نہیں مل سکی، البتہ روافض اور ان کے فیض یافتہ غیر معتبر صوفیوں کے اوراد و اذکار میں ضرور اسے دعاءِ مضطر کے نام سے خوب فضائل وفوائد بیان کر کے بیان کیا گیا ہے۔ خیر ذکرِ الٰہی کی نیت اور صالحین کی نقل کے ارادے سے اسے پڑھنا یقیناً جائز و درست ہے، ہاں روافض کی نقل و حکایت کا قصد نہ ہو۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۱۳۳) السلام علیکم، حضرت کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ملکِ شام (سیریا) کے لیے کیا فرمایا ہے۔ (علامہ خادم حسین رضوی پاکستان) "خیر و بھلائی کے 10 حصوں میں سے 9 حصے شام (سیریا) میں ہیں۔ جس وقت شام (سیریا) میں فساد برپا ہوگا اس وقت امت کی خیر خواہی ختم ہو جائیگی"۔

۳/ مارچ، ۲۱۰۸۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب: یہ روایت اس طرح ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضي اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: الْخَيْرُ عَشَرَةُ أَعْشَارٍ، تِسْعَةٌ بِالشَّامِ وَوَاحِدٌ فِي سَائِرِ الْبُلْدَانِ، وَالشَّرُّ عَشَرَةُ أَعْشَارٍ وَاحِدٌ بِالشَّامِ، وَتِسْعَةٌ فِي سَائِرِ الْبُلْدَانِ، وَإِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلا خَيْرَ فِيكُمْ. تاریخ دمشق لابن عساکر (حدیث نمبر 1.6385 / 144) خیر و بھلائی کے دس حصے ہیں، نو حصے شام میں ہیں اور ایک حصہ باقی تمام شہروں میں ہے۔ اور شر و برائی کے بھی دس حصے ہیں ایک حصہ شام میں ہے اور نو حصے باقی تمام شہروں میں ہیں، جب شام والے بگڑ جائیں گے تو تم میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی۔ یہ روایت مرفوعاً ضعیف و منکر ہے، البتہ فضائل و تاریخ میں اس قسم کی روایات بیان کی جاسکتی ہیں۔ یہ روایت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے موقوفاً بھی منقول ہے، لیکن اس کی سند بھی ضعف و نکارت اور ظلمت و جہالت سے خالی نہیں ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۴) السلام علیکم، حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ تہجد کی نماز کی نیت کس طرح کی جائے؟ کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ تہجد کی نیت 2 رکعت سنت کہنا چاہیے۔ جزاک اللہ خیراً حضرت

المستفتی: محمد عامر رضوی (ریاض سعودی عربیہ)

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب بعون اللہ الوھاب:

نیت زبان کا فعل نہیں دل کے ارادے کا نام ھے، ھاں وقت میں گنجائش ھو تو زبان سے کہہ لینا بہتر ھے۔
نماز تہجد ھو یا کوئی بھی نماز اس کی نیت یہ ھے کہ دل میں یہ ارادہ کرلیں کہ فلاں وقت کی فلاں نماز جو کہ فرض، یا واجب، یا سنت یا نفل ھے تنہا یا امام کی اقتداء میں پڑھنے جا رھے ھیں۔

تہجد کی نماز سنت نافلہ ھے، جب نیت کریں تو ارادہ کرلیں کہ یہ سنت ھے، زبان سے بھی دو رکعت سنت کہہ لیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

(۱۳۵) السلام علیکم، حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ نل سے یا ٹنکی سے۔اور کیا وضو کا پانی زمین پہ گرتے ہی ناپاک ہوجاتا ہے۔اس کی چھیٹروں سے بچنا چاہیے۔جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی:

الجواب: بہتر یہ ھے کہ بیٹھ کر وضو کیا جائے، جب کہ کھڑے ھو کر بھی جائز ھے۔ وضو کرنے میں جو پانی گرتا ھے وہ بدن سے الگ ھوتے ھی مستعمل ھو جاتا ھے، یہ پانی ناپاک نہیں ھوتا، لیکن اس پانی میں کسی کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ھوتی، لہذا وضو کی چھینٹوں سے بچنا چاھیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۱۳۶) سوال و جواب نہیں مل پارہے ہیں۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب الموفق للصدق والحق والخیر والصواب

زندگی ایک عظیم نعمت اور عطیہ خداوندی ھے، اس کا صحیح استعمال انسان کے درجات کو بلند کرتا اور اسے ضائع کرنا انسان کو ھلاک کرتا ھے قیامت میں انسان کو اپنے ھر قول وعمل کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے پورا حساب دینا ھے، اس لیے ضروری ھے کہ انسان ھر عمل کو کرنے سے پہلے اس بات کو بخوبی سمجھ لے کہ اس عمل کے ارتکاب کی صورت میں وہ کیا صفائی پیش کرے گا۔آج مسلمانوں نے دیگر اقوام کی دیکھا دیکھی بہت سی چیزیں اپنی زندگی میں لازم وضروری قرار دے لی ھیں، اغیار وکفار اور فساق وفجار سے لے کر جن رسموں اور رواجوں کو بہت سارے مسلمانوں نے اپنا رکھا ھے ان میں برتھ ڈے یا سالگرہ کی رسم بھی ھے۔ ظاھر ھے کہ اس میں اگر کوئی چیز خلافِ شریعت نہ کی جائے یعنی محض کچھ حلال کھانے پینے کا انتظام ھو اور محرم وغیر محرم کا اختلاط نہ ھو تو یہ فی نفسہ اسی طرح جائز ھے جیسے اپنی گدھی، گھوڑی، بلی، مرغی اور بھینس وغیرہ کا برتھ ڈے منانا جائز ھے۔

لیکن ایک مسلمان اس بات پر بھی اچھی طرح غور کرلے کہ زندگی کے اوقات ولمحات گزرنے پر خوشی منانا یا

کسی دن کو بذاتِ خود خاص خوشی کا دن ٹھہرا لینا کہاں تک بہتر لگتا ھے؟ سالگرہ منانے والے غور کریں کہ کس بات پر خوشی منا رہے ھیں۔ کیا اس بات پر کہ ان کی زندگی کا ایک سال کم ھوگیا؟ اگر ایسا ھے تو یہ خوشی منانے کا نہیں بلکہ رونے اور غور وفکر کا مقام ھے۔ زندگی جوں جوں آگے بڑھتی جائے مسلمان کو اپنا محاسبہ کرنا چاھیے، ماضی کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر اپنی خامیوں اور کوتاھیوں کو دور کرنا چاھیے، مستقبل کے لیے شریعت کے دائرے میں رہ کر منصوبہ اور پروگرام بنانا چاھیے۔ غیروں کی نقالی کے بجائے اپنے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کو اپنایا جائے، اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی ھے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

(۱۳۷) زید نے ھندہ سے زنا کیا تو اس کی توبہ کس طرح کرے؟ صرف اللہ کے حضور معافی مانگے یا لڑکی اور اس کے گھر والوں واس کے شوہر سے بھی معافی مانگنا ضروری ھے؟ اگر ضروری ھے تو اس کی کیا صورت ھوگی کیونکہ گناہ کا اظہار بھی تو گناہ ھے۔

السائل محمد انیس الرحمن قادری، مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا، سوار رامپور یوپی۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب الموفق للصدق و الحق و الخیر والصواب.

اگر زنا ھندہ کی رضامندی سے ھوا تو ھندہ سے معافی طلب کرنے کی حاجت نہیں؛ کیونکہ اس میں اس کا زید کے ذمہ کوئی حق نہیں، اگر اس صورت میں ھندہ کے محارم یا شوھر کو زنا کی اطلاع پہنچ جائے تو زید کو یقیناً ان سے معافی مانگنی ھوگی، ان کے معاف کیے بغیر یہ جرم معاف نہیں ھوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی ھو تو صدق دل سے توبہ کرلے، ھندہ کے شوھر یا محارم سے معاف کرانا ضروری نہیں۔ ھاں اگر ھو سکے تو کسی عام لفظ سے اس طرح معافی مانگ لے کہ کوئی فتنہ و انتشار بھی نہ ھو اور دل کو اطمینان بھی ھو جائے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ھیں: اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) جو قابل ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه اوشیئ فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرھم ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات صاحبه فحمل علیه۔ (صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت له مظلمة الخ قدیمی کتب خانه کراچی ۱/۳۳۱) جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق

کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔
(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحب حق بلا معاوضہ لئے معاف کردے، قال تعالٰی: فاعفوا واصفحوا (القرآن الکریم ۲/۱۰۹) تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔ (القرآن الکریم ۲۴/ ۲۲)
وقال تعالٰی: الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔
کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالٰی تمہیں بخش دے۔ اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ وحقوق العباد باذن اللہ تعالٰی سب معاف ہوجاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔ منہا شہادۃ البحر، ومنہا قتل الصبر ومنہا الحج المبرور وغیر ذلك۔ ان میں سے دریائی شہادت ہے ان میں سے روک کر نشانہ سے مارڈالنا ہے، اور ان میں سے حج مقبول، اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔ عورت اگر معاذ اللہ زانیہ ہے یعنی زنا اس کی رضا سے ہوا تو اس میں اس کا کچھ حق نہیں تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم رکھتی ہو زنا کی اطلاع۔ شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلاشبہہ ان سے معافی۔ مانگنا ضرور ہے بے ان کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی ان کا حق متعلق ہوا یا نہیں، در بارہ غیبت علماء نے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اس وقت ان سے معافی مانگنے کی۔ حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے،" شرح فقہ اکبر" میں ہے: قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی قد تکلم الناس فی توبۃ المغتابین ھل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبہ قال بعضھم لایجوز وھو عندنا علی وجھین احدھما ان کان ذلك القول قدبلغ الی الذی اغتابہ فتوبتہ ان یستحل منہ وان لم یبلغ الیہ فلیستغفر اللہ سبحنہ ویضمر ان لایعود الی مثلہ۔ (منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص۱۵۹) فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کیا جس کی غیبت کی اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں۔ اور اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہوگئی تو پھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالٰی سے معافی مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر ایسا کبھی نہ کرے گا۔
درمختار میں ہے: اذا لم تبلغہ یکفیہ الندم۔ (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱) اگر غیبت کی اطلاع (جس کی غیبت کی گئی) اس کو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔
اور در بارہ زنا اس کی کوئی تصریح نظر سے نہ گزری، ظاہراً یہاں بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔ وقد جاء فی الحدیث الغیبۃ

اشد من الزناء ۔(شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶) حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیبت زنا (بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔ مگر ازاں جا کہ اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے معاف کر دیا تو اطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ تو صاف تصریح زنا ہو کہ شاید اس کے بعد معافی نہ ہو بلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیدا ہوا اور نہ اتنی ہی اجمالی پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کر دے کہ اس میں عنداللہ اتنے ہی حقوق معاف ہوں گے جہاں تک اس کا خیال پہنچے لہذا تعمیم عام کے الفاظ ہونا چاہئیں جو ہر قسم گناہ کو یقیناً عام بھی ہو جائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہو مثلاً چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کر سکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کر دے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: في النوازل رجل له على آخر دين وهو لايعلم بجميع ذلك فقال له المديون ابرأني مما لك علي فقال الدائن ابرأتك قال نصير، لايبرأ الاعن مقدار مايتوهم اى يظن انه عليه وقال محمد بن سلمة يبرأ عن الكل قال الفقيه ابو الليث حكم القضاء ماقاله محمد بن سلمة وحكم الاخرة ماقاله نصير وفى القنية من عليه حقوق فاستحل صاحبها ولم يفصلها فجعله فى حل بعذران علم انه لوفصله يجعله فى حل والا فلا قال بعضهم انه حسن وان روى انه يصير فى حل مطلقا، وفى الخلاصة رجل قال الآخر حللني من كل حق هو لك فأبرأه ان كان صاحب الحق عالما به بر حكما بالاجماع واما ديانة فعند محمد لايبرأ وعند ابى يوسف يبرأ وعليه الفتوى اه و فيه انه خلاف ما اختاره ابو الليث و لعل قوله مبني على التقوى.(منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر مطلب يجب معرفة المكفرات الخ مصطفى البابي مصر ص۱۵۹) نوازل میں ہے ایک شخص کا دوسرا مقروض ہوا اور وہ اس کی پوری تفصیل نہ جانتا ہو تو مقروض نے قرضخواہ سے کہا جو کچھ بھی تیرا میرے ذمے ہے اس سے میری برأت کر دے، اس پر قرض خواہ نے کہا میں نے تیری براءت کر دی۔ امام نصیر نے فرمایا اس کی صرف اتنی ہی مقدار سے برأت ہو جائے گی کہ جتنی مقدار کا قرضخواہ کو وہم ہوا ہو کہ اس قدر قرض مقروض پر ہے لیکن محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ سب سے اس کی برأت ہو جائے گی۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا قضاء میں تو وہی حکم ہے جو کچھ محمد بن سلمہ نے فرمایا لیکن آخرت کا حکم وہ ہے جو کچھ امام نصیر نے فرمایا۔ اور قنیہ میں ہے اگر کسی پر حقوق ہوں اور اس نے صاحب حقوق سے معاف کر دینے کی درخواست کی لیکن ان کی (اس کے آگے) کچھ تفصیل نہ بیان کیا، اور صاحب حقوق نے انہیں معاف کر دیا اس عذر سے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کی اس کے سامنے تفصیل پیش کی جاتی تو وہ لامحالہ معاف کر دیتا

تواس صورت میں وہ معاف ہوجائیں گےورنہ بصورت دیگر وہ معاف نہ ہوں گے۔بعض نے فرمایا کہ یہ اچھی تفصیل ہے۔اگر چہ یہ بھی مروی ہے کہ وہ حقوق مطلقا معاف ہوجائیں گے۔خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ تیرا جو بھی میرے ذمے حق ہے وہ مجھے معاف کردے یعنی میرے لئے حلال کردے،تو اس نے برأت کردی،اگر صاحب حق ان تمام حقوق کا علم رکھتا ہےتو پھر معاف کرانے والا حکما بالاتفاق بری ہوجائے گا۔رہا معاملہ دیانت تو اس میں امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بری الذمہ نہ ہوگا لیکن قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بری الذمہ ہوجائے گا،اور اسی پر فتوی ہے اھ۔اور اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ صورت اس کے مخالف ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اختیار کیا،شاید فقیہ موصوف کا قول تقوی پر مبنی ہو۔بالجملہ امر مشکل جو سچے دل سے مولی عزوجل کی طرف رجوع لاتا ہےاس کا کرم ضرور اسے قبول فرماتا ہے۔(فتاوی رضویہ ج24،ص373،374،375، 376،377)

(۱۳۸)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں دوسوال عرض ہیں کہ

(1)جس گاؤں میں کئی دہائیوں سےجمع ہورہا تھا لیکن ظہر کےفرض جماعت سےنہیں ہورہے تھےتو اب کیا لوگوں میں انتشار نہ ہونے کی صورت میں ظہر کے فرائض کی جماعت قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(2)مسجد کی محراب مسجد میں داخل ہے یا نہیں؟اکثر مساجد میں دیکھا گیا کہ محراب اس انداز سے بناتے ہیں کہ امام صاحب کی ایڑیاں اس حصے میں ہوتی ہیں جس میں مقتدی حضرات کھڑے ہوتے ہیں اور بعض مساجد میں یہ صورت نہیں ہوتی بلکہ امام صاحب کی ایڑیاں پورے طور پر محراب کے اندر ہوتی ہیں۔بینوا وتوجروا

المستفتی:غلام قادری محمد تحسین رضا عطاری اسحاقی،بلاس پور،رام پور،یوپی ۴/ مارچ،۲۰۱۸

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ

(1)اگر حالات سازگار ہیں تو نماز ظہر کی ادائیگی کے لیے جماعت قائم کرنا واجب ہے۔بدائع الصنائع جلد 1 ص 155 میں ہے:الجماعۃ إنما تجب علی الرجال العاقلین الأحرار القادرین علیھا من غیر حرج کوئی عذر نہ ہوتو عاقل،آزاد اور قدرت رکھنے والے مردوں پر جماعت واجب ہے۔

(2)مسجد کی محراب یقیناً مسجد ہے،البتہ بےضرورت امام کا محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ اس کے قدم بھی اندر ہوں مکروہ وممنوع ہے،اور قدم باہر ہوں تو کسی طرح کی کوئی کراہت نہیں ہے۔تنویر الأبصار مع الدر المختار ج 2 ص 414 میں ہے:وقیام الإمام فی المحراب، لاسجودہ فیہ و قدماہ خارجہ لأن العبرۃ

للقدم. امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جب کہ قدم باہر ہوں؛ کیونکہ اعتبار قدموں ہی کا ہے۔ امام کا محراب میں قیام کیوں مکروہ ہے؟ اس کی فقہاء کرام نے الگ الگ وجوہات بیان کی ہیں، سب سے اہم وجہ جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے فتاویٰ میں پسند کیا ہے اختلافِ مکان ہے، یعنی محراب اپنی ہیئت وصورت کے اعتبار سے جدا مکان معلوم ہوتی ہے اس لیے کراہت ہے، محراب حقیقۃً الگ مکان نہیں بلکہ صرف صورت وہیئت کے اعتبار سے جدا مکان معلوم ہوتی ہے، اگر محراب مسجد سے خارج اور الگ مکان ہوتو پھر اقتداء ہی درست نہ ہو؛ کیونکہ اقتداء کی شرط ہے کہ امام ومقتدی دونوں کا مکان ایک ہو، اس سے معلوم ہوا کہ محراب خارجِ مسجد نہیں بلکہ مسجد ہی کا حصہ ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ولوالجیہ وغیرہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں :إذا لم یضق المسجد بمن خلف الإمام لا ینبغي له ذلك لأنه یشبه تباین المکانین انتهی. یعني: وحقیقة اختلاف المکان تمنع الجواز فشبهة الاختلاف توجب الکراهة والمحراب وإن کان من المسجد فصورته وهیئته اقتضت شبهة الاختلاف اه ملخصاً.قلت: أي لأن المحراب إنما بني علامة لمحل قیام الإمام لیکون قیامه وسط الصف کما هو السنة، لا لأن یقوم في داخله، فهو وإن کان من بقاع المسجد لکن أشبه مکاناً آخر فأورث الکراهة. جب مقتدیوں پر مسجد تنگ نہ ہوتو امام کے لیے ایسا کرنا (محراب میں قیام کرنا) مناسب نہیں؛ کیونکہ یہ دونوں مکانوں کے مختلف ہونے کے مشابہ ہے۔ یعنی حقیقت میں مکان کے اختلاف سے اقتداء ناجائز ہوتی ہے اور صورۃً اختلافِ مکان سے مکروہ ہوتی ہے۔ اور محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس کی صورت وہیئت سے اختلافِ مکان کا شبہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں محراب کا مقصد یہ ہے کہ وہ قیامِ امام کی علامت ہوتا کہ اس کا قیام صف کے درمیان ہو، یہ مقصد نہیں کہ محراب کے اندر کھڑا ہو، محراب اگرچہ مسجد کا ہی حصہ ہے لیکن دوسرے مکان کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے کراہت ہوگی۔ آئے دن لوگ اس سلسلے میں دریافت کرتے رہتے ہیں کہ محراب داخلِ مسجد ہے یا خارجِ مسجد، ہمیں امید ہے کہ اس جواب سے لوگوں کی غلط فہمی دور ہوجائے گی۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۹) السلام علیکم

ردالمحتار کی اس عبارت کی تشریح فرمادیں من عاش مداریا مات شهیدا" کچھ لوگوں کا کہنا یہ کہ جس نے مداری ہو کر زندگی گزاری وہ شہید مرا۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟

المستفتی: ارشاد خان، ۵ / مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته. بسم الله الرحمن الرحیم.

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب: یہ لفظ میم کے فتحہ کے ساتھ مَداری نہیں، بلکہ میم کے ضمہ کے ساتھ مُحاذی کے وزن پر مُداری ہے، جو مدارات سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے۔ مدارات اخلاق کی ایک اہم صورت کا نام ہے، جس کی اہمیت وفضیلت کے سلسلے میں کئی صریح احادیث وآثار مروی ہیں، اور اس کے بلند اسلامی اخلاق وعادات کا حصہ ہونے پر بہت سی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے محدثین وفقہاء نے استدلال فرمایا ہے۔ "من عاش مداریا مات شهيدا"، یعنی جس نے نرمی وحسنِ اخلاق کے ساتھ زندگی گذاری ہو وہ مرکر شہید ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے بندر نچا کر، لٹیا گھما کر، جگادری کا روپ دھار کر، علم وعلماء کی اہانتیں کرکر، نبی و ولی بلکہ خالق ومخلوق کا فرق مٹا کر مداری بن کر زندگی گذاری اور وہ مرکر شہید ہوگیا، حاشا وکلا، یہ ہرگز ہرگز معنی نہیں۔ اگر کوئی فاقد العقل ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کا خبط وجنون ہے، تحریف ودجالی ہے، عیاری ومکاری ہے اور نری دھینگا مشتی وکھلی دھاندلی ہے۔

آیئے لگے ہاتھوں مدارات کا معنی سمجھ لیتے ہیں: امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی، امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی، امام ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں: المداراة وهو بذل الدنيا لصلاح الدنيا والدين. وهى مباحة مستحسنة فى بعض الأحوال، المداهنة المذمومة المحرمة، وهو بذل الدين لصلاح الدنيا۔ (اكمال المعلم شرح مسلم، جلد 8، ص 30۔ المفهم، 2، ص 111. فتح الباری، ج 10، ص 454) یعنی مدارات دین ودنیا کی صلاح وفلاح کے لیے دنیا قربان کرنے کا نام ہے، اور یہ بعض حالات میں جائز ومستحب ہے۔ اور مداہنت جو کہ مذموم وحرام ہے دنیا کی بہتری کے لیے دین کو قربان کرنے کا نام ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب

(۱۴۰) السلام علیکم

مفتی صاحب کوئی اشارہ دعا کرے کہ "اللہ تعالیٰ ہم پہ بوجھ اتنا ڈال جتنا ہم سکیں اس زیادہ نہ ڈال" کہنا کیسا ہے؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب: اس طرح دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ

قَبْلِنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ-وَ اعْفُ عَنَّاٙ-وَ اغْفِرْ لَنَاٙ-وَ ارْحَمْنَاٙ-اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ(سورۃ البقرۃ آیۃ 286) آپ نے جو الفاظ لکھے ھیں وہ اسی دعاء قرآنی سے ماخوذ ھیں۔
واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۱)السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضور مفتی قبلہ کی خدمت میں مندرجہ ذیل مسائل عرض ہے کہ

1-اقامت کے دوران، اشھدالا الہ اللہ، پر انگشت شہادت اٹھانے کا عمل کہاں سے ثابت ہے؟

2-اشھدان محمدرسول اللہ پر انگوٹھا چوما جاتا ہے۔لیکن میں نے کئی علماء ومفتیان کو دیکھا کہ وہ انگشت شہادت کو چومتے ہیں۔
اس عمل کی حقیقت کیا ہے؟

3-داڑھی کاٹنا حرام ہے یہ کونسی کتاب سے ثابت ہے؟ از راہ کرم جوابات ارشاد فرمائیں۔
المستفتی: شمس الدین مصباحی گریڈیہ، ۷/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

(1)اذان و اقامت میں "أشھد أن لا إله إلا الله " سننے کے وقت انگشتِ شہادت اٹھانے کا شرعاً کوئی حکم نہیں ھے، جو حضرات اٹھاتے ھیں وہ نماز کے تشہد پر قیاس کرتے ھوئے اٹھاتے ھیں۔ احناف کے نزدیک تشہدِ نماز میں انگشتِ شہادت اٹھانا مسنون ھے، جیسا کہ فتاوی شامی جلد 2 صفحہ 217 میں محیط کے حوالہ سے ھے:في المحیط أنھا سنة، یرفعھا عند النفي و یضعھا عند الإثبات.نبی کریم علیہ أفضل الصلاۃ و أتم التحیة و أکمل التسلیم کے اسمِ مبارک کو سن تقبیل اور چومنے کے عمل کو دیلمی کی جس روایت کی بنیاد پر جائز و مستحب کہا گیا ھے اس میں انگشت شہادت کا ذکر ھے(و قال عنه السخاوی : لایصح)۔ھاں اس روایت کے بعد صوفی رداد یمانی نے اپنی کتاب موجبات الرحمة و عزائم المغفرۃ میں مجاھیل کی سند پر مشتمل منقطع روایت ذکر کی ھے جس میں انگوٹھوں کا ذکر ھے۔ اسی طرح امام سخاوی نے جو دو چند واقعات لکھے ھیں ان میں بھی انگوٹھے چومنے کا ذکر ھے۔ الغرض انگشت شہادت اور انگوٹھے دونوں کے بارے میں روایات ھیں۔ جو علماء صرف انگشت شہادت چومتے ھیں وہ پہلی روایت پر عامل ھیں۔ تفصیل کے لیے امام سخاوی علیہ الرحمہ کی المقاصد الحسن ※ کا مطالعہ کیجیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

داڑھی ایک مشت رکھنے کو اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے واجب لکھا ھے اور واجب کی خلاف ورزی مکروہ تحریمی،

اور فقہاء مکروہ تحریمی کو تشدیدا حرام سے بھی تعبیر کرتے ھیں۔ ملاحظہ فرمائیں لمعة الضحی. والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۲) بیاہ شادیوں میں جو دولہا دلھن کے اوپر پیسے لٹائے جاتے ہیں ان کا لٹانا اور لوٹنا شرعا کیسا ھے؟ جبکہ حالات یہ ھوتے ھیں کہ ان کے لوٹنے میں لوگ ایک دوسرے کے اوپر گر جاتے ہیں چوٹ لگ جاتی ھے کچھ روپے پھٹ کر ضائع ھو جاتے ھیں اگر جائز ھے تو اس کا طریقہ کیا ھونا چاہیے؟

السائل: محمد انیس الرحمن قادری، مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا، سوار رامپور یوپی، ۷/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: دولہا یا دلہن پر پیسے نثار کرنا جائز اور انہیں چن لینا بھی جائز۔ (فتاوی هندیه 5/345) نثار کرنے والوں اور چننے والوں کو ادب، سنجیدگی، سکون، وقار اور توکل اختیار کرنا چاہیے والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۳) مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم۔ جماعت میں آخری رکعت قعدہ اخری میں شرکت کی ابھی التحیات نہ پڑھ سکا۔ اور امام نے سلام پھیر دیا۔ کیا جماعت میں شرکت ہوئی۔

۷/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب:

بے شک ایسے شخص نے جماعت پالی اور وہ ان تمام فضیلتوں کا مستحق ھے جو جماعت سے نماز ادا کرنے والے کے لیے احادیثِ مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ھیں۔ اس سلسلہ میں فقہاء احناف رحمهم الله تعالی کا متفقہ ارشاد یہ ھے کہ امام کی نماز کا کوئی بھی حصہ پانے سے، یہاں تک کہ سلام سے پہلے قعدہ اخیرہ کا آخری حصہ ملنے سے بھی جماعت کی فضیلت حاصل ھو جاتی ھے۔

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی علیه الرحمة لکھتے ھیں:

جمهور العلماء اتفقوا على أن فضل الجماعة يحصل بإدراك جزء من صلوة الإمام، ولو آخر القعدة الأخيرة قبل السلام. (الطحطاوي على مراقي الفلاح 287). والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۴) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس شعر کو پڑھنا کیسا ہے؟

کیوں آنکھ ملائی تھی کیوں آگ لگائی تھی اب رخ کو چھپا بیٹھے کر کے مجھے دیوانہ؟

الجواب: اس شعر کو فقیر قادری نعت میں سخت ناپسند کرتا ھے، بلکہ آدابِ نعت ومقامِ صاحبِ نعت صلی الله تعالی علیه وسلم کے منافی جانتا ھے۔ اگر یہ شعر بیوی اپنے شوہر سے کہے تو بات سمجھ میں آتی ھے، لیکن ایک امتی

اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا کوئی مرید اپنے شیخ طریقت سے اس طرح کی بات کہے کہ کیوں آنکھ ملائی تھی، کیوں آگ لگائی تھی۔۔۔۔۔۔اسے نہ تو عقلِ سلیم تسلیم کرسکتی ہے اور نہ شریعتِ اسلامیہ اس قسم کی دیوانگی و وارفتگی کو سند جواز فراہم کرسکتی ہے۔ اس قسم کا خمار یا بخار انہیں لوگوں پر سوار ہوتا ہے جو البیلی غزل، چھبیلی شاعری، متوالی نظم اور چُلبلی گو یا گیری کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ مومن تو نعت گوئی کو عبادت سمجھتا ہے اور مقامِ نبوت تک رسائی کو عرفانِ الوہیت کا وسیلہ تسلیم کرتا ہے اور سراپا ادب بن کر عرض گزار ہوتا ہے:

ما إن مدحت محمدا بمقالتی　　　ولکن مدحت مقالتی بمحمد

اب ذرا اس شعر پر نظر ڈالیے:

شاعر اپنے تخیل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بے وفا محبوب قرار دیتا ہے اور اپنی آتشِ شوق، سوزِ محبت، وارفتگی عشق اور دیوانگی وجنون کو صادق ٹھہراتا ہے اور ناز ونخرے کے انداز میں شکوہ کناں ہے کہ جب رخ کو چھپانا تھا، مجھے محرومِ دیدار رکھنا تھا، میرے عشق وشوق کی تسکین کا سامان فراہم نہیں کرنا تھا اور مجھے لذتِ قرب سے بیگانہ بنانا تھا تو پھر مجھے دیوانگی ووارفتگی سے سرشار کیوں کیا تھا، مجھے سوزِ عشق کیوں دیا تھا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ شعر عارفانہ ومجذوبانہ ہے، اس میں روحانیت ومعرفت کی وہ لذت وحلاوت ہے جس سے صرف وہی مشام شاد کام ہوسکتا ہے جسے وجد وکیف اور طرب ونشاط کے لطیف ادراکات کے ساتھ معرفت و سلوک کی روحانی وعرفانی دنیا کی سیر کا چسکا ہو جس دربارِ عالی اور بارگاہِ قدسی کا ادب خود رب ذوالجلال اپنے بندوں کو یوں سکھائے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ. إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ. إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ. (الحجرات: 1-4) جس کی تعظیم وتوقیر کا حکم اس طرح ارشاد فرمائے: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۔ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ. (الفتح: 9،8) کیا ایسے سلطان والاشان کے حضور کوئی تخاطب کا ایسا سوقیانہ انداز اختیار کرسکتا ہے؟ یہ کیسا صوفیانہ اسلوب ہے جس کی نظیر کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں؟ جس کی تعلیم صحابہ نے دی نہ تابعین نے۔ ہم واضح لفظوں میں عرض کردے کہ ہم اس معرفت وطریقت اور تصوف وحقیقت سے مکمل ناآشنا ہیں جو کتاب وسنت کی تعلیمات سے منحرف ہو، بلکہ وہ عارفانہ وعاشقانہ انداز جو اسلام کی پاکیزہ شریعت سے متصادم ہو وہ جاہلانہ و فاسقانہ بھول بھلیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حاصل عرض یہ ہے کہ یہ شعر آداب نعت کی صریح خلاف ورزی پر مشتمل ہے، ایسا شعر پڑھنا اور اس کی رکیک و واہی توجیہات و تاویلات کرنا نور ایمان سے بیگانگی، تعلیمات اسلام سے بے خبری اور شریعت مطہرہ سے نادانی پر مبنی ہے۔ ھذا ما عندی، وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ. والعلم بالحق و الصواب عند ربی و ھو علیم خبیر.

(۱۴۵) السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں کہ غیر خدا کو قیوم یا قیوم اول یا قیوم زماں کہنا کیسا ہے زید کا کہنا ہے کہ غیر خدا کو قیوم یا قیوم اول کہنا کفر ہے زید کا کہنا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے، لیکن جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے لیکن بکر کا کہنا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کو قیوم کہا جاتا ہے اور آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں بھی لکھا، حضرت مجدد الف ثانی کو قیوم کہا جائے یا نہیں؟

مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملک المقتدر الوھاب:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قیوم اول، قیوم ثانی، قیوم زماں، قیوم جہاں کہنا بعض صورتوں میں کفر اور بعض صورتوں میں ناجائز وحرام ہے۔

ایسا کہنا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں الحاد اور کج روی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف منع فرمایا ہے:

وذروالذین یلحدون فی اسمہ۔ (الشوریٰ)۔

ہم اس سلسلے میں اپنی کوئی بھی تحقیق پیش کرنے کے بجائے اعلیٰ حضرت اور مفتی عبدالمنان اعظمی علیہما الرحمہ کے دو فتاویٰ یہاں پیش کررہے ہیں، ان میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔

مسئلہ ۴۸: مسئولہ عبدالرحمن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے منبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا آیا شرعا یہ قصیدہ جائز ہیں یا نہیں؟ قصیدہ مذکور یہ ہے:

مرحبا یا مرحبا یا شاہ لواری مرحبا	نور الہدی خیر الوری یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین وانتخاب اولین	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل وکرم امروز فردائے کریم	صامع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر ویا نذیر وائے شہ اولوالعزم	ملجائے والا صفیا یا شاہ لواری مرحبا
منعم ومسجود قیوم وجہان بحر کرم	طالب ومطلوب ومصدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد و لے میم موجودات او	خلق عالم راسبب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین توئی گفت مازاغ البصیر	جائے تو رشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار سل گنج نہاں	یا محمدن الزمان یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں	لا یموت ولم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں القاہ اللہ بہر ما	آوارہ پرور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب: یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو آں سرور عالم کہنا، علیہ الصلوۃ کہنا، مسجود ومخلوق کہنا، خیر الوری کہنا، انتخاب اولین کہنا، شافع ہر دوسرا کہنا، سید کونین کہنا تو حرام وجزاف تھا ہی یوہیں خلق عالم راسبب اور قاب قوسین اور مازاغ البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا، ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات تو احد اور سالار رسل اور مسند نشین لم یزل کہنا قطعا یقیناً کفر ہے۔ یوہیں فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔ مجمع الانہر میں ہے: اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق (جل وعلا) نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر [1] اھ. واللہ تعالی اعلم۔

اگر کوئی اللہ تعالی کی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلا اسے قدوس کے یا قیوم یا رحمن کہے تو کافر ہوجائے گا اھ واللہ تعالی اعلم۔ (ت) (اے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۰) (فتاوی رضویہ 15/ 272)

(۱۴۶) السلام علیکم مفتی صاحب غلام محمد کرناٹک بلہاری عرض کر رہا ہوں ہوں یہاں تبلیغیوں نے ایک اعلان نامہ سیر یا کہ متعلق فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کے ساتھ دعاء کرنے کے لئے مسجدوں میں دیا ہے اس کا اصل حکم کیا ہے اختصار کے ساتھ جواب ارشاد فرمائے جزاک اللہ خیر آمین

۸/ مارچ،۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: آفت ومصیبت، بلاء وآزمائش اور حادثہ عظیمہ کے وقت امام کو فجر کے فرض میں قنوتِ نازلہ پڑھنا جائز ہے۔امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لایقنت عندنا فی صلوۃ الفجر من غیر بلیۃ. فإن وقعت فتنۃ أو بلیۃ فلا بأس بہ. (ردالمحتار جلد 2ص 449).

علامہ شامی فرماتے ہیں:وظاھر تقییدھم بالامام أنہ لایقنت المنفرد.(ردالمحتار جلد 2 ص 449).

بہتر یہ ہے کہ امام قنوتِ نازلہ دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی پڑھیں،اور اگر امام زور سے پڑھے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ آہستہ سے آمین کہیں۔(ملخصاً فتاوی رضویہ جلد 7ص 526)

اس وقت دنیا بھر میں عموماً اور شام،فلسطین،سری لنکا خصوصاً سخت بلاء وآزمائش کا شکار ہیں،مسلمانوں کو چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکار ہیں جیسے ان کے بھائیوں پر کوئی مصیبت وآفت ہی نہ آئی ہو،اغیار ذکر ودعا کا اہتمام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔یہ بات بڑی باعث شرم وحیا ہے،کم از کم اب تو مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہو جانا چاہیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۷) حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض وگزارش یہ ہے کہ:

شوشل میڈیا پر ایک ویڈیو وائرل ہوئی ہے کہ جو شخص قل ھواللہ احد کو دن میں سو بار پڑھے گا تو اس کے پچیس سال کے گناہ معاف ھو جاے گا اور رات میں سو بار پڑھے گا تو چالیس سال کے گناہ معاف ھو جاے گے اور جو اس کو دس بار پڑھے گا اس کے لے جنت میں ایک گھر بنیگا اور اس کا ثبوت کتاب کا نام الجامع الصغیر،صفحہ نمبر 6472 کیا یہ سچ بات ہے رہنمائی فرمائیں عین نوازش ھو گی۔

المستفتی:ایم،ایس،قادری،۸/ مارچ،۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن عدی کی الکامل اور بیھقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ھے:

من قرأ قل هو الله أحد مائة مرة غفر الله له خطيئة خمسين عاما. ما اجتنب خصالا أربعا: الدماء، والأموال، والفروج، والاشربة.

(الجامع الصغير، ج 2، ص 343، حديث نمبر 8950)

یعنی جو سو مرتبہ قل هو الله أحد پڑھے گا الله تعالی اس کی پچاس سال کی خطائیں معاف فرما دے گا، بشرطیکہ وہ چار خصلتوں سے بچتا ھو: ظلماً خون بہانے سے، ناحق مال لینے سے، زنا کاری سے اور شراب نوشی سے۔

علامہ عبدالرؤوف مناوی علیہ الرحمہ اور دیگر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ھے۔

لیکن یہ روایت عقائد و احکام سے متعلق نہیں، بلکہ فضائل و مناقب سے متعلق ھے لہذا اس پر عمل کرنے میں حرج نہیں۔

اسی الجامع الصغیر میں حدیث نمبر 8946 کے تحت مسند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے حضرت معاذ بن انس رضی الله تعالی عنہ کی روایت اس طرح بیان کی گئی ھے:

من قرأ قل هو الله أحد عشر مرات بنى الله له بيتا في الجنة.

جو دس مرتبہ قل ھو اللہ أحد پڑھے گا اللہ تعالی ※ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

یہ حدیث صحیح لغیرہ ھے

رات کو سورہ اخلاص شریف پڑھنے سے متعلق حضرت ابوایوب انصاری رضی الله تعالی عنہ کی یہ حدیث تو ھمیں معلوم ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ ؟ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اللهُ الصَّمَدُ فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. (مسند احمد بن حنبل، حديث نمبر 23600. جامع ترمذی، حديث نمبر 2896)

یعنی کیا تم رات کو تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ھو؟ جس نے رات کو قل ھو اللہ أحد اللہ الصمد پڑھ لیا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا۔

سوشل میڈیا پر وائرل ویڈیو میں آپ کے بقول الجامع الصغیر کے حوالہ سے جس طرح روایات بن کی گئی ھیں ان کا حال آپ نے اوپر ملاحظہ فرما لیا کہ بیان کرنے والے نے ان روایات میں مرچ مسالہ لگایا ھوا ھے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

(۱۴۸) سلام، حضرت نماز کے ساتویں فرض یعنی خروج بصنعہ کے بارے میں بتائیں۔
المستفتی: ایس، ایم، عاصم، ۸/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قعدہ اخیرہ کے بعد اپنے قصد وارادے سے نماز سے باھر ھونے کا نام خروج بصنع ﷺ ھے، اگر سلام کے علاوہ کسی اور قول وفعل کے ذریعہ نماز سے قصداً باھر ھوا تو نماز کا لوٹانا واجب ھے اور بلا قصد کوئی قول وفعل ایسا پایا گیا جو نماز کے منافی ھو تو نماز باطل ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۴۹) کیا فرماتے ہے علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
ایک مدرسہ کے جشن دستار بندی کے موقعہ پر شہر کی تمام مساجد کے ائمہ کو مدعو کیا گیا اور سب کے نام کی پرچی ڈالی گئی جسکے نام کا کور ا نکلا اسکو موٹر سائیکل دی گئی اور ذمے داران کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ یہ زید کی طرف سے دی جارہی ہے جب زید سے معلوم کیا گیا تو زید نے کہا مریدین اور معتقدین سے چندہ کر کے دی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح چندہ کر کے اپنے آپکو یا مدرسہ کو چمکانے کے لئے چندے کے پیسوں سے موٹر سائیکل دینا کیسا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں
المستفتی: محمد شمشاد منظری، ۹/ مارچ، ۲۰۱۸

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*
اگر زید نے اپنے مریدین ومعتقدین سے چندہ کیا اور وہ چندہ زکوۃ، عشر، فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کے قبیل سے نہیں تھا اور چندہ دینے والوں کو پہلے سے بتادیا گیا تھا کہ اس رقم سے فلاں فلاں سامان خرید کر قرعہ اندازی کے ذریعہ شہر کے علماء وائمہ کو دیا جائے گا اور ان سب چندہ دینے والوں نے اس بات کی اجازت بھی دیدی تھی تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ھے۔ جب یہ فعل شرعاً کسی قسم کی ممانعت پر مشتمل نہیں ھے تو اس میں مدارس اسلامیہ کی تشہیر اور لوگوں کی ان مدارس کی جانب توجہ مبذول کرانے کی نیت کر لینا بلا شبہ جائز ودرست ھے۔ ھاں صدقات واجبہ سے ایسا کرنا یا چندہ دینے والوں کی اجازت کے بغیر کرنا ھرگز جائز نہیں ھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۵۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پنجوقتہ نماز پابندی کے ساتھ اپنی مسجد کے امام کے پیچھے پڑھتا ہے لیکن امام اس شخص سے نہی بولتا ہے اور دوسرے مقتدیوں سے بولتا ہے اب شخص مذکور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس شخص کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عمر قادری منگولپوری نئی دہلی،

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر وہ امام شرائطِ امامت کا جامع ھے تو اس شخص کی نماز امام مذکور کی اقتداء میں بغیر کسی کراھت کے درست ھے۔ کسی امام کی اقتداء میں نماز درست ھونے کے لیے امام کا مقتدیوں سے بولنا ضروری نہیں، ھاں بے وجہ شرعی اگر امام اس شخص سے نہیں بولتا ھے تو شرعاً اس کا یہ فعل غلط ھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی توبہ کا واقعہ بخاری شریف وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم پچاس دن تک ان سے کوئی بات نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھتے تھے، لیکن ایسا ھرگز منقول نہیں ھے کہ ان کی اقتداء کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلط قرار دیا ھو۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۱۵۱) ناخن جمعہ کی نماز سے پہلے کاٹنا سنت ہے یا بعد میں؟

المستفتی:

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

ناخن تراشنا سنت ھے، خواہ جمعہ کو تراشے یا اور کسی دن، خاص جمعہ کے دن نماز سے پہلے یا بعد ناخن تراشنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ھے، اس سلسلے میں جو حدیث بیان کی جاتی ھے وہ انتہائی ضعیف ھے جس سے سنت ثابت نہیں ھو سکتی، ھاں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم جمعہ کے دن نماز سے پہلے ناخن تراشتے تھے، لہذا بہتر ھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی اقتداء میں نماز جمعہ سے پہلے ناخن تراشے جائیں۔ البتہ ناخن تراشنے کی اکثر مدت چالیس دن ھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں:*

وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. (صحیح مسلم، حدیث نمبر 622)

مونچھیں اور ناخن ترشوانے اور بغل اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے بارے میں ھمارے لیے چالیس دن کی مدت رکھی گئی ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۵۲) مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک مشہور ومعروف درگاہ دیوہ شریف میں امسال صحن مزار میں ہولی جو کہ اہل ہنود مذہبی تہوار ہے منایا گیا۔۔۔۔۔جس میں بلاتفریق ملت ومذہب مسلمانوں نے بھی شرکت کی ہے۔۔۔۔۔یا شرکت کی اجازت دی ہے۔۔۔۔سوال یہ ہے کیا صحن مزار میں ہولی اجازت دینا یا شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔تفصیلی جواب عنایت فرمائیں

نوازش ہوگی۔۔۔۔۔ السائل میر ارشد وسلم رضوی کولکا تا مغربی بنگال

الجواب:بسم الله الرحمن الرحيم ،وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب

عیاں راچہ بیاں۔ھماری نظر میں اس سوال کے جواب میں تفصیل سے کچھ لکھنا وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ھندوستان کی ھر وہ خانقاہ یا مزار جہاں لوگ کثرت کے ساتھ حاضری دیتے ھیں وھاں احکام شرع کی خلاف ورزی پوری دیدہ دلیری کے ساتھ عام بات ھے، بلکہ یہ ان مزارات سے جڑے لوگوں کی دادا گیری وغنڈہ گردی کی علامت ھے، وھاں قدم قدم پر شریعت کا خون کیا جاتا ھے،فیض کے نام پر ڈاکہ ڈالا جاتا ھے، جاھل وسادہ لوح لوگوں کی عزت ودولت لوٹی جاتی ھے۔خیر یہ داستان طویل ھے مختصر یہ ھے کہ اھل دیوہ کا یہ فعل حرام وناجائز تو ھے ھی اور اگر ان لوگوں نے ھولی کی تعظیم وتحسین کی نیت سے کیا تو کفر ھے۔والله تعالى أعلم بالصواب

(۱۵۳):السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماے کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید جو ایک عام سیدھا سادھا آدمی ہے جسے شریعت کا کوئی خاص علم بھی نہیں ہے تو زید نے کہا کہ ہمارے بڑے بوڑھے پرانے زمانے کے لوگ چاہے نماز کم پڑھتے تھے لیکن اللہ سے بہت ڈرتے تھے ایک وقت کو نماز مت پڑھو لیکن اللہ سے ڈرتے رہو اور کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ،تو زید کا شرعاً ایسا کہنا کیسا ہے؟ حضرت جواب عنایت فرمائیں، جزاک اللہ

المستفتی: عبدالصمد صدیقی،۹/ مارچ،۲۰۱۸۔

الجواب:وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم ،الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب:

زید واقعی جاھل ھے،اس کی یہ بکواس کہ”ایک وقت کو نماز مت پڑھو لیکن اللہ سے ڈرتے رھو اور کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ“غیر اسلامی بولی ھے،اس طرح کی جہالتیں عام طور پر وہ دین دشمن خلافِ شرع پیر پھیلاتے ھیں جن کا مشغلہ جٹیں لٹیں بڑھا کر سادہ لوح لوگوں کو لوٹنا ھوتا ھے۔اللہ تعالی کا ڈر اور خوف اس کے احکام پر عمل کرنے کا نام

ہے،نماز ایمان لانے کے بعد سب سے اہم فریضہ ہے، جو نماز نہیں پڑھتا یا نماز پڑھنے سے روکنے کی بات کرتا ہے وہ فاسق وفاجر ہے اور معاذ اللہ تعالی اگر وہ ترکِ نماز کو جائز جانتا ہو یا نماز کو ھلکا جانتا ہو تو کھلا کافر ومرتد اور جہنمی کتا ہے۔زید پر فرض ہے کہ اپنی اس بکواس سے توبہ کرے اور آئندہ اس قسم کی غیر اسلامی بولی بولنے سے باز رہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۵۴): سوال یہ ہے کہ امام باڑہ جو ہوتا ہے اس پر محرم کے موقع پر بہت سارے خرافات کیے جاتے ہیں جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس امام باڑے پر امام ومؤذن کو فاتحہ کرنا کیسا ہے۔ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

المستفتی: صدام مصباحی، ۹/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجوب:بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر امام باڑہ نامی جگہ کو کسی بھی اعتبار سے شرعاً وعرفاً قابلِ احترام نہ جانتا ہو اور وھاں منکرات شرعیہ کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو تو فاتحہ پڑھنے میں حرج نہیں ہے۔لیکن امام ومؤذن کے فاتحہ پڑھنے سے لوگوں کے دل میں اس جگہ کی عظمت پیدا ہو یا خاص فاتحہ کے وقت وھاں شرعی منکرات ومحرمات انجام دیئے جاتے ہوں تو ھرگز فاتحہ نہ پڑھی جائے؛ کیونکہ اس صورت میں گناہ پر تعاون ہوگا جو شرعاً جائز نہیں۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:*

ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان. گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

جو امام وھاں فاتحہ پڑھے اگر اور کوئی مانع شرعی نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

(۱۵۵)Assalamualaikum

Mufti Sahab ki bargah me Swal h•••••• app jaise 1••••••• Agr mobile pr jo apps se rupees milte hn team match khelti hn 2••••is app pr cricket hota h••••••Dream11••••h .jo rupees lga rhe hn •aur log rupees lga rhe hn aur jeet rhe hn log apni pocket ••••woh bhi rupees lgane k liye yeh app hi de rha h aur phr jeete huye rupees ko bank me •••••se kuchh nhi lga rhe hn

toh aise rupees ko hm istemal kr skte hn ya .....transfer kr rhe hn .....Jwab Inayt frmaye....nhi

المستفتی: محمد ناظم رفیق،۱۰/ مارچ،۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.بسم اللہ الرحمن الرحیم*
اس طرح کی ایپ سے پیسہ کمانا جائز نہیں ہے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۵۶) حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

امام نے نماز میں سورہ والضحی کی تلاوت آخر میں آیت فاما الیتیم فلا تقھر۔کی جگہ تنہر نکل گیا۔۔۔۔اضطراری طور جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہاں تقھر ہے۔۔۔۔۔کیا نماز درست ہے۔۔۔۔کیا سجدہ سہو واجب ہوا۔۔۔۔۔

میر ارشد عالم رضوی ضیائی کولکاتا،۱۰/ مارچ،۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی، لعدم فساد المعنی فإن النہر و القھر و إن کان مختلفین لفظا و معنی ولکن بینھما نوع من القربۃ.

یہاں یہ بھی ذہن نشین فرمالیں کہ اگر کسی جگہ معنی فاسد ہوجائیں تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ھوتی بلکہ نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۵۷) مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

امام نے قرات شروع کیا تھا کہ پانچ آیات پڑھنے کے بعد ایک آیت چھوٹ گئ۔اور اس نے قرات جاری رکھتے ہوئے۔سورت پوری پڑھ لی۔یا چھوٹی ہوئ آیت کو یاد آنے کے بعد دوبارہ وہاں سے پڑھنا شروع کیا۔جبکہ ایک دو آیت آگے پڑھ چکا تھا۔نماز ہوئ یا نہیں یا سجدہ واجب ہوا وضاحت فرمادیں۔

المستفتی: میر ارشد عالم رضوی ضیائی کولکاتا،

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالی و برکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

اس صورت میں نماز بغیر کراھت کے درست ھوگئی،سجدہ سہو کی کوئی ضرورت نہیں۔ردالمحتار جلد 2 ص 269 میں ھے:

لو انتقل فی الرکعة الواحدة من آیة إلی آیة یکره و إن کان بینهما آیات بلا ضرورة. فإن سها ثم تذکر یعود مراعاة للترتیب. والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۵۸) خلافت اور ملوکیت میں کیا فرق ہے؟

منھاج نبوت پر خلافت حقہ راشدہ تیس سال رہی اس کے بعد حضرت امیر معاویہ کی حکومت قائم ہوئی تو حضرت امیر معاویہ کے وہ کون سے کام ہیں جو منھاج نبوت کے خلاف ہیں یا جن کے باعث وہ خلفاء راشدین کے زمرے میں داخل نہ ہو سکے؟

السائل: محمد انیس الرحمن قادری، مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا، بلاسپور رامپور یوپی، ۱۰ / مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم. الجواب بعون الله العلیم الملیك المقتدر الوهاب:*

خلافت وملوکیت دونوں طرزِ حکومت اسلامی تعلیمات اور قرآن وحدیث کے ارشادات کی روشنی میں جائز و درست ہیں۔

امامت وخلافت کی تعریف امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد معروف بماوردی علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں کی ہے:

الإمامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدین و سیاسة الدنیا.(الأحکام السلطانیة 3/1)

امامت دین کی اقامت وحفاظت اور دنیا کی تدبیر وسیاست کے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نیابت وجانشینی کا نام ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ نے خلافت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:*

خلافتهم آی نیابتهم عن الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم فی إقامة الدین بحیث یجب علی کافة الأمة الاتباع. (شرح العقائد النسفیة، ص 115)*

خلافت اقامت دین کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اس نیابت وجانشینی کا نام ہے جس کی اطاعت واتباع پوری امت مسلمہ پر واجب ہو۔

علامہ تفتازانی ہی نے شرح المقاصد ج5،ص234 پر امامت وخلافت کی تعریف اس طرح کی ہے:*

الإمامة ریاسة عامة فی أمر الدین والدنیا خلافة عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم.*

امامت وخلافت نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نیابت وجانشینی میں دین ودنیا کے امور عام حکمرانی وجہانبانی کا نام ہے۔ ان تمام تعریفات کا حاصل ایک ہے یعنی خلافت رسول اکرم ﷺ کی اس نیابت و

جانشینی کا نام ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی و دنیوی امور کا انتظام کیا جائے اور دنیا کے سارے مسلمانوں پر اس کی اطاعت واتباع لازم ہو۔

سلطان کی اصطلاحی تعریف امام اہل سنت اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ نے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی " حسن المحاضرة فی أخبار مصر و القاهرة" کے حوالہ سے یوں بیان کی ہے:

اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اس کے زیر حکم ہوں۔(فتاوی رضویہ ،ج14 ص184)

سلطان کی اس تعریف سے ملوکیت کا مفہوم بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ہاں یہاں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بعض اہلِ علم سلطنت وملوکیت کے درمیان بھی فرق کے قائل ہیں، وہ اس طرح کہ ملِک کو عام اور سلطان کو خاص قرار دیتے ہیں۔

خلافت وملوکیت کے اجمالی تعارف سے دونوں کے درمیان فرق کو بھی سمجھا جا سکتا ہے،تاہم دونوں کے درمیان اساسی فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں خلیفہ کے لیے دو قسم کی شرائط ہیں:

لازمی اور استحسانی.

لازمی شرائط میں اسلام،قرشیت،عقل،حریت، بلوغ، ذکورت،اورشجاعت وقدرت ہیں،اگران میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اسے خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا۔استحسانی شرائط میں عدالت،علم،سلامتی حواس ظاہرہ،اورورع و تقوی وغیرہ داخل ہیں۔جب کہ ملوکیت کے لیے مذکورہ شرائط کا پایا جانا کوئی ضروری نہیں۔خلافت ،ملوکیت اور سلطنت کے درمیان مزید امتیازات وفروق جاننے کے لیے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے رسالہ دوام العیش من الأئمة من قریش کا مطالعہ کافی حد تک مفید ثابت ہوگا اور اگر اس عنوان پر تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیں تو ماوردی کی الأحکام السلطانية بڑی وقیع اور اہم کتاب ہے۔اوپر جس خلافت کی تعریف بیان کی گئی وہ خلافتِ خاصہ ہے جسے خلافتِ راشدہ ،خلافتِ کاملہ،خلافت علی منہج النبوة اور خلافتِ نبوت بھی کہہ سکتے ہیں۔اس خلافت کے بارے میں حضرت سفینہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یؤتی الله الملك أو ملكه من یشاء.(سنن أبوداؤد،حدیث نمبر 4648۔جامع ترمذی،حدیث نمبر 2226۔مسند أحمد بن حنبل،حدیث نمبر 21978)

یعنی خلافتِ نبوت تیس سال ہے پھر اللہ تعالی اپنا ملک جسے چاہے گا عطا فرمائے گا۔اس خلافتِ نبوت کے حاملین سیدنا ابوبکر صدیق (مدتِ خلافت دو سال سات ماہ)، سیدنا عمر بن خطاب (مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ)، سیدنا عثمان بن عفان (مدت خلافت تقریباً بارہ سال)، سیدنا علی بن ابو طالب (مدتِ خلافت چار سال نو ماہ) اور سیدنا حسن بن علی (مدت خلافت تقریباً ۶ ماہ) رضی اللہ تعالی عنہم ھیں. اسلامی نظامِ حکومت میں خلافت کی ایک اور قسم بھی ہے جسے خلافتِ عامہ اور مطلقاً خلافتِ اسلامیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس خلافت کی تعریف شاہ ولی اللہ محدثِ دھلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان کی ہے:

ھی الریاسة العامة فی التصدی لإقامة الدین بإحیاء العلوم الدینیة و إقامة أرکان الإسلام و القیام بالجهاد و ما یتعلق به من ترتیب الجیوش و الفرض للمقاتلة و إعطاء هم من الفیء و القیام بالقضاء و إقامة الحدود و رفع المظالم و الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابة عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم.(إزالة الخفاء، ج 1،ص 8)

یعنی خلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں علومِ دینیہ کی ترویج واشاعت کے ذریعہ دین اور ارکانِ اسلام کی اقامت، جہاد اور متعلقاتِ جہاد یعنی لشکروں کی ترتیب، مالِ غنیمت میں مجاھدین کے حصوں کی تعیین وتقسیم، امورِ قضاء کی انجام دھی، حدودِ الٰہیہ کی تنفیذ، مظالم کے سدِ باب، امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کے لیے عام حکمرانی و جہانبانی کا نام ہے۔

خلافتِ عامہ کی تعریف علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:*

الإمامة ریاسة عامة فی أمور الدین و الدنیا لشخص من الأشخاص، و نقض بالنبوة. و الأولی أن یقال هی خلافة الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم فی إقامة الدین و حفظ حوزة الملة بحیث یجب اتباعه کافة الأمة. (شرح المواقف، المقصد الأول من المرصد الرابع فی الإمامة، ج 8،ص 376)*

دین ودنیا کی عام حکمرانی کو امامت وخلافت کہتے ھیں. یہ تعریف بظاھر نبوت پر بھی صادق آتی ہے، لہذا بہتر تعریف یہ ہے کہ امامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جانشینی کا نام ہے جہاں دین کی اقامت اور ملتِ بیضاء کی حفاظت کا فریضہ اس طور پر انجام دیا جائے کہ اس کی اتباع پوری امت پر واجب ھو۔

خلافت وامامت کی دونوں قسموں کے لیے یکساں شرائط ھیں، البتہ قسمِ اول اپنی گوناگوں خصوصیات و امتیازات، اور منصوص فضائل ومناقب کی وجہ سے مؤخر الذکر خلافت سے ممتاز وجدا ہے، تاھم عمومِ خلافت سے ھرگز

خارج نہیں ہے۔اس خلافت کے حاملین پر ملک اور بادشاہ کا بھی اطلاق درست ہے جیسا کہ متعدد احادیث وآثار میں مذکور ہے اور امام، امیر اور خلیفہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارشاد فرماتے ہوئے سنا:

لایزال الإسلام عزیزاً إلی اثنی عشر خلیفة، ثم کلمة لم لم أفهمها فقلت لأبي ما قال؟ فقال کلهم من قریش۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر 4812۔مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 20870۔سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 4282)

بارہ خلیفہ ہونے تک اسلام غالب رہے گا۔پھر آپ نے ایک ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: یہ سارے خلفاء قریش سے ہوں گے۔

حدیث شریف میں جن بارہ خلفاء کا ذکر ہے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے ان کی نام بنام اس طرح تصریح کی ہے:

والذی وقع أن الناس اجتمعوا علی أبی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی إلی أن وقع أمر الحکمین فی صفین، فسمی معاویة یومئذ بالخلافة، ثم اجتمع الناس علی معاویة عند صلح الحسن، ثم اجتمعوا علی ولده یزید ولم ینتظم للحسین أمر بل قتل قبل ذلك، ثم لما مات یزید وقع الاختلاف إلی أن اجتمعوا علی عبد الملك بن مروان بعد قتل ابن الزبیر، ثم اجتمعوا علی أولاده الأربعة : الولید ثم سلیمان ثم یزید ثم هشام، و تخلل بین سلیمان و یزید عمر بن عبد العزیز، فهؤلاء سبعة بعد الخلفاء الراشدین، والثانی عشر هو الولید بن یزید بن عبد الملك اجتمع الناس علیه لما مات عمه هشام.(فتح الباری، ج 17، ص 70)*

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی یقیناً خلیفہ ہیں اور اُمر خلافت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب و جانشین ہیں، آپ کا دورِ خلافت اسلام کی سربلندی وسرخروئی، دین کی اقامت ومسلمانوں کی شوکت اور فتنوں کی سرکوبی وکفار کی ذلت وہزیمت کا عہدِ زریں ہے، البتہ آپ کا طرزِ حکومت اور عہدِ علوی میں آپ سے صادر ہونے والی اجتہادی خطا کے سبب آپ کے عہد کو خلافتِ راشدہ سے الگ وممتاز کرتا ہے اور مؤرخین ومحدثین اسی امتیاز کو بیان کرنے کے لیے آپ کو اول الملوك فی الإسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہ چند باتیں قلم برداشتہ عرض کردی گئیں، باقی اگر توفیق الٰہی شاملِ حال رہی تو آحادیث وآثار اور تاریخ و اخبار کی روشنی میں اس حوالہ سے ایسے بہت سے حقائق کو سامنے لانے کا ارادہ ھے جن کو یا تو بہت سے لوگوں نے قصداً وعمداً نظر انداز کیا ھے یا پھر وہ کماحقہ چیزوں کو سمجھنے سے قاصر رھے ھیں اور احوال وامور کو ایسا مخلوط ومشتبہ بنا دیا ھے کہ بعدوالوں کو حقیقت سمجھنا مشکل ھے۔ واللہ الموفق وھو سبحانہ و تعالی أعلم بالصواب.*

(۱۵۹) السلام علیکم

زید اپنے دو یا تین غیر مسلم ساتھیوں کے ساتھ ندی میں نہانے کے لئے گیا، ساتھیوں نے آکر خبر دی کہ زید ڈوب کر ہلاک ہوگیا ایک ویڈیو بھی دکھایا جسمیں زید بچنے کی کوشش کررہا ہے کیا ان غیر مسلموں کی خبر سے زید کی موت ثابت ہوجائیگی یا اسکو مفقود الخبر مانا جائیگا کرم فرما کر جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد عارف، ۱۱/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ* بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب :*

صورتِ مسئولہ میں زید کو فاقد الحیاۃ اور مردہ مان کر اس کی بیوی کو عدت وفات گذارنے کا حکم دیا جائے گا؛ کیونکہ اس خبر کا تعلق معاملات سے ھے، لأن المناکحات و ما یتعلق بھا من الطلاق و العدۃ و ما إلی ذلك من الأمور و الأحکام من باب المعاملات، اور معاملات میں کافر کی خبر بالاجماع مقبول ھے۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات۔ (الدر المختار، ص 651)

معاملات میں کافر کی خبر بالاجماع مقبول ھے، دیانات میں نہیں۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق و الصواب عند ربی و ھو سبحانہ وتعالی أعلم و علمہ أتم و أحکم.

(۱۶۰) السلام علیکم

مفتی صاحب غلام محمد کرناٹک بلہاری عرض کررہا ہوں، کہ نماز میں کسی حرف کو زبر کی جگہ زیر پڑھا تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: غلام محمد، ۱۱/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر زبر کی جگہ زیر پڑھنے سے معنی فاسد ھو جائیں تو اگرچہ نماز درست ھوگئی لیکن زیادہ احتیاطی بات یہ ھے کہ نماز دوبارہ پڑھی جائے اور معنی فاسد نہ ھوں تو بدرجہ اولی نماز درست ھے۔ ردالمحتار ج2 ص393 پر ھے:

اتفقوا على أن الخطأ فى الإعراب لايفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفرا لأن أكثر الناس لا يميزون وجوه الإعراب. متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ھے کہ اعرابی غلطی اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ھو مطلقاً مفسدِ نماز نہیں؛ کیونکہ اکثر لوگ وجوہِ اعراب میں امتیاز نہیں کرتے ھیں۔

إِذَا لَحَنَ فِى الْإِعْرَابِ لَحْنًا لَا يُغَيِّرُ الْمَعْنَى بِأَنْ قَرَأَ (لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ) بِرَفْعِ التَّاءِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ بِالْإِجْمَاعِ وَإِنْ غَيَّرَ الْمَعْنَى تَغْيِيرًا فَاحِشًا بِأَنْ قَرَأَ (وَعَصَى آدَمَ رَبُّهُ) بِنَصْبِ الْمِيمِ وَرَفْعِ الرَّبِّ وما أَشْبَهَ ذلك مِمَّا لو تَعَمَّدَ بِهِ يَكْفُرُ إذَا قَرَأَ خَطَأً فَسَدَتْ صَلَاتُهُ فى قَوْلِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَاخْتَلَفَ الْمُتَأَخِّرُونَ قال محمد بن مُقَاتِلٍ وأبو نَصْرٍ محمد بن سَلَّامٍ وأبو بَكْرِ بن سَعِيدٍ الْبَلْخِيّ وَالْفَقِيهُ أبو جَعْفَرٍ الْهِنْدُوَانِيُّ وأبو بَكْرٍ محمد بن الْفَضْلِ وَالشَّيْخُ الْإِمَامُ الزَّاهِدُ وَشَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيُّ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وما قَالَهُ الْمُتَقَدِّمُونَ أَحْوَطُ لِأَنَّهُ لو تَعَمَّدَ يَكُونُ كُفْرًا وما يَكُونُ كُفْرًا لَا يَكُونُ من الْقُرْآنِ وما قَالَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ أَوْسَعُ لِأَنَّ الناس لَا يُمَيِّزُونَ بين إعْرَابٍ وَإِعْرَابٍ كَذَا فى فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وهو الْأَشْبَهُ كَذَا فى الْمُحِيطِ وَبِهِ يُفْتَى كَذَا فى الْعَتَّابِيَّةِ وَهَكَذَا فى الظَّهِيرِيَّةِ (الفتاوى الهندية، ج1 ص90). والله تعالى أعلم بالصواب.

Mufti Sahab ki Bargah me Swal ....Assalamualaikum(۱۶۱)

....h

.......Msjd me CCTV Camera lga skte hn Ya nhi(1

Hmne buzoo kiya Buzoo krte time kisi tarah se hmare Hath ya (2
Ab hmko 4.....pr hmko pta nhi h....pair me se khoon nikalne lga
rkt me hi hmari nazar Us jagah padh pr 2.....rkt namaz padhni h
gyi jahan se pair me khoon nikal rha h toh kya Namaz hojayegi ya
Jwab inayt frmaye.....nhi

المستفتی: محمد ناظم رفیق، ۱۱/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

1: آج کل شہروں میں خصوصیت کے ساتھ ایسے حالات رونما ہو چکے ہیں کہ سی سی ٹی وی کیمرے لگانا ایک طرح کی جبری ضرورت بنتا جارہا ہے، اگر حالات کا تقاضا ہو اور مسلمانوں کی جان مال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ قانونی پھندے بازیوں سے بچنے کے لیے ایسا کرنا پڑے تو لگانے میں حرج نہیں، مگر جہاں تک ہو اس وبا سے خود کو بچا کر رکھا جائے۔

2: خون نکلنے سے وضو بھی چلا گیا اور نماز بھی۔ البتہ دوران نماز خون نکلنا شروع ہوا ہو تو نماز کی جس حالت سے خون نکلنا شروع ہوا نماز کو وہیں موقوف کر کے وضو کرنے جائیں اور وضو کے بعد اس جگہ سے نماز پڑھ لیں جہاں سے رہ گئی تھی، لیکن بہتر ہے کہ شروع سے پڑھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۱۶۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور مفتی صاحب قبلہ دام فضلکم

کسی نے اگر اس طرح قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو میں جب جب شادی کروں تب تب طلاق تو کیا اس طرح کی یہ قسم مانی جائے گی کسی جزیے کی روشنی میں مسئلے کا حل عطا فرمائیں۔

المستفتی: عبدالصمد صدیقی، ۱۴/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

صورتِ مذکورہ میں تعلیق درست ہے، لأن شرط صحته أن یکون الشرط معدوما علی خطر الوجود أي یکون مترددا بین أن یکون و أن لا یکون لا مستحیلا و لا متحققا لا محالة. کما في الدر المختار و حاشیته رد المحتار، ج 4، ص 591. اس کی نظیر فتاوی ھندیہ ج 1، ص 456 کے اس جزیہ کو قرار دیا جاسکتا ہے:

لو قال: کل امرأة أتزوجها إن دخلت الدار فهي طالق. قدم المؤخر فمن تزوج قبل الدخول لم تطلق و من تزوجها بعده طلقت و یجعل الدخول شرط الانعقاد و صار الشرط الأول شرط الحنث، و تقدیره إن دخلت الدار فکل امرأة أتزوجها فهي طالق.

هذا ما عندي و العلم بالحق عند ربي و هو سبحانه و تعالی أعلم بالصواب.

(۱۶۳) اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت کی بارگاہ میں باادب مسئلہ عرض ہے کہ

زید جو عالم دین بھی ہیں اور خانقاہی نظام سے وابستہ بھی جنکے یہاں شعیوں کا آنا جانا بھی خوب تر ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزھرہ رضی اللہ عنہا کی یوم پیدائش پر کچھ القابات لکھتے ہیں جن میں یہ دو القابات بھی ہیں*بعدِ نبی سب سے افضل خاتون وبعدِ نبی سب سے عظیم ہستی

جبکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی دیگر ازواج مطہرات اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی عظیم المرتبت ہستیاں ہیں انکے ہوتے ہوئے یہ القابات کہنا یا لکھنا از روئے شرع کیسا ہے؟

(حالانکہ سیدہ فاطمۃ الزھرہ رضی اللہُ تعالیٰ عنہا کا بھی ایک عظیم مقام ومرتبہ ہے جس سے کوئی انکار بھی نہیں کرسکتا۔) تو شریعت کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

المستفتی: عبدالصمد صدیقی، ۱۱/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الوھاب:

روافض کیا کہتے ھیں، ھمیں اس سے غرض نہیں۔

اھلِ سنت و جماعت کے درمیان یہ مسئلہ شروع سے ھی اختلافی رھا ھے کہ حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ میں سے باھم کون افضل و برتر ھے اور دنیا کی باقی تمام عورتوں کی طرف نسبت کرتے ھوئے کسی سے فضیلت و برتری کا شرف حاصل ھے۔

قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں ان نفوسِ قدسیہ اور پنجتنِ پاک کے جو فضائل ومناقب مذکور ھیں اھلِ علم نے اپنے اپنے انداز سے ان کی الگ الگ تشریحات وتوضیحات اور تاویلات وتوجیہات بیان کی ھیں، جن سے کسی ایک خاتون کی باقی تمام خواتین پر قطعی وحتمی فضیلت کا نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ محتاط علماء نے اس سلسلے میں تفصیل سے گریز کرتے ھوئے محض اجمالی فضیلت پر اکتفاء کیا ھے اور کہا ھے کہ مذکورہ پانچوں خواتین دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ھیں، ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ سب سے افضل ھیں، بناتِ کریمات میں سیدہ فاطمہ زھراء سب سے افضل ھیں اور حضرت مریم وحضرت آسیہ باقی تمام خواتین سے افضل ھیں۔ رضی اللہ تعالی عنھن۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مذکورہ خواتین میں سے کسی ایک کو دوسری خواتین پر ترجیح دیتا ھے تو اس پر کوئی الزام نہیں، اس طرح کے اختلافی معاملات میں ھر شخص اپنے دلائل وشواھد کی روشنی میں کوئی بھی نظریہ قائم کرنے اور کسی بھی قسم کا

موقف اختیار کرنے کے لیے پورے طور سے مجاز ہے۔* ذیل میں ہم قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کی کچھ نصوص پیش کر رہے ہیں جن سے ان پاکباز خواتین کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں رب کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰکِ وَ طَہَّرَکِ وَ اصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ آل عمران، آیۃ 42) اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ تعالی نے تمہیں چن لیا ہے اور ستھرا بنادیا ہے اور تمام جہانوں کی عورتوں پر تمہیں منتخب فرمالیا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے بظاہر حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت سمجھ میں آتی ہے، لیکن جمہور مفسرین نے "نساء العالمین" کی تفسیر میں ان کے اپنے عہد کی تمام عورتیں مراد لی ہیں، یعنی حضرت مریم ہر عہد اور ہر امت کی تمام عورتوں سے افضل نہیں بلکہ بنی اسرائیل اور اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

امام ابن جریر طبری ابن جریج سے روایت کرتے ہیں:

و اصطفاك على نساء العالمين. قال: ذلك للعالمين يومئذ. (جامع البيان 400/6) عالمین سے اسی وقت کے تمام جہان مراد ہیں۔

امام قرطبی لکھتے ہیں:

يعني عالمي زمانها. (الجامع لأحكام القرآن 82/4) یعنی انہیں کے زمانے کے تمام عالم مراد ہیں۔

لیکن اس مسئلہ میں امام قرطبی کا مختار مذہب یہ ہے کہ حضرت مریم قیامت تک کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ فرماتے ہیں:

وقيل على نساء العالمين أجمع إلى يوم الصور، وهو الصحيح على ما نبينه. (أيضا)

ابن کثیر نے لکھا ہے:

أي في زمانها. (تفسير ابن كثير 256/7) یعنی ان کے عہد کے تمام جہان۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

قيل على عالمي زمانها. (معالم التنزيل 36/2)

ایک قول یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے تمام جہان مراد ہیں۔

اسی طرح درمنثور، تفسیر أبو السعود، تفسیر کبیر، تفسیر نسفی، تفسیر خازن، وغیرہ میں ہے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا:*

كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ ، وَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.(صحیح البخاری، حدیث نمبر 3412. صحیح مسلم، حدیث نمبر 6425)

مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں صرف فرعون کی اہلیہ آسیہ اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی برتری باقی کھانوں پر۔

اس حدیث شریف سے حضرت آسیہ وحضرت مریم کا فضل وکمال ظاہر ہے، بلکہ بعض علماء نے تو اس حدیث شریف سے یہاں تک استدلال کیا ہے کہ حضرت آسیہ وحضرت مریم نبیہ تھیں، اگرچہ یہ استدلال فاسد و باطل اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرفوض ومردود ہے، تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ نبوت کے سوا عورتوں کے لیے جتنے کمالات ممکن ہیں وہ سب ان دونوں خواتین کو حاصل ہیں، اور حضرت عائشہ کے فضل وکمال کی شان یہ ہے کہ جس طرح ثرید کھانے کو اہلِ عرب کے تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح حضرت عائشہ کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس حدیث شریف کے اول وآخر حصے کو سامنے رکھ کر نہ تو حضرت مریم وحضرت آسیہ کی حضرت عائشہ پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضرت عائشہ کی حضرت مریم وحضرت آسیہ پر فضیلت سمجھ میں آتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک خاتون کو دوسری پر فضیلت دینے کا مسئلہ عقل ورائے سے نہیں جانا جاسکتا، بلکہ نصوص وشواہد سے جانا جائے گا چونہ یہاں ترجیح وتفضیل مذکور نہیں ہے لہذا دوسرے طرف کی رجوع کرنا ضروری ہے۔ (فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: والله أعلم بحقيقة الفضل في ذلك. (فتح الباري 9 / 487) کس کو کس پر فضیلت حاصل ہے اس کی حقیقت اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔

حضرت مریم وحضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خير نسائها مريم ابنة عمران و خير نسائها خديجة. (صحیح بخاري، حدیث نمبر 3432. صحیح مسلم، حدیث نمبر 6424)** دنیا کی تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں اور دنیا کی تمام عورتوں میں بہتر خدیجہ ہیں۔ اس حدیث شریف میں بھی دونوں کی مطلق فضیلت بیان فرمائی گئی ہے باہم کوئی ترجیح وتفضیل ارشاد نہیں فرمائی۔ لہذا اپنی جانب سے کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، اس کے لیے دوسرے دلائل کا سہارا لینا ناگزیر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ: مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ. (جامع ترمذی، حدیث نمبر 3878)

اگلی پوسٹ میں فقیر قادری شہزادی مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب کا اہم حصہ بتوفیق الہی عرض کرے گا اور باب تفضیل وترجیح سے متعلق چند ضروری گذارشات بھی پیش خدمت کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ اس باب میں پائی جانے والی کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ ھو سکے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

ابوالحسان محمد اشتیاق القادری۔ خادم الإفتاء و القضاء جامعہ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دھلی.

(۱۶۴) حضرت، کیا نمک فری میں لینا منع ہے اگر کوئی فری میں نمک لے تو کیا حکم ہے؟ جبکہ دینے والا منع نہ کرے۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر نمک مفت میں لینے سے مراد بطور بھیک لینا ھے اور لینے والا شرعاً سوال کے لیے ماذون نہیں تو پھر ایک نمک کی ھی کیا تخصیص، اس طور پر کسی کی کوئی بھی چیز لینا درست نہیں۔ اور اگر مفت میں لینے کا مطلب مالک کی اجازت کے بغیر لینا ھے تو اگر ظن غالب یہ ھے کہ مالک منع نہ کرے گا تو لینا جائز ھے ورنہ نہیں۔ یہ حکم استعمال میں آنے والی ھر چیز کا ھے، خاص نمک کے بارے میں الگ سے کوئی اور حکم نہیں ھے۔ (عامہ کتب)۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۶۴) As salaamu alaikum

Hazrat ki bargah me sawal arz hai ke koi banda saudia Arabia se * India ke liye safar kare aur wo asr ke waqt india pahuche to uske liye zohar ki namaz ka kya hukm hai

Aur plane me namaz ada karna chahe to uska tareeqa kya hoga *

Jazak Allahu khairaan

SAUDI ARABIA,RIYADH*MOHAMMED AMAIR RAZVI

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:
اس شخص پر فرض ہے کہ ظہر کی نماز ھوائی جہاز میں ہی قصر پڑھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۶۵)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
زنا کو ثابت کرنے کے لئے کتنے گواھوں کا ہونا ضروری ہے، اگر کوئی کسی پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

سائل: محمد عاقب بریلی شریف،

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
ثبوت زنا کے لئے چار عادل گواھوں کا ھونا ضروری ہے۔ اور زنا کا جھوٹا الزام لگانے والا 80 درے مارے جانے کا مستحق ہے (فتاوی فیض الرسول جلد ۱/صفحہ 272)
قرآن پاک پارہ اٹھارہ، سورہ نور میں ہے "والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو ا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃً ابدا "
ترجمہ: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶۶)

Asslamoaliykum

MUFTI SAHAB QIBLA meri rahnami kare plz Quran e paak ya sahi ahdeesh me kahi bhi agar kisi se gayab me ya duniya se tashreef le jane ke baad madat maagne ka saboot ho to ata farmade Zajakallah

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*
مدد کرنا، فریاد کو پہنچنا، مشکل کشائی کرنا، حاجتیں پوری کرنا، مصیبتیں ٹالنا، روزی دینا، اولاد عطا کرنا اور دین و دنیا کی تمام بھلائیاں دینا اور دنیا و آخرت کی ہر پریشانی دور کرنا صرف اور صرف اللہ تعالی کا فعل، اس کی شان، اس کی

صفت اور اس کی قدرت ہے، پوری مخلوق میں مردہ یا زندہ، بشر یا فرشتہ، انسان یا جن، مرد یا زن، غائب یا حاضر، باطن یا ظاہر، مظلوم یا ظالم، محکوم یا حاکم، کمزور یا طاقتور، غلام یا سرور، جمادات یا نباتات، حیوانات یا طبعیات، عرشی یا فرشی، ارضی یا سماوی اور چھوٹا یا بڑا آسمان وزمین کی ادنی سے ادنی اور معمولی سے معمولی چیز کے اپنی ذات کے اعتبار سے مالک ہیں نہ مختار، قادر ہیں نہ سرکار اور قابض ہیں نہ حصہ دار، لہذا وہ بالذات کسی کے دادرس ہو سکتے ہیں نہ فریاد رس، مشکل کشا ہو سکتے ہیں نہ حاجت روا، معاون ہو سکتے ہیں نہ مددگار، نافع ہو سکتے ہیں نہ ضار۔ اسی لیے ہمارے رب قدیر وقادر نے ہمیں یہ تعلیم دی: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾.

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ عقیدہ بالکل واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ استعانت واستمداد اور حاجت روائی ومشکل کشائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنا یقیناً ارشادِ الٰہی کے خلاف اور اس آیتِ مبارکہ میں جو حصر ہے اس کے منافی ہے۔ لیکن یاد رکھا جائے یہاں جو حصر ہے وہ استعانتِ حقیقی اور استمداد بالذات کا ہے یعنی بالذات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرنا شرک وکفر ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اس کی شان ومشیت یہ ہے کہ اس نے " إياك نعبد "کی بھی تعلیم دی اور عبادت کی ہر قسم کو اپنے ساتھ خاص رکھا، عبادت میں حقیقت ومجاز کی کوئی تقسیم نہیں فرمائی، لیکن استعانت کا معاملہ ایسا نہ رکھا، بلکہ اس کی دو قسمیں فرما دیں: استعانت حقیقیہ اور استعانت مجازیہ۔ استعانت حقیقیہ کو اپنے ساتھ خاص فرمایا اور بندوں کو حکم ہوا کہ وہ " إياك نستعين " کے ذریعہ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ حقیقت میں مدد کرنا صرف اللہ تعالی کی شان ہے، لیکن چونکہ اس کائنات کا نظام باہمی تعاون وتناصر کے بغیر نہیں چل سکتا، انسان کی بے شمار ضروریات و حاجات ایسی ہیں جن کے لیے وہ کائنات میں ایک دوسرے سے حاجت روائی ومشکل کشائی کے لیے فریاد کرتا ہے، کیا اس بات پر اسے مشرک وکافر کہا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

دراصل یہی وہ مقام ہے جہاں سے اہلِ سنت وجماعت اور اہلِ بدعت وضلالت کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اہلِ سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر قسم کی مدد کرنا بالذات اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے مگر اس نے اپنے فضل و کرم اور لطف وعطا سے مدد وحاجت روائی کے لیے کائنات میں مختلف درجات وحیثیات کے افراد واشخاص کو مدد و نصرت کا مظہر بنا دیا ہے۔

اسی بات کو امام اہل سنت، مجدد اعظم دین وملت، سیدی اعلی حضرت احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

آیہ کریمہ " و إياك نستعين "میں استعانت وفریاد رسی ویاوری حقیقی کا حضرت عزّ وجلّ میں حصر ہے نہ کہ

مطلق کا، اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود ھستی کی خاص بجناب احدیت عزوجل ھے۔ استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل وغنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ھے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔(فتاوی رضویہ ، جلد 21، صفحہ 303)

(جواب ابھی جاری ھے)

(۱۶۷) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضور غوث اعظم کے شانہ مبارک پر قدم مبارک رکھکر براق پر سوار ہوئے کیا حدیث میں اس کا ذکر ہے علاوہ ازیں امام غزالی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ شب معراج ہوا اس کا ذکر بھی حدیث میں ہے یا نہیں

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:

شب معراج امام الانبیاء، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے شانہ پر قدم رکھ کر براق پر سوار ھونا کسی حدیث میں مذکور نہیں۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ اس قسم کے سوال کا جواب دیتے ھوئے رقمطراز ھیں:*

رہا شب معراج میں روح پرفتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کا حاضر ہوکر پائے اقدس حضور پرنور سید عالم ﷺ کے نیچے گردن رکھنا، اور وقت رکوب براق یا صعود عرش زینہ بننا، شرعاً وعقلاً اس میں کوئی بھی استحالہ نہیں۔ سدرۃ المنتہی اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت وواقع، جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر۔ بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ: "اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔" نہ اس قصہ میں معاذ اللہ بوئے تفضیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے نکلتی ہے، نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہن سلیم اس طرف جاسکتا ھے۔ (فتاوی رضویہ 420/28)

اسی واقعہ کے تعلق سے آپ دوسری جگہ جواب دیتے ھوئے لکھتے ھیں:

کتب احادیث وسیر میں اس روایت کا نشان نہیں۔ رسالہ غلام امام شہید محض نامعتبر، بلکہ صریح اباطیل وموضوعات پر مشتمل ہے۔ منازل اثناعشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہ گزری نہ کہیں اس کا تذکرہ دیکھا۔ تحفہ قادریہ

شریف اعلی درجہ کی مستند کتاب ہے اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا، جو نسخہ میرے پاس ہے یا اور جو میری نظر سے گزرا ان میں یہ روایات اصلاً نہیں۔

بایں ہمہ اس زمانہ کے مفتیان جہول، مخطیان غفول نے جو اس کا بطلان یوں ثابت کرنا چاہا کہ سدرۃ المنتہی سے بالا عروج کیا اور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس وانور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی تفضیل نکلتی ہے، یہ محض تعصب وجہالت ہے جس کا رد فقیر نے ایک مفصل فتوی میں سترہ سال ہوئے کیا، جبکہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کٹھور ضلع سورت سے ایک سوال ایا تھا۔ فاضل عبدالقادر قادری ابن شیخ محی الدین اربلی نے کتاب "تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" رضی اللہ تعالی عنہ میں یہ روایت لکھی ہے، اور اسے جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمہ اللہ کی کتاب حرز العاشقین سے نقل کیا ہے۔ اور ایسے امور میں اتنی ہی سند بس ہے۔ اس کا بیان فقیر کے دوسرے فتوے میں ہے جس کا سوال ۱۷ ربیع الاخر شریف ۱۳۱۰ھ کو اوجین سے آیا تھا۔ (ایضاً ص 430،429،428)

سیدنا موسی علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام اور امام غزالی علیہ الرحمہ کا مکالمہ آج تک کسی بھی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا، ھاں کچھ سیرت نگاروں اور صوفیاء کرام نے ضرور بیان کیا ھے۔ مثلاً امام راغب اصفہانی نے محاضرات میں، علامہ فرھاروی نے نبراس میں اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے شمائم امدادیہ میں ذکر کیا ھے:

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں کہ منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"، جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ "وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ" وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا "مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى"، تو آپ نے کیوں اتنا طول دیا کہ "هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى"۔ الآیۃ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ادب یا غزالی" ادب کروائے غزالی (امداد المشتاق، ص92)*

* صاحب نبراس شارح عقائد نسفیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نبراس شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں کہ امام قطب زماں ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے ہیں اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے یہ ارشاد فرما رہے

ہیں کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کیا کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں انہیں کوڑے مارے۔ وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔ (نبراس ص ۳۸۸)

اسی واقعہ کو امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے محاضرات میں سیدنا امام شاذلی صاحب ''حزب البحر'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھایا گیا اور فوج در فوج مخلوق کا اژدھام ہونا شروع ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟ معلوم ہوا کہ تمام رسل وانبیاء علیہم السلام حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ تنہا رونق افروز ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ و عیسیٰ ونوح علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا، حضور! آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح ہیں تو ان میں سے کوئی ایک عالم دکھائیں۔ حضور ﷺ نے امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دس جواب دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے۔ ایک سوال کا ایک جواب دینا تھا آپ نے دس جواب کیوں دیئے؟ امام غزالی نے عرض کیا۔ حضور (معاف فرمائیں) اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی ایک ہی سوال کیا تھا ''وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰیؑ!'' (اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) آپ نے اس کے کئی جواب دیئے کہ یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ میرے اور کام بھی اس سے سر انجام ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ یہ میرا عصا ہے۔ امام شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ منظر دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ تنہا تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام رسل وانبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، نوح نجی اللہ علیہ السلام، عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسے اولوا العزم انبیاء علیہم السلام سب حضور ﷺ کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں کتنی بڑی عظمت اور جلالت محمدی کا مظاہرہ ہے میں سوچ بچار میں لگا ہوا تھا اور اپنے دل میں (بحالت خواب) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدر ومنزلت پر متعجب تھا کہ ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری جس کی ضرب سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے اسے جو دیکھا تو وہ مسجد اقصیٰ کا منتظم تھا اور اس وقت مسجد اقصیٰ کی قندیلیں روشن کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا، کیا تعجب کرتا ہے؟ یہ سب حضور ﷺ

ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے اس منتظم مسجد اقصیٰ کو تلاش کیا مگر آج تک اسے نہ پایا۔ (روح البیان ج5 ص75)

یہ مکالمہ اور بھی کئی کتابوں میں الفاظ کے معمولی اختلاف اور ردوبدل کے ساتھ مذکور ہے، لیکن یاد رکھیں کہ یہ مکالمہ محض ایک خواب پر مبنی ہے، کتاب وسنت اور اسلامی تاریخ وتعلیم سے اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ یہ خواب سچا ہے یا جھوٹا، اس کی اصل ذمہ داری خواب دیکھنے والے پر موقوف ہے۔ ہاں ہم اس مکالمہ پر باقی نقد ونظر سے صرف نظر کرتے ہوئے اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس واقعہ میں جس روایت کا ذکر ہے یعنی "علماء اُمتی انبیاء بنی إسرائیل" اس کے بارے میں محدثین کرام نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں سے چند ارشادات آپ بھی سن لیجیے اور ان کی روشنی میں اس مکالمہ کی صداقت کو جانچیے اور سمجھیے۔

علامہ عبدالرؤوف مناوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

سئل الحافظ العراقی عما اشتهر علی الألسنة من حدیث علماء أمتی کأنبیاء بنی إسرائیل فقال لا أصل له و لا إسناد بهذا اللفظ. (فیض القدیر ج 4 ص 504)*

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

هذا الحدیث لا یعرف له مخرج. (فتاوی حدیثیه، ص 649)*

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

لا یعرف له أصل. (التذکرة فی الأحادیث المشتهرة، ص 166)*

اس حدیث کی کوئی اصل معلوم نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

لا أصل له. (الدرر المنتثرة ص 14)*

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

علامہ شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

قال شیخنا و من قبله الدمیری و الزرکشی إنه لا أصل له. زاد بعضهم و لا یعرف فی کتاب معتبر. (المقاصد الحسنة ص 459)*

ہمارے شیخ امام ابن حجر عسقلانی اور ان سے پہلے امام دمیری اور علامہ زرکشی فرماچکے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ بعض حضرات نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ یہ حدیث کسی معتبر کتاب میں بھی نہیں جانی جاتی۔

علامہ عجلونی نے بھی لکھا ہے:*

لا أصل له. (کشف الخفاء و مزیل الالباس, ج 2 ص 64)*
اسکی کوئی اصل نہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے بھی لکھا:*

لا أصل له. (تذکرۃ الموضوعات ص 20)*
اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح اور بھی بے شمار محدثین واھلِ علم نے اس روایت کو بے اصل و بے بنیاد قرار دیا ہے۔ اب ظاھر ہے کہ جوخواب اس بے اصل روایت پر مبنی ھو وہ کس درجہ اصل وحقیقت پر مبنی ھوسکتا ہے اس کا اندازہ خود فرمائیے۔

یہاں یہ بات بیان کردینا بھی مناسب ہے کہ اس مکالمہ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی تفریح الخاطر کے حوالہ سے فتاوی رضویہ جلد 28 ص 410 پر نقل فرمایا ہے لیکن اس کی صحت وصداقت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے اور نہ ھی اس مکالمہ میں مذکور روایت کے بارے میں کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں کیا حکمت ومصلحت ہے مجھ بے علم و فقیر کو نہیں معلوم۔

فقیر قادری اس مکالمہ کے باقی مشمولات پر مزید کچھ لکھنا نہیں چاھتا، یہاں جو کچھ عرض کردیا گیا اس کو کافی سمجھنا چاہیے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۶۸) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک عالم جو کہتے ہیں کہ

کتنے مہکے ہوئے ہیں مدینے کے پھول کربلا تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

پڑھنا ناجائز ہے اور اسے پڑھنا خارجیت ہے، بطور دلیل یوں کہتے۔ ہیں۔ جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئی اس جگہ قوم ثمود وصالح پر عذاب آیا وہاں سکونت اختیار کرنا غلط ہے جہاں امام حسین کو شھید کیا گیا وہ کرب وبلا کی زمین کیسے مقدس ہوسکتی ہے ہمیں تو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اس بات کو لیکر کافی انتشار وخلفشار بھی پایا جارہا ہے تفصیلا اس پر روشنی ڈالیں، کہ عالم صاحب کا قول غلط ہے یا صحیح اگر غلط ہے تو ان پر کیا حکم ہے حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہو

سائل: غلام نبی اشرفی امام جامع مسجد پٹودا راجستھان،

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته.

بسم اللہ الرحمن الرحیم.الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوهاب :

سرزمینِ کربلا مسلمانانِ اہلِ سنت کے نزدیک اس لیے قابلِ قدر ولائقِ احترام ھے کہ وھاں شہزادہ گلگوں قبا، بوسہ گاہِ حبیبِ کبریا، سبطِ مصطفٰی، نورِ نگاہِ مرتضٰی، جگر گوشہ زھراء، سیدِ شہدائے کربلا، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا جسدِ اطہر وانور آسودہ خاک ھے، اسی لیے دنیا بھر کے مسلمان اس سرزمین کی سلامتی کی دعائیں مانگتے اور اس کا احترام کرتے ھیں۔ زمینِ کربلا جائے عذاب ومحلِ عتاب نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے اس زمین کا ذرہ ذرہ اس بات کا گواہ ھے کہ یہاں حق وباطل، سچ وجھوٹ، نیکی وبدی، مظلومیت وظالمیت اور خیر وشر کے درمیان ایک انوکھا اور مثالی معرکہ سرگرم ھوا، جس کے دوررس اثرات اسلامی تاریخ میں ھمیشہ محسوس کیے جاتے رھیں گے اور اس سانحہ کی یادیں کمزوروں اور مظلوموں کو ھر دم ایمانی حرارت بخشتی رھیں گی۔ روافض وخوارج کا اس سرزمین کے ساتھ کیا علاقہ ھے ھمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ھم تو اس ارض مقدس سے والہانہ وابستگی اپنے امام کی نسبت سے رکھتے ھیں۔

یہاں یہ عرض کردینا مناسب معلوم ھوتا ھے کہ کسی جگہ حق وباطل کا معرکہ سرگرم ھونے اور وھاں اھلِ حق کی شہادت واقع ھونے سے وہ جگہ مبغوض ومذموم اور قابلِ نفرت وکراھت نہیں ھوجاتی، یاد کیجیے سرزمینِ احد شریف کو، احد شریف کے فضائل خود نبی کریم صلي اللہ تعالي عليہ وسلم نے اپنی زبان پاک سے بیان فرمائے، اور اس سلسلہ میں محدثین کرام نے احادیث صحیحہ روایت فرمائیں، لیکن اسی سرزمین معرکہ احد واقع ھوا جس میں درجنوں صحابہ کرام خصوصاً سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالی عنہم شہید ھوئے، کیا اس شہادت ومسلمانوں کی ظاھری پسپائی کے سبب وہ زمین جائے عتاب وعقاب بن گئی؟ اس کے فضائل ختم ھوگئے؟ کیا اب وہ جگہ قابلِ نفرت ھوگئی؟ نہیں ھرگز نہیں، وہ سرزمین جس طرح کل قابلِ قدر واحترام تھی آج بھی لائق عزت واکرام ھے۔ لہذا اس میں شرعاً وعرفاً کوئی حرج نہیں ھے کہ مسلمان اجتماعی یا انفرادی طور پر اس پر سلام بھیجیں یعنی اس کی سلامتی کی دعا کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۶۸) سوال لکھنا باقی ہے۔۔۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم.الجواب بعون اللہ الوهاب :

کفار ومشرکین کے لیے مغفرت وبخشش کی دعا ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ. (سورة التوبة، آية 113)

نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان

کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

بلکہ امام قرافی مالکی اور ابن علان شافعی نے کفار ومشرکین کے لیے دعائے مغفرت کو کفر قرار دیا ھے۔علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نقل فرماتے ھیں:

لقد بالغ القرافی المالکی کما نقله فی شرح منیة المصلی بأن قال إن الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالی فیما أخبر به.(البحر الرائق 318/3)

ھاں کفار ومشرکین کے لیے دعائے ھدایت کی جاسکتی ھے۔نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر کفار کے لیے ھدایت کی دعا فرمائی ھے۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ساتھی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ بے شک قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کیا ھے، لہذا ان کے لیے بددعا فرما دیجیے، تو کہا گیا دوس ھلاک ھو جائیں۔نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

اللهم اهد دوسا و ائت بهم.(صحیح بخاري، حدیث نمبر 2937۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 6611)

اے اللہ دوس کو ھدایت دے اور ان سب کو لے آ۔

سرکار دوعالم، رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کافر ماں کے لیے اس طرح دعاء ھدایت فرمائی:

اللهم اهد أم أبی هریرة.(صحیح مسلم ،حدیث نمبر 6551)

اے اللہ ابوھریرہ کی ماں کو ھدایت عطا فرما۔

ھاں رھی بات امور دنیا میں کفار ومشرکین کے لیے دعا کرنے کی مثلاً بیماری سے صحت، رزق میں برکت، مال واولاد کی سلامتی اور مصائب ومشکلات سے حفاظت کی دعا کرنا تو اس بارے میں علماء وفقہاء کے دو مذھب ھیں، بعض حضرات فرماتے ھیں کہ اگر وہ کافر مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ ھو تو اس کی تالیف قلب اور اسلام کی جانب رغبت دلانے کے لیے دعا کرنے میں حرج نہیں۔اس کی ایک دلیل یہ ھے کہ حضرت عقبہ بن عامر جھنی رضی اللہ تعالی عنہ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو شکل وصورت میں مسلمان لگتا تھا، اس نے آپ وسلام کیا، آپ نے جواب میں فرمایا:

وعلیك السلام رحمة الله وبرکاته

تجھ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ھوں۔تو آپ سے ایک لڑکے نے کہا وہ تو نصرانی ھے، تو حضرت عقبہ بن عمر اٹھ کر اس کے پیچھے گئے یہاں تک کہ اس کو پالیا اور جا کر فرمایا: إن رحمة الله وبرکاته علی المؤمنین

لکن أطال الله حیاتك و أكثر مالك و ولدك. (الأدب المفرد، حدیث نمبر 1112)

یعنی اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں مسلمانوں ایمان والوں پر ہیں، لیکن اللہ تعالی تیری عمر دراز کرے اور تیرے مال و اولاد کو زیادہ فرمائے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ کافر کے لیے دنیوی امور کی دعا کی جاسکتی ہے۔

علماء و فقہاء کرام کے دوسرے طبقہ کا کہنا ہے کہ کفار و مشرکین کے لیے جان، مال، اولاد، تجارت وغیرہ دنیوی امور میں کثرت و برکت اور سلامتی و حفاظت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں ایک طرح سے ان کے کفر و شرک میں مبتلا رہنے کی دعا ہے۔

امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لا یجوز لأن فیه التمادی علی الكفر. (تبیین الحقائق 30/6)

کفار کی درازگی عمر کی دعا ایک قول پر ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ ان کے کفر میں مبتلا رہنے کو مستلزم ہے۔

فقیر قادری بھی اسی موقف کو پسند کرتا ہے کہ کفار و مشرکین کے لیے دعائے ہدایت کے سوا اور کوئی دعا جائز نہیں۔ والله تعالی أعلم بالصواب.*

(۱۶۹) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسلہ میں

کہ زید نے ایک مکان خریدا اور بیعانہ بطور کچھ رقم دیدی باقی رقم کا وقت متعین کردیا وقت متعینہ پر زید رقم نہیں دے پایا کیا ایسی صورت میں زید کا بیعانہ ضبط کرنا درست ہوگا جواب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

العارض: شکیل فرید پوری بہیڑی، ۲۹/ مارچ، ۲۰۱۸۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم، الجواب بعون الله الوهاب:

نہیں، زید کا بیعانہ ضبط کرنا ہرگز جائز نہیں۔ زید پر لازم ہے کہ بیعانہ کی ضبط کردہ رقم اس کے مالک کو واپس کرے۔ اگر زید واپس نہیں کرتا ہے تو وہ گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور عذاب جہنم کا حق دار ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا.

اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ ہو کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.

کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری. خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدینة العلم، کبیر نگر دهلی.

(۱۷۰) حضرت اقدس مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سلام مسنون کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں:

بر سر منبر دوران تقریر عدم توجہی یا کم علمی کی وجہ سے اگر کوئی کفریہ جملہ نکل جائے تو بغرض اصلاح مقررین وخطباء کو لقمہ دینا یا توجہ مبذول کرانا کیسا؟ اگر لقمہ دینا درست ہے تو شخصیت کا لحاظ کرتے ہوئے لقمہ نہ دینا کیسا؟ اور اپنی توہین سمجھ کر کسی مخطی کا یہ کہنا کہ یہ ہماری توہین ہے تم نے غلط کیا کیسا؟

المستفتی: غلام غوث الوریٰ قادری، رچھا بریلی شریف، ۲۹/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحیم، الجواب بعون الله العلیم الملیك المقتدر الوهاب:

مقرر وخطیب ہو یا ادیب ونقیب، اگر دورانِ بیان وخطاب ان سے کوئی کفری کلمہ یا جملہ صادر ہوجائے یا خلافِ شرع کوئی بات صادر ہوجائے تو ہر ذی علم پر لازم ہے کہ وہ اپنی قدرت بھر اس کی اصلاح کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کسی طرح کی مداہنت سے کام نہ لے، خواہ کسی کو اچھا لگے یا برا لگے، عزت حکمِ شرع پر سرِ تسلیم خم کرنے کا نام ہے، حکم شریعت کو اپنی توہین وتذلیل سمجھنا شیطانی روش ہے۔* حضرت ابو سعید خدری رضی الله تعالی عنه کہتے ہیں کہ سید عالم، سرور کائنات، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

:أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. (صحيح مسلم، حديث نمبر 186. سنن ابن ماجه، حديث نمبر 4013)

* تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھ کر ہاتھ سے روک سکتا ہو تو ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور یہ بھی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

* حضرت عبد اللہ بن عمر رضی الله تعالی عنهما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

*ألا كلكم راع و كلكم مسؤول عن رعيته، فالإمام الذى على الناس راع وهو مسؤول عن رعيته، والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عن رعيته، والمرأة راعية على أهل بيت زوجها وولده وهي مسؤولة عنهم، و عبد الرجل راع على مال سيده وهو مسؤول عنه، ألا فكلكم راع

وکلکم مسؤول عن رعیته.(صحیح بخاری ،حدیث نمبر 7138. صحیح مسلم، حدیث نمبر 4828)*

خبردار! تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، تو لوگوں کے امام وحاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے اہلِ خانہ کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا، اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔

مگر یاد رکھیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اگرچہ بنص قطعی فرض ہے، مگر یہ ہر شخص پر ہر حالت میں فرض نہیں، بلکہ اس کے مختلف مدارج ومراتب ہیں۔ جیسا کہ فتاوی ھندیہ، کتاب الکراھیۃ، جلد 5 صفحہ 352 میں ہے:

*ان الأمر بالمعروف علی وجوہ : إن کان یعلم بأکبر رأیه لو أمر بالمعروف یقبلون ذلك منه ویمتنعون عن المنکر فالأمر واجب علیه ولا یسعه ترکه ،ولو علم بأکبر رأیه أنه لو أمرهم بذلك قذفوه وشتموه فترکه أفضل وکذلك لو علم أنهم یضربونه ولا یصبر علی ذلك ویقع بینهم عداوة ویهیج منه القتال فترکه أفضل، ولو علم أنهم لو ضربوه وصبر علی ذلك ولا یشکو إلی أحد فلا بأس بأن ینهی عن ذلك وهو مجاهد ولو علم أنهم لا یقبلون منه ولا یخاف منه ضربا ولا شتما فهو بالخیار والأمر أفضل. امر بالعروف کی متعدد قسمیں ہیں، اگر کوئی اپنے غالب گمان کی بنا پر سمجھتا ہے کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو لوگ اس کی بات تسلیم کریں گے اور گناہ سے باز آجائیں گے تو ایسی صورت میں اس پر امر بالمعروف واجب ہوتا ہے یعنی اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے امر بالمعروف کا الٹا اثر ہوگا لوگ الزام تراشی اور گالی گلوچ سے کام لیں گے تو اس صورت میں امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر جانتا ہے کہ امر بالمعروف کرنے کی صورت میں لوگ زدوکوب کریں گے اور یہ اسے برداشت نہیں کرسکے گا اور باہمی عداوت وخانہ جنگی کی صورت پیدا ہوجائے گی تو ایسی صورت حال میں بھی امر بالمعروف کا ترک کردینا افضل ہے۔ اور اگر اسے معلوم ہے کہ لوگ مشتعل ہوکر اسے اذیت پہنچائیں گے مگر وہ صبر کرلے گا اور سختی برداشت کرلے گا اور کسی سے شکوہ شکایت نہیں کرے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی صورت حال میں اس کا عمل ایک مجاہد کا سا عمل متصور ہوگا، اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات تو نہیں مانیں گے البتہ کسی سخت ردعمل کا اظہار بھی نہیں ہوگا (یعنی نہ ماننے کے باوجود مار پٹائی اور

گالی گلوچ سے کام نہیں لیں گے) تو اس صورت میں اسے اختیار ہے کہ امر بالمعروف سے کام لے یا نہ لے البتہ یہاں امر بالمعروف افضل ھے۔اب مقررین وخطباء سے صادر ھونے والی اغلاط کی نوعیت اور ماحول کی نزاکت کو مدنظر نظر رکھتے ھوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا چاہیے، اسی میں عافیت اور بھلائی ھے ورنہ اصلاح کا جو مقصود تھا وہ فوت ھوجائے گا اور ایک نیا فتنہ پیدا ھوسکتا ھے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۷۱) بخدمت اقدس حضور مفتی صاحب قبلہ۔۔۔سلام مسنون

مسئلہ۔ایک قبرستان ہے اسکے بغل میں ایک غیر مسلم کی زمین ہے جسمیں وہ مکان تعمیر کر رہا ہے اور اسکے نکلنے کیلئے راستہ نہیں اسلئے وہ چاہتا ہے کہ قبرستان میں راستہ نکال کر آجا سکے لیکن مسلمانوں نے اس کا اختلاف کیا تو مسلم مکھیا اور مسلم ضلع پریسد نے کہا کہ قبرستان میں ابھر برتج بنا کر راستہ نکال لو حالانکہ ابھر برتج (یعنی پل بنانے میں بھی ستون کسی مرحوم کی قبر ہی میں ہی پڑتا ہے تو کیا اس صورت میں جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں

اور ایسا کہنے والوں پر شریعت کا کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: شمس الدین مصباحی، کریڈیہ، ۲۲/ مارچ، ۲۰۱۸ء۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

* وہ مسلم مکھیا اور مسلم ضلع پریشد جو قبرستان کے اوپر سے پل یا اوور برتج بنانے کی بات کرتے ھیں سخت غلطی پر ھیں، مسلمانوں پر لازم ھے کہ ایسے نیتاؤں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں اور قبرستان کے اوپر ھرگز ھرگز کوئی پل وغیرہ تعمیر نہ ھونے دیں، جو مسلمان طاقت وقدرت کے باوجود اس کا رد نہیں کرے گا وہ بھی شریکِ جرم وگناہ ھوگا۔

مسلمانوں کی قبروں کی حرمت اور ان کی حفاظت سے متعلق مندرجہ ذیل چند احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے اور ان لوگوں کی ظالمانہ روش کو سمجھیے جو مسلمانوں کے قبرستان کی بے حرمتی و پائمالی کے درپے ھیں:

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ، أَوْ سَيْفٍ، أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ، وَمَا أُبَالِي أَوَسْطَ الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي، أَوْ وَسْطَ السُّوقِ. (سنن ابن ماجه، حديث نمبر 1567)

*یعنی مجھے آگ کے انگارے یا تلوار پر چلنا، یا اپنے جوتے کو پیر کے ساتھ سی لینا کسی مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ

پسند ھے، اور قبروں کے درمیان یا بازار کے بیچ قضائے حاجت کرنا ایک جیسا ھے۔ یعنی جس طرح بازار کے درمیان قضاء حاجت ناجائز ھے اسی طرح قبروں کے درمیان بھی ناجائز ھے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لأن يجلس أحدكم على جمرة تحرقه خير له من أن يجلس على قبر. (سنن ابن ماجه، حديث نمبر 1566)

*تمہارا جلا دینے والے انگارے پر بیٹھنا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں:

أذى المؤمن في موته كأذاه في حياته. (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر 12115)

*مومن کو موت کے بعد تکلیف دینا ایسا ھی ھے جیسے اسے زندگی میں تکلیف دینا۔

فتاوی ھندیہ، جلد 1، صفحہ 166 میں ھے:

يكره أن يبنى على القبر أو يقعد أو ينام عليه أو يوطأ عليه أو يقضى حاجة الإنسان من بول أو غائط أو يعلم بعلامة من كتابة و نحوه.

*قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا یا کتابت وغیرہ سے قبر پر کوئی علامت بنانا مکروہ ھے۔

* بہر حال مسلمانوں کی قبروں پر پل بنانا ھرگز جائز نہیں، اس میں قبور مسلمین کی سخت بے حرمتی و بے عزتی ھے۔ ھاں اگر اس قبرستان کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ھے تو اس طور پر وھاں فلائی اوور بنا سکتے ھیں کہ اس پل کے پائے قبروں کے اوپر نہ ھوں۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 620 میں ھے:

في السراج فإن لم يكن له طريق إلا على القبر جاز له المشي عليه للضرورة. والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۷۲) عزت مآب مفتی صاحب قبلہ اسلام علیکم اللہ عزوجل کریں آپ بخیر ہوں حضور ماہ رجب المرجب میں ایک خاص نماز جسکو صلوٰۃ الغراب کہا جاتا ہے اس کا شرعی حیثیت کیا ہے سرکار اعلی حضرت نے صدر الشریعہ نے بھی اس نماز کا ذکر کیا ہے رجب المرجب کی کون سی شب میں یہ نماز ادا کی جاتی ہے نیت اور طریقہ نماز ارشاد فرمائے جبکہ وہابی اہلحدیث اس نماز کو بدعت اور حرام کہتے ہیں اس نماز کے بارمیں حضور ارشاد فرمائیں جزاک اللہ خیرا

طالب دعا، المستفتی: ڈاکٹر انتخاب عارف صدیقی قادری امروہہ انڈیا یوپی،

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب :

وھابی اور دیوبندی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گستاخ ھیں، ان کی کتابوں میں جا بجا کفریات اور گستاخانہ عبارات بھری پڑی ھیں، ایسے گستاخوں کے کسی عمل کو ناجائز و حرام اور بدعت و گناہ کہہ دینے سے وہ عمل ناجائز و گناہ نہیں ھوجاتا، اگر ان آوارگان فکر ونظر کی باتیں کسی عمل ورواج کے ناجائز و بدعت ھونے کے بارے میں معتبر ھوں تو پھر دنیا کے مسلمانوں کی غالب اکثریت دین سے بیگانہ اور بدعات کی مرتکب قرار پائے گی، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ھیں :

*سألت الله عزوجل أن لا یجمع أمتي علی ضلالة فأعطانیها. (مسند أحمد، حدیث 27267)

میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو گمراھی پر جمع نہ فرمانا تو اللہ تعالیٰ نے میری اس عرض کو قبول فرمالیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله لا یجمع أمتي أو قال أمة محمد صلی الله تعالی علیه وسلم علی ضلالة، و ید الله مع الجماعة و من شذ شذ في النار. (جامع ترمذی، حدیث نمبر 2167۔)

بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراھی پر جمع نہیں فرمائے گا، اللہ کا دست قدرت جماعت کے ساتھ ھے اور جو جماعت سے جدا ھوگا وہ جہنم میں تنہا رھے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ھوئے سنا:

إن أمتي لا تجتمع علی ضلالة، فإذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الأعظم. (سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 3850)

بے شک میری امت گمراھی پر اکٹھی نہیں ھوگی، تو جب تمہیں اختلاف نظر آئے تو بڑی جماعت کو لازم پکڑلو۔

ان احادیث کا حاصل یہ ھے کہ وھابی اور نام نہاد اھل حدیث کے کہنے سے کوئی قول وعمل اور کوئی رسم و رواج ناجائز و گناہ اور بدعت وحرام نہیں ھوسکتا، جو چیز کتاب وسنت کے ارشادات اور شریعت کے اصول وقوانین کی روشنی میں ناجائز وحرام یا بدعت و گناہ ھوگی اسی کو ناجائز وحرام اور بدعت و گناہ کہا جائے گا، اپنی طبیعت ومرضی سے کسی فعل وعمل کو غلط کہہ دینا یا اس پر بدعت وشرک کا حکم لگا دینا دین میں بے جا جرأت وجسارت ھے۔

اب آپ کے سوال کی طرف رخ کرتے ھیں۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ممدوح، امام ابوعبداللہ، محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی معروف بابن حاج رحمہ اللہ تعالی (م 737ھ) صلوۃ الرغائب کے بارے میں لکھتے ھیں :

ومن البدع التی أحدثوها فی هذا الشهر الکریم (یعنی شهر رجب) أن أول لیلة جمعة منه یصلون فی تلك اللیلة فی الجوامع , والمساجد صلاة الرغائب , و یجتمعون فی بعض جوامع الأمصار ومساجدها ویفعلون هذه البدعة ویظهرونها فی مساجد الجماعات بإمام وجماعة کأنها صلاة مشروعة.وقد ذکر الإمام أبو بکر الفهری المعروف بالطرطوشی رحمه الله تعالی تقبیح اجتماعهم وفعلهم صلاة الرغائب فی جماعة ، وأعظم النکیر علی فاعل ذلك ، وقال فی کتابه : إنها بدعة قریبة العهد حدثت فی زمانه وأول ما حدثت فی المسجد الأقصی أحدثها فلان سماه فالتمسه هناك. هذا قوله فیها ، وهی علی دون ما یفعلونه الیوم مما تقدم ذکره. فإن قال قائل قد ورد الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الندب إلی هذه الصلاة ذکره أبو حامد الغزالی رحمه الله تعالی فی کتاب الإحیاء له. فالجواب أن الکلام إنما وقع علی فعلها فی المساجد وإظهارها فی الجماعات ، وما اشتملت علیه مما لا ینبغی کما تقدم ، وأما الرجل یفعلها فی خاصة نفسه فیصلیها سرا کسائر النوافل فله ذلك، ویکره له أن یتخذها سنة دائمة لا بد من فعلها ؛ لأن هذه الأحادیث الواردة فی فضائل الأعمال بالسند الضعیف قد قال العلماء فیها : إنه یجوز العمل بها ولکنها لا تفعل علی الدوام فإنه إذا عمل بها ، ولو مرة واحدة فی عمره ، فإن یکن الحدیث صحیحا ، فقد امتثل الأمر به ، وإن یکن الحدیث فی سنده مطعن یقدح فیه فلا یضره ما فعل ؛ لأنه إنما فعل خیرا ولم یجعله شعیرة ظاهرة من شعائر الدین کقیام رمضان وغیره. هذا الکلام علی صفة الجمع فی العمل بالحدیث الصحیح ، والحدیث الذی أشکل علینا صحته. وأما مذهب مالك رحمه الله تعالی : فإن صلاة الرغائب مکروه فعلها ، لأنه لم یکن من فعل من مضی , والخیر کله فی الاتباع لهم رضی الله عنهم. (المدخل لابن الحاج، جلد 1،صفحه 293،294)*

اس ماہ مبارک (رجب المرجب) کی ایجاد کردہ ایک بدعت یہ ہے کہ اس مہینہ کی پہلی شب جمعہ کو جامع مسجدوں اور عام مسجدوں میں صلوۃ الرغائب پڑھتے ہیں اور شہروں کی کچھ جامع مساجد اور عام مساجد میں جمع ہوتے ہیں، اس بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں اور مساجد میں امام کے ساتھ اس طرح باجماعت پڑھتے ہیں گویا کہ یہ کوئی نمازِ مشروع ہو۔

امام ابوبکر فہری معروف بطرطوشی رحمہ اللہ تعالی نے ان کے اس اجتماع اور باجماعت نمازِ رغائب پڑھنے کی برائی اور قباحت بیان فرمائی ہے اور ایسا کرنے والے کی زبردست مذمت ذکر کی ہے، اور اپنی کتاب میں لکھا ہے

کہ یہ بدعت بالکل قریب کے زمانہ میں ایجاد ھوئی ھے، یعنی امام طرطوشی کے دور میں ایجاد ھوئی، اور سب سے پہلے یہ بدعت مسجد اقصیٰ میں ایجاد ھوئی جس کا موجد فلاں شخص ھے۔ امام طرطوشی نے اس کا نام بیان کر دیا ھے، اسے ان کی کتاب میں تلاش کر لیجیے۔ نماز رغائب سے متعلق یہ تو امام طرطوشی کا قول ھے، مگر نماز رغائب سے متعلق یہ باتیں اس وقت لوگ جو کچھ کرتے ھیں کم ھیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس نماز کے استحباب کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مروی ھے جیسا کہ امام ابوحامد غزالی رحمہ اللہ تعالی نے احیاء العلوم میں بیان کیا ھے تو اس کا جواب کیا ھوگا۔

اس کا جواب یہ ھے کہ یہاں بات مساجد میں باجماعت نماز رغائب پڑھنے کی ھورھی ھے اور ان ممنوعہ التزامات کی جن کا پہلے ذکر ھو چکا لیکن اگر کوئی شخص دیگر نوافل کی طرح تنہا اور پوشیدہ رہ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ھے، لیکن اس کو سنت دائمہ بنا کر اس پر پابندی کرنا مکروہ ھے؛ اس لیے کہ فضائل اعمال سے متعلق یہ احادیث ضعیف سند سے مروی ھیں، ان کے بارے میں علماء فرماتے ھیں کہ ان پر عمل کیا جا سکتا ھے لیکن ان پر مداومت نہ کی جائے، اس لیے کہ اگر ان احادیث پر عمر میں ایک بار بھی عمل کر لیا اور وہ احادیث صحیح ھوئیں تو احادیث کے حکم کی تعمیل ھوگئی، اور اگر ان احادیث کی سند میں کوئی کلام ھوا تو بھی عمل میں حرج نہیں کیونکہ اس نے نیکی کا کام کیا اور اسے تراویح وغیرہ کی طرح دین کا شعار تو نہیں بنایا۔

یہ بات حدیث صحیح اور حدیث مبہم کو عمل میں جمع کرنے کی کیفیت سے متعلق تھی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا مذھب یہ ھے کہ نماز رغائب پڑھنا مکروہ ھے اور یہ ان کے مذھب کے اس قاعدہ پر مبنی ھے کہ ایک رکعت میں ایک سورت کی تکرار ممنوع ھے، کیونکہ یہ سلف کا طریقہ نہیں اور بھلائی ساری کی ساری اتباع میں ھے۔

امام ابوزکریا یحیی بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

الصلاة المعروفة بصلاة الرغائب، وهي ثنتا عشرة ركعة تصلى بين المغرب والعشاء ليلة أول جمعة في رجب، وصلاة ليلة نصف شعبان مائة ركعة وهاتان الصلاتان بدعتان ومنكران قبيحتان ولا يغتر بذكرهما في كتاب قوت القلوب، وإحياء علوم الدين، ولا بالحديث المذكور فيهما فإن كل ذلك باطل، ولا يغتر ببعض من اشتبه عليه حكمهما من الأئمة فصنف ورقات في استحبابهما فإنه غالط في ذلك، وقد صنف الشيخ الإمام أبو محمد عبد الرحمن بن إسماعيل المقدسي كتابا نفيسا في إبطالهما فأحسن فيه وأجاد رحمه الله. (المجموع، جلد 3، صفحه

549)**صلوۃ الرغائب کے نام سے مشہور نماز جوکہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کومغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت پڑھی جاتی ھےاور پندرہ شعبان کی نماز جوکہ سورکعت پڑھی جاتی ھے یہ دونوں نمازیں بدعت اور منکر وقبیح ھیں۔ قوت القلوب، احیاء العلوم اوران کے بارے میں بیان کی جانے والی حدیث سے دھوکہ نہ کھاجانا؛ کیونکہ یہ سب باطل ھے۔اوراسی طرح ان لوگوں سے بھی دھوکہ مت کھا بیٹھنا جن پران نمازوں کے بارے میں ائمہ کرام کے بیان کردہ احکام مشتبہ رھےاوران نمازوں کے استحباب کے بارے میں کچھ صفحات لکھ ڈالے، کیونکہ یہ مغالطہ ھے۔امام ابو محمد عبدالرحمن بن اسماعیل مقدسی ایک عمدہ کتاب تصنیف فرمائی ھےجس میں ان دونوں نمازوں کا ردلکھا ھے، یہ ایک عمدہ اور بہتر تصنیف ھے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

لا تختصُّوا ليلةَ الجُمُعةِ بقيامٍ من بينِ اللَّيالي، ولا تخصُّوا يومَ الجُمُعةِ بصيامٍ من بين الأيامِ، إلَّا أن يكونَ في صومٍ يصومُه أحدُكُم. (صحيح مسلم، حديث نمبر 2740)

اور راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کوقیام کے ساتھ مخصوص نہ کرواور نہ اوردنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص کرو، سوااس کے کہ جمعہ کا دن روزہ رکھنے کے درمیان آجائے۔

اس حدیث شریف کےتحت امام نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں:

احتج به العلماء على كراهة هذه الصلاة المبتدعة التي تسمى الرغائب. قاتل الله واضعها و مخترعها، فإنها بدعة منكرة من البدع التي هي ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة. وقد صنف جماعة من الأئمة مصنفات نفيسة في تقبيحها وتضليل مصليها ومبتدعها ودلائل قبحها وبطلانها وتضليل فاعلها أكثر من أن تحصر. (شرح النووي على صحيح مسلم، جلد 4، صفحه 134)

علماء نے اس حدیث سے اس نمازِ بدعت کی کراھت پراستدلال کیا ھے جسے نماز رغائب کہا جاتا ھے۔اللہ تعالی اس بدعت کوگڑھنے والےاوراس کی ایجادکرنے والےکوھلاک فرمائے، یہ گمراھی وجہالت پرمبنی بدعات میں سے ایک ناپسندیدہ بدعت ھے،اس میں کھلی برائیاں ھیں۔اس بدعت کی برائی،اوراس نماز کو پڑھنے والےاوراس کی ایجادکرنے والےکی گمراھی کو بیان کرنے کے لیےائمہ کی ایک جماعت نے عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ھیں۔اس نماز کی قباحت وبطلان اوراسے پڑھنے والےکی گمراھی کے دلائل شمار سے زیادہ ھیں۔

* امام نووی علیہ الرحمہ جیسے متورع عالم ربانی وامام یگانہ کےقلم کا تیور وجلال یہ بتارھا ھے کہ نماز رغائب اس دور میں

محض ایک نماز نہیں تھی بلکہ صدہا بدعات ومحدثات،خرافات وجہالات اور ضلالات ومنکرات کا مجموعہ تھی۔

امام ابن حجر مکی ھیتمی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا:

هل تجوز صلاة الرغائب والبراءة جماعة أم لا ؟

نماز رغائب اور نماز براءت باجماعت جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں لکھا:

أما صلاة الرغائب فإنها كالصلاة المعروفة ليلة النصف من شعبان بدعتان قبيحتان مذمومتان وحديثهما موضوع فيكره فعلهما فرادى وجماعة .(الفتاوى الفقهية الكبرى، جلد 1 صفحه 217)

یعنی نماز رغائب پندرھویں شعبان کو پڑھی جانے والی نماز کی طرح قبیح ومذموم بدعت ہے،ان کے بارے میں جوحدیث ہے وہ موضوع ہے،لہذا انہیں تنہا یاباجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:**قال في البحر: ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب في أولى جمعة منه وأنها بدعة. و ما يحتاله أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل و الكراهة باطل.**قلت وصرح بذلك في البزازية كما سيذكره الشارح آخر الباب، وقد بسط عليها شارحا المنية، وصرحا بأن ماروي فيها باطل موضوع، وبسطا الكلام فيها، خصوصاً في الحلية، وللعلامة نور الدين المقدسي فيها تصنيف حسن سماه "ردع الراغب عن صلاة الرغائب" أحاط فيه بغالب كلام المتقدمين والمتأخرين من علماء المذاهب الأربعة. (ردالمحتار، جلد 2 صفحه 470)*

*یعنی البحر الرائق میں ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ نماز رغائب کے لیے جمع ہونا مکروہ ہے جو کہ رجب میں یا اس کے پہلے جمعہ کو پڑھی جاتی ہے اور یہ بدعت ہے،اور رومیوں کا اس نماز کی نذر مان لینا تاکہ یہ نفل اور کراھت کے حکم سے نکل جائے باطل ہے۔

میں (علامہ شامی) کہتا ھوں اس (نماز رغائب کے مکروہ و بدعت ھونے) کی صراحت فتاوی بزازیہ میں بھی کی گئی ہے جیسا کہ شارح (علامہ حصکفی) باب کے آخر میں بیان فرمائیں گے۔نماز رغائب کے بارے میں منیہ کے دونوں شارحین نے تفصیل سے گفتگو کی ہے اوراس بات کی صراحت کی ہے کہ نماز رغائب کے بارے جو کچھ مروی ہے وہ باطل ومن گھڑت ہے، دونوں شارحین نے خصوصاً صاحب حلي※ نے بڑی شرح وبسط سے کلام کیا ہے۔علامہ

نورالدین مقدسی نے اس بارے میں ایک عمدہ کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام "ردع الراغب عن صلاۃ الرغائب" ہے، اس کتاب میں مصنف نے مذاہبِ اربعہ کے متقدمین ومتاخرین علماء کے اکثر اقوال کو جمع فرمادیا ہے۔
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ حدیقہ ندیہ سے نقل فرماتے ہیں:

ومن هذا القبيل نهي الناس عن صلوة الرغائب بالجماعة وصلوة ليلة القدر ونحوذلك وان صرح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها فلايفتي بذلك العوام لئلا تقل رغبتهم في الخيرات وقد اختلف العلماء في ذلك فصنف في جوازها جماعة من المتاخرين وابقاء العوام راغبين في الصلوة اولى من تنفيرهم.

* اسی قبیل سے نماز رغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی ہیں اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتوی نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد 7، ص 466)
* فتاوی رضویہ کی اسی جلد کے صفحہ 432 پر ہے:
صلوة الرغائب و صلوة البراءة و صلوة القدر کہ جماعات کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلادِ اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا ان پر انکار اسی نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں، ولہذا وجیز کردری میں بعد بحث وکلام فرمایا:
فلو ترك أمثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس أنه ليس من الشعار فحسن. * اگر ان جیسی نمازوں کو کوئی اس لیے ترک کرتا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ شعار اسلام نہیں تو یہ اچھا ہے * اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نماز رغائب کے بارے میں تحقیق بالغ کے جو در یا بہائے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں اور فائدہ اٹھائیں: ** شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، ماثبت بالسنة میں حدیث صلوة الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں: هذا ما ذكره المحدثون على طريقهم في تحقيق الاسانيد ونقد الاحاديث وعجبا منهم ان يبالغوا في هذا الباب هذه المبالغة و يكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك و واعجب من الشيخ محي الدين النووي مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهية وعدم تعصبه مع الحنفية كماهو داب الشافعية فمانحن فيه اولى بذلك لنسبة الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس أسرار.*
* یعنی وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد وتنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں

اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی، اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کررہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے۔*

* پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالی نے دربارہ صلوۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اوراس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا: ھذا الحدیث مما وجدتہ فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستۃ والحدیث مطعون فی ٭٭یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پرجرح ہے۔** پھرفرمایا:* *وقد وقع فی کتاب بھجۃ الاسرار ذکرلیلۃ الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب الربانی وغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبدالقادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ قال اجتمع المشائخ وکانت لیلۃ الرغائب الی اخرماذکر من الحکایۃ وذکر ایضا انہ نقل عن الشیخین القدوتین الشیخ عبدالوھاب والشیخ عبدالرزاق قالا بکر الشیخ بقابن بطوسحر یوم الجمعۃ الخامس من رجب السنۃ ثلث واربعین وخمسمائۃ الی مدرسۃ والدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ و قال لنا الاسألتمونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحۃ نورا اضائت بہ الافاق وعم اقطار الوجود ورأیت اسرارذوی الاسرار فمنھا مایتصل بہ ومنھا مایمنعہ مانع من الاتصال بہ وما اتصل بہ سرالاتضاعف نورہ فتطالبت ینبوع ذلك النور فاذا ھوصادر عن الشیخ عبدالقادر فاردت الکشف عن حقیقتہ فاذا ھو نور شھودہ قابل نورقلبہ وتقادح ھذان النوران وانعکس ضیاؤھما علی مرأۃ حالہ واتصلت اشعۃ المتقادحات من محط جمعہ الی وصف قربہ فاشرق بہ الکون ولم یبق ملك نزل اللیلۃ الااتاہ وصافحہ واسمہ عندھم الشاھد والمشھود قالا فاتیناہ رضی اللہ تعالی عنہ وقلنا لہ اصلیت اللیلۃ صلوۃ الرغائب فانشد

اذا نظرت عینی وجوہ حبائبی ۔۔۔ فتلك صلاتی فی لیالی الرغائب

وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالھا ۔۔۔ اضاءت لھا الاکوان من کل جانب

ومن لم یوف الحب مایستحقہ ۔۔۔ فذاك الذی لم یأت قط بواجب.*

* یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے ذکر اقدس میں صلوۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی آخر کلماتہ، نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہ، نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے * *حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ انور حضور پرنور رضی اللہ تعالی عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قال تعالی ان قران الفجر کان مشھودا ای تشھدہ الملائکۃ.

* دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلوۃ الرغائب پڑھی یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی۔

حضور پرنور رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے، وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں۔ اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ اترا اور حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کئے۔(فتاوی رضویہ ،جلد 7،ص 437،436،435،434)

*فقیر قادری اس مقام پر پہنچ کر مزید کوئی بات نہ کہہ کر اھلِ علم ونظر کی بارگاہ میں استدعاء کرتا ھے کہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ دین اور آپ کی مبارک شریعت اوھام وخیالات اور بدعات وضلالات سے پاک ھے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۷۳) مسجد کا پانی جو وضو کے لئے ھے بہت سے لوگ اپنے گھروں میں بھر کر لے جاتے ھیں یا پھر مسجد کی بورنگ استعمال کرتے ھیں کیا یہ جائز ھے اور امام مؤذن کا مسجد کے وضوخانہ پر غسل کرنا کیا ان کے لئے درست ھوگا حضور والا جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ھوں،

المستفتی: اسیر حضور خطیب البراھین جعفر نظامی بستوی،

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم.الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

مسجد کا پانی واقف نے یا چندہ دھندگان نے جن مصارف کے لیے رکھا ھو اس کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کرنا جائز نہیں ھے؛ کیونکہ اس میں واقف کی شرط اور وقف کی غرض یا چندہ دینے والوں نے جس مصرف کے لیے چندہ دیا تھا اس کی خلاف ورزی ھے اور یہ سب باتیں ناجائز ھیں۔فقہاء کرام فرماتے ھیں:

شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به. (الاشباہ و النظائر 305/1)

* واقف کی شرط پر عمل شارع کی نص پر عمل کی طرح ضروری ھے۔

فتاوی ھندیہ جلد3،ص441میں ھے:

لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته.

* ھاں اگر واقف یا چندہ دھندگان نے اجازت دیدی ھو تو پھر مسجد سے اپنے گھر پانی لے جانے میں حرج نہیں۔

* درمختار،ص669 پر ھے:

لايجوز الوضوء من الحياض المعدة للشرب في الصحيح و يمنع من الوضوء منه و فيه. و حمله لأهله إن مأذونا به جاز و إلا لا. لیکن اس دور میں پانی کے سلسلہ میں ایک بات مزید توجہ طلب ھے وہ یہ کہ پہلے مساجد میں کنویں ھوتے تھے،جس سے نمازی حضرات، امام ومؤذن اور عموماً اھلِ محلہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے تھے،لیکن آج بورنگ کا زمانہ ھے، اور بورنگ سے پانی نکالنے کے لیے عام طور سے موٹر لگائی جاتی ھے جو جنریٹر یا بجلی سے چلتی ھے،اب ظاھر بات ھے کہ اگر واقف یا چندہ دھندگان اس بورنگ کے پانی کے استعمال کی عام اجازت دے بھی دیں تو آخر لائٹ کا بل یا جنریٹر کا خرچ کون برداشت کرے گا۔اگر یہ اخراجات مسجد کے فنڈ سے کیے جاتے ھیں تو پھر کسی شخص کو مسجد کا پانی اپنے گھر لے جانا جائز نہیں ھوگا، اور اگر اخراجات کا ذمہ اھلِ محلہ لے لیں پھر

کوئی حرج نہیں ھے۔

امام ومؤذن کو مسجد کے پانی سے نہانا دھونا اور اپنی تمام ضروریات پوری کرنا جائز ھے۔ لیکن وضوخانہ عموماً نہانے کے لیے بلکہ وضو کرنے کے لیے بنایا جاتا ھے، وھاں نہانے میں آدابِ مسجد کی خلاف ورزی ھوسکتی ھے یا پھر وضو کرنے والوں کی حق تلفی کا امکان ھے، لہذا وضوخانہ پر غسل کرنے سے اجتناب بہتر ھے اور اگر کوئی مفسدہ نہ ھو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري. خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدينة العلم، كبير نگر، دهلي.

(۱۷۴) حضرت مفتی صاحب قبلہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض وگزارش یہ ہے کہ:

مزارشریف کے قریب میں ایک مسجد تو ایک شخص نے مزارشریف میں پیسے دے تو کیا مزارشریف کے پیسے مسجد میں لگا سکتے ہے جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ھوگی

المستفتی: محمد شاھنواز قادری بریلی شریف،

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم، الجواب بعون الله الوهاب:

مزارشریف کو پیسے دینے کی کئی صورتیں ھیں:

1 مزارات کے پاس بنے ھوئے گولکوں میں پیسے ڈالنا۔

□ 2 مزارات کے مجاورین وسجادگان کی جانب سے رسید لے کر بیٹھے ھوئے لوگوں کو پیسے دینا۔

* □ 3 خاص مجاور یا سجادہ کو پیسے دینا۔

* □ 4 مزار کی انتظامیہ کو پیسے دے کر مصرف خاص کر دینا۔

* □ 5 اسی طرح روپئے، پیسے یا کسی سامان کی شکل میں کچھ دینا۔

* ان تمام صورتوں میں نمبر □ 4 والی صورت میں مزارشریف کی انتظامیہ، مجاور اور سجادہ کسی قسم کی تبدیلی کا حق نہیں رکھتے، دینے والے نے جس کام کے لیے دیا ھے اسی میں صرف کرنا لازم ھے، اگر اس مصرف میں وہ پیسہ نہیں لگا یا گیا یا لگا کر کچھ بچ رھا تو وہ دینے والے کی ملک پر واپس لوٹ جائے گا، اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

اعلیٰ حضرت، امام اھلِ سنت، مجدد اعظم دین وملت، مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ھیں:

* ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ھے انہیں کی طرف رجوع لازم ھے وہ دیگ وغیرہ جس امر کی اجازت دیں وھی کیا جائے، ان میں جو نہ رھے اس کے عاقل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کی جائے اگر ان میں کوئی مجنون یا نابالغ ھے تو باقیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں معتبر ھوگی، صبی ومجنون کا حصہ خواھی نخواھی واپس دینا ھوگا، اور اگر وارث بھی نہ معلوم ھوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا اسی میں صرف کریں، وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کردیں، غرض بے اجازت مالکان دیگ لینے کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ھے:*

إن لم یکن بیت المال معمورا أو منتظما فعلی المسلمین تکفینه فإن لم یقدروا سألوا الناس له ثوبا فإن فضل شئ رد للمتصدق إن علم وإلا کفن به مثله وإلا تصدق به.

* اگر بیت المال میں مال نہ ھو یا کوئی منتظم نہ ھو تو مسلمانوں پر لازم ھے کہ اس کو کفن پہنائیں اور اگر کوئی قادر نہ ھو تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے کچھ بچ جائے تو یہ چندہ لینے والا معلوم ھو تو اسے لوٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ھی کسی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ھو سکے تو کسی فقیر کو صدقہ کردیا جائے۔

ردالمحتار میں ھے: (قوله والا کفن به مثله) هذالم یذکره فی المجتبی بل زاده علیه فی البحر عن التجنیس والواقعات قلت وفی مختارات النوازل لصاحب الهدایة فقیر مات فجمع من الناس الدراهم وکفنوه وفضل شیئ ان عرف صاحبه یرد علیه والایصرف الی کفن فقیر اخر اویتصدق به.

* ماتن کا قول کہ اسی جیسے فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ عبارت مجتبی میں مذکور نہیں بلکہ یہ زائد بحر میں تجنیس اور واقعات کے حوالے سے مذکور، ھے میں کہتا ھوں اور صاحب ھدایہ کی کتاب مختارات النوازل میں ھے کہ فقیر فوت ھوا تو لوگوں نے چندہ جمع کر کے اس کو کفن دیا اور چندہ بچ گیا اگر اس زائد چندہ والا شخص معلوم ھو تو اسے واپس کیا جائے ورنہ اس کو کسی دوسرے فقیر کے کفن میں خرچ کیا جائے یا پھر صدقہ کردیا جائے۔(فتاوی رضویه ،جلد 16، صفحه 134)*

* باقی صورتوں کے چڑھاوے عرف کے مطابق سجادگان یا مجاورین کی ملک ھوتے ھیں، انہیں اختیار ھے کہ جس مصرف میں چاھیں استعمال کریں، مسجد میں صرف کریں، مدرسہ میں لگائیں، اپنی ذات پر خرچ کریں یہ سارے اختیارات ان کو حاصل ھیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ھیں:

باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ھوں جومزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ھے کہ خادم مزار ھی ان کا مالک سمجھا جاتا ھے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع وتصرف دیکھتے، جانتے، روار کھتے ھیں۔ والمعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ھے) تو وہ خدمت والا ھی ان کا مالک ھے۔(فتاوی رضویہ،جلد 9، صفحہ 520)*

خلاصہ جواب یہ ھے کہ مزار شریف کا پیسہ اگر دینے والوں نے کسی خاص کام کے لیے نہ دیا ھو تو سجادگان و خادمان ومجاورین اس کے مالک ھیں، انہیں اختیار ھے کہ وہ چاھیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ھیں اور اگر مصرف متعین کر دیا ھو تو دینے والے نے جس غرض کے لیے دیا ھے اسی میں خرچ کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ: أبوالحسان محمد اشتیاق القادري، خادم الإفتاء و القضاء بجامعۃ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دھلی.

(۱۷۵) حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ:

کیا اٹیچ ٹوائلیت اور باتھ روم میں وضو ہو جائے گا بعض لوگ منع کرتے ہیں کرنے کو؟

جواب عنایت فرمائیں،

المستفتی: محمد یونس، امروہا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اس طرح کے باتھ روم میں وضو کرتے وقت سخت احتیاط کی ضرورت ھوتی ھے، معمولی بے توجہی سے ناپاک پانی کی چھینٹیں بدن یا کپڑوں پر آنے کا اندیشہ رھتا ھے، لہذا بہتر یہی ھے کہ اس طرح کے باتھ روم میں وضو نہ کیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص احتیاط کو مدنظر رکھتے ھوئے وضو کرتا ھے تو وضو ھو جائے گا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۱۷۶) خدمت اقدس میں ایک مسئلہ:

کیا مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے؟

المستفتی:

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

ھاں اگر وہ قاضی اسلام کی جانب سے ماذون ھے اور جامع شرائط امامت ھے تو جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ھے؛

کیونکہ امام جمعہ کے لیے مقیم ہونا شرط نہیں ہے۔ درمختار، ص 110 پر ہے:

ویصلح للإمامة فیها من صلح لغیرها فجازت لمسافر وعبد ومریض. والله تعالی أعلم بالصواب.

کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء والقضاء بجامعة مدینة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دهلی.

(۱۷۷) حضرت مفتی صاحب قبلہ، دامت برکاتہم العالیہ

کسی شخص کا یہ کہنا کہ خدا کا دوسرا نام محبت ہے کیسا؟

المستفتی:

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم. الجواب بعون الله الوهاب:

اللہ تعالی کے اسماء حسنی توقیفی ہیں، کتاب وسنت اور اجماع سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ محبت اللہ تعالی کا نام ہے، لہذا محبت کو اللہ تعالیٰ کا نام بتانا غلط اور جہالت ہے. والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۷۸) میرا سوال یہ ہے

کہ دہلی میں عام طور پر جو قصائی کی دکان پر جو بڑے کا گوشت ملتا ہے وہ دیوبندی ہی ہوتے ہیں تو کیا ان کے ہاتھ کا ذبح کرا جانور کھا سکتے ہیں؟

المستفتی: شبینہ

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحیم. الجواب بعون الله العلیم الوهاب:

اگر آپ کو معلوم ہے کہ ذبح کرنے والا کافر ومرتد ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ومردار ہے، اور اگر ذبح کرنے والے کا کفر وارتداد معلوم نہ ہو تو اس کے ذبیحہ کو حرام ومردار نہیں کہا جاسکتا۔

اب رہی بات دیوبندی کے ذبیحے کی تو اس کے بارے میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: *

دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہوا ہو مردار ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 20، ص 240) *

دیوبندی چونکہ اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں لہذا ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.

(۱۷۹) کسی بزرگ کے نام کا چراغ جلانا کیسا ہے گھر میں؟

المستفتی:

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

کسی بزرگ کے نام کا چراغ جلانا ایک لغو و باطل عمل، جہالت و بدعت اور اسراف وفضول خرچی پر مبنی غیر اسلامی طریقہ ھے۔ھاں اگر کوئی شخص کسی بزرگ کو ایصال ثواب کرنا چاھتا ھے اور ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ھے یا دیگر اذکار و اعمال اور اوراد و وظائف پڑھتا ھے اور گھر میں اندھیرا ھے اور اسے اجالے کی ضرورت ھے تو روشنی کے لیے چراغ جلائے یا کسی ایسی چیز کا استعمال کرے جس سے اجالا ھو تو کوئی حرج نہیں ھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ-وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا.(سورة بنی إسرائیل، آیة 27)

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ھیں،اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ھے۔

اگر چراغ جلانے کا کوئی اچھا مقصد ھو مثلاً خود کے لیے یا اھلِ خانہ کے لیے روشنی فراھم کرنا تو حسب نیت چراغ جلانے میں حرج نہیں،مگر اسے یہ کہنا کہ یہ فلاں بزرگ کے نام کا چراغ ھے اور یہ سمجھنا کہ اس چراغ جلانے سے فلاں بزرگ کو ثواب پہنچتا ھے یا ان کی روح پاک حاضر ھوتی ھے یا ان کی توجہ چراغ جلانے والے کی طرف ھوتی ھے خالص جہالت اور بری بدعت ھے، بے مقصد چراغ جلانے سے کسی بزرگ کا فیضان نہیں ملتا بلکہ اسراف وفضول خرچی کے سبب وہ شیطان کا بھائی بن جاتا ھے،اور شیطان کا بھائی آفت ومصیبت اور محرومی و ناکامی میں مبتلا رھتا ھے،ھاں اگر چراغ کسی جائز و بہتر مقصد کے لیے روشن کیا جائے تو جیسا کہ ھم بیان کر چکے کہ یہ چراغ جلانا بھی جائز اور اس کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچانا بھی درست ھے۔یعنی معاملہ نیت پر ھے۔سید عالم، احمد مجتبیٰ ، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ھیں:

إنما الاعمال بالنیات۔(متفق علیہ)اعمال نیتوں سے ھی ھیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۱۸۰) حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک 60 سے زیادہ عمر کی عورت اپنی بیٹی کے ساتھ عمرہ میں جانا چاہتی ہے۔کیا وہ جاسکتی ہے؟ جواب مفصل عنایت فرما

کر شکریہ کا موقع دیں۔ میر ارشد عالم رضوی ضیائی، کولکاتا

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

صورت مسئولہ میں اس عورت کا اپنی بیٹی کے ساتھ عمرے کے لیے جانا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم. (متفق علیه)

کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۱۸۱) السلام علیکم

حالت سجدہ میں انگلی بھول سے نہ لگے تو کیا سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

المستفتی: ابراہیم خان، ۹/اپریل، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالتِ سجدہ میں دونوں قدموں کی دسوں انگلیوں میں سے کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگنا فرض ہے، لہذا قصداً یا بھول سے کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں قدم اٹھے رہے اور کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگا تو نماز نہیں ہوگی، اور اس کے لیے سجدہ سہو کافی نہیں ہوگا، بلکہ دوبارہ نماز پڑھنا فرض ہے۔

درمختار، صفحہ 69 میں ہے:

فیه یفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم یجز

قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانبِ قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی ہو ورنہ سجدہ درست نہیں ہوگا۔

اور اسی درمختار میں فرائضِ نماز کے بیان میں صفحہ 62 پر ہے:

و منها السجود بجبهته و قدمیه و وضع أصبع واحدة منهما شرط.

اور نماز کے فرائض میں سے پیشانی اور دونوں قدموں کے ذریعہ سجدہ کرنا ہے، اور دونوں قدموں کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مختلف فقہاء کرام کے اقوال وارشادات پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فتحرر مما تقرر أن الاعتماد فی السجود علی بطن إحدی أصابع القدم العشر فریضة فی

المذهب المعتمد المفتي به والاعتماد على بطون كلها أو أكثرها من كلتا القدمين لايبعد أن يجب لما حرره في الحلية وتوجيهها نحو القبلة من دون انحراف سنة. (فتاوی رضویه 376/7)

یعنی اس پوری بحث سے ظاہر ہو گیا کہ حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ھے۔

جواب کا خلاصہ یہ ھوا کہ اگر دسوں انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا بھی پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نماز ھی نہیں ھوگی، دوبارہ پڑھنا فرض ھے، خواہ ایسا قصداً کیا ھو یا بھول سے، اور اگر دونوں قدموں کی اکثر (یعنی ھر قدم کی تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب ھے) انگلیوں کا پیٹ نہیں لگا تو اگر بھول سے ایسا ھوا تو سجدہ سہو کافی ھے ورنہ نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۸۲) بارگاہ عالیہ میں ایک مسئلہ ختنہ کے موقع پر کثیر تعداد میں لوگوکو کھانے کھلانے کا انتظام کرنا کیسا ہے؟ کرم ہوگا۔

المستفتی:

الجواب:وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم، الجواب بعون الله الوهاب:

ختنہ سنن فطرت اور دین کے شعائر سے ھے، اس موقع پر اگر خلافِ شرع کاموں سے بچتے ھوئے کوئی شخص اپنے اعزہ اقرباء اور احباب واصحاب کے لیے کھانا کھلانے کا انتظام واھتمام کرتا ھے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ھے. والله تعالى أعلم بالصواب

(۱۸۳) حضرت کی بارگاہ میں سوال:

یہ جملہ کہنا کیسا ہے تبلیغ کے لیے کہ اللہ اور بھگوان ایک ہی ہیں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

الجواب:بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب:

اللہ تعالی کے لیے لفظ بھگوان بولنا جائز نہیں، کیونکہ بھگوان سنسکرت کا لفظ ھے جو بھگ اور وان سے مرکب ھے۔ بھگ کے کئی معنی ھیں، مثلاً بلند وبالا، محبت، اچھی قسمت، خوشی، چاند، عورت کی شرمگاہ وغیرہ۔ اور وان کا معنی ھے

والا، ان معانی میں سے بعض معانی اللہ تعالی کے لیے محال وکفر ھیں۔ لہذا اللہ تعالی کو بھگوان کہنا جائز نہیں۔
مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے لکھا ھے:
*بھگوان اور رام کے جو حقیقی معنی ھیں ان پر مطلع ھوتے ھوئے جو شخص اللہ عزوجل بھگوان یا رام کہے وہ بلاشبہ کافر مرتد ھے، اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ھوگئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ھے کہ فوراً اس سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ھو اور اپنی بیوی کو رکھنا چاھتا ھو تو پھر سے تجدید نکاح کرے۔
*سنسکرت میں بھگ عورت کی شرمگاہ کو کہتے ھیں اور وان کا معنی والا۔ رام کے معنی رما ھوا یعنی کسی میں گھسا ھوا ھے۔ یہ دونوں معنی اللہ عزوجل کے لیے عیب اور اس کو مستلزم ھیں کہ وہ خدا نہ ھو، اس لیے دونوں الفاظ کا اطلاق اللہ عزوجل پر کفر ھے۔
* رہ گئے وہ لوگ جو اس کے حقیقی معنی نہیں جانتے وہ صرف اتنا جانتے ھیں کہ ھندوؤں میں اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہا جاتا ھے، انہوں نے اگر اللہ عزوجل بھگوان یا رام کہا تو ان کا حکم اتنا سخت نہیں، پھر بھی ان پر توبہ وتجدید ایمان و نکاح لازم ھے، خواہ ایک شخص کہے یا سب لوگ کہیں، بے علم عوام کے کہنے سے کوئی کفر اسلام نہیں ھو جائے گا۔ ھر مسلمان پر فرض ھے کہ وہ ایمان وکفر کو جانے، بے علمی عذر نہیں ھوسکتی، جن جن لوگوں نے اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہا ان پر بہر حال توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ھے وہ بھگوان یا رام کے حقیقی معنی جانتے ھوں یا نہ جانتے ھوں۔ (فتاوی شارح بخاری، جلد 1، صفحہ 171، 172)*
مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اللہ عزوجل کو بھگوان کہنے پر جو حکم بیان کیا ھے فقیر قادری اس پر عرض گذار ھے کہ لفظِ "بھگ" عورت کی شرمگاہ کے معنی میں متعین نہیں ھے، بلکہ اس کے متعدد معانی ھیں جن میں سے بعض معانی اللہ تعالی کے لیے محال اور یقیناً کفر ھیں، جب کہ بعض معانی جائز ودرست ھیں، مثلاً بھگ کا ایک معنی بلندی ورفعت ھے اور وان کا معنی والا، تو بھگوان کا معنی ھوا بلندی والا، اس اعتبار سے یہ رفیع وعلیّ کے معنی میں ھوا جو اللہ عزوجل کی صفات ھیں۔ اسی طرح ایک معنی محبت ورحمت ھیں، تو بھگوان کا مطلب محبت ورحمت والا ھوا، اس اعتبار سے یہ ودود ورحیم کے معنی میں ھوا اور یہ بھی رب کریم کی صفات ھیں لیکن اس لفظ کے دوسرے معنی رب کریم کے لیے محال ھیں، مثلاً بھگ کا ایک معنی عورت کی شرمگاہ ھے تو بھگوان کا مطلب ھوا عورت کی شرمگاہ والا، یہ معنی رب قدوس کے لیے محال وکفر ھے۔ یہاں سے معلوم ھوا کہ بھگوان لفظ مشترک ھے جو صحیح وغلط دونوں معنی رکھتا ھے، اور اللہ تعالی کے لیے ایسے الفاظ و اسماء کا استعمال جو غلط معنی بھی رکھتے ھوں جائز نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ھے کہ اللہ تعالی کے تمام اسماء توقیفی ھیں، اپنی جانب سے کسی اسم کا اختراع جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ ھے کہ فقہاء کرام فرماتے ھیں:

مجرد ایهام المعنی المحال کاف فی المنع.(ردالمحتار، 230/5)
منع کے لئےمحض محال معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔ بہرحال اللہ عزوجل کے لیے لفظ بھگوان بولنا جائز نہیں ہے، خواہ دعوت وتبلیغ کے لیے بولے یا عام حالت میں استعمال کرے۔ ہاں اگر ہندوستانی کفار کو اسلام کی دعوت دینا ہو اور انہیں رب کریم کی ذات وصفات سے آشنا کرانا مقصود ہو تو بھگوان کے بجائے لفظ ایشور استعمال کرنے کی گنجائش ہے کہ اس لفظ کا ایسا کوئی معنی معلوم نہیں جو ذات الٰہی کے لیے محال وکفر ہو۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

**کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری*

*خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدينة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دھلی.

(۱۸۴)السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضور بالا کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کس آدمی نے اپنے سالے (بیوی کا بھائی) سے کہا" میں نے تمہاری بہن کو طلاق دے دی اسے یہاں سے لے جاؤ" اب عرض یہ کرنا ہے کہ اس میں ایک طلاق ہوگی یا دو اگر دو ہونگی تو انکی کیا صورت ہوگی اور یہ جملہ کسی نے اپنی ساس (بیوی کی ماں) سے کہا" میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی یہ میرے کسی کام کی نہیں" یہ دونوں معنوی اعتبار سے ایک ہیں یا الگ ہیں حالانکہ جملہ ثانیہ میں دو طلاق ہو رہی ہیں جیسا کہ فتاوی رضویہ میں تحریر ہے

اللہ تعالی آپ کو صحت و عافیت عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے

خاکپائے تاج الشریعہ وعلمائے اسلام محمد طاھر القادری رامپوری خادم دارالعلوم گلشن اسلام نیشنل ھاؤے کاشی پور روڈ باز پور اترا کھنڈ

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور"اسے یہاں سے لے جاؤ" سے اس وقت تک کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اس سے طلاق کی نیت نہ کرلے. فإن هذه الجملة تحتمل الرد و لا يقع بمثل هذه الكلمات الطلاق إلا أن ينوي بها الطلاق، ولا يكفي حال المذاكرة، كما هو مصرح في كتب سادتنا الفقهاء الحنفية رحمهم الله تعالى.** آپ کی صورت مسئولہ اور اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی بیان کردہ صورت دونوں کے احکام جدا ہیں،" یہ میرے کسی کام کی نہیں" یہ کلمہ سب وزجر کا احتمال رکھتا ہے اور اس لفظ سے طلاق واقع ہونے کے لیے حالت مذاکرہ کا پایا جانا کافی ہے، خواہ اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، بہر

حال مذاکرہ طلاق کے وقت اس سے طلاق بائن واقع ھوجائے گی. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدينة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دهلی.

(۱۸۵) السلام علیکم ورحمة اللة وبرکاته بعدہ عرض یہ ہے کہ نکاح پڑھانے میں ملنے والی اجرت ونذرانہ کا حقدار صرف امام ہی ہے یا اور کوئی بھی؟ گواہان ووکیل اس نذرانہ کے حقدار ہیں یا نہیں، ایسی مسجد کہ جہاں (1) امام، (2) مدرس، (جوامام کی غیر موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہو)، (3) مؤذن (کہ یہ دونوں کی غیر موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے) ہوں تو ایسی صورت میں نکاحانہ نذرانہ کا حقدار کون کون ہوگا مفصل جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی

ارشاد حسین سہروردی کالاڈھونگی، نینی تال، اترا کھنڈ

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحيم

اصل جواب سے پہلے یہ بات ذھن نشین فرمالیجیے کہ نکاح پڑھانا کسی کا حق نہیں، نہ محلہ کی مسجد کے امام و مؤذن کا، نہ مدرسہ کے استاذ وطالب علم کا، نہ جامع مسجد کے خطیب کا اور نہ شہر کے قاضی کا، لڑکے اور اس کے ولی، اسی طرح لڑکی اور اس کے ولی کو اختیار ھے کہ جس سے چاھیں نکاح پڑھوائیں۔ بہت سی جگہ دیکھا جاتا ھے کہ اگر لڑکی یا لڑکے والوں نے محلہ کی مسجد کے امام ومؤذن کے علاوہ کسی اور شخص کو نکاح پڑھانے کے لیے بلا لیا تو محلہ کی مسجد کا امام زمین سر پر اٹھالیتا ھے، مسجد کی کمیٹی شور مچانے لگتی ھے اور محلہ کے لوگ بھی طرح طرح کی باتیں بناتے پھرتے ھیں، یہ ساری باتیں شرعاً غلط ونا روا اور کھلی جہالت و بے وقوفی پر مبنی ھیں۔ بعض مساجد کے ائمہ تو نکاح پڑھانا اپنا موروثی حق سمجھتے ھیں اور اس کے لیے مرنے مارنے پر اتر آتے ھیں، یہ صورت حال کم ظرفی اور شرعی احکام سے بے خبری کی دلیل ھے۔

* دوسری بات یہ سمجھ لیجیے کہ نکاح پڑھانے والا اگر کسی مسجد کا امام یا کسی مدرسہ کا مدرس ھے تو شرعاً یہ دونوں حضرات اجیر خاص ھیں، اور اجیر خاص کے لیے حکم یہ ھے کہ اس کے لیے جو وقت مقرر ھے اس وقت میں تسلیمِ نفس واجب ھے، خواہ کام ھو یا نہ ھو، اس مقررہ وقت میں اپنا یا کسی اور کا کوئی کام نہیں کرسکتا*

* امام اھلِ سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

* مدرسین وامثالہم اجیر خاص ھیں، اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ھے، اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ھوتا ھے اگر چہ کام نہ ھو، مثلا مدرسین وقت معہود پر مہینہ بھر برابر حاضر رھا، اور طالب علم کوئی نہ تھا کہ سبق پڑھتا، مدرس کی تنخواہ واجب ھوگئی، ھاں اگر تسلیم نفس میں کمی کرے مثلا بلا رخصت چلا گیا، یا رخصت سے زیادہ دن لگائے، یا مدرسہ کا وقت چھ گھنٹے تھا، اس نے پانچ گھنٹے دیئے، یا حاضر تو آیا لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام اگر چہ نماز نفل یا دوسرے شخص کے کاموں میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم منتقض ھوگئی، یونہی اگر آتا اور خالی باتیں کرتا چلا جاتا ھے۔ طلبہ حاضر ھیں اور پڑھاتا نہیں کہ اگر چہ اجرت کا کام کی نہیں تسلیم نفس کی ھے، مگر یہ منع نفس ھے، نہ کہ تسلیم، بہر حال جس قدر تسلیم نفس میں کمی کی ھے اتنی تنخواہ وضع ھوگی۔ (فتاوی رضویہ جلد 19 ص 505)*

* اب وہ ائمہ مساجد اور مدرسین حضرات خصوصیت کے ساتھ اس جانب توجہ فرمائیں کہ وہ جس وقت نکاح پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے ھیں کہیں ایسا تو نہیں کہ اس وقت ان پر مسجد یا مدرسہ میں تسلیمِ نفس واجب تھی اور ان کا یہ عمل اس واجب کے ترک کا سبب ھو، اگر ایسا ھو تو للہ خود کا محاسبہ کریں اور شرعی احکام کی بجا آوری میں کوتاھی نہ فرمائیں۔

* اب اصل جواب ملاحظہ فرمایئے:*

* ھندوستان میں عموماً نکاح پڑھانے کا طریقہ یہ ھے کہ ایک شخص دو گواھوں کی موجودگی میں لڑکی سے اذن لے کر آتا ھے اور نکاح پڑھانے والے سے کہتا ھے کہ میں لڑکی سے اجازت لے آیا ھوں آپ نکاح پڑھادیں، یہ سن کر نکاح پڑھانے والا ایجاب وقبول کرادیتا ھے۔ نکاح کا یہ طریقہ بالکل غلط اور خلاف شریعت ھے، ایسا نکاح شرعاً فضولی کہلاتا ھے جو مرد وعورت دونوں کی اجازت پر موقوف ھے، اجازت سے پہلے ھر ایک کو اختیار ھے کہ اس نکاح کو توڑ دے۔ اس قسم کے غلط نکاح میں عام طور سے چار لوگ بنیادی حیثیت والے سمجھے جاتے ھیں:*

* □1 وکیل۔

* □3□2 دو گواہ۔

* □4 نکاح پڑھانے والا۔

* مناسب تر بات تو یہ تھی کہ نکاح پڑھانے کے اس عمل پر کوئی اجرت نہ لی جاتی؛ کیونکہ نکاح ایک فعل طاعت وقربت ھے اور نکاح پڑھانا اس قربت پر معاونت ھے تو بہتر یہی ھے کہ اس کو کارِ ثواب سمجھ کر اجارہ سے پاک رکھا جائے، تاھم اگر کوئی شخص اجرت لیتا ھے تو شرعاً اسے ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ نکاح عبادت محضہ نہیں، بلکہ من وجہٍ

عبادت اور من وجہٍ معاملات کے قبیل سے ہے، کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: لأنہ عبادۃ من وجہ و معاملۃ من وجہ. (ردالمحتار، کتاب النکاح 57/4)*

* جب نکاح کرانے پر اجرت لینا جائز ہے تو اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ چاروں افراد میں سے اجرت کون کون لے سکتا ہے؟*

*تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گواہوں کو اجرت لینا جائز نہیں۔

* علامہ شامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں:*

فی المجتبی عن الفضلی: تحمل الشهادة فرض علی الکفایة کأدائها وإلا لضاعت الحقوق وعلی هذا الکاتب إلا أنه یجوز له أخذ الأجرة علی الکتابة دون الشهادة فیمن تعینت علیه بإجماع الفقهاء وکذا من لم تتعین علیه عندنا. (ردالمحتار، جلد 8،صفحہ 176)

* البتہ وکیل اور نکاح پڑھانے والا اجرت لے سکتے ہیں، نکاح پڑھانے والا بھی ایک طرح سے وکیل ہی ہے اگرچہ ہمارے یہاں رائج نکاح میں عموماً نکاح پڑھانے والا نہ وکیل ہوتا ہے اور نہ وکیل کا وکیل، بلکہ ایک بے معنی و بے مقصد واسطہ ہوتا ہے، اب چونکہ لڑکے یا لڑکی والوں نے اس نکاح پڑھانے والے کو مدعو کر کے واسطہ بنایا ہے تو یہ اجرت لے سکتا ہے۔

* جب یہ معلوم ہو گیا کہ وکیل اور نکاح پڑھانے والے اجرت لے سکتے ہیں تو ان دونوں میں سے جو شخص بھی اپنے عمل پر اصول اجارہ کے تحت کام کرے گا وہ اجرت کا حق دار ہوگا، اگر وکیل نے بے اجرت وکالت کی تو اس کا نکاح پڑھانے پر ملنے والی اجرت میں کوئی حق نہیں، بلکہ جب نکاح پڑھانے والے نے اجرت طے کی ہے تو اس کا وہ تنہا مستحق ہے۔

* یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اگر نکاح پڑھانے والا اجرت پر نکاح پڑھائے تو نکاح پڑھانے سے پہلے ہی اجرت طے کر لینا ضروری ہے، اگر اجرت مجہول رکھی گئی تو اجارہ فاسد ہوگا۔

* افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ ہم نے نکاح کی کئی مجلسیں ایسی دیکھی ہیں جہاں نکاح پڑھانے کے بعد نکاح پڑھانے والے لڑکے والوں سے بحث و تکرار کرتے ہیں کہ آپ جو دے رہے ہیں وہ کم ہے، یہاں تو اتنا چلتا ہے۔ اس اختلاف و نزاع کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فریقین نے شریعت کی بیان کردہ حدود کی رعایت نہیں کی، اگر اجارہ کے اصول کی رعایت کی گئی ہوتی تو اس چھچھورے پن کی نوبت نہ آتی۔

* یہ تمام احکام اس وقت ہیں جب کہ نکاح اجرت پر پڑھایا جائے، اور اگر نکاح پڑھانے پر اجرت نہ لی جائے بلکہ

نکاح پڑھوانے والے اپنی خوشی سے کچھ دیں تو یہ تحفہ اور نذرانہ ہے، اس کا صرف اور صرف وہی شخص حق دار ہے جس کو دیا جائے، دوسرے کسی شخص یا مسجد و مدرسہ کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدینة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دھلی.

(۱۸۶) اگر سونا گھر پر سال بھر ہوا اور سال پورا ہوتے ہی کھو جاءے یا چوری ہو جائے تو کیا اس سونے کی بھی زکوۃ دینی ہوگی؟

المستفتی:

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الوھاب:

اگر سال پورا ہوتے ہی سارا سونا چوری ہو گیا، یا گم گیا یا اور کسی ایسے طریقہ سے ھلاک ہو گیا جس میں مالک کے فعل کا دخل نہ ہو تو اس کی زکوۃ معاف ہے اور کچھ ھلاک ہوا اور کچھ باقی بچ گیا اگر چہ وہ نصاب کی مقدار نہ ہو تو اس بچے ہوئے سونے کی زکوۃ واجب ہے۔ (فتاوی ھندیه 171/1). واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدینة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دھلی.

(۱۸۷) السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

حضرت کیا میں جان سکتا ہوں شفاعت کبریٰ میں کافر بھی بخشے جائیں گے؟

المستفتی: محمد خوشتر رضا، خطیب و امام شمسی مسجد، اڑر بازار بالاسور اڈیشا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاته.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شفاعت جو تمام مخلوق مومن، کافر، فرمانبردار نافرمان، موافق، مخالف اور دوست، دشمن سب کے لیے ہوگی، وہ انتظار حساب جو سخت جانگزا ہوگا۔ جس کے لیے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے، اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور کی بدولت ملے گا جس پر اولین و آخرین، موافقین و مخالفین، مومنین و کافرین سب حضور کی حمد کریں گے، اس کا نام مقام محمود ہے اور اس موقع

سے رسول اللہ ﷺ جو شفاعت فرمائیں گے اس کا نام شفاعت کبری اور شفاعت عظمی ہے۔

اس شفاعت کا فائدہ کفار ومشرکین کو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حساب وکتاب جو مؤخر فرمایا ہوا تھا وہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کی شفاعت سے شروع فرمادے گا، یہ مطلب نہیں کہ اس شفاعت کے ذریعہ ان کو بخش دیا جائے گا۔ کفار ومشرکین کی بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ بخشش کے مستحق ہیں اور نہ اس کے اہل۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ. (سورۃ المدثر آیۃ 48)

مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے

اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام عظیم کا بیان اس حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في طائفة من أصحابه فقال: ((إنَّ الله تعالى: لما فرغ من خلق السموات والأرض خلق الصور فأعطاه إسرافيل فهو واضعه على فيه شاخصاً بصره في العرش ينتظر متى يؤمر قلت: يا رسول الله وما الصور؟ قال القرن قلت: كيف هو؟ قال عظيم، والذي بعثني بالحق إنَّ عِظَم دارة فيه كعرض السموات والأرض، ينفخ فيه ثلاث نفخات: النفخةُ الأولى نفخة الفزع، والثانية نفخة القيام لربِّ العالمين، يأمر الله تعالى: إسرافيل بالنفخة الأولى فيقول انفخ، فينفخ نفخة الفزع فيفزع أهل السموات والأرض إلاّ من شاء الله، ويأمره فيطيلها ويديمها ولا يفتر وهو كقول الله تعالى: وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلاءِ إِلاَّ صَيْحَةً وَاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ [ص:15]، فيسير الله الجبال فتمر مرَّ السحاب فتكون سراباً، ثم ترتج الأرض بأهلها رجّاً فتكون كالسفينة المرمية في البحر تضربها الأمواج تكفأ بأهلها كالقنديل المعلق في العرش ترجرجه الرياح، وهو الذي يقول يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ. تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ. قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ [النازعات: 6 - 8]، فيميدُ الناس على ظهرها وتذهل المراضع وتضع الحوامل وتشيب الولدان وتطير الشياطين هاربة من الفزع حتى تأتي الأقطار، فتأتيها الملائكة فتضرب وجوهها فترجع، ويولّي الناس مدبرين مالهم من أمر الله من عاصم ينادي بعضهم بعضاً، وهو الذي يقول الله تعالى: فيه يَوْمَ التَّنَادِ فبينما هم على ذلك إذ تصدَّعت الأرض من قطر إلى قطر فرأوا أمراً عظيماً لم يروا مثله، وأخذهم لذلك من الكرب والهول ما الله به عليم. ثم نظروا إلى السماء فإذا هي كالمهل، ثم انشقت السماء فانتثرت نجومها وانخسفت شمسُها وقمرها، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأمواتُ لا يعلمون بشيءٍ من ذلك قال أبو

هريرة: يا رسول الله مَنِ استثنى اللهُ عَزَّ وجَلَّ حين يقول فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ إلا مَنْ شَاءَ اللَّهُ[النمل: 87]؟ قال: أولئك الشهداءُ وإنَّما يصل الفزع إلى الأحياء وهم أحياء عند ربهم يرزقون، وقاهم الله فزع ذلك اليوم وآمنهم منه، وهو عذاب الله يبعثه على شرار خلقه قال: وهو الذي يقول الله عزَّ وجَلَّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ[الحج: 1 ـ 2] فيقومون في ذلك العذاب ما شاء الله تعالى: إلا أنَّه يطول، ثم يأمرُ اللهُ إسرافيل بنفخَة الصَّعْقِ، فينفخ نفخةَ الصَّعْق فيصعق أهل السموات والأرض إلا من شاء الله، فإذا هم قد خمدوا وجاء ملك الموت إلى الجبار عَزَّ وجَلَّ فيقول: يا ربِّ قد مات أهل السموات والأرض إلاّ من شئت، فيقول الله تعالى: وهو أعلم بمن بقي: فمن بقي؟ فيقول: يا ربِّ بقيتَ أنتَ الحي الذي لا تموت وبقيتْ حملة العرش وبقي جبريل وميكائيل، وبقيت أنا، فيقول الله عز وجل: ليمت جبريل وميكائيل، فينطق الله تعالى: العرش: فيقول: يا ربِّ يموت جبريل وميكائيل؟ فيقول: اسكت فإنِّي كتبت الموت على كل من كان تحت عرشي، فيموتان. ثم يأتي ملك الموت إلى الجبار فيقول: يا رب قد مات جبريل وميكائيل، فيقول الله عز وجل وهو أعلم بمن بقي: فمن بقي؟ فيقول: بقيت أنت الحي الذي لا تموت وبقيت حملة عرشك وبقيت أنا. فيقول الله تعالى: لتمتْ حملةُ العرش. فتموت، ويأمر الله تعالى العرش فيقبض الصور من إسرافيل، ثم يأتي ملك الموت فيقول: يا ربِّ قد مات حملة عرشك. فيقولُ الله وهو أعلمُ بمن بقي: فمن بقي؟ فيقول: يا ربِّ، بقيتَ أنت الحي الذي لا تموت وبقيت أنا. فيقول الله تعالى: أنت خلقٌ من خلقي، خلقتك لما رأيت، فمت. فيموت. فإذا لم يبق إلا اللهُ الواحد القهار الأحد الصَّمدُ الذي لم يلد ولم يولد كان آخراً كما كان أولاً، طوى السموات والأرض طيَّ السِجِلِّ للكتب ثم دحاهما ثم يلقفهما ثلاث مرات ثم يقول: أنا الجبار أنا الجبار (ثلاثاً) ثم هتف بصوته: لمن الملك اليوم (ثلاث مرات) فلا يجيبه أحد. ثم يقول لنفسه: للهِ الواحدِ القهارِ. يقول الله تعالى: يَوْمَ تُبَدَّلُ الأَرْضُ غَيْرَ الأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ [إبراهيم: 48]، فيبسطهما ويسطحهما ثم يمدهما مَدَّ الأديم العكاظي لا ترى فيها عوجاً ولا أمتاً، ثم يزجر الله الخلق زجرة واحدة فإذا هم في هذه الأرض المبدلة مثل ما كانوا فيها من الأولى: مَنْ كان في بطنها كان في بطنها، ومَنْ كان على ظهرها

كان على ظهرها. ثم يُنْزِلُ الله تعالى: عليهم ماءً من تحت العرش، ثم يأمرُ اللهُ السماء أَنْ تمطر، فتمطر أربعين يوماً حتَّى يكون الماءُ فوقهم اثنى عشر ذراعاً. ثم يأمر اللهُ الأجساد أن تنبت فتنبت كنبات الطراثيث أو كنبات البقل، حتى إذا تكاملت أجسادهم فكانت كما كانت، قال الله عز وجل: ليحيى حملةُ عرشى، فيحيون، ويأمر اللهُ إسرافيل فيأخذ الصُّورَ فيضعه على فيه ثم يقول: ليحيى جبريل وميكائيل، فيحييان، ثم يدعو اللهَ بالأرواح فيؤتى بها تتوحَّجُ أرواحُ المؤمنين نوراً وأرواح الكافرين ظلمةً، فيقبضها جميعاً ثم يلقيها فى الصور، ثم يأمر اللهُ إسرافيل أَنْ ينفخ نفخة البعث فينفخ نفخة البعث، فتخرج الأرواحُ كأَنَّها النَّحْلُ قد ملأت ما بين السماء والأرض فيقول: وعزتى وجلالى ليرجعنَّ كلُّ روحٍ إلى جسده، فتدخل الأرواح فى الأرض إلى الأجسادِ فتدخل فى الخياشيم ثم تمشى فى الأجساد كما يمشى السُّمُّ فى اللديغ، ثم تنشقُّ الأرض عنهم، وأنا أول من تنشق الأرض عنه، فتخرجون سراعاً إلى ربكم تنسلون مُهْطِعِينَ إلى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ [القمر: 8] حفاة عراة غرلاً، فتقفون موقفاً واحداً مقداره سبعون عاماً لا ينظر إليكم ولا يقضى بينكم، فتبكونَ حتى تنقطع الدُّموع، ثم تدمعون دماً وتعرقون حتى يلجمكم العرق أو يبلغ الأذقان، وتقولون من يشفع لنا إلى ربنا فيقضى بيننا؟ فتقولون مَن أَحَقُّ بذلك من أبيكم آدم، خلقه الله بيده ونفخ فيه من روحه وكلمه قُبُلاً، فيأتون آدم فيطلبون ذلك إليه فيأبى ويقول: ما أنا بصاحب ذلك، فيستقرئون الأنبياء نبيّاً نبيّاً كُلَّما جاءوا نبيّاً أبى عليهم. قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: حتى يأتونى فأنطلق إلى الفحص فأخرّ ساجداً. قال أبو هريرة: يا رسولَ الله وما الفحص؟ قال: قدام العرش، حتَّى يبعث الله إلىّ ملكاً فيأخذ بعضدى ويرفعنى فيقول لى: يا محمَّدُ. فأقول: نعم يا رب، فيقول عز وجل: ما شأنك؟ وهو أعلم، فأقول: يا ربِّ وعدتنى الشَّفاعة فشفعنى فى خلقك فاقض بينهم، قال الله: قد شفعتك، أنا آتيكم أقضى بينكم. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأَرجع فأَقف مع الناس، فبينما نحن وقوف إذ سمعنا من السماء حساً شديداً فهالنا، فينْزل أهل السماء الدنيا بمثلى من فى الأرض من الجن والإنس، حتى إذا دنوا من الأرض أشرقت الأرض بنورهم وأخذوا مصافَّهم وقلنا لهم: أفيكم ربنا؟ قالوا: لا وهو آت. ثم ينْزل أهل السماء الثانية بمثلى من نزل من الملائكة وبمثلى من فيها من الجنِّ والإنس، حتَّى إذا دنوا مِن الأرض أشرقت الأرضُ بنورهم وأخذوا مصافَّهم،

وقلنا لهم: أفيكم ربُّنا؟ فيقولون: لا وهو آت، ثم ينْزلون على قدر ذلك من التضعيف، حتى ينْزل الجبارُ عز وجل فى ظللٍ من الغمام والملائكة فيحمل عرشه يومئذٍ ثمانية، وهم اليوم أربعة، أقدامهم فى تخوم الأرض السُّفلى والأرض والسموات إلى حجزهم والعرش على مناكبهم، لهم زجلٌ فى تسبيحهم يقولون: سبحانَ ذى العزة والجبروت، سبحان ذى الملك والملكوت، سبحان الحيّ الذى لا يموت، سبحان الذى يميت الخلائق ولا يموت، سبوح قدوس قدوس قدوس، سبحان ربنا الأعلى رب الملائكة والروح، سبحان ربنا الأعلى الذى يميت الخلائق ولا يموت. فيضع الله كرسيَّهُ حيث يشاء من أرضه، ثم يهتف بصوته فيقول: يا مَعْشَرَ الجنّ والإِنْسِ إِنِّي قد أنْصَتُّ لكم منذ خلقتكم إلى يومكم هذا أسمع قولكم وأبصر أعمالكم، فأنصتوا إلىّ، فإنما هى أعمالكم وصحفكم تقرأ عليكم، فمن وجد خيراً فليحمد الله، ومن وجد غير ذلك فلا يلومَنَّ إلا نفسه. ثم يأمر الله جهنَّم فيخرج منها عنق ساطعٌ مظلم، ثم يقول أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ. وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ. وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلاً كَثِيراً أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ. هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ [يس:60 - 63]، أو بها تُكَذِّبُونَ شك أبو عاصم وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ [يس:59]، فيميز الله الناس وتجثو الأمم، يقول الله تعالى: وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَى إلى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ [الجاثية:28]، فيقضى الله عز وجل بين خلقه إلا الثقلين الجن والإنس فيقضى بين الوحوش والبهائم حتى إنَّه ليقضى للجمَّاءِ من ذات القرن. فإذا فرغ من ذلك فلم تبق تبعة عند واحدة للأخرى قال الله لها: كونى تراباً، فعند ذلك يقول الكافر: ياليتنى كنت تراباً، ثم يقضى اللهُ تعالى: بين العباد: فكان أول ما يقضى فيه الدماء، ويأتى كل قتيل فى سبيل الله، ويأمر الله عز وجل كل من قتل فيحمل رأسه تشخب أوداجه فيقول: يارب فيم قتلنى هذا؟ فيقول -وهو أعلم-: فيم قتلتهم؟ فيقول: قتلتهُم لتكون العزة لك، فيقول اللهُ له: صدقت، فيجعل الله وجهه مثل نورِ الشمس، ثم تمر به الملائكة إلى الجنة، ثم يأتى كل من قتل على غير ذلك يحمل رأسه وتَشْخَبُ أوداجه فيقول: يارب قتلنى هذا؟ فيقول تعالى: وهو أعلم: لم قتلتهم؟ فيقول: يا رب قتلتهم لتكون العزة لى، فيقول: تَعِسْتَ، ثم لا تبقى نفسٌ قتلها إلا قتل بها ولا مظلمة ظلمها إلا أخذ بها وكان فى مشيئة الله إنْ شاء عذبه وإن شاء رحمه. ثم يقضى الله تعالى: بين من بقى من خلقه حتى لا تبقى مظلمةٌ

لأحدٍ عند أحدٍ إلاّ أخذها اللهُ للمظلوم مِنَ الظَّالم حتى إنَّه ليكلف شائب اللبن بالماء ثم يبيعه أن يخلص اللبن من الماء. فإذا فرغ الله تعالى: من ذلك نادى مناد يسمع الخلائق: ألا ليلحق كلُّ قوم بآلهتهم وما كانوا يعبدون من دون الله، فلا يبقى أحدٌ عُبِدَ من دون الله إلاّ مثلت له آلهتُهُ بين يديه، ويجعل يومئذٍ ملك من الملائكةِ على صورة عُزير ويجعل ملك من الملائكة على صورة عيسى بن مريم ثم يتبع هذا اليهود وهذا النَّصارى ثم قادتهم آلهتهم إلى النار، وهو الذى يقول لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ[الأنبياء:99]، فإذا لم يبق إلا المؤمنون فيهم المنافقون جاءَهُمُ اللهُ فيما شاء من هيئته فقال: يا أَيُّها الناس فالحقوا بآلهتكم وما كنتم تعبدون، فيقولون: واللهِ واللهِ ما لنا إله إلا الله، وما كنا نعبدُ غيره، فيكشف لهم عن ساقه ويتجلّى لهم من عظمته ما يعرفون أَنَّه رَبَّهم، فيخرُّون للأذقان سُجّداً على وجوههم ويخرُّ كلُّ منافقٌ على قفاه، ويجعل اللهُ عز وجل أصلابهم كصياصيِّ البقر. ثم يأذَنُ اللهُ لهم فيرفعون ويضربُ اللهُ الصِّراط بين ظهراني جهنَّم كحدِّ الشفرةِ أو كحدِّ السيفِ عليه كلاليب وخطاطيف وحسك كحسكِ السَّعْدَان دونه جسر دحض مزلة، فيمرُّون كطرف العين أو كلمح البرق أو كمرِّ الريح أو كجياد الخيل أو كجياد الرِّكاب أو كجياد الرِّجال، فناج سالم، وناج مخدوش، ومكدوس على وجهه فى جهنم. فإذا أفضى أهل الجنة إلى الجنة قالوا: من يشفع لنا إلى ربِّنا فندخل الجنة؟ فيقولون: من أحقُّ بذلك من أبيكم آدم عليه السلام؟ خلقه الله بيده ونفخ فيه من روحه وكلمه قبلا. فيأتون آدم فيطلب ذلك إليه فيذكر ذنباً ويقول: ما أنا بصاحب ذلك ولكن عليكم بنوح فإنَّه أَوَّل رُسُلِ اللهِ. فيؤتى نوح فيطلب ذلك إليه فيذكر ذنباً ويقول: ما أنا بصاحب ذلك، ويقول عليكم بإبراهيم فإنَّ الله تخيَّره خليلاً، فيؤتى إبراهيم فيطلب ذلك إليه فيذكر ذنباً ويقول: ما أنا بصاحب ذلك ويقول عليكم بموسى فإنَّ الله قرَّبه نجيّاً وكلَّمه وأنزل عليه التوراة. فيؤتى موسى فيطلب ذلك إليه فيذكر ذنباً ويقول: لستُ بصاحب ذلك ولكنْ عليكم بروح الله وكلمته عيسى بن مريم. فيؤتى عيسى بن مريم فيطلب ذلك إليه فيقول: ما أنا بصاحبكم ولكنْ عليكم بمحمد. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فيأتونى ولى عند ربِّى ثلاث شفاعات وعدنيهن، فأنطلق فآتى الجنة فآخذ بحلقةِ الباب فأستفتح فيفتح لى فأُحيّا ويرحب بى، فإذا دخلتُ الجنة فنظرتُ إلى ربِّى خررت له ساجداً فيأذن اللهُ لى من تحميده وتمجيده بشيءٍ ما أذن به لأحد من

خلقه، ثم يقول: ارفع رأسك يا محمد واشفع تشفع وسلْ تعط، فإذا رفعتُ رأسى يقول الله تعالى: وهو أعلم: ما شأنُكَ؟ فأقول: يا ربِّ وعدتنى الشفاعة فشفِّعنى فى أهل الجنة فيدخلون الجنة، فيقول الله: قد شفعتك، وقد أذنت لهم فى دخول الجنة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والذى نفسى بيده ما أَنْتُمْ فى الدنيا بأَعْرَف بأزواجكم ومساكنكم من أهل الجنة بأزواجهم ومساكنهم فيدخل كلُّ رجلٍ منهم على اثنتين وسبعين زوجة، سبعين مما ينشئ الله عز وجل وثنتين آدميتين من ولد آدم لهما فضل على من أنشأ الله لعبادتهم الله تعالى: فى الدنيا، فيدخل على الأولى فى غرفة من ياقوتة على سريرٍ مكلَّلٍ باللؤلؤ عليها سبعون زوجاً من سندس وإستبرق، ثم إنه يضع يده بين كتفيها ثم ينظر إلى يده من صدرها ومن وراء ثيابها وجلدها ولحمها وإنَّه لينظر إلى مُخِّ ساقها كما ينظر أحدكم إلى السلك فى قصبة الياقوت. كبدها له مرآة وكبده لها مرآة. فبينا هو عندها لا يملها ولا تمله ما يأتيها من مرة إلا وجدها عذراء ما يفترُ ذكره وما تشتكى قبلها. فبينا هو كذلك إذ نودى: إنَّا قد عرفنا أنّك لا تَمَلَّ ولا تُمَلّ، إلاّ أنَّه لا مَنى ولا منيَّة، إلا أنَّ لك أزواجاً غيرها. فيخرج فيأتيهن واحدة واحدة كلما أتى واحدة قالت له: والله ما أرى فى الجنة شيئاً أحسن منك ولا فى الجنة شىء أَحبَّ إلىَّ منك. وإذا وقع أهل النار فى النار وقع فيها خلق من خلق ربِّكَ أوبقتهم أعمالُهم، فمنهم من تأخذ النار قدميه ولا تجاوز ذلك ومنهم من تأخذه إلى أنصاف ساقيه ومنهم من تأخذه إلى ركبتيه ومنهم من تأخذه إلى حقويه ومنهم من تأخذ جسده كلَّه إلا وجهه حرَّم اللهُ صورته عليها. قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: فأقولُ يا ربِّ شفِّعنى فيمن وقع فى النارِ مِنْ أُمَّتِى، فيقول: أَخْرِجُوا من عرفتم فيخرج أولئك حتى لا يبقى منهم أحد. ثم يأذن الله تعالى: فى الشفاعة فلا يبقى نبىٌّ ولا شهيد إلاّ شُفِّع، فيقول الله تعالى: أخرجوا من وجدتم فى قلبه زنة دينار إيماناً، فيخرج أولئك حتى لا يبقى منهم أحدٌ، ثم يشفع الله تعالى: فيقول: أخرجوا من وجدتم فى قلبه إيماناً ثلثى دينار، ثم يقول: ثلث دينار، ثم يقول: ربع دينار، ثم يقول: قيراط، ثم يقول: حبة من خردل، فيخرج أولئك حتى لا يبقى منهم أحد وحتى لا يبقى فى النار من عمل لله خيراً قط ولا يبقى أحدٌ له شفاعة إلا شفع، حتى إنَّ إبليس يتطاول مما يرى من رحمة الله تعالى: رجاءَ أَنْ يُشفَعَ له. ثم يقول: بقيت وأنا أرحم الراحمين فيدخل يده فى جهنم فيخرج منها ما لا يحصيه غيره كأَنَّهم حمم فيلقون على نهر يقال له نهر

الحيوان فينبتون كما تنبت الحبة فى حميل السيل، فما يلى الشمس منها أخيضر وما يلى الظل منها أصيفر، فينبتون كنباتِ الطراثيث حتى يكونوا أمثال الذرّ، مكتوبٌ فى رقابهم: الجهنميون عتقاء الرحمن، يعرفهم أهل الجنَّةِ بذلك الكتاب ما عملوا خيراً لله قط: فيمكثون فى الجنةِ ما شاء اللهُ وذلك الكتابُ فى رقابهم، ثم يقولون: ربنا امح عنا هذا الكتاب، فيمحوه الله عز وجل عنهم)) (المعجم الكبير للطبرانی ج25 ص226). قال ابن كثير: هذا حديث مشهور وهو غريب جداً ولبعضه شواهد فى الأحاديث المتفرقة، وفى بعض ألفاظه نكارة، تفرد به إسماعيل بن رافع قاضى أهل المدينة، وقد اختلف فيه: فمنهم من وثقه ومنهم من ضعفه، ونص على نكارة حديثه غير واحد من الأئمة كأحمد بن حنبل وأبى حاتم الرازى وعمرو بن على الفلاس، ومنهم من قال فيه وهو متروك، وقال ابن عدى: أحاديثه كلها فيها نظر إلا أنه يكتب حديثه فى جملة الضعفاء. قال رحمه الله تعالى: قلت: وقد اختلف عليه فى إسناد هذا الحديث على وجوه كثيرة قد أفردتها فى جزء على حدة، وأما سياقه فغريب جداً ويقال إنه جمعه من أحاديث كثيرة وجعله سياقاً واحداً فأنكر عليه بسبب ذلك. وسمعت شيخنا الحافظ أبا الحجاج المزى يقول إنه رأى للوليد بن مسلم مصنفاً قد جمعه كالشواهد لبعض مفردات هذا الحديث، فالله أعلم. انتهى كلامه رحمه الله تعالى.

(۱۸۸) حضرت قبلہ اقدس، السلام علیکم ورحمت اللہ

بعدہ صورت مسؤلہ اینکہ کسی شخص کا کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ کے بجاے (یاوارث) پڑھکر کھانا کیسا؟

اورسلام کرنے یا جواب سلام دینے میں الفاظ سلام وتحیت کی جگہ (یاوارث) کہنا کیسا؟

المستفتی:

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم *

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، جیسا کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: *

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ , فَإِنْ نَسِيَ فِي أَوَّلِه فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِه وَآخِرِه. (الترمذی (1781)*

جب تم میں سے کوئی شخص کھانے کا ارادہ کرے تو بسم اللہ کہہ لے اور اگر شروع میں یاد نہ رہے تو بسم اللہ فی أوله و آخره کہہ لے۔

لہٰذا کھانے سے پہلے بسم اللہ کی جگہ یا وارث کہنا خلافِ سنت و جہالت ھے۔ یہ حکم اس وقت ھے جب کہ بولنے والا وارث سے اللہ تعالیٰ کی صفت مراد لے جو کہ اس کے اسماء حسنی میں سے ھے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں جہاں بھی کھانے کے آداب بیان فرمائے گئے ھیں وھاں صراحت کے ساتھ بسم اللہ کہنے کا حکم ھے، اللہ تعالیٰ کے باقی اسماء حسنی میں سے کسی اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنے اور پکارنے کا حکم نہیں ھے۔ اور اگر یا وارث بولنے والے کی وارث سے مراد حضرت حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمہ ھیں تو حکم بہت سخت ھے، کیونکہ یہ مقام معبود حقیقی سے استعانت وتبرک وتیمن کا مقام ھے، یہاں کسی بزرگ وصالح سے استعانت وتبرک احادیث مبارکہ کے ارشادات کی کھلی خلاف ورزی اور موھم شرک ھے۔ لہذا کھانے کے شروع میں بسم اللہ کے بجائے یا وارث کہنا سخت ناجائز و ممنوع ھے۔

اسی طرح سلام و جواب کے وقت یا وارث کہنے سے نہ تو سنت سلام ادا ھوتی ھے اور نہ جواب ھوتا ھے، بلکہ یہ غیر اسلامی طریقہ اور بدترین بدعات و منکرات میں سے ھے، مسلمانوں پر لازم ھے کہ اس بدعت سیئہ کو مٹائیں اور اس طریقہ سے باز آئیں۔ اسلامی تعلیمات ھی نجات و فلاح کی ضامن ھیں، اس قسم کی بدترین بدعات خالص جاھلوں کی ایجاد ھیں جن کا ردھر مسلمان پر اپنی قدرت بھر لازم ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدينة العلم، نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر، دھلی.

(۱۸۹) السلام علیکم و رحمة الله تعالى وبركاته

یا سیدی الکریم آپ کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے کہ ایک کافر مسلمانوں کی طرف سے، کافروں سے لڑتے ہوئے مارا گیا تو اس کے عذاب میں تخفیف یا اجر کے حوالے سے کوئی نوید ہے؟ بینوا وتو جروا۔

المستفتی محمد تحسین رضا جوالہ پور بلاس پور رام پور یوپی ہند، ۱۵ / اپریل، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم، الجواب بعون الله العليم الوهاب: *

کافر کا بظاھر کتنا ھی اچھا عمل ھو آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی بشارت ونوید ھے۔

کفار دنیا کی زندگی میں جوبھی اچھے اعمال کرتے ھیں جیسے صلہ رحمی، کمزوروں اور غریبوں کی مدد، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک، مسلمانوں کا مالی تعاون، ان کی حفاظت کے لیے دوسرے کفار سے قتال وجدال، تجارت و کاروبار میں سچائی کا معاملہ، مظلوموں اور بے سہارا لوگوں کی خبر گیری اور اسی طرح کے اور بہت سے اعمال وافعال جنہیں سبھی لوگ اچھا اور عمدہ کہتے ھیں ان کا بدلہ اسی دنیا میں انہیں دید یا جاتا ھے۔

جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً، يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلَّهِ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ، لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا.(صحیح مسلم، حدیث نمبر 7267)*

جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ھے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا اس کو آخرت میں بھی جزا دی جائے گی، البتہ کافر اس نے دنیا میں جو اللہ کے لیے نیکیاں کی ہیں ان کا اجر اس کو دنیا میں دے دیا جائے گا، اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کو جزا دینے کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ.(صحیح مسلم، حدیث نمبر 7268)

* کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ھے تو اس کا لقمہ اس کو دنیا میں ھی کھلا دیا جاتا ھے اور رھا مومن تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لیے ذخیرہ کرتا ھے اور اس کی عبادت کے صلہ میں اس کو دنیا میں رزق عطا فرماتا ھے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا. (سورۃ الفرقان، آیۃ 23)

اور انہوں نے جو بھی عمل کیا ھوگا ھم اس کی طرف قصد فرما کر اسے غبار کے بکھرے ھوئے ذروں کی طرح کردیں گے

رب کریم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ھے:

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ-اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَاۚ-فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ.

(سورۃ الأحقاف. آیۃ 20)

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

ان تمام نصوص کا حاصل یہ ھے کہ کافر کے کسی نیک عمل پر اس کو آخرت میں کوئی بدلہ نہیں دیا جائے گا اور نہ اس کے عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی۔

* رہا معاملہ ابوطالب اور ابولہب کا تو یہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ تعالی علی※ وسلم کی خصوصیات سے ھے اس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

امام محمود بدرالدین عینی فرماتے ھیں:

فان قلت أعمال الکفرۃ ھباء منثورا لا فائدۃ فیھا. قلت ھذا النفع من برکۃ رسول للہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وخصائصہ۔ (عمدۃ القاري 25/62)

اگر یہ اعتراض ھو کہ کفار کے اعمال تو بکھرے ھوئے غبار کی طرح ھیں جن کا کوئی فائدہ نہیں (تو ابوطالب کو نفع کیوں کر دیا؟)

اس کا جواب یہ ھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی خصوصیات سے ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدينة العلم ،نزد موج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر ،دھلی.

(۱۹۰) السلام علیکم رحمت اللہ و برکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید کا والد فاسق ہے یعنی وہ جوا کھیلتے ہیں اور پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتے اور غیر شرعی کام انجام دیتے ہیں ہندوؤں کے ساتھ مل جھول رکھتے ہیں تو زید کو اپنے والد کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے دلیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائے آپ کی عین نوازش ہوگی

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب:
*زید پر لازم ھے کہ اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، جائز کاموں میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاھی نہ کرے، اچھے انداز سے ان کو برے کاموں سے روکے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دے۔
اللہ تعالي ارشادفرماتا ھے:

وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۖ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ. (سورۃ لقمان، آیۃ 15)
*اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ھی طرف تمہیں پھر کر آنا ھے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔
حضرت امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره وأمن على نفسه المكروه، فإن خشي على نفسه أذى فهو في سعة. (شرح النووی لمسلم 39/2)
*طاقت بھر نصیحت وخیر خواھی لازم ھے جب کہ نصیحت کرنے والے کو معلوم ھو کہ وہ اس کی نصیحت قبول کرلے گا، اس کی بات مان جائے گا اور وہ اس کی جانب سے ناپسندیدہ بات سے محفوظ رھے گا اور اگر اسے اذیت وتکلیف کا اندیشہ ھو تو اس کے لیے نصیحت نہ کرنے کی گنجائش ھے۔
والدین کی خدمت اگرچہ عظیم چیز ھے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور اسی کی اطاعت کی جائے گی، لہٰذا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے کا حکم دیں تو ان کا یہ حکم نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اگر وہ اپنے فسق وفجور کی وجہ سے کسی فرض چیز کو چھوڑنے کا حکم دیں مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ، یا حرام وناجائز کام کرنے کو کہیں جیسے شراب پینا، جوا، کھیلنا، چوری کرنا وغیرہ تو اس وقت بھی ان کا حکم نہیں مانا جائے گا۔
والدین سے متعلق اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا خلاصہ یہ ھے:
*دینِ اسلام میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو ایک خاص اھمیت دی گئی ھے اور اس سے متعلق مسلمانوں کو خصوصی احکامات دیئے گئے ھیں حتّٰی کہ کافر والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے، ان

کی خدمت کرنے ،ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور نازیبا باتوں پر برداشت کا مظاھرہ کرنے اوران پراحسان کرنے کی تعلیم دی گئی ھے، یہ دینِ اسلام ھی کا عظیم کارنامہ ھےجس نے والدین کے ماں باپ ھونے کےحق کو پورا کرنے کا حکم دیااورانہیں اَذِیّت وتکلیف پہنچانے سے منع کیا۔فی زمانہ والدین سے متعلق اولاد کا جوحال ھے وہ سب کے سامنے ھے،آج نازوں سے پلےھوئے بچے اپنے بوڑھےوالدین کی خدمت کرنے اورانہیں سنبھالنےکو بڑی مصیبت سمجھتے ھیں،انہیں اچھا کھانا کھلانے ،اچھی رھائش دینے اوران کےآرام وسکون کاخیال کرنے کوتیارنہیں اورکئی ملکوں میں تواولاد کی اسی رَوِش کو دیکھ کروھاں کےحکمرانوں نےان بوڑھےوالدین کوکچھ سہارادینے کے لیے اولڈھاؤس قائم کردیےھیں تاکہ یہ اپنی زندگی کے بقیہ دن وھاں کچھ توچین سے گذارسکیں،ایسےوالدین کی حسرت ویاس کا کیاعالَم ھوتاھوگااس کااندازہ کرنامشکل ھے۔ان حالات کےتَناظُر میں والدین سےمتعلق دی ھوئی اسلام کی تعلیمات کودیکھاجائےتواس سےصاف واضح ھوتاھےدینِ اسلام میں والدین کوجوحق دیئے گئےھیں اوران کے حقوق کوپوراکرنے کے جواَحکام بیان فرمائے گئےھیں ان کی مثال دنیاکےکسی اورمذھب میں نہیں ملتی۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدینة العلم ،نزدموج پور میٹرو اسٹیشن، کبیر نگر ،دھلی.

(۱۹۱) السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته

مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کوئی اپنے گھر سے چلااوروطن اقامت پہنچنے کے بعداس کی نیت 15 دن ٹھہرنے کی تھی لیکن اب اسے 15 دن سے پہلے پہلے وہاں سےآجاناہےتواس صورت میں اس کی اقامت کی نیت درست ہے یانہیں؟اوراس صورت میں قصرتولازم نہیں؟بینواوتوجروا

دوسراسوال مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں یہ ہے کہ عورتوں کی نماز اس صورت میں کہ وہ اپنے بالوں کا جوڑانہ باندھے،نہیں ہوتی ہے یعنی اپنے بال اپنی پیٹھ پرچھوڑکرنماز پڑھےتونماز ہوگی یانہیں؟بینوا وتوجروا

المستفتی: غلام قادری ابوالفضل محمد تحسین رضاعطاری اسحاقی سلمنی الھادی،۲۹؟دسمبر،۲۰۱۷ـ

الجواب:وعلیکم السلام ورحمة الله وبر کاته.

نیت اقامت کی درستگی کے شرائط پائے جانے کے بعد وہ جگہ وطن اقامت ھوجاتی ھے اور وطن اقامت دوسرے وطن اقامت یاوطن اصلی یاسفرسےھی باطل ھوسکتاھے،محض نیت بدلنے سے باطل نہیں ھوتا،لہذاصورت

مسئولہ میں وہ شخص جب تک سفر نہ کرے یا وطن اصلی نہ چلا جائے یا دوسری جگہ اقامت نہ کر لے مقیم ھی رھے گا اور نمازوں میں قصر نہیں کر سکتا۔

عورت اپنے بالوں کا جوڑا بنا کر یا بغیر جوڑا بنائے پشت پر لٹکا کر جس طرح چاھے نماز پڑھے دونوں درست ھے، بشرطیکہ ستر عورت پایا جائے-واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۱۹۲)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعدہ عرض یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟ روڈ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں، کہ وہ عام راہ ہے اس پر پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟ مسجد میں پچھّم کی سمت مصلے کے سامنے کھڑکی ہے جنازہ کو مسجد کے باہر رکھ دیا جائے اور نمازی مسجد میں جس طریقے سے صف بندی کر کے پنج وقتہ نماز ادا کرتے ہیں، ویسے ہی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھیں تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہوگا

المستفتی: ارشاد حسین سہروردی کالاڈھونگی نینی تال

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الوھاب:*

فقہاے احناف کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ وممنوع ھے۔اور اس کی دلیل یہ حدیث ھے:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَه.*

ولفظ أبي داود: مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 3191. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 1517. مسند أحمد، حدیث نمبر 9437. مسند طیالسی، حدیث نمبر 2429. مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 6579)

*یعنی جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔

* اگرچہ مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ادا ھو جاتا ھے،لیکن بے عذر ایسا کرنا مکروہ تحریمی وگناہ ھے۔

سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ھیں:*

وتکرہ الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد. (الجامع الصغیر 395)

*یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ھے۔

* چونکہ کتب ظاھر الروایۃ میں یہ تفصیل بیان نہیں کی گئی ھے کہ جنازہ بیرون مسجد ھو اور نمازی اندرون مسجد ھوں تو

کیا حکم ہے؟لہٰذا مشائخ وفقہاءاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں اختلاف ہے۔امام سرخسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

عندنا إذا كانت الجنازة خارج المسجد لم يكره أن يصلى الناس عليها فى المسجد، إنما الكراهة فى إدخال الجنازة، لقوله عليه الصلوة والسلام جنبوا مساجدكم صبيانكم و مجانينكم. فإذا كان الصبى ينهى عن المسجد فالميت أولى.(المبسوط للسرخسي 68/2)

*ہمارے نزدیک جنازہ اگر مسجد کے باہر ہوتو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے،ہاں مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔جب بچوں کو مسجد سے دور رکھنے کا حکم ہے تو میت کو تو بدرجہ اولی دور رکھنے کا حکم ہوگا۔

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كلام شمس الأئمة السرخسى يفيد أن هذا هو المذهب. (طحطاوى على المراقى 596)

*شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ احناف کا مذہب یہی ہے،یعنی جنازہ اگر بیرون مسجد ہوتو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ عبدالعلی برجندی علیہ الرحمہ حاشية نقاية ج1 ص181 میں لکھتے ہیں:

كرهت صلاة الجنازة فى مسجد جماعة اتفاقا إذا وضعت الجنازة فيه، ولو وضع خارجه اختلف المشائخ فيه، وذلك لأن علة الكراهة اما توهم التلوث أو كون المسجد مبنيا لأداء المكتوبة.

*جماعت والی مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے،اور اگر جنازہ مسجد کے باہر ہوتو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے؛اختلاف کی وجہ یہ کہ کراہت کی علت مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے یا یہ بات ہے کہ مسجد فرض نمازوں کے لیے بنی ہے۔

*علامہ شامی علیہ الرحمہ اور دیگر کئی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد۔اور فرمایا ہے کہ ظاهر الرواية اطلاق سے بھی یہی بات مناسب ہے،اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

*علامہ شامی علیہ الرحمہ اس مسئلہ کی تحقیق وتنقیح کے بعد فرماتے ہیں:

*إنما تكره فى المسجد بلاعذر، فإن كان فلا. و من الأعذار المطر، و اعتكاف الولى و نحوه ممن له حق التقدم، ولغيره الصلاة معه تبعا له وإلا لزم أن لا يصليها غيره وهو بعيد. لأن إثم الإدخال والصلاة ارتفع بالعذر.وانظر هل يقال: إن من العذر ما جرت به العادة فى بلادنا من الصلاة

علیہا فی المسجد لتعذر غیرہ أو تعسرہ بسبب اندراس المواضع التی کان یصلی علیہا فیہا، فمن حضرہا فی المسجد إن لم یصل علیہا مع الناس لا یمکنہ الصلاۃ علیہا فی غیرہ، ولزم أن لا یصلی فی عمرہ علی جنازۃ، نعم قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیہا، ویلزم منہ فسادہا من کثیر من المصلین لعموم النجاسۃ وعدم خلعہم نعالہم المتنجسۃ مع أنا قدمنا کراہتہا فی الشارع*

وإذا ضاق الأمر اتسع فینبغی الإفتاء بالقول بکراہۃ التنزیہ الذی ہو خلاف الأولی کما اختارہ المحقق ابن الہمام، وإذا کان ما ذکرناہ عذرا فلا کراہۃ أصلا.(ردالمحتار 129/3)

*مسجد میں بے عذر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر کوئی عذر ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ بعض عذر یہ ہیں: بارش، ولی یا جس کا حق نماز پڑھانا ہو اس کا معتکف ہونا، اور بالتبع دوسرے نمازیوں کا معتکف ہونا ورنہ تو لازم آئے گا کہ اس کے علاوہ کوئی بھی نماز جنازہ نہ پڑھے اور یہ بعید ہے؛ کیونکہ مسجد میں جنازہ لانے اور اس کی نماز پڑھنے کا گناہ بر بنائے عذر ختم ہو چکا ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ یہ چیز بھی عذر ہو سکتی ہے کہ ہمارے شہروں میں مساجد کے اندر نماز جنازہ پڑھانے کا عرف بن چکا ہے؛ کیونکہ مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھنا متعذر رہے یا دشوار، اس لیے کہ نماز جنازہ پڑھانے کی جگہیں ختم ہو چکی ہیں۔ تو جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کے لیے مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز جنازہ پڑھنا ممکن ہی نہ ہوگا اور لازم آئے گا کہ وہ عمر بھر کسی جنازہ کی نماز ہی نہ پڑھے۔ ہاں بعض جگہ مسجد سے باہر روڈ پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، اس سے اکثر نمازیوں کی نماز کا فاسد ہونا لازم آتا ہے؛ کیونکہ عموماً راستے ناپاک ہوتے ہیں اور لوگ اپنے ناپاک جوتے بھی نہیں اتارتے، اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روڈ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور جب کسی معاملہ میں تنگی و دشواری ہو تو اس میں وسعت و کشادگی پیدا ہو جاتی ہے، لہذا محقق ابن ہمام کے مذہب مختار کے مطابق یہ فتوی دینا چاہیے کہ بے عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہے لیکن جب کوئی عذر ہو تو اصلا کوئی کراہت نہیں ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ کی تحقیق سے آپ کے سوال کا جواب بخوبی ظاہر ہو گیا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری، خادم الإفتاء و القضاء بجامعۃ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دھلی.

(۱۹۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ

جب بھی رمضان کا مبارک مہینہ آتا ہے تو یہ میسج شوشل میڈیا پر گردش کرنے لگتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کریم کی خبر سب سے پہلے کسی کو دیگا اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگی۔
مفتی صاحب قبلہ دامت فیوضھم کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کیا یہ روایت درست ہے؟
بینوا وتو جروا۔

المستفتی: غلام قادری ابو الفضل محمد تحسین رضا عطاری اسحاقی،

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الوھاب:
یہ روایت صریح جھوٹ، کھلا دروغ، موضوع و من گھڑت اور شفیع امت، محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر بدترین بہتان وافتراء ھے۔ یہ روایت کتب سنت، دفاتر حدیث، حتی کہ ضعیف و موضوع روایات کی شناخت کے لیے لکھی گئی کتابوں میں بھی اس کا نام ونشان موجود نہیں ھے۔ لگتا یوں ھے کہ اس روایت کو کسی جاھل زندیق اور خبیث بددین نے گڑھ کر سادہ لوح عوام کو اپنے آقا و مولی ﷺ کی ذات والا صفات پر جھوٹ باندھنے کے لیے مشتہر کیا ھے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے امام ابن جوزی علیہ الرحمہ کا ارشاد نقل فرمایا ھے:*

مَا أَحْسَنَ قَوْلَ الْقَائِلِ: إِذَا رَأَيْتَ الْحَدِيثَ يُبَايِنُ الْمَعْقُولَ أَوْ يُخَالِفُ الْمَنْقُولَ أَوْ يُنَاقِضُ الْأُصُولَ، فَاعْلَمْ أَنَّهُ مَوْضُوعٌ، وَمَعْنَى مُنَاقَضَتِهِ لِلْأُصُولِ: أَنْ يَكُونَ خَارِجًا، عَنْ دَوَاوِينِ الْإِسْلَامِ مِنَ الْمَسَانِيدِ وَالْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ. (تدریب الراوی 150/1)
کسی محدث نے کیا خوب فرمایا ھے کہ جب تم کسی حدیث کو عقل، نقل اور اصل کے خلاف دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ موضوع و من گھڑت ھے۔ اصل کے خلاف ھونے کا مطلب یہ ھے کہ وہ روایت حدیث سے متعلق اسلامی کتابوں، مسانید اور مشہور کتابوں میں موجود نہ ھو۔

آپ کی نقل کردہ روایت کا یہی حال ھے کہ صحاح و مسانید، سنن و معاجم، اُطراف و جوامع وغیرہ کسی کتاب میں موجود نہیں۔

اس روایت کو گڑھنے والے اور جان بوجھ کر ایک دوسرے کو فارورڈ کرنے والے سخت مجرم و گناہ گار، عذاب جہنم کے حق دار اور اس وعید شدید کے سزاوار ھیں:*

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:*

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. (متفق عليه)
جس نے مجھ پر قصداجھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

اللہ تعالی اس قسم کے شر پسند جاھلوں سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے، اور ھمارے بھائیوں کو یہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جو واقعی عالم ھیں ان سے احادیث مبارکہ اور مسائل شرعیہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد انہیں کی سرپرستی ونگرانی میں دوسروں تک پہنچائیں ورنہ کہیں ایسا نہ ھو کہ جو کام ثواب سمجھ کر کیا گیا تھا وہ عذاب وعتاب وعقاب کا سبب نہ بن جائے۔ والعياذ بالله تعالى وهو سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

وكتبه أخوكم الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي

(۱۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ مسئلہ میں کہ

زید اپنا گھر بنانے کے وقت گھر کی دیوار میں مورتی کی تصویر لگایا محلے کے کچھ علماء نے دیکھا تو زید کو کہا اسکو ہٹادو زید نے کہا میں ہٹادوگا لیکن کچھ ہوگا تو آپ لوگ ذمہ لیں گے پھر زید نے دیوار سے مورتی کی تصویر ہٹادی اب دریافت طلب امر یہ ہیکہ اس طرح کہنے کی وجہ سے زید پر حکم شرع کیا ہوگا

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم الوهاب:

مکان ودکان کی تعمیر کے وقت کالی جو کہ ھندوؤں کی دیوی ھے اس کی تصویر دیواروں یا دروازوں پر لٹکانا کفار ومشرکین کا کفری فعل ھے، اس کا حکم محض تصویر کا نہیں بلکہ دیوی کی پوجا کا ھے، لہذا اس مورتی کی تصویر لگانا کفر ھے اور اس کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھنا اور اسے نفع ونقصان کا مالک جاننا بھی کفر ھے۔ اس مسلمان کہلانے والے پر لازم ھے کہ اپنے اس خبیث کفر سے توبہ کرے، تجدید ایمان کرے، بیوی والا ھو تو تجدید نکاح کرے، اور نہ مانے تو سب مسلمان اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۱۹۵) حضرت فقیہ النفس قبلہ اقدس سلام وتحیہ

زخم پر پٹی بندھا ہو تو وضو کا طریقہ کیا ہوگا حالانکہ جائے زخم کے علاوہ بھی پٹی میں چھپا ہوتا ہے ۔۔۔۔ اور پٹی ہٹانا باعث تکلیف ہو۔ نہایت ہی کرم ہوگا

المستفتی: محمد رفیق عالم، ۱۴/اپریل، ۲۱۰۸۔

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم، الجواب بعون الله الوهاب:*

علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ھیں:*

کسی زخم پر پٹی وغیرہ بندھی ہو کہ اس کے کھولنے میں ضرر یا حَرَج ہو، یا کسی جگہ مرض یا درد کے سبب پانی بہنا ضرر کرے گا تو اس پورے عُضْو کو مسح کریں اور نہ ہو سکے تو پٹی پر مسح کافی ہے اور پٹی مَوضَعِ حاجت سے زِیادہ نہ رکھی جائے ورنہ مسح کافی نہ ہوگا اور اگر پٹی مَوضَعِ حاجت ہی پر بندھی ہے مثلاً بازو پر ایک طرف زخم ہے اور پٹی باندھنے کے لیے بازو کی اتنی ساری گولائی پر ہونا اس کا ضرور ہے تو اس کے نیچے بدن کا وہ حصہ بھی آئے گا جسے پانی ضرر نہیں کرتا، تو اگر کھولنا ممکن ہو کھول کر اس حصہ کا دھونا فرض ہے اور اگر ناممکن ہو اگرچہ یوہیں کہ کھول کر پھر ویسی نہ باندھ سکے گا اور اس میں ضرر کا اندیشہ ہے تو ساری پٹی پر مسح کر لے کافی ہے، بدن کا وہ اچھا حصہ بھی دھونے سے معاف ہو جائے گا۔ (بہار شریعت جلد 2، صفحہ 318)

مذکورہ عبارت سے آپ کے سوال کا جواب ظاھر ھوگیا کہ زخم کے علاوہ بدن کے جس حصے پر پٹی بندھی ھو اگر اس کو کھولنے سے تکلیف ھو یا جس طرح پہلے بندھی تھی اب اس طرح نہ باندھ سکے گا اور اس سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ھو تو پٹی کھولنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس پر مسح کر لینا کافی ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۱۹۶) عزت مآب مفتی صاحب قبلہ واستاد محترم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ.

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض خدمت ہے کہ کسی عالم سے سنا کہ امام ومقتدی کی شرائط میں سے امام کا مقتدی کے ہم عقیدہ ہونا ضروری ہے ورنہ مقتدی کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اس کا کیا مطلب ہے۔؟ بادلیل وضاحت فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالصمد صدیقی۔ امروہہ۔ یوپی۔ ۱۴/اپریل، ۲۱۰۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ مسئلہ بالکل واضح اور بدیہیات میں سے ھے کہ جو شخص امام ھو ضروری ھے کہ وہ بدمذھب ھی نہیں بلکہ فاسق معلن بھی نہ ھو، لہٰذا اگر ایسا شخص امام ھوا جو ضروریاتِ دین کا منکر ھے تو اس کی اقتداء باطل محض ھے اور ضروریات دین کا منکر نہ ھو بلکہ فاسق معلن ھو تو اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتداء میں ادا کی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ھے۔ یاد رھے ضروریاتِ دین کے منکر کی نہ اپنی نماز ھوتی ھے اور نہ اس کی اقتداء میں کسی اور کی ھو سکتی ھے، ھاں فاسق معلن کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے ذمہ سے فرض ساقط ھو جاتا ھے، لیکن اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی

اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ھوتا ھے۔ یہاں سے معلوم ھوا کہ ضروری ھے کہ امام صحیح العقیدہ اور فاسق معلن نہ ھو ورنہ مقتدی کی نماز یا تو باطل ھوگی یا واجب الاعادہ۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۱۹۷) مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ میں کہ زید جو کم علم اور کم پڑھا لکھا ہے۔ اکثر اپنی زبان سے کفریات بکتا رہتا ہے۔ مثلاً اس نے پریشانی کی حالت میں کہا کہ۔ ساری مصیبت ہم پر ہی آتی ہے۔ اللہ ہے کہ نہیں پتا نہیں۔ اللہ صرف ہم پر مصیبت ڈالتا ہے۔ میں جب بھی نماز شروع کرتا ہوں کاروبار میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ اللہ کو میرا ہی گھر ملا ہے مصیبت ڈالنے کو وغیرہ نعوذ باللہ۔ اب اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکا ہے۔ کیا زید کا نکاح ان کفریات کے سبب پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ یا طلاق واقع ہوگئ۔

جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

المستفتی: محمد ارشد عالم رضوی ضیائی کولکاتا، ۱۵/اپریل، ۲۱۰۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

زید اپنے مذکورہ اقوال کفریہ کے سبب پہلے ھی دائرہ اسلام سے خارج ھو کر کافر ومرتد ھو چکا تھا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل کر اجنبیہ ھو چکی تھی، اسے حلال تھا کہ بعد عدت جس سے چاھے نکاح کرے۔ اس عورت کو دوسرے سے نکاح کرنے کے لیے اس زید بے قید کے طلاق دینے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۱۹۸) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ھے "شیئر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ھے؟ نوکری بھی یہ ھے کہ لوگوں کے اکاؤنٹ کھولنے ھیں" اب عرض یہ کرنا ھے کہ کیا یہ جائز ھے اگر ھے تو اسکی کیا صورت ھوگی

اللہ رب العزت آپکی عمر درازی عطا فرمائے

المستفتی: محمد طاھر القادری رامپوری، ۱۵/اپریل، ۲۰۱۸۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

شیئر مارکیٹ میں کاروبار کی آج جتنی صورتیں رائج ھیں ان میں اکثر و بیشتر صورتیں قمار (جوا) اور ربا (سود) پر مشتمل ھیں، ان میں ایک آدھ صورت جواز کی ھے بھی تو شیئر کا کام کرنے والوں نے اپنی جہالت و لاعلمی کے سبب ایسی شرطیں اور قیدیں لگا رکھی ھیں کہ جواز کے راستے مسدود و بند کر لیے ھیں، لہذا شیئر مارکیٹ سے وابستہ جتنے افراد ھیں خواہ وہ کمپنی کے بانیان و حصہ داران ھوں یا ملازمین و خریداران سب کے سب بلاواسطہ یا بالواسطہ حرام و ناجائز کاروبار میں ملوث ھیں، لہذا اس طرح کے ناجائز کام کی ملازمت شرعاً ناجائز و گناہ ھے۔ وللمسئلۃ دلائل و شواھد قویۃ و ظاھرۃ. و لم نذکرھا ھنا لعدم مسیس الحاجۃ إلیھا. و إن کانت الحاجۃ ماسۃ إلیھا فسنأتی بذلك شرحا و بسطا بإذن اللہ تعالی و توفیقہ. واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۱۹۹) سلام

امام صاحب مسافر ہیں اور مقتدی مقیم تو دو رکعت کے بعد امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم مقتدی باقی کی قراءت کی تو کیا رکعتوں میں قراءت کریں گے یا خاموش رہیں گے تو کیا حکم ہے، قیام میں، اور اتنی دیر خاموش رہے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی:

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

مسافر امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقیم مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی دو رکعتیں خود سے پڑھیں اور ان دونوں رکعتوں میں قراءت بالکل نہ کریں بلکہ سورہ فاتحہ پڑھنے کی مقدار خاموش کھڑے رھیں؛ کیونکہ مقتدی اس صورت میں لاحق ھیں اور لاحق کا حکم یہ ھے کہ وہ اپنی نماز بغیر قراءت وسجدہ سہو کے پوری کرے گا۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

فإذا قام المقیم إلی الإتمام لا یقرأ و لا یسجد للسھو فی الأصح. (الدر المختار مع رد المحتار 612/2)

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۰۰) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور مفتی صاحب کی بارگاہ میں عریضہ یہ ہیکہ

غیرا قامتی مدرسہ یا مکتب جہاں بچے یا بچیاں چند گھنٹوں کیلئے آتے ہوں پھر اپنے گھروں میں رہنا سہنا ہوتا ہو جبکہ مدرسہ یا مکتب والے داخلہ فیس ماہانہ فیس سبھی بچوں سے سب کچھ لیتے ہوں اور آمدنی اتنی ہوجائے کہ مدرسہ کے سارے ضروریات پورے ہوجانے کے باوجود روپے بچ جائے تو ایسے مکتب یا غیرا قامتی مدرسہ کو زکوت وغیرہ کا پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ ضرور جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

مدارس اسلامیہ اصلاً زکوۃ کا مصرف نہیں، نہ ان کو دینے سے زکوۃ ادا ھوگی۔ھاں زمانہ کے انحطاط، دینی تعلیم سے لوگوں کی بے رغبتی، علوم دینیہ کے زوال کے اندیشہ اور مدارس کی اساسی حاجت وضرورت کو مدنظر رکھتے ھوئے علماء کرام نے یہ اجازت مرحمت فرمائی ھے کہ مدارس کے وجود وبقا کے لیے ضروری ھے کہ اصحاب ثروت مسلمان اپنی پاک کمائی کا ایک حصہ ان مدارس کو دیں اور ان کی انتظامی ضروریات کو پورا کریں اور جہاں ایسا نہ ھو وھاں صادق و امین ذمہ داران زکوۃ وصول کریں اور تملیک فقیر کرانے کے بعد مدارس اسلامیہ کی اصولی اور ان کے ضمن میں پائی جانے والی ضروریات کو پورا کریں۔اور اگر کوئی مدرسہ ایسا پایا جاتا ھے جہاں کے تمام اخراجات فیس وغیرہ کے ذریعہ پورے ھو جاتے ھیں وھاں زکوۃ دینا اور ان مدارس والوں کا زکوۃ لینا دونوں شرعاً ناجائز وگناہ ھیں. فإن تحصیل الزکوۃ کان لحاجة وإذا عدمت الحاجة فلایجوز ماکان جوازہ موقوفا علیھا. واللہ تعالی أعلم بالصواب*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۰۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے پر کیا عورت کھلے بالوں پر یا جوڑا باندھ کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

المستفتی: شبینہ، ۱۸، اپریل، ۲۰۱۸۔

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

عورت جوڑا باندھ کر نماز پڑھے یا بالوں کو کھول کر نماز پڑھے، اسے دونوں باتوں کا اختیار ھے، البتہ عورت کے لیے لازم ھے کہ ھر حال میں بالوں کو اس طرح چھپا کر نماز پڑھے کہ ان کی سیاھی بھی کپڑے یا دوپٹے سے نظر نہ

آتی ھو. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۰۱) سلام

کیا فرماتے ہیں علماے دین کیا کھونٹی پر یا ہینگر پر کپڑے ٹانگنا منع ہے؟

المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

شرعاً کپڑوں کو کھونٹی یا ھینگر پر لٹکانے اور ٹانگنے میں کوئی حرج نہیں ھے۔

بخاری شریف جلد 1 حدیث نمبر 352 حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی سے روایت ھے کہ:*

صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہمانے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انہوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے۔ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احمق مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے بھی کسی کے پاس تھے؟*

اس حدیث شریف سے ظاھر ھے کہ صحابی رسول ﷺ اپنے کپڑے مشجب پر ٹانگتے تھے۔اور مشجب عربی زبان کا لفظ ھے جس کا معنی اردو میں ھک، ھینگر، کھونٹی اور اسٹینڈ وغیرہ سب ھیں جس پر کپڑے لٹکائے جائیں۔

یہاں ھمیں اپنا ایک واقعہ یاد آ گیا، اب سے کوئی پچیس سال پہلے ایک نامور عالم صاحب کے ساتھ سفر کا اتفاق ھوا، ھم نے اپنی کالی رامپوری ٹوپی اتار کر کھونٹی پر لٹکا دی، ان سب کی چھٹی حس پھڑک اٹھی اور بھرپور ناصحانہ و مصلحانہ انداز میں فرمانے لگے کہ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں ھے کہ ٹوپی اس طرح لٹکانا شرعاً منع ھے۔ میں نے عرض کیا حضور دلیل؟ فرمانے لگے مجھ سے زمانہ طالب علمی میں میرے استاذ نے فرمایا تھا۔ میں نے کہا حضرت آپ کے استاذ نے کیا فرمایا تھا وہ آپ جانیں، لیکن ایک جلیل القدر صحابی کے اس عمل کے بارے میں کیا کہیں گے جن کے کپڑے کھونٹی لٹکے تھے، کیا ٹوپی لباس اور کپڑوں سے جدا ھے؟ اس پر وہ بزرگ خاموش ھو گئے اور زبان حال سے اقرار و تصدیق کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق

القادری الدھلوی

(۲۰۲)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض کرتا ہوں کہ جو آج کل اپنے موبائل فوٹو کھینچتے ہیں یا کھنچاتے ہیں جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں علماے دین؟

المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

فوٹو اور تصویر موبائل سے ھو یا کیمرے سے یا کسی اور طریقہ سے بےضرورت وحاجت شرعیہ کھینچنا اور کھنچوانا دونوں ناجائز و گناہ ھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ھیں:*

إن أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصورون.(صحیح بخاری ،حدیث نمبر 5950. صحیح مسلم، حدیث نمبر 5659)*

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ھوگا۔

اس سلسلہ میں احادیث تقریباً حدتواتر کو پہنچی ھوئی ھیں،مگر آہ صد بار آہ! تصویر کشی ایسا عام جرم ھوگیا کہ اس کے گناہ ھونے کا احساس تقریباً مٹ چکا ھے۔اللہ تعالی ھم سب کو احکام شرع پر عمل کی توفیق بخشے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۰۳)السلام علیکم

حضرت صاحب کی بارگاہ میں سوال کہ یہ جملہ کہنا کیسا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ شیطان مسلمان ہے کیا شیطان کو مسلمان کہنا کیا یہ جملہ کہنا درست ہے؟ حضرت تھوڑا وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

شیطان کو مسلمان کہنا قرآن کریم کا کھلا انکار ھے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ﱪ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ.
(سورۃ البقرۃ.آیۃ 34)

یعنی اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔

جس شخص نے شیطان کو مسلمان کہا اس پر فرض ھے کہ تجدید ایمان کرے اور شادی والا ھو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۰۳) السلام علیکم

اگر کوئی مانگنے والا دروازے پر آئے مانگنے قوالی ومزامیر اور ڈیگ میں چلائے تو کیا ایسے سائل کو دینا صحیح ہے حضرت صاحب جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: ابراہیم خان، ۲۱/ اپریل، ۲۰۱۸۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب:

قوالی مزامیر کے ساتھ ناجائز وحرام ھے، اس طرح قوالیاں گا گا کر مانگنے والے گداگروں اور فعل حرام کے مرتکبین کو ھرگز کچھ دینا جائز نہیں ھے؛ کیونکہ یہ گناہ اور زیادتی کے کام پر تعاون ھے جسے رب کریم نے قرآن مجید میں صاف منع فرمایا ھے، ارشاد ھے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (سورۃ المائدۃ، آیۃ/2)

یعنی نیکی اور پرھیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ھے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

کتبہ الفقیر أبوالحسان محمد اشتیاق القادري الدھلوي۔

(۲۰۴) حضرت صاحب قبلہ، کیا مصافحہ کے وقت ادباً جھکنا صحیح ہے اور حضرت صاحب یہ مکروہ تنزیھی ہے تحریمی؟ جواب عنایت فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*مصافحہ کرتے وقت ایک کا دوسرے کی طرف جھکنا ممنوع و ناجائز ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قَالَ: »لَا« . قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: »لَا« . قَالَ: أَفَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَ يُصَافِحُهُ؟ قَالَ: »نَعَمْ« . (جامع ترمذی، حدیث نمبر 2728)

*ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کے وقت اس کے لیے جھک سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کیا وہ اس سے لپٹ سکتا ہے اور بوسہ دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ان صاحب نے عرض کیا کیا وہ ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(أ ينحني له) من الانحناء، وهو امالة الرأس و الظهر تواضعا و خدمة. (قال لا) أي فإنه في معنى الركوع و هو كالسجود من عبادة الله سبحانه. (مرقاة المفاتيح 498/8)

*یعنی یہاں حدیث شریف میں جھکنے سے مراد تعظیم و ادب کے لیے سر اور پیٹھ کا جھکانا ہے اور یہ رکوع کے معنی میں ہوا اور رکوع سجدہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قبیل سے ہے۔

علامہ محمد بن علان صدیقی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ومن البدع المحرمة الانحناء عند اللقاء بهيئة الركوع. (دليل الفالحين 181/6)

*یعنی ملاقات کے وقت رکوع کی طرح جھکنا بدعت محرمہ ہے۔

اس حدیث شریف سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ معانقہ اور اہل علم و فضل کی دست بوسی و قدم بوسی بھی ناجائز ہے۔ جب کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ دیگر احادیث و آثار کی وجہ سے معانقہ بھی جائز اور دست بوسی و قدم بوسی بھی جائز ہے۔ یہاں جس معانقہ سے منع فرمایا گیا ہے وہ ہے جس میں فتنہ کا اندیشہ ہو اسی طرح نااہل کی دست بوسی و قدم بوسی بھی ناجائز ہے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ امام نووی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں:

تقبيل يد الغير إن كان لعلمه و صيانته و زهده و ديانته و نحو ذلك من الأمور الدينية لم يكره بل يستحب، وإن كان لغناه أو جاهه في دنياه كره. (مرقاة 498/6)

*اگر کسی کی دست بوسی اس کے علم و تقوی اور زہد و دیانت اور اسی طرح کے دوسرے امور دینیہ کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور اگر اس کی مالداری اور دنیوی وجاہت کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالی أعلم

بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی

(۲۰۵) السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے"شیئر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے؟ نوکری بھی یہ ہے کہ لوگوں کے اکاؤنٹ کھولنے ہیں"اب عرض یہ کرنا ہے کہ کیا یہ جائز ہے اگر ہے تو اسکی کیا صورت ہوگی اللہ رب العزت آپکی عمر درازی عطا فرمائے

المستفتی: محمد طاہر القادری رامپوری، ۱۵/ اپریل، ۲۰۱۸ء۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحیم، الجواب بعون الله العلیم الملیك المقتدر الوهاب:*

شیئر مارکیٹ میں کاروبار کی آج جتنی صورتیں رائج ہیں ان میں اکثر و بیشتر صورتیں قمار (جوا) اور ربا (سود) پر مشتمل ہیں، ان میں ایک آدھ صورت جواز کی ہے بھی تو شیئر کا کام کرنے والوں نے اپنی جہالت ولاعلمی کے سبب ایسی شرطیں اور قیدیں لگا رکھی ہیں کہ جواز کے راستے مسدود و بند کر لیے ہیں، لہذا شیئر مارکیٹ سے وابستہ جتنے افراد ہیں خواہ وہ کمپنی کے بانیان وحصہ داران ہوں یا ملازمین وخریداران سب کے سب بلا واسطہ یا بالواسطہ حرام وناجائز کاروبار میں ملوث ہیں، لہذا اس طرح کے ناجائز کام کی ملازمت شرعاً ناجائز وگناہ ہے۔ و للمسئلة دلائل و شواهد قوية و ظاهرة، و لم نذكرها هنا لعدم مسيس الحاجة إليها، و إن كانت الحاجة ماسة إليها فسنأتي بذلك شرحا و بسطا بإذن الله تعالى و توفيقه. والله تعالى أعلم بالصواب*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی*

(۲۰۶) السلام علیکم

حضرت صاحب قبلہ کیا جیسے مؤمنوں میں درجے ہوتے ہیں کیا اسی طرح کافروں میں بھی ہوتے ہیں؟

حضرت جواب عنایت فرمائیں۔

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب

*جس طرح مومنین میں ایمان وایقان، عرفان واذعان اور اعمال کی کمی بیشی کے اعتبار سے ضعف وشدت اور کمال و

نقصان کے اعتبار سے درجات و مراتب ھیں اور انہیں کی بنیاد پر وہ اجر وثواب اور انعام و اکرام سے سرفراز کیے جائیں گے، اسی طرح کفار میں بھی انکار وجحود، تکذیب وتردید اور جرائم وسیئات کی کمی بیشی کے اعتبار سے درجات و درکات ھیں اور اسی اعتبار سے ان کو عذاب وعقاب اور توھین وتذلیل کے ذریعہ پابند سلاسل واغلال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ. (سورۃ الأنعام، آیۃ 132)

*اور ھر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ھیں اور تمہارا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں۔

*مطلب یہ ھے کہ ہر ایک کے لیے چاھے وہ نیک ہو یا گنہگار اس کے اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں اور انہیں کے مطابق ثواب اور عذاب ہوگا۔ جنتیوں کو جنت میں ان کے نیک اعمال کے مطابق درجے دیئے جائیں گے، ایسے ہی جہنمیوں کو جہنم میں ان کے برے اعمال کے مطابق مختلف درجوں میں سزا دی جائے گی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کفار کی اقسام اور ان کے درجات واحکام اس طرح بیان فرماتے ھیں:

*للہ عزوجل ہر قسم کے کفر وکفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی ومرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ھے۔

ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار۔

بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

*کافر مجاہر چار قسم ہے: اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔ دوم مشرک کہ للہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔ سوم مجوسی آتش پرست۔ چہارم کتابی یہود ونصاری کہ دہریہ نہ ہوں، ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر ومنافق۔ مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر للہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں

سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصا وہابیہ خصوصا دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانوں! اپنا دین بچائے ہوئے رہو۔ (فتاوی رضویه 323،322/14).والله تعالى أعلم بالصواب*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۰۷) As salaamu aley kum Wa rehma tul'lahi wabara kaatuhu.

Hazrat Mufti Sahab qibla ki Bargah me Sawal arz khidmat he ke Ramzan ke Roze kis Mahine me Farz huwe hatta ke Kuch ulma se suna ke Roze Meraj Sharif me Farz huwe or kuch ka kehna he ke Shabaan me Farz huwe.

Rehnumayi Farmayien.

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب: رمضان المبارک کے روزے ھجرت کے دوسرے سال دس شعبان المعظم کو فرض ھوئے۔

* امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

*صام رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان تسع سنين، لأنه فرض في شعبان في السنة الثانية من الهجرة وتوفى النبي صلى الله عليه وسلم في شهر ربيع الأول سنة إحدى عشرة من الهجرة.(المجموع 250/6)** رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں نو سال رمضان المبارک کے روزے رکھے؛ کیونکہ روزے ھجرت کے دوسرے سال شعبان کو فرض ھوئے اور آپ کا وصال

ربیع الاول گیارہ ھجری کوھوا۔
* یہی جمہور محدثین وفقہاء کا قول ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*
* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*
(۲۰۸) کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل مین کہ دیوبندی کی بچی کی شادی مین شرکت کرنا،دعوت کھانا سنی مردوعورت کیلئے جائز ہے۔شرکت کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟۔رہنمائی فرمائین۔

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:
دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب اسلام سے خارج ومرتد ھیں، اور مرتد سے کسی قسم کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز وگناہ ھے،لہذا دیوبندی کی شادی میں شرکت سخت ناجائز وگناہ ھے۔ایسے لوگ جنہوں نے دیوبندی کی دعوت کھائی اورشادی میں شرکت کی ان پر لازم ھے کہ علانیہ توبہ کریں۔دیوبندیوں کے عقائد کفریہ جاننے کے لیے کتاب مستطاب حسام الحرمین کا مطالعہ فرمائیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.
کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی
(۲۰۹) حضرت صاحب اس شعر کو واضح طور پر سمجھائیں
یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے
جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی:ابراہیم خان،۲۵/اپریل،۲۰۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:
اس شعر میں ایسی کون سی دشوار بات ھے جس کو سمجھانے کی ضرورت ھے۔شعر بالکل واضح اوراپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بے غبار و بے داغ ھے۔ھاں ممکن ھے آپ کو اس بات سے جھٹکا لگتا ھو کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اللہ عزوجل سے رحم کی دعا مانگی مصطفی ﷺ کے واسطے سے،اور رسول اللہ ﷺ سے کرم کی بھیک مانگی ھے اللہ تعالیٰ کے واسطے۔تو گویا اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وسیلہ ھیں اوررسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک رسائی کے لیے اللہ رب العزت وسیلہ ھے اور یہ اعتقاد سراسر غیر اسلامی ھے؛

کیونکہ اللہ تعالیٰ مقصود و مطلوب حقیقی ہے، اس تک رسائی کے لیے مخلوق وسیلہ ہوسکتی ہے، لیکن مخلوق میں ایسا کوئی بھی نہیں کہ اس تک رسائی کے لیے رب کریم کی ذات کو وسیلہ وسفارشی بنایا جائے۔

اگر واقعی آپ کو اس شعر سے یہی خلجان ہے تو اس کا جواب سن لیجیے۔ دراصل اس وہم وخلجان کی بنیاد اردو زبان وادب سے نا آشنائی ہے۔ پہلے مصرع میں واسطے کا مطلب وسیلہ وذریعہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اے میرے معبود اپنے منتخب و پسندیدہ رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہم پر رحمتیں نازل فرما۔ اور دوسرے مصرع میں واسطے کا لفظ رضا وخوشنودی کے معنی میں بطور محاورہ استعمال کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہم غلاموں پر کرم فرما دیجیے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی بھی مانگنے والا ایک سخی وداتا سے اس طرح مانگتا ہے کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے کچھ عطا کر دیجیے، یہاں مانگنے والے کا یہ مقصد نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو آپ سے مانگنے کے لیے وسیلہ بنا رہا ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ رب کریم کی رضا وخوشنودی کے لیے مجھے عطا فرما دیجیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی

(۲۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:*

زید بے قید کے بیانِ بے بنیان کو پڑھ کر یہ بات بالکل ظاہر و بے غبار ہے کہ زید زورِ خطابت وشورِ تقریر کا عادی اور علم وتحقیق سے عاری ہے۔ بے شک قرآنِ کریم میں ہر چیز کا واضح بیان، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت موجود ہے، رب قدیر وکریم ارشاد فرماتا ہے:*

وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحۡمَةً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ۔ (سورۃ النحل، آیۃ ۸۹)*

اور یقیناً یہ چاروں صفات امام الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، ہادی برحق، بشیر ونذیر، سراج منیر، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موجود ہیں۔ مگر زید کا یہ کہنا کہ "ان چاروں صفتوں میں قرآن اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات برابر اور سیم سیم ہے" کھلی جہالت اور کتاب وسنت کے ارشادات سے صریح غفلت پر مبنی ہے۔*

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی صفت، غیر مخلوق، قدیم، ازلی، ابدی، سرمدی اور دائمی ہے، یہ ہر قسم کے حدوث وزوال، نقصان وفنا، ترمیم وتبدیل، حذف واضافہ، کمالِ منتظر اور ارتقاء متوقع سے پاک وصاف اور معرّی ومنزّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:*

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿سورۃ بنی اسرائیل، آیۃ ۸۸﴾ آپ فرمادیجیے اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار رہو*

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اس کلام کے مثل لاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا تمام کُفّار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآنِ کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کرسکے۔

اور دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہوتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿سورۃ الشوری، آیۃ ۱۱﴾۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ پوری مخلوق میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی مثل ہو ہی نہیں سکتا، جو شخص مخلوق میں کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی بھی صفت کے برابر مانے وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں، مشرک ہے، بے دین ہے، کافر ہے اور جہنمی ہے۔

*زید کا یہ جملہ بھی محض خطیبانہ بڑ اور جاہلانہ موشگافی ہے کہ "کلام الٰہی، اللہ کا کلام، کلام الٰہی جب الفاظ کے سانچے میں ڈھلا تو قرآن کی صورت میں ہم کو نظر آیا اور جب نور کے سانچے میں ڈھلا تو پیارے آقا کی ذات بنتی ہوئی نظر آئی، پتہ کیا چلا قرآن اور پیارے آقا کی ذات برابر اور سیم سیم ہے" *

اس خرافات وہفوات کے پیچھے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں، اس طرح کی بکواس عموماً روافض کے جاہل ذاکر اور بیدین خطیب اپنے اسٹیجوں سے ناچ ناچ کر اور اچھل اچھل کر خالص آوارہ فکروں کی طرح کرتے ہیں، بدقسمتی سے ہمارے یہاں کچھ رٹو طوطے مال ومنال اور داد وکھاد جمع کرنے کے چکر میں ان کی بیہودہ نقل کرتے اور خوب طومار باندھتے ہیں، جس پر سادہ لوح عوام کود کود کر شور بھی مچاتی ہے اور نوٹ بھی لٹاتی ہے اور ایسے جاہل واحمق پیشہ ور خطیب کو دینی قائد ورہنما بھی سمجھتی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

اور جناب زید کی اطلاع کے لیے یہ بھی بتادینا مناسب ہے کہ رب کریم کا کلام ائمہ عظام اسلاف کرام اور محققین اعلام رحمھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظی ونفسی کی تقسیم سے بری ہے، اسلاف کے نزدیک رب کریم کا کلام واحد ہے جس میں کسی بھی جہت سے کوئی تقسیم وتعدد نہیں، یہ لفظی ونفسی کی تقسیم متاخرین متکلمین کی ایجاد ہے جسے معتزلہ کا منہ سینے اور کم

عقلوں کی تفہیم کے لیے انہوں نے اختیار کیا۔ ملاحظہ کریں :المستند المعتمد بناء نجاۃ الأبد، ص 35. متاخرین کی تقسیم کا معاذ اللہ یہ معنی ومفہوم ھرگز نہیں کہ کلام لفظی جسے ھم پڑھتے ھیں یہ قرآن چھوٹا ھے اور پیارے آقا کی ذات بلند ھے۔ استغفر اللہ العظیم واتوب الیہ۔ زید کا یہ ناپاک مضمون پڑھتے ھوئے ایمانی روح کانپتی ھے۔اس باطل ومردود قول کو پڑھنے کے بعد مجدد قرن ثالث، امام اھل سنت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ کی قربانی وجانفشانی اوران کی تاریخی کاوش کا پورا نقشہ نگاھوں میں گردش کرنے لگتا ھے۔

زید زیادہ نہ سہی مجدد اعظم، امام اھلِ سنت، سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے اس ارشاد ھی کو پڑھ لے تو آنکھوں سے جہالت کے پردے ھٹ جائیں۔آپ فرماتے ھیں:*

كلام الله تعالى واحد لا تعدد فيه أصلا، لم ينفصل و لن ينفصل عن الرحمن، و لم يحل في قلب و لا لسان، ولا أوراق ولا آذان، و مع ذلك ليس المحفوظ في صدورنا إلا هو، ولا المتلو بأفواهنا إلا هو، ولا المكتوب في مصاحفنا إلا هو، ولا المسموع بأسماعنا إلا هو، لا يحل لأحد أن يقول بحدوث المحفوظ المتلو المكتوب المسموع، إنما الحادث نحن، و حفظنا و ألسنتنا و تلاوتنا و أيدينا و كتابتنا و آذاننا و سماعتنا، والقرآن القديم القائم بذاته تعالى هو المتجلي على قلوبنا بكسوة المفهوم، و ألسنتنا بصورة المنطوق و مصاحفنا بلباس المنقوش، و آذاننا بزي المسموع، فهو المفهوم المنطوق المنقوش المسموع لا شئ آخر غيره دالا عليه.*

وذلك من دون أن يكون له انفصال عن الله سبحانه وتعالى، أو اتصال بالحوادث أو حلول في شيء مما ذكر. و كيف يحل القديم في الحادث، ولا وجود للحادث مع القديم، إنما الوجود للقديم و للحادث إضافة لتكريم. و معلوم أن تعدد التجلي لا يقتضي تعدد المتجلي. (المستند، ص 35، 36)

مستند کے اقتباس مذکور کی ھر سطر میں زید کے جاھلانہ گمان کا رد بلیغ اور محو باز غ پورے شباب پر ھے. فاعتبروا یا أولی الألباب.

* زید کی بصارت وبصیرت سے محرومی تو دیکھیے کہ بکتا ھے کہ قرآن ھدایت ھے مسلمانوں کے لیے یا زیادہ سے لوگوں کے لیے۔ استغفر اللہ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. زید چونکہ چند آیتیں رٹ کر وہ بھی معنی و مفہوم وتفسیر وسیاق وشان نزول سے ھٹ کر پیشہ ورانہ گویا گیری کا دلدادہ لگتا ھے اس لیے ایسی بات بکتا ھے کہ قرآن زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے ھدایت ھے۔کیا اسے قرآن کریم کے بارے میں رب العالمین کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ

فرماتا ھے:*

أولٰئِكَ الَّذِیْنَ ھدَی اللہ فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِہْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ .(سورۃ الانعام ،آیۃ ۹۰) ۔ یہ ہیں جن کواللہ نے ہدایت کی توتم انہیں کی راہ چلوآپ فرمادیجیے میں قرآن پرتم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو

کیا سورہ یوسف شریف آیۃ 104 بھی یاد نہیں ،مولیٰ عزوجل فرماتا ھے: وَمَا تَسْئَلُھُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔اورتم اس پران سے کچھ اجرت نہیں مانگتے یہ تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت.

کیا سورۃ الفرقان شریف کی پہلی آیت بھی معلوم نہیں ،خالق کائنات عزوجل ارشادفرماتا ھے:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جوسارے جہان کوڈرسنانے والا ہو.

اس معنی کی آیات مبارکہ اوربھی ھیں جن میں اس بات کا بیان ھے کہ قرآن کریم تمام جہانوں کے لیے نصیحت و ھدایت ھے، یہاں زید کی جہالت کوآئینہ دکھانے کے لیے ھم پوچھتے ھیں کہ کیا تیسواں پارہ بھی پڑھنے کی توفیق نہیں ھوئی ،سورہ تکویرآیۃ ۲۷ میں ارشادربانی ھوتا ھے: *اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ.*

وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لئے

ھم نے اس خوف سے کہ جواب طویل نہ ھوجائے صرف چندآیات قرآنیہ پراکتفا کیا،ورنہ زید کی جہالت و گمراھی کےثبوت کے لیے کتاب وسنت ،فقہ وعقائداوراصول وکلام کی کتابوں سے دلائل کا وافر ذخیرہ پیش کیا جاسکتا ھے.

زید کے لیے راہ عافیت وطریق خیریت یہی ھے کہ نار پرعارکوترجیح نہ سےاوراپنے مذکورہ افکارونظریات سے تائب ھو-واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۲۱۱)السلام علیکم ،حضرت صاحب قبلہ،

عرض یہ ہے کہ حضرت صاحب ،میں اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب غیرفرقے کہ اللہ کوایک مانتے ہیں اوراسی کی عبادت کرتے ہیں ہم اللہ کوایک مانتے ہیں اوراسی کی عبادت کرتے ہیں توحضرت صاحب ہم میں اوران میں انترکیوں ہے؟ جواب عنایت فرمائیں ،قرآن وحدیث کی روشنی میں ۔

المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الوھاب :

توحید وہی معتبر ہے جو اسلامی طریقہ کے مطابق ہو، اسلام سے ہٹ کر کوئی لاکھ اللہ تعالی کو ایک ماننے کا دعویٰ کرے، مالائیں جپے، تپسیا کرے، چلے کھینچے، جوگی بن کر اپنے گمان میں ایک معبود کی پرستش و پوجا کرتا پھرے اور اس معبود کے نام کے سوا کسی اور کا نام نہ لے پھر بھی وہ توحید کا دعویٰ جھوٹا، غلط، مردود، باطل اور بکواس ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۫ (سورۃ آل عمران، آیۃ 19)

* بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

* اسی سورت کی آیۃ نمبر 85 میں رب کریم ارشاد فرماتا ہے:*

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ-وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

* اور جو اسلام کے علاوہ اور دین چاہے گا تو اس کی طرف سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

* ایک جگہ اللہ رب العزت اس طرح ارشاد فرماتا ہے:*

*اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ. (سورۃ المائدۃ، آیۃ 3)

* آج میں نے نے تمہارے لیا تمہارا دین مکمل فرما دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری فرما دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

سورۃ الصف، آیۃ نمبر 7 اللہ تعالی جل وعلا ارشاد فرماتا ہے :

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِؕ-وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.

* اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا و اور اللہ ظالم لوگوں کو دایت نہیں دیتا*

* ان تمام آیات مبارکہ سے روز روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام کے علاوہ اور کوئی دین ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ کوئی شخص عبادت وریاضت اور مراقبہ ورھبانیت کی جتنی بھی صورتیں ہوسکتی ہیں سب اختیار کر لے، ہر عبادت اور ہر نیک عمل کی قبولیت کی بنیادی شرط اسلام ہے، اگر اسلام نہیں تو سب کچھ مردود و باطل ہے۔ نبی کریم،

آقائے دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد اب قیامت تک فلاح وصلاح اور خیر وسلامتی کے تمام راستے اتباع واطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منحصر ھیں۔ یہ مسئلہ بالکل بدیہی اور ظاھر ھے کہ توحید وھی مقبول ھے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شھادت کے ساتھ ھو ورنہ ھرگز قبول نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.

(۲۱۲) سلام

حضرت سے عرض ہے کہ:

اڑھنے والے چھوٹا جانور کھانے پینے کی کسی چیز میں گر جائے تو وہ چیز کھا پی سکتے ہیں کیا؟

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

* اس طرح کے چھوٹے کیڑے جیسے مکھی، مچھر، بچھو، تتلی بھڑ، شہد کی مکھی جن میں بہنے والا خون نہیں ھوتا اگر کھانے پینے کی چیزوں میں گر جائیں تو وہ چیزیں ناپاک نہیں ھوتیں، ان کیڑوں کو نکال کر پھینک دیں اور ان چیزوں کو استعمال کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۱۳) السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ

ایک شخص اپنے وطن اصلی سے 63 روز رکنے کے ارادے سے آگرہ گیا ٹھیک 35 دن کے بعد اس نے چھتیس گڑھ کا سفر کیا 8 دن رک کر پھر واپس آگرہ آگیا اب اس کے پاس 20 دن ہیں اور ٹھیک 20 دن کے بعد یہ اپنے وطن اصلی واپس آجائے گا لیکن ان 20 دنوں میں 8 دن کے بعد پھر سفر پر جانا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ 92 کلومیٹر سے دور جانا ہے یا کم؟ اس صورت میں اس شخص کے لیے اقامت کی نیت کرنا درست ہے یا نہیں یا یہ مسافر ہی رہے گا؟

بینوا وتوجروا

السائل محمد تحسین رضا جوالہ پور بلاس پور رام پور یوپی۔

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته.*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب:

* نیت اقامت درست ہونے کی ایک شرط یہ ہے:*

أن لا تكون حالته منافية لعزيمته. (ردالمحتار 609/2)

* اس کی حالت اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔

*صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ وہ شخص اگر آگرہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرلے تب بھی اس کی یہ نیت لغو وبے معنی ہے؛ کیونکہ اس کے پروگرام میں آٹھ دن دوسرے مقام کی طرف سفر کرنا شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ مقام ثانی مدت سفر پر واقع ہو یا نہ ہو، بہرحال جب اسے ہر حال میں سفر کرنا ہے تو آگرہ میں اقامت کی نیت درست نہیں ہوسکتی۔

* اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ:*

لو نوى الإقامة خمسة عشر يوما في موضعين فإن كان كل منهما أصلا بنفسه نحو مكة و منى و الكوفة والحيرة لايصير مقيما و إن كان إحداهما تبعا للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيماً. (الفتاوى الهندية 154/1)

* اگر پندرہ دن دو مستقل جگہوں میں اقامت کی نیت کی جیسے مکہ اور منی اور کوفہ وحیرہ میں تو مقیم نہ ہوگا اور اگر ایک جگہ دوسرے کی تابع ہے یہاں تک کہ اس دوسری جگہ کے باشندوں پر بر بنائے تبعیت جمعہ واجب ہوجاتا ہے تو مقیم ہوجائے گا۔ والله تعالى أعلم بالصواب.*

و كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.

(۲۱۴) السلام علیکم حضرت «» کچھ سوالات عرض ہین

نمبر (۱) اگر نماز کی پہلی رکعت مین سورہ الناس تلاوت کی تو کیا کرین؟ نمبر (۲) اگر اکیلا شخص نماز پڑھ رہا ہی اور سبحانك اللهم پڑھنا بھول گیا تو کیا کرین؟ نمبر (۳) کوء شخص گھر پر اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی دوسرا شخص گھر پر نہین ہی اب کوء ایسا شخص آتا ہی جو گھر مین داخل نہین ہو سکتا اور بار بار آواز دیرہاہو تو کیا کہانس سکتا ہی؟ نمبر (۴) صلاۃالتسبیح کی نماز مین تکبیرات مین ب※ول وگئ تو کس طرح اسکی ادائیگی کرین اور کیا سجدہ سہو کرنا ہو گا؟

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب، اللهم هداية الحق والصواب، وإليك المرجع و المآب:*

□ 1اگر پہلی رکعت میں سورۃ الناس مکمل پڑھ لی تو دوسری رکعت میں بھی سورۃ الناس پڑھے، کیونکہ خلاف ترتیب پڑھنے سے ایك سورت کی تکرار آسان ہے۔علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

فإن اضطر بأن قرأ فی الأولی(قل أعوذ برب الناس)أعادھا فی الثانية إن لم يختم. لأن التكرار أھون من القراءة منكوسا. (ردالمحتار 268/2).

* □ 2اگرمنفرد ثنا پڑھنا بھول گیااورتعوذ شروع کردیا،اسی طرح ثنا،تعوذ اورتسمیہ پڑھنا بھول گیاتو ثنا کا اعادہ نہیں؛ کیونکہ اب اس کا محل ھی نہ رھا اور سجدہ سہو بھی نہیں؛ کیونکہ اس کا موجب نہیں پایا گیا۔علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

إن کبر و تعوذ و نسی الثناء لایعد، و کذا إن کبر و بدأ بالقراءة ونسی الثناء والتعوذ و التسمية لفوات محلھا، ولا سھو عليه. (ردالمحتار 191/2)

* □ 3اگردروازے پر دستک دینے والامصیبت زدہ ھواور دستک دے کرخاص اسی فریادی ھو، یاکسی کوبھی مدد کے لیے پکارتاھو یاکوئی ڈوب رھاھو یاجل رھاھو یانابینا کنویں میں گرنے کےقریب ھو یاکسی گاڑی وغیرہ سے ایکسیڈنٹ ھوا چاھتا ھے، ان سب صورتوں میں اگرنماز پڑھنے والا بچانے پرقادرھوتونمازتوڑ دیناواجب ھے۔علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتےھیں:*

ويجب لإغاثة ملھوف و غريق و حريق. (الدر المختار مع الشامی 426/2)

* اس کےتحت علامہ شامی لکھتےھیں:*

ويجب الظاھر منه الافتراض، لإغاثة ملهوف سواء استغاث بالمصلی أو لم يعين أحدا فی استغاثته إذا قدر علی ذلك، و مثله خوف تردی اعمی فی بئر مثلا إذا غلب علی ظنه سقوطه.(ردالمحتار 426/2)

* یہ توفرض نماز کامسئلہ ھے اگرکوئی شخص نفل میں مصروف ھواوروہ عورت ھوتو دستک دینے والے کے لیے تالی بجادے اوراگرمردھوتوسبحان اللہ کہہ دے۔

* اوراگر دستک دینے والےاس کے والدین یادادادادی وغیرہ اصول ھوں تو اگرانھیں نماز پڑھنامعلوم نہ ھوتومعمولی پکار پربھی نمازتوڑسکتاھے۔

* حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشادفرماتےھیں:*

: (إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ : سُبْحَانَ اللَّهِ.(صحیح بخاری ،حدیث نمبر 1234)

و ردالمحتار 426/2.

4صلوۃ التسبیح کی تکبیرات انتقال باقی عام نمازوں کی طرح سنت ھے ان کے ترک سے سجدہ سہو لازم نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہمارے ہند و پاک میں بزرگوں کے نام کے چراغ روشن کئے جاتے ہیں کہیں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کا کہیں سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کے نام کا وغیرہ ان چراغوں کی شرعی حیثیت کیا ہے اس طرح کے چراغ روشن کرنا حصول برکت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

اس طرح ایک نذر کا اہتمام کیا جاتا ہے جسکو فقیر درویش کا کونڈا کہا جاتا ہے ملیدہ پر فاتحہ خوآنی ہوتی ہے اور نذر کرنے والا اس تبرک کو ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر کھاتا یا کھاتی ہیں اس طرح کی نذر کی کیا شرعی حیثیت ہے اور یہ فقیر درویش سے کون بزرگ مراد ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ العلیم الوھاب:*

*☐ 1 اگر چراغ روشن کرنے سے اھل خانہ یا کسی حاجت مند کو روشنی حاصل کرنا ھو، تاریکی سے نجات دلانا مقصود ھو یا کسی طالب علم وغیرہ کی مدد مطلوب ھو تو چراغ جلانا ایک نیکی اور صدقہ ھے، جس کا ایصال ثواب سیدی غوث اعظم، حضور خواجہ غریب نواز، حضرت مخدوم سمنان، حضرت مخدوم بہار، حضرت محبوب الٰہی اور دوسرے کسی بھی بزرگ کو کیا جاسکتا ھے رضی اللہ تعالی عنھم۔ اور اگر چراغ جلانے سے کوئی روشنی حاصل کرنا مقصود نہ ھو تو نفس چراغ جلانا کوئی خیر و برکت کا کام نہیں، یہ اسراف ھے اور اضاعت مال ھے جو شرعاً ناجائز و گناہ ھے۔ اس سوال کا مزید تفصیلی جواب پہلے بھی عرض کیا جاچکا ھے۔

* ☐ 2 فقیر قادری ایسے کسی ایسے درویش وفقیر سے آشنا نہیں ھے جس کے نام کی نذر و فاتحہ ایسے عجائب وغرائب پر مشتمل ھو اور اسے کھانے کے لیے خلاف سنت ھی نہیں بلکہ غیر انسانی طریقہ اختیار کیا جاتا ھو. واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۲۱۶) السلام علیکم حضرت صاحب قبلہ عرض یہ ہے کہ:
کیاسنتِ مؤکدہ میں قیام فرض ہے؟ حضرت جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی:

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:
* قیام ہر سنتِ مؤکدہ میں فرض نہیں بلکہ سنت فجر میں فرض ہے؛ کیونکہ سنت فجر کا حکم سب سے زیادہ تاکیدی ہے۔
شامی میں ہے:*

لو صلى التراويح قاعدا بلا عذر قيل لايجوز قياسا على سنة الفجر فإن كلا منهما سنة مؤكدة وسنة الفجر لاتجوز قاعدا من غير عذر بأجماعهم. (ردالمحتار 132/2). والله تعالى أعلم بالصواب.

* كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*

(۲۱۷) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسلہ ذیل میں زید سے حالت نماز میں سورۃ الفاتحہ کی ایک آیت اھدنا الصراط المستقیم چھوٹ گئی ابھی سورۃ الفاتحہ مکمل نہیں ہوی کہ اسے یاد آیا کہ آیت چھوٹ گئی ہے زید نے سورۃ الفاتحہ پھر شروع سے پڑھی کیا اس صورت میں زید پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی محمد فیض الحسن

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:
صورت مسئولہ میں سجدہ سہو لازم ہے؛ کیونکہ اس طرح سورہ فاتحہ کے اکثر حصے کی تکرار ہوئی جس سے سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے۔علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فلو قرأها في ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السورة كما في الذخيرة وغيرها، وكذا لو قرأ أكثرها ثم أعادها. (رد المحتار 152/2)
* ہاں اگر متروکہ آیت سے اعادہ کیا جائے خواہ اب سورہ فاتحہ کے اکثر حصے کی تکرار لازم آئے تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا،

فإن هذا التكرار لحاجة وهي غير موجبة للسهو. والله تعالى أعلم بالصواب.*
* كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*
(۲۱۸) کچھ لوگ اس طرح کا سوال کرتے ھیں وہ کون سی چیز ھے خدا بھی نھیں دیکھتا؟ جواب میں کہتے ھیں خواب اس طرح کا سوال کرنا درست ھے المستفتی جعفر نظامی اختر رضا مسجد فاطمہ نگر بھیونڈی
وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته
بسم الله الرحمن الرحيم
الجواب بعون الله العليم الملك المقتدر الوهاب:
* ایک بات اچھی طرح ذھن نشین فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے کا مطلب یہ ھے کہ وہ ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ھو، اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک ضروری دینی کا انکار کرے اور اس کے بعد ھزار بار کہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مانتا ھوں، ان سے محبت کرتا ھوں اور ان کے بتائے طریقے اور راستے پر چلتا ھوں اس کے یہ سارے دعوے جھوٹے اور بکواس قرار پائیں گے، ان میں سے اس کی ایک بات بھی نہیں سنی جائے گی، بلکہ اس کو کافر و مرتد اور جہنمی قرار دیا جائے گا، خواہ وہ دیوبند کا رھنے والا ھو یا بریلی کا۔ مثلاً کوئی اللہ کے رسول ﷺ کے علم پاک کو جانوروں اور پاگلوں کے علم کی طرح بتائے، جیسا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا ھے، یا شیطان کے علم کو رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ بتائے جیسا کہ خلیل احمد انبیٹھوی نے براھین قاطعہ میں لکھا ھے تو اس کو کافر و مرتد ھی کہا جائے گا، چاھے وہ بار بار ایمان کا دعوے کرے۔ تو ھم اھل سنت و جماعت اور دیوبندیوں اور وھابیوں کے درمیان یہی بنیادی فرق ھے کہ ھم ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اھل سنت کو مانتے ھیں اور دیوبندی و وھابی ان لوگوں کو کہا جاتا ھے جو ان کا انکار کرتے ھوں، خواہ وہ کہیں کے رھنے والے ھوں۔ ایک بار پھر سمجھ لیں ضروریات دین کا منکر اگر بریلوی ھو تب بھی کافر و مرتد ھے اور ضروریات دین کو ماننے والا دیوبندی ھو تب مسلمان ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.*
* كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*
(۲۱۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یہ الفاظ مبارکہ کس بزرگ سے منقول ہیں یا یہ الفاظ حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان سے ان الفاظ مبارکہ کو بیان فرمایا مستند حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں المستفتی محمد عمر قادری منگولپوری نئ دہلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* وخاص یہ الفاظ" یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" کس بزرگ سے منقول ھیں، فقیر کے علم میں نہیں، البتہ ان الفاظ سے جو توسل واستغاثہ کیا جاتا ھے وہ خود سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی سے منقول ھے۔ امام شطنوفی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ھیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا:*

من توسل بی فی شدۃ فرجت عنه و من استغاث بی فی حاجة قضیت له. (بهجة الأسرار، ص 102)

* یعنی جس نے کسی مصیبت کے وقت مجھے وسیلہ بنایا میں اس کی پریشانی دور کر دیتا ھوں اور جس نے کسی ضرورت کے وقت مجھ سے فریاد کی میں اس کی ضرورت پوری کر دیتا ھوں۔

* اس سے ظاھر ھے کہ مذکورہ الفاظ گو اسی طرح حضور غوث اعظم رضي الله تعالی ※ عن ※ سے منقول نہ بھی مگر ان کے معنی آپ سے بهجة الأسرار کی مذکورہ روایت کے مطابق ضرور منقول و ثابت ھیں. واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.*

(۲۲۰) گرامی مرتبت مناظر اہل سنت فقیہ النفس حضرت مفتی اشتیاق القادری صاحب دام ظلہ علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بارگاہِ عالی جاہ میں عرض یہ ہے کہ زید عوام اہل سنت کے درمیان رائج کچھ معمولات کے خلاف ہے جس کی وجہ سے عوام اہل سنت نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا ہے، مسجد میں باجماعت نماز پر پابندی لگا رکھی ہے

زید کا کہنا ہے کہ

1 نیاز و فاتحہ کی رسم 2 محفلِ میلاد کا انعقاد 3 عرس اور مزار پر حاضری جلسے جلوس 4 پیری مریدی 5 لنگر کی رائج رسمیں 6 نامِ اقدس سن کر انگوٹھا چومنا 7 قبر پر اذان کہنا 8 اذان کے بعد صلاۃ پڑھنا 9 نماز کے بعد سلام پڑھنا، نماز کے بعد مدینہ شریف کی طرف متوجہ ہونا 10 قرآن خوانی کروانا 11 نماز کے بعد پابندی کے ساتھ مصافحہ کرنا 12 گیارہویں شریف، بائیس رجب چودہ شعبان دس محرم کے کھانے، کھچڑا، پوری، حلوہ پر فاتحہ دلوانا 13 تیجے، دسویں، بیسویں، برسی کے موقع پر منعقد پروگرام میں شریک ہونا

اگران تمام چیزوں کوکوئی کرتا ہےتو زیداس کومنع نہیں کرتا،لیکن خود وہ یہ سب کام نہیں کرتا ہے
زید کا کہنا ہے کہ یہ تمام چیزیں اپنی موجودہ شکل کے ساتھ زمانہ رسالت میں نہیں تھیں اس لئے میری طبیعت اِن پر نہیں جمتی ہے
ایسی صورت میں زید اہل سنت والجماعت سے ہے یا نہیں
حکم شرع سے آگاہ فرمائیں نہایت کرم ہوگا
المستفتی: احقر العباد محمد شارف مصباحی کچھا اتراکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الوھاب:

سوال میں مذکورا کثر امور گو اپنی موجودہ شکل وھیئت کے ساتھ سید الخلق، اتم الخُلق، اکمل الخلق، امام الانبیاء، سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانِ برکت نشان میں موجود نہ تھے تاھم ان میں سے کوئی امر بھی نہ تو کتاب و سنت کے معارض ومنافی ھے اور نہ ھی شریعت کے دیگر براھین وقوانین کے مخالف ومتصادم ھے، بلکہ حسن نیت کے ساتھ مذکورہ تمام امور خیر وبرکت اور نیکی وقربت کا ھی باعث ھیں، اب اگر کسی کی اکھڑی طبیعت ان امور پر اس لیے نہیں جمتی کہ یہ امور اپنی موجودہ شکل میں دور رسالت مآب علیہ السلام میں موجود نہ تھے تو یہ اس کی طبیعت کی بلاخیز بیماری، جہالت افروز فتنہ پردازی اور تجاھل آمیز شرارت و بدتمیزی ھے؛ کیونکہ عہدِ رسالت کے بعد پائے جانے والے اعمال وافعال کے جواز وعدم جواز کی بنیاد اس پر نہیں کہ یہ اعمال وافعال اپنی موجودہ شکل کے ساتھ دور رسالت میں موجود تھے یا نہیں، بلکہ اس پر ھے کہ ان کی اصل کتاب وسنت میں ھے یا نہیں، اگر اصل موجود ھو تو حکم جواز ھے ورنہ نہیں۔

*اگر جناب زید کی طبیعت کے جماؤ وا کھاڑ کے اصول (اپنی موجودہ شکل کے ساتھ زمانہ رسالت میں موجود ھونا یا نہ ھونا) کو پیش نظر رکھا جائے تب تو آنجناب کی طبیعت اس دور کی مساجد پر بھی نہیں جمتی ھوگی؛ کیونکہ آج کل پائی جانے والی مساجد اپنی موجودہ شکل کے ساتھ زمانہ رسالت میں نہیں تھیں، زمانہ رسالت میں تو مساجد منڈی اور بغیر محراب کے نہایت سادہ تھیں، آج کل کے مدارس اسلامیہ پر تو بالکل ھی طبیعت نہیں جمتی ھوگی؛ کیونکہ یہ نہ صرف اپنی موجودہ شکل کے ساتھ موجود نہ تھے، بلکہ ان کا تو سرے سے وجود ھی نہ تھا، پھر آج کل پائی جانے والی کتب اسلامیہ ودینیہ، انہیں دیکھ کر تو غریب کی طبیعت کا حال اجتثت من الأرض مالھا من قرار کا نمونہ بن جاتی ھوگی۔ اسی طرح صدھا امور

ھیں جو اپنی موجودہ شکل کے ساتھ زمانہ رسالت میں موجود نہیں تھے لیکن ان سے زید اور اس کے ھم نوا اپنی دینی و دنیاوی زندگی میں اس طرح چپکے ھوئے ھیں کہ اکھڑنے کا تصور تک نہ ھوگا۔

* بات دراصل یہ ھے مذکورہ امور اگرچہ اسلام وسنیت کا مدار نہیں، خواہ مدت العمر ان کو نہ کرے، لیکن خود باز رھنے کے لیے احمقانہ وجاھلانہ استدلال اندرون میں مضمر بدعقیدگی کے جراثیم کا پتہ دیتا ھے، جو مہلک وتباہ کن ھے، اگر واقعہ یہی ھے کہ زید کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے منع نہیں کرتا اور خود خفیہ بدمذھبی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا اور بہانہ یہ دھرتا ھے کہ یہ امور اپنی موجودہ شکل کے ساتھ زمانہ رسالت میں نہ تھے تو پھر اس کا حقیقۃً اھل سنت سے علاقہ نہیں وہ کوئی پوشیدہ بدباطن ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۲۱): کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ۔ ا۔صائم کو روزہ کی حالت میں گل وکسی دیگر منجن سے دانت صاف کرنا کیسا ہے۔ ۲۔کولگیٹ کلوزپ اور دیگر پیسٹوں کا استعمال روزہ کی حالت میں کیسا ہے۔ ۳۔صائم کو روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا یا کسی دوا وغیرہ کی بوتل چڑھوانا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے مفتی بہ اقوال اہلسنت مع حوالہ رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

فقط والسلام مع الاکرام۔۔۔۔السائل

محمد عمر رضوی مدرسہ الجامعہ القادریہ رچھا بریلی شریف یوپی

(2،1) روزے کی حالت میں منجن، وکسی، پاؤڈر اور ٹوتھ پیسٹ کرنا اگرچہ ناجائز وحرام اور مطلقاً مفسدِ صوم نہیں، مگر بے ضرورت ان کا استعمال مکروہ ھے۔

تنویر الأبصار مع الدر المختار ج3 ص395 میں ھے:

و كره له ذوق شيء و مضغه بلا عذر و مضغ علك أبيض ممضوغ ملتئم و إلا فيفطر.

* یعنی روزے دار کا کسی چیز کو چکھنا یا بے عذر چبانا اور سفید چبائے ھوئے تیار گوند کو چبانا مکروہ ھے، ورنہ (اگر یہ گوند سفید چبایا ھوا اور تیار کردہ نہ ھو بلکہ کالا، کچلا ھوا اور تیار کردہ نہ ھو تو چونکہ اس کے اجزاء چھوٹ کر جوف میں چلے جاتے ھیں) اس سے روزہ جاتا رھے گا۔

* اگر منجن و پاؤڈر وٹوتھ پیسٹ کا کوئی جزء حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ فاسد ھو جائے گا۔ اسی لیے اعلی حضرت علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ھیں:*

* منجن ناجائز وحرام نہیں جب کہ اطمینان کافی ھو کہ اس کا کوئی جزء حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحہ کراھت ضرور ھے۔ (فتاوی رضویہ 551/10)*

*فقیر قادری عرض کرتا ھے کہ آج جوٹوتھ پیسٹ، اور گل وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ھے ان میں سب سے خطرناک چیز گل ھے؛ کیونکہ اس کی حیثیت منجن سے زیادہ تمبا کو سے بنی ھوئی چیز کی طرح ھے، جسے تمبا کو کی طلب دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ھے، اس کے اجزاء یقیناً لعاب کے ساتھ حلق کے نیچے پہنچتے ھیں، لہذا یہ مفسد صوم ھے، ھاں اگر کوئی ایسا پایا جاتا ھے جس نے اپنے حلق پر اتنی مضبوط رکاوٹ لگا رکھی ھے کہ تمبا کو منہ میں ڈالنے کے بعد بھی لعاب کے ساتھ اس کے اجزاء کو حلق سے نیچے نہ اترنے دے تو یہ اس کی اپنی خصوصیت ھوسکتی ھے جس سے حکم عام پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

* (3) روزہ کی حالت میں انجیکشن لگوانا یا بوتل چڑھوانا عمومی طور پر مفسدِ صوم نہیں، خواہ انجیکشن انسولین کا ھو یا گلوز کا یا کسی بھی دوا کا، پھر یہ انجیکشن رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، بہر حال عموماً اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ عمومی طور پر انجیکشن کی سوئی جوف (معدہ یا معدہ تک جانے والے راستوں کے اندرونی حصے) یا دماغ تک نہیں پہنچائی جاتی اور جوف تک جانے کا کوئی عارضی راستہ بھی نہیں ھے جس کے ذریعے دوائی جوف تک پہنچ سکے، لہذا یہ انجیکشن روزہ ٹوٹنے کا سبب نہیں*

* انجیکشن اور بوتل کی دوا مسامات کے ذریعہ جوف یا دماغ تک پہنچتی ھے اور مسامات کے ذریعے کسی چیز کا داخل ھونا اسی طرح روزے کے منافی نہیں جس طرح جسم پر تیل لگانا منافی نہیں۔ تیل اگرچہ جسم کے اندر جاتا ھے لیکن کسی منفذ کے ذریعہ نہیں بلکہ مسامات کے ذریعے جاتا ھے اور یہ روزے کے لیے مفسد نہیں۔

ھمارے پیر و مرشد شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم ھند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

* فی الواقع انجیکشن سے روزہ فاسد نہیں ھوتا کیونکہ انجیکشن سے دوا جوف میں نہیں جاتی، انجیکشن ایسا ھی ھے جیسے سانپ کاٹے۔ بچھو کاٹے، جیسے ان کے دانت یا ڈنک جوف میں نہیں جاتے اور روزہ فاسد نہیں ھوتا یوں ھی انجکشن ۔ (فتاوی مفتیٔ اعظم جلد 3، ص 307)*

* مفتیٔ اعظم ھند کے اس فتوے اور فقہاء کرام کے ارشادات کو سامنے رکھنے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ھوتی ھے کہ اگر کوئی انجیکشن جوف میں لگایا جائے یعنی سوئی جوف تک پہنچا کر دوائی جوف میں ڈالدی جائے تو ایسا انجیکشن ضرور مُفسِدِ صوم ھوگا، یونہی جوف تک پہنچنے والے کسی منفذ (اصلی راستے، حلق، کان، ناک، پیشاب و پاخانہ کے مقام) کے اندرونی حصہ میں یا دماغ میں دوائی پہنچانا بھی مفسد ھے کیونکہ دماغ اور اصلی راستوں کے اندرونی حصے بھی جوف ھی کے حکم میں ھیں، اس لیے کہ ان راستوں کے خلاء، خلاء پیٹ سے ملے ھوئے ھیں اور دماغ و جوف کے مابین بھی چونکہ قدرتی راستہ ھے تو جو چیز دماغ میں پہنچے گی وہ جوف میں پہنچ جائے گی اور وہ مفسدِ صوم قرار پائے گی۔ واللہ تعالیٰ

أعلم بالصواب

(۲۲۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاسیدی الکریم آپ کی بارگاہ میں چند سوال ہیں جو اسلامی بھائیوں کی طرف سے آئے ہیں

کیا اون لائن (Online) نکاح ہوسکتا ہے؟

مسافر کو روزہ توڑنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حالت میں توڑ سکتا ہے؟ روزہ مقیم ہونے کی حالت میں رکھا پھر دن میں سفر شروع کیا ہو تب تب پیاس برداشت نہ ہو تو مسافر کو روزہ توڑنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور کفارہ ہوگا یا نہیں؟

وتر میں چار رکعت پڑھنے کا کیا مسئلہ ہے؟

فرض کی پہلی دو رکعت میں الحمد شریف کے بعد ایک ہی سورت پڑھ دی مثلاً سورہ اخلاص تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی یا مکروہِ تنزیہی؟

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الجواب بعون اللہ الوھاب:*

شریعت مطہرہ میں نکاح منعقد ھونے کے لئے جو شرائط بیان کی گئی ھیں من جملہ انکے یہ ھے کہ عاقدین ایک ھی مجلس میں ھوں، عاقدین میں سے ھر ایک دوسرے کا کلام سنے، ایجاب وقبول کے الفاظ ایک ھی مجلس میں ادا ھوں اور ایجاب وقبول کے الفاظ دو مسلمان عاقل وبالغ گواہ ایک ساتھ سنیں، چنانچہ عاقد اور عاقدہ براہ راست نکاح کریں تو اس کے احکام اور وکیل کے ذریعہ نکاح کریں تو اس کے احکام میں قدرے فرق ھے۔

جب عاقد اور عاقدہ براہ راست نکاح کررھے ھوں تو دیگر شرائط کے ساتھ دونوں کا ایک ھی مجلس میں ھونا بھی ضروری ھے، اگر براہ راست نکاح کرنے کی صورت میں عاقد اور عاقدہ دو مختلف مجلسوں میں ھوں تو نکاح درست نہیں ھوتا۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ھے:

إذا كان العاقدان حاضرين وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس لا ينعقد النكاح۔(بدائع الصنائع،كتاب النكاح،فصل شرائط الركن،ج 2،ص490)

ترجمہ:(اتحاد مجلس سے مراد یہ ھے) کہ عاقدین موجود ھوں اور ایجاب وقبول ایک ھی مجلس میں ھو، اگر مجلس

بدل جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

لہٰذا عاقد و عاقدہ فون یا انٹرنٹ کے ذریعہ براہ راست نکاح کرنا چاہتے ہوں تو چونکہ دونوں کی مجلس ایک نہیں؛ اِس لئے ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔*

اگر فون یا انٹرنٹ کے ذریعہ نکاح کے وقت عاقد کی مجلس میں دو گواہ ہوں اور عاقدہ کی مجلس میں بھی دو گواہ ہوں تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ جو گواہ مجلسِ ایجاب میں موجود رہ کر ایجاب کے الفاظ سن رہے ہیں وہ گو کہ قبول کے الفاظ بھی بذریعہ فون یا انٹرنیٹ سن رہے ہیں، اسی طرح جو گواہ مجلس قبول میں شریک رہ کر قبول کے الفاظ سن رہے ہیں اگرچہ ایجاب کے الفاظ بذریعہ فون یا انٹرنیٹ سن رہے ہیں تب یہ نکاح شرعاً درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ گواہوں کی مجلس الگ الگ ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ براہ راست نکاح اُسی صورت میں صحیح ہوتا ہے جبکہ عاقد اور عاقدہ ایک ہی مجلس میں موجود رہ کر ایجاب وقبول کریں اور دو گواہ ایجاب وقبول کے الفاظ سماعت کریں کریں۔

فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کی صحیح صورت یہ ہے کہ عاقد یا عاقدہ یا دونوں اپنے کسی معتمد علیہ کو اپنا وکیل ومختار بنا دیں (اور بہتر ہے کہ باضابطہ اس کے نام وکالت نامہ یا مختار نامہ ارسال کریں) اور وکیل مختار اپنی وکالت سے مجلس عقد میں دو گواہوں کے روبرو عاقدہ یا اس کے وکیل کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کرے، انہیں گواہوں کے سامنے اسی مجلس میں دوسرا فریق قبول کرے تو یہ نکاح شرعا منعقد ہو جائے گا؛ کیونکہ فقہاء کرام نے صراحت فرمادی ہے کہ نکاح جس طرح براہ راست کیا جاتا ہے اسی طرح کسی کو وکیل بنا کر اس کے ذریعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری ج 1 ' کتاب النکاح' الباب السادس فی الوکال ※ بالنکاح وغیرہا ص 294 میں ہے:*

یصح التوکیل بالنکاح، وإن لم یحضرہ الشھود. واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری. جامعہ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دھلی*

مسافر کا روزہ توڑنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب:*

* مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بعد میں اس کی قضا فرض ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:*

وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. (سورۃ البقرۃ، آیۃ 185)

* اور جو مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

كنا نُسافِرُ معَ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فلم يَعِبِ الصَّائمُ على المفطِرِ، ولا المفطِرُ على الصَّائمِ. (متفق عليه واللفظ للبخاري)

*ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، تو روزہ رکھنے والوں نے نہ رکھنے والوں کو اور نہ رکھنے والوں نے رکھنے والوں کو کوئی عیب نہیں لگایا۔

*قرآن کریم اور حدیث شریف کے ارشاد سے واضح ہوا کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔

* ہاں فقہاء کرام فرماتے ہیں:*

* اگر دن میں سفر کیا تو اس دن کا روزہ نہ رکھنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں، البتہ اگر روزہ توڑ دیا تو کفارہ تو لازم نہیں آئے گا مگر وہ شخص گناہ گار ہوگا اور اس کے ذمہ صرف قضا لازم ہوگی، ہاں اگر سفر کرنے سے پہلے روزہ توڑ دیا پھر سفر شروع کیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

فتاوی هندیه، کتاب الصیام، جلد 1، صفحه 227 میں ہے:

لو سافر نهاراً لايباح له الفطر في ذلك اليوم، وإن أفطر لا كفارة عليه بخلاف ما لو أفطر ثم سافر.

مسافر نے ضحوہ کبریٰ سے پہلے کہ اس وقت تک روزہ کی نیت ضروری ہے اگر اقامت کی نیت کر لی اور ابھی کچھ کھایا پیا نہ تھا تو اس پر لازم ہے کہ اب روزے کی نیت کرے اور روزے رکھے۔ اس لیے کہ یہ سفر وقت نیت سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ (الدر المختار و الفتاوی الهندية)

مسافر نے نیت اقامت کر لی یا وطن آ گیا۔ اور اس نے اب تک کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ تو روزہ تو نہیں ہوسکتا کہ نیت کا وقت نہیں مگر اسے لازم ہے کہ جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے اسے روزہ داروں کی طرح گزارے۔ (درمختار وغیرہ)

مسافر کا روزہ رکھنے نہ رکھنے کی صورتوں کا ذکر ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۲۲۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ اگر دن میں پیدا ہو تو عقیقہ سات ویں دن ہوگا مثلاً سنیچر کے دن پیدا ہوا تو عقیقہ جمعہ کے دن ہوگا لیکن اگر سنیچر کی رات میں ایک بجے پیدا ہوا تو عقیقہ سنیچر کے دن ہوگا یا جمعہ کے؟ برائے کرم حوالہ کے سات جواب ارشاد فرمائیں۔

عقیقہ ولادت کے ساتویں دن مستحب ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كلُّ غلامٍ مرتهن بعقيقته، تُذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمّى.

(الترمذی، حدیث نمبر :1522. وقال حسن صحیح، وابن ماجه، حدیث نمبر : 3165)

*یعنی بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے،اس کی جانب سے ساتویں دن ذبح کیا جائے،اس کا سر منڈایا جائے اوراس کا نام رکھا جائے۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَهَلْ يُحْسَبُ يَوْمُ الْوِلَادَةِ مِنَ السَّبْعَةِ؟ فيه وجهان :أصحهما يحسب فيذبح في السادس مما بعده. والثاني لا يحسب فيذبح في السابع مما بعده, وهو المنصوص في البويطي ولكن المذهب الأول وهو ظاهر الأحاديث, فإن ولد في الليل حسب اليوم الذي يلي تلك الليلة بلا خلاف.(المجموع 411/8)

وفي الموسوعة الفقهية (279/30) ذهب جمهور الفقهاء إلى أن يوم الولادة يحسب من السبعة, ولا تحسب الليلة إن ولد ليلاً, بل يحسب اليوم الذي يليها

*آیا کہ پیدائش کا دن سات میں شمار ہوگا یا نہیں؟اس میں دو مذہب ہیں: پہلا اصح مذہب یہ ہے کہ پیدائش کا دن شمار ہوگا،لہذا اس کے بعد چھ دن اور گزار کر ذبح کیا جائے۔دوسرا مذہب یہ ہے کہ پیدائش کا دن شمار نہیں ہوگا،لہذا اس کے بعد سات دن شمار کیے جائیں گے۔

*مگر مذہب اول ظاہر حدیث کے مطابق ہے،لہذا اگر رات میں پیدائش ہو تو اس رات کے بعد آنے والا دن بالاتفاق شمار ہوگا۔

*اور یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ پیدائش کا دن شمار کیا جائے گا،رات کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس رات کے بعد آنے والے دن کا شمار ہوگا۔

*یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر بچہ سنیچر کی رات کو پیدا ہوا تو عقیقہ کے لیے ساتواں دن جمعہ ہے۔ہاں مذہبِ مرجوح پر چونکہ ولادت کا دن شمار نہیں ہوتا لہذا ساتواں دن سنیچر ہوگا،مگر یہ مذہب ظاہر احادیث اور جمہور فقہاء کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔:

عرض: یاسیدی الکریم

اس بچے کی پیدائش جو ہوئی ہے وہ ایسے ہے کہ سنیچر کا پورا دن گذر چکا تھا سنیچر کا دن گذر کر جو رات آئی ہے اس میں ہوئی ہے تو یاسیدی الکریم اس صورت میں بھی عقیقہ جمعہ کے دن ہوگا یا اب سنیچر کو ہوگا؟

جواب: سنیچر کا دن گذرنے کے بعد جو رات آتی ھے وہ سنیچر کی رات نہیں بلکہ اتوار کی رات ھے، اور اتوار کی رات کو پیدا ھونے والے بچہ کے لیے سنیچر ساتواں دن ھے نہ کہ جمعہ۔

(۲۲۴) علماے کرام کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے کہ بہت سے اسکول میں بچوں کو ٹائی پہنائی جاتی ہے بغیر ٹائی پہنے چارہ نہیں، ایسی صورت میں بچوں کو ٹائی پہنانا کیسا؟

جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب*

ٹائی انگریزوں کی ایجاد اور ان کے لباس کا حصہ ھے، اس سے ان کے مذھبی شعار صلیب کی بو آتی ھے اور انگریز اس سے یہ تاثر دینا چاھتے ھیں کہ معاذ اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ھیں یعنی انہیں پھانسی دی گئی ھے۔ یہ عقیدہ غیر اسلامی اور کتاب وسنت کے خلاف ھے۔ لہذا ٹائی کا استعمال جائز نہیں کہ اس میں کفار کے مذھبی شعار میں مشابہت ھے جو بحکم حدیث من تشبه بقوم فهو منهم. یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ھے، ناجائز وممنوع ھے۔ کفار کا مذھبی شعار اگر عام ھو جائے پھر بھی اس کو اپنانا کراھت وممانعت سے خالی نہیں، جس طرح زنار کفار کا شعار ھے اگر وہ عام ھو جائے تو اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا اسی طرح ٹائی ھے۔ البتہ اتنا ضرور ھے کہ اب ٹائی کا استعمال اس کثرت سے ھوتا ھے کہ مسلم وغیر مسلم سبھی اس میں مبتلا ھیں بلکہ کئی ممالک تو ایسے ھیں جہاں کے علماء ومشائخ بھی استعمال کرتے ھیں، اس صورت حال میں وہ شدید حکم تو نہیں ھوگا جو ابتداء امر میں تھا کہ اس کے مذھبی شعار ھونے کی حیثیت ایک طرح سے پوشیدہ جیسی ھوگئی ھے تاھم باعتبار اصل کراھت وممانعت اب بھی ھے۔ لہذا مسلمانوں کو چاھیے کہ اسکول جانے والے اپنے بچوں کو ٹائی نہ پہننے دیں اور اس سلسلہ میں اسکول کی انتظامیہ سے رابطہ کرکے اپنے موقف کی وضاحت کریں، اگر انتظامیہ مان جائے تو ٹھیک ھے ورنہ دوسرے اسکول سے رابطہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور حالات بہتر فرمائے گا۔ والله تعالى أعلم بالصواب.*

(۲۲۵) السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں سوال ہے کہ ایک شخص نے گاڑی خریدا اور اس کو سواری کیلئے چلاتا ہے کیا اس گاڑی پر زکوۃ ہے؟ ایک آدمی ریٹیل ریٹیل دکان چلاتا ہے روز سامان لاتا کے بیچ دیتا ہے۔۔۔ کیا

اس پر زکوۃ ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون اللہ الوھاب:

جس گاڑی کو سواری لانے لیجانے کے لیے استعمال کیا جاتا ھے وہ ذریعہ تجارت ھے اور تجارت کے اسباب وذرائع پر زکوٰۃ نہیں۔

علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

وأما آلات الصناع وظروف أمتعة التجارة لا تكون مال التجارة ; لأنها لا تباع مع الأمتعة عادة.(بدائع الصنائع جلد 3،ص 398)

جو سامان ھر دن لاکر بیچ دیا جاتا ھے وہ مال تجارت ھے، اور مال تجارت اگر نصاب کی مقدار ھو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ واجب ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۲۶) السلام علیکم حضرت مفتی صاحب قبلہ خیریت سے ہیں

اگر کھیت والا ہر فصل پر نہیں بلکہ ایک سال پر طے کرلے کہ مجھے یہ لینا ہے تو یہ جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

کھیت والا ھر فصل پر یا ھر سال پر غلہ کی کوئی مقدار متعین کرلے مثلاً کنٹل، یا دو کنٹل یا کم وبیش تو یہ شرط فاسد اور قاطع شرکت ھے؛ کیونکہ ممکن ھے غلہ کی جو مقدار متعین کی گئی ھے کھیت میں اتنا بھی پیدا نہ ھو، لہذا مسلمان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ عقودِ فاسدہ کے قبیل سے ھے اور ناجائز وگناہ ھے۔ ھاں اس طرح معاملہ کیا جائے کہ جو پیدا ھوگا اس کا آدھا آدھا یا جیسا طے ھوجائے دونوں کے درمیان تقسیم ھوگا یا پھر کھیت کا مالک اپنا کھیت کاشتکار کو کرایہ متعین کرکے دے البتہ یہ طے نہ ھو کہ کرایہ اس کھیت کی پیداوار سے ھی دیا جائے گا، بلکہ کرایہ عام رکھے اب کاشتکار چاھے کرایہ کی ادائیگی اسی کی پیداوار سے کرے، تو یہ صورت ھر ایک کے ساتھ جائز ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۲۷)**********

Hazrat Aadam Alaihi Salam Ne Apne Bete Shish Alaihi Salam ※※ Apni Aulaad Ko Bhi Yahi ,Baaton Ki Wasihat Ki Aur FarmayaKo 5

,Wasiyat Karna

Main Jawedaani Jannat ,Aarzi Duniya Per Mutmayin Na Hona※※
ALLAH-TA'AALA Ne Mujhe Wahan Se Nikaal ,May Mutmayin Tha
!Diya

Maine Apni Biwi Ki !Auraton Ki Khwayishat Per Kaam Na Karna※※
!Khwaish Per Shajer-A-Mamnua Kha Liya Aur Sharmindagi Uthayi

Har Ek Kaam Karne Se Pehle Uska Anjaam Soch Leta To ※※
!Jannat Se Na Nikaala Jata

Jis Kaam Se Tumahra Dil Mutmayin Na Ho Us Kaam Ko Na ※※
Karo Kyonki Jab Maine Shajer-A-Mamnua Khaya To Mera Dil
!Mutmayin Na Tha Magar Main Uske Khane Se Baaz Na Raha

Kaam Karne Se Pehle Mashwara Kerliya Karo Kyonki Agar ※※
Main Farishton Se Mashwara Kerleta To Mujhe Yeh Taklif Na
!Uthani Padti

(Pg-166,Mukashfatul Kulub)

Kya Ek Nabi ke Liye

Aise Alfaz Istemal Karna Sahi Hai

Jese

※※etc etc •Jannat Se Nikaal Diya Gya

قطع نظر اس سے کہ یہ روایت کس درجہ کی ھے عرض ھے کہ سیدنا علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے جنت سے نکالنا کا لفظ اردو محاورات واستعمالات کے اعتبار سے نامناسب اور کمال ادب کے منافی ھے لہذا اس لفظ سے احتراز واجتناب چاہیے، قرآن کریم کا پرنور اسلوب یہ ھے کہ جہاں سیدنا آدم علیہ السلام کے جنت سے زمین پر تشریف لانے کا ذکر فرماتا ھے وھاں اخراج (نکالنے) کی نسبت شیطان کی جانب کرتا ھے اور رب کریم نے خود جو حکم دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ جنت سے نکل جاؤ بلکہ ارشاد فرمایا اتر جاؤ۔ بہرحال مناسب تر تعبیر یہی ھے کہ نکال دیا،

باھر کردیا اور خارج کردیا وغیرہ کہنے کے بجائے جنت سے زمین پر اتار دیا، بھیجد یا اور نازل کردیا وغیرہ۔ کہا جائے۔ تاھم اگر کوئی نکالنا بھی بول دے تو کفر وحرام یا ناجائز وگناہ نہیں ھے۔

* اب رھی بات اس روایت کی تو یاد رکھیں یہ روایت آج تک کسی کتاب حدیث میں فقیر کی نظر سے نہیں گذری اور مکاشفۃ القلوب نامی کتاب میں بغیر سند وحوالہ کے مذکور ھے جسے علمی دنیا میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

* یہ بات بھی یاد رکھنے کی ھے کہ مکاشفۃ القلوب کی بارے میں اگرچہ مشہور یہی ھے کہ یہ کتاب امام غزالی علیہ الرحمہ کی ھے، لیکن کتاب کا اسلوب اور اس کے مشمولات ومضامین دیکھ کر معمولی مطالعہ والا شخص بھی بآسانی یہ سمجھ سکتا ھے کہ اس کتاب کی نسبت امام غزالی علیہ الرحمہ کی جانب غلط ھے۔ اس بات کی سب سے بڑی دلیل یہ ھے کہ کتاب میں ایسے بہت سے علماء ومحدثین اور ان کی کتابوں کے حوالے پائے جاتے ھیں جو امام غزالی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد پیدا ھوئے۔

(۲۲۸) السلام علیکم کیا فرماتے ھیں علماے دین شرح متین مفتیان دین علماء حق کے زید حج کو اپنی کھیتی کی زمین بیچ کر جارھا ھے اس کے پاس ۱۵ بیگھا زمین اس میں سے ۲ بیگھا بیچی ھے باقی بچوں کے لئے رہ گئ ایسے میں عمرو اور حامد کہتے کے بچوں کا حق مار کر جارھے ھیں جبکے زید اپنے سارے بچوں کی شادی کر چکا ھے اور وہ اپنا کماتے ھیں اور کھاتے ھیں عمرو اور حامد کا ایسا کہنا شرعا درست ھے عمرو اور حامد بھی اپنے آپ کو شریعت کا داعی سمجھتے ھیں حضور سے عرض ہے اس مسعلے میں رہنمائ فرمایں زید کا کہنا ھے کے حج فرض تھوڑی ھوا اس کے بارے میں بھی رہنما ئ فرمایں مہربانی ھوگی اللہ آپ کے علم میں عمر میں اور ترقی فرماے اور ہم سب کو علماے حق سے محبت حقیقی کرنے کی توفیق عطا فرماے طالب دعا محمد ساجد کبیر نگر دہلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

* حج فرض ھونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ھیں:*

* (1) اِسلام، لہذا کافر پر حج فرض نہیں۔

* (2) تندُرست ھونا (یعنی اس کے اعضاء سلامت ھوں، اندھا نہ ھو، کیونکہ اپاھج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ھوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ھو حج فرض نہیں ھے)*

* (3) عاقل ہونا (یعنی عقلمند ھو، لہذا مجنون اور پاگل پر حج فرض نہیں)*

* (4) بالغ ھونا، لہذا نابالغ پر حج فرض نہیں۔

* (5) آزاد ھونا، لہذا غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔

(6) سفر پرآنے والے اخراجات کا مالک ھواور سواری یا سواری کے کرایہ پر بھی قادرھو(7) دَارُالحرب میں نہ ہو یا(دَارُالحرب میں) ہومگر یہ بھی جانتا ہوکہ اسلام کے فرائض میں سے ایک فرض حج کی ادائیگی بھی ہے اگراسے اس کا علم نہیں تو اِس پر حج فرض نہیں ہوگا۔(8) وقت کا ہونا (یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔(فتاوی عالمگیری وفتاوی شامی)

حج کی ایک شرط یہ بھی ھے کہ سفرحج پرخرچ ھونے والے مال کا مالک ھو،اس میں یہ بھی شامل ھے کہ وہ مال حاجت اصلیہ سے فارغ ھو، یہاں حاجت اصلیہ میں اھل وعیال کا نفقہ بھی داخل ھے۔

اھل وعیال کے نفقہ سے مراد یہ ھے کہ شرعاً جن لوگوں کا خرچ واجب ھے ان کی متوسط طریقہ پر گذر بسر کے لائق مال موجودھو۔(سفرحج پرجانے سے واپسی تک کی مدت کے اخراجات پورا کرنے کے لیے مال ھوناضروری ھے)

*سوال میں جن صاحب کا آپ نے ذکرکیااس سے صاف واضح ھے کہ ان پر حج فرض ھےاور وہ اس فرض کی ادائیگی کے لیےاپنی زمین کو بیچ کر جارھےھیں، زید کا یہ فعل شرعاًدرست اور صحیح ھے،عمرواور حامد کا یہ کہنا کہ وہ اپنی اولاد کا حق مارکرجارھےھیں جہالت ونادانی اوراسلامی شریعت سے بےخبری ھے۔

زید کے مذکورہ فعل کواولاد کا حق مارنا وھی کہے گا جس نے اسلامی تعلیمات کا بالکل مطالعہ ھی نہ کیا ھو۔عمرواور حامد پر لازم ھے کہ ایک فرض ادا کرنے والے کی راہ میں شیطان کے ایجنٹ بن کرر کاوٹ پیدا کرنے سے باز رھیں اوراپنی جہالت ونادانی سےتوبہ کریں۔والله تعالی أعلم بالصواب.

(۲۲۹) کیافرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک دوبندی عورت کی نماز جناز پڑھی زید کو بالکل اس کاعلم ھی نہیں تھا بعد میں معلوم ھوا کہ وہ عورت دیوبندی تھی اب زید کہ بارے میں عندالشرع کیاحکم ہے جواب عطافرمائے کرم ھوگا

بسم الله الرحمن الرحيم*

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب:*

لاعلمی میں کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے سے زید پرشرعاً کوئی الزام نہیں ھے،ھاں علم ھونے کے بعداپنے اس فعل کے غلط ھونے کے اعلان کرے اوراحتیاطاً توبہ بھی کرے،تاکہ کسی سنی صحیح العقیدہ کوکسی قسم کی کوئی غلط فہمی اور بدگمانی نہ ھو۔اللہ تعالی ارشادفرماتاھے:*

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ. (سورة الأنعام، آية 68)

* اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ھیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

* اِس آیتِ مبارکہ میں کافروں، بے، دینوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کیا گیا اور فرمایا کہ ان کے پاس نہ بیٹھو اور اگر بھول کر بیٹھ جاؤ تو یاد آنے پر اٹھ جاؤ۔* بدمذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم:* اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کفار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، ان میں جانا، شرکت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَ صحبہ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ داداؤں نے، ان کو اپنے اور اپنے کو ان سے دور رکھو، وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔(مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلھا، ص۹، الحدیث:۷)*

* البتہ علماء جو ان بدمذہبوں کا رد کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ اِس حکم میں داخل نہیں۔ یاد رہے کہ بدمذہبوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا ناجائز و حرام اور اپنے آپ کو بدمذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ان کی تقاریر آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوں خواہ احادیثِ مبارکہ پر، اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی انہیں سننا ہرگز جائز نہیں۔عین ممکن بلکہ اکثر طور پر واقع ہے کہ گمراہ شخص اپنی تقریر میں قرآن و حدیث کی شرح و وضاحت کی آڑ میں ضرور کچھ باتیں اپنی بد مذہبی کی بھی ملا دیا کرتے ہیں، اور قوی خدشہ بلکہ وقوع کا مشاہدہ ہے کہ وہ باتیں تقریر سننے والے کے ذہن میں راسخ ہو کر دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ و بے دین کی تقریر و گفتگو سننے والا عموماً خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے ایمان کے بارے میں بے حد محتاط ہوا کرتے تھے، لہٰذا باوجود یہ کہ وہ عقیدے میں انتہائی مُتَصَلِّب و پختہ ہوتے پھر بھی وہ کسی بدمذہب کی بات سننا ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے اگرچہ وہ سو بار یقین دہانی کراتا کہ میں صرف قرآن و حدیث بیان کروں گا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں اسلاف کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سیدنا سعید بن جبیر شاگردِ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا۔ کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔عرض کی ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ''وَ لَا نِصْفَ کَلِمَۃٍ'' آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔فرمایا، یہ ان میں سے ہے یعنی گمراہوں میں سے ہے۔*

* امام محمد بن سیرین شاگردِ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دو بدمذہب آئے۔عرض کی، کچھ آیاتِ کلام اللہ آپ کو

سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی کچھ احادیثِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب وخاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی: اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے؟ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہوجاؤں۔*

پھر فرمایا ''آئمہ کو تو یہ خوف اور اب عوام کو یہ جرأت ہے، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتائی، ''اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ''*

* ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے بتائی،*

''فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ''

* یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔* بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہوجاؤ۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 15 ص 106، 107 ملخصا)*

(۲۳۰) سوال لکھنا باقی ھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

* چاند گرھن اور سورج گرھن اللہ تعالی کی عظیم نشانیوں میں سے دو نشانیاں ھیں، اس موقع پر تنہا تنہا دو رکعت نماز پڑھنا سنت ھے، چاند گرھن اور سورج گرھن کی شرعی حکمت یہ ھے کہ بندوں کے دلوں میں خوف پیدا ھو، وہ گناھوں سے بچیں، نیکیوں کی طرف مائل ھوں اور اللہ تعالی کی قدرت پر ان کا ایمان مضبوط ھو۔ لہذا اس موقع پر نماز پڑھیں، تکبیر و تسبیح کریں اور ھنسی کھیل کود اور چاند گرھن و سورج گرھن کو ٹھٹھا اور تماشہ بنانے سے بچیں۔ اسی طرح کسی جاھلانہ خیال و وھم پرستی میں مبتلا نہ ھوں، ھندوانہ ریتی رواج اور عورتوں کی من گھڑت کہانیوں کے مطابق ھرگز یہ نہ سمجھیں کہ اس وقت حاملہ عورتوں کو چھری چاقو کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، کچھ کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیے، فلاں بات سے گریز کرنا چاہیے اور یہ کرنا چاہیے وہ نہیں کرنا چاہیے، اِس طرح لیٹیں، اٹھیں، بیٹھیں، اور اُس طرح نہ لیٹیں، اٹھیں بیٹھیں۔ یہ سب جاھلانہ خرافات، غیر اسلامی خیالات، زنانہ توھمات اور ھندوانہ حرکات ھیں۔

سورج و چاند گرھن کے سائنسی و شرعی اسباب

*سورج گرھن کا سائنسی سبب یہ ھے کہ جب چاند جو کہ زمین کی طرح ایک بے نور سیارہ ھے سورج و زمین کے درمیان حائل ھو جاتا ھے اور سورج کی روشنی زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتا ھے تو سورج گرھن ھو جاتا ھے۔

* چاند گرھن کا عقلی و حسی سبب یہ ھے کہ جب سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ھو جاتی ھے اور سورج کی روشنی چاند تک نہیں پہنچ پاتی ھے تو چاند گرھن واقع ھو جاتا ھے۔

* یہ تو سورج و چاند گرھن کے ظاھری اور حسی اسباب ھیں، جس کی تفصیلات، نظام الاوقات، کیفیات و حالات، جغرافیائی حیثیات اور یہ کہ دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کب کب سورج گرھن و چاند گرھن ھوگا اس کو نظام شمسی اور فلکیات کے ماھرین اپنے وضع کردہ اصول وضوابط اور قوانین وقواعد کے مطابق بیان کر چکے ھیں۔

سورج و چاند گرھن کا شرعی سبب وہ ھے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا:

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ. *(مسلم شریف، جلد 3 صفحہ 35 حدیث نمبر 2153)*

*یعنی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سورج و چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ھیں جن کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ھے، ان کا گرھن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ھوتا، جب تمہیں گرھن نظر آئے تو نماز پڑھو اور اللہ تعالی سے دعا کرو یہاں تک کہ گرھن کھل جائے۔

* ایک حدیث شریف میں ھے: عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ : خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ : هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.*

(بخاری شریف، حدیث نمبر 1059)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ سورج گرھن ھوا تو رسول اللہ ﷺ ایسے خوف زدہ ھو کر اٹھے جیسے قیامت آ گئی ھو، آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے بہت طویل قیام اور لمبے رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھائی جس طرح میں نے کبھی آپ کو پڑھاتے نہیں دیکھا، اور ارشاد فرمایا یہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالی بھیجتا ھے کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے رونما نہیں ھوتیں، بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو خوف دلاتا

ھے،تو جب تم ان نشانیوں کو دیکھوتو اللہ تعالی کے ذکر،اس سے دعااور استغفار کی پناہ میں آؤ۔ہمیں امید ھے کہ دینی و مذھبی ذوق رکھنے والے حضرات سورج گرھن پر کب، کیوں اور کیسے کے ذریعہ سوالات کے جوابات بخوبی سمجھ گئے ھوں گے-واللہ تعالی أعلم بالصواب

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۲۳۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سوال یہ ہے کہ وطن اقامت سے کسی ایسی دوسری جگہ گیا جو وطن اقامت سے سفر کی مقدار تک نہیں تو ایسی صورت میں نماز کا حکم قصر کا ہوگا یا نہیں؟ جزاک اللہ خیرا

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:*

جب وہ دوسری جگہ وطن اقامت سے نہ تو مدت سفر شرعی پر واقع ھے اور نہ وطن اصلی ھے اور نہ اسے دوسرا وطن اقامت بنایا ھے تو وھاں جانے سے نمازوں میں قصر نہیں ھوگی۔

فتاوی ھندیہ جلد 1 ص 145 میں ھے:

ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبأنشاء السفر۔

وھکذا فی رد المحتار 615/2

واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۳۲) السلام علیکم ورحمتہ اللہ

کیا فرماتے ھیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کو قطرہ آجاتا ہے جیسے خیالات آنے پر یا کسی لیڈی کو دیکھنے پر تو ایسا آدمی ناپاک ھوگا یا نہیں اور اسکے کپڑے کے بارے میں کیا حکم ہے عندالشرع کیا ہے

جواب عطا فرمائیں کرم ھوگا

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

* اس طرح سے جو قطرہ آتا ھے اس سے غسل واجب نہیں ھوتا، بلکہ وضو ختم ھو جاتا ھے۔

* اگر یہ قطرہ بدن یا کپڑے پر ایک درھم سے زیادہ لگ جائے تو اسے دھونا فرض ہے، بغیر دھوئے نماز نہیں ہوگی، ایک درھم کے برابر لگ جائے تو دھونا واجب ہے، بغیر دھوئے نماز پڑھ لی تو گناہ بھی ہوگا اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اور اگر ایک درھم سے کم لگے تو اس کو دھونا سنت ہے، بغیر دھوئے نماز پڑھنا خلاف سنت اور برا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

* کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری*

(۲۳۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ:

کیا سفر میں امن وقرار کی صورت میں بھی سنتوں کو ترک کر سکتے ہیں:

المستفتی: محمد تحسین رضا

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب: *

سفر شرعی کی حالت میں فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی مؤکدہ سنتوں کا تاکیدی حکم باقی نہیں رہتا، اگر امن وقرار کی حالت ہو تو پڑھ لے ورنہ معاف ہیں۔

صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، قَالَ: فَصَلَّى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ، حَتَّى جَاءَ رَحْلَهُ، وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ، فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلَّى، فَرَأَى نَاسًا قِيَامًا، فَقَالَ: »مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟« قُلْتُ: يُسَبِّحُونَ، قَالَ: »لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ صَلَاتِي، يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، وَصَحِبْتُ عُمَرَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ« وَقَدْ قَالَ اللهُ: {لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

*حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے وہ بیان ککرتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ تھا تو انہوں نے ہمیں ظہر کی دو رکعت پڑھائی، پھر وہ اپنے پڑاؤ والی جگہ کی جانب آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ تھے حتی کہ وہ اپنی جگہ میں آکر بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر وہ نماز والی جگہ کی طرف

متوجه هوئے اور کچھ لو گوں کو کھڑے دیکھا تو کهنے لگے: یه لو گ کیا کر رهے هیں؟ میں نے کها: وه نفل نماز ادا کر رهے هیں، تو انهوں نے فرمایا: اگر مجھے سنتیں پڑھنا هوتیں تو نماز مکمل کرتا، میرے بهتیجے میں نے رسول کریم صلی الله تعالی علیه وسلم کے ساتھ سفر کیا اور ان کی صحبت میں رها لیکن آپ نے دو رکعت سے زیاد نهیں پڑھیں یهاں تك که آپ کا وصال هو گیا اور میں نے ابو بکر رضی الله تعالی عنه کی بهی صحبت اختیار کی تو انهوں نے بهی دو رکعت سے زیادہ ادا نهیں کی حتی که الله تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی، اور میں عمر رضی الله تعالی عنه کے ساتھ بهی رها ، انهوں نے بهی دو رکعت سے زیادہ نهیں پڑھیں حتی که الله تعالی نے ان کی روح قبض کر لی، پھر میں عثمان رضی الله تعالی عنه کے ساتھ رها تو انهوں نے بهی دو رکعت سے زیادہ نهیں پڑھیں حتی که الله تعالی نے ان کی روح قبض کر لی، اور الله تعالی کا فرمان هے: "لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" ﴿یقینا تمهارے لیے رسول کریم صلی الله تعالی علیه وسلم بهترین نمونه هیں﴾.*

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1102.صحیح مسلم، حدیث نمبر 1611)

اس حدیث شریف سے معلوم هوا که سفر میں مؤکدہ سنتوں کا تاکیدی حکم باقی نهیں رهتا.

هاں فجر کی سنتوں کا سفر میں پڑھنا احادیث صحیحه سے ثابت هے.

والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۲۳۴) کیا بیوی کو ماں کہہ دینے سے ظہار ہو جائے گا؟

المستفتی:

بسم الله الرحمن الرحیم، الجواب بعون الله الوهاب:

بیوی کو ماں کہہ دینا شرعاً ظہار نہیں، اور نہ اس کا کوئی کفارہ ہے، ہاں بیوی کو ماں کہنا مکروہ وممنوع ہے، اور جب کہ سہواً کہا تو کراہت بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:*

ویکرہ قولہ أنت أمي ویا ابنتي ویا أختي ونحوہ۔یعنی بیوی سے کہنا تو میری ماں یا میری بیٹی یا میری بہن ہے مکروہ ہے۔

اس کے تحت فتاوی شامی جلد 5 ص 131 میں ہے:*

وفی أنت أمی لا یکون مظاهرا ، وینبغی أن یکون مکروها ، فقد صرحوا بأن قوله لزوجته یا أخیة مکروه . وفیه حدیث رواه أبو داود : أن رسول الله صلی الله علیه وسلم سمع رجلا یقول لامرأته یا أخیة فکره ذلك ونهی عنه.*

* بیوی سے ماں کہنے والا مظاہر نہیں ھوگا، ھاں اس کا یہ قول مکروہ ھے؛ کیونکہ فقہاء نے صراحت کی ھے کہ بیوی سے بہن کہنا مکروہ ھے، اس سلسلہ میں سنن أبی داؤد کی یہ حدیث پیش کی جاتی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے بہن کہتے ھوئے سنا تو اس کو ناپسند جانا اور اس سے منع فرمایا۔

* خلاصہ یہ ھے کہ بیوی کو قصداً ماں کہنا مکروہ وممنوع ھے اور سہواً کہنے میں کوئی کراہت نہیں۔ والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(٢٣٥)السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مردہ کو زندہ کرنے کا واقعہ وہ صحیح ہے یا غلط؟؟ نیز اسکا ذکر کسی مستند کتاب میں موجود ہے؟؟

جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا اب طبیعت کیسی ہے اس بارے میں بھی ارشاد فرمادینگے تو نوازش ہوگی

محمد بلال رضوی بلاسپور وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

*بسم الله الرحمن الرحیم *

الجواب بعون الله الوهاب :

* قطب الاقطاب، سید الاولیاء، امام العارفین، حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی الله تعالی عنه کی یہ کرامت کہ آپ نے مردوں کو زندہ فرمایا معروف ومشتہر اور مستند ومعتبر ھے۔

* سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی الله تعالی عنه کے احوال وکوائف پر لکھی جانے والی سب سے مستند ومعتمد کتاب بهجة الأسرار ھے، اس میں متعدد مقامات پر مردوں کو زندہ کرنے کے واقعات مذکور ھیں۔ اسی طرح امام ابن حجر مکی، امام یافعی، شیخ عبد الحق محدث دھلوی اور دیگر بہت سے علماء ومشائخ نے آپ کی اس کرامت کو اپنی اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ھے۔

* امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

*وقال الیافعی رضی الله تعالی عنه : صح بالسند المتصل إلی الشیخ القطب عبد القادر الجیلانی رحمه الله تعالی أنّ أم شاب عنده دخلت علیه وهو یأکل فی دجاجة ، فأنکرت أکله الدجاجة

وإطعامه ابنها أرذل الطعام ،فقال لها : إذا صار ابنك بحيث يقول لمثل هذه الدجاجة قومي بإذن الله فقامت ولها أجنحة وطارت بها حق له أنْ يأكل الدجاج.*

(الفتاوى الحديثية ص 108)

* امام ہیتمی اپنے فتاوی میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:*

ومنه ما حكاه اليافعي رحمه الله وقال : مما علمناه بالسند الصحيح المتصل أنّ الشيخ عبد القادر الجيلاني أكل دجاجة ، ثم لما لم يبق غير العظم توجه إلى الله في إحيائها ، فأحياها الله وقامت تجري بين يديه كما كانت قبل ذبحها وطبخها .

* ایک مقام پر اس طرح نقل فرماتے ہیں:*

ومن المشهور ما روى مسنداً من خمس طرق عن جماعة من الشيوخ الأجلاء أنّ القطب الشيخ عبد القادر نفع الله به جاءت إليه إمرأة بولدها وخرجت عنه لله وله ، فقبله ثم أمره بالمجاهدة ، فدخلت عليه يوماً فوجدته نحيلاً مصفراً يأكل قرص شعير ، فدخلت على الشيخ فوجدت بين يديه إناء فيه عظم دجاجة قد أكلها . فقالت : يا سيدي : تأكل لحم الدجاج ويأكل ابني خبز الشعير ، فوضع يده على ذلك الطعام وقال : قومي بالله محي العظام ، فقامت الدجاجة سوية وصاحت ،فقال الشيخ : إذا صار ابنك هكذا فليأكل الدجاج وما شاء.

(الفتاوى الحديثية ص 204 و 303.)

* اهل تاریخ واصحاب سیر نے اس کرامت کو اپنی کتابوں میں اس کثرت کے ساتھ بیان کیا ھے کہ اس کا انکار ایک متعصب ،ھٹ دھرم ،ضدی ،معاند اور صریح بغض وعداوت کا شکار شخص ھی کر سکتا ھے، انصاف پسند ،غیر جانبدار اور حق بین ھرگز انکار نہیں کر سکتا۔ والله تعالى أعلم بالصواب.*

(۲۳۶) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں زید کباڑی کی دوکان چلاتا ہے ایک دن بکر آیا اور کہا کہ یہ میرا سامان ہے اس کو بیچنا ہے اور چار دنوں کے بعد واپس لے جانا ہے اب تم یہ بتاؤ کہ کتنے کا لوگے اور کتنے کا دوگے زید نے کہا کہ میں یہ سامان دس روپے کا لونگا اور بیس روپے کا بیچونگا دونوں میں سودا پکا ہو گیا اسمیں شرع کیا کہتا ہے جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی

المستفتی: محمد معراج عالم جھارکھنڈ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

ھر شخص کو اختیار ھے کہ اپنا وہ سامان جو خرید وفروخت کے لائق ھے جتنے میں چاھے فروخت کرے، لیکن اس خرید و فروخت میں ایسی کوئی شرط لگانا جائز نہیں جو نفس عقد اور اس خرید وفروخت کے معاملہ کی حقیقت میں داخل نہ ھو۔ لہٰذا بکرا اپنا سامان زید کے ھاتھ دس روپئے کا بیچتا ھے تو یہ بیچنا جائز ھے، لیکن زید سے یہ شرط لگا کر نہیں بیچ سکتا کہ تمہیں یہ سامان چار دن کے بعد میرے ھاتھ بیچنا ھوگا، یہ شرط باطل ھے، زید کو اختیار ھے کہ وہ مال اب بکر کو چار دن بعد بیچے یا نہ بیچے، ھاں پہلا معاملہ مکمل ھونے کے بعد بکر زید سے اس کے بارے میں بات کرے، اگر زید بیچنے کے لیے تیار ھو تو ٹھیک ورنہ بکر زید پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۳۷) السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کی بارگاہِ عالیہ میں سوال عرضِ خدمت ہے جواب عنایت فرمائیں کہ:

زید، جو اپنی پینٹ، پاجامے کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے جب زید کو بکر نے بتایا کہ ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے اور ابوداؤد شریف وغیرہ میں بھی نصف یعنی آدھی پنڈلی تک ازار رکھنے کا حکم آیا ہے اور یہی سنت ہے تو زید کہتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہوگئی ہے اب ٹخنوں سے نیچے پینٹ کی جائے گی کیوں کہ اس سے اوپر بدمذہب یعنی دیوبندی تبلیغی وغیرہ کرتے ہیں بقول زید ایسا کہنا کیسا اور کیا یہ حدیث مبارک منسوخ ہوگئی ہے اگر ایسا ہے تو ان کا ناسخ کون سی حدیث ہے؟ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: عبدالصمد صدیقی، امروہہ۔

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

* زید بے قید کی بکواس سراپا مکر وکید ھے، اور زید جہالت وحماقت کے مرض معجون میں مبتلا ھے۔

*ٹخنوں سے نیچے بے عذر شرعی کپڑا لٹکانا ناجائز و گناہ اور خلاف سنت مبارکہ ھے، اس پر احادیث مبارکہ میں سخت و شدید وعیدیں بیان فرمائی گئی ھیں، اس باب کی احادیث اپنے معنی ومفہوم میں محکم وثابت ھیں، جن پر عمل کرنا کمال ایمان کی دلیل ھے، انہیں منسوخ وھی کہہ سکتا ھے جس کی اپنی عقل منسوخ ھو چکی ھو۔ وہ شخص جس کا علم سے معمولی بھی واسطہ اور احادیث کے بارے میں کچھ بھی معلومات رکھتا ھے وہ ایسی بات کہنا تو دور سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمام محدثین و

فقہاء رحمہم اللہ تعالی ان احادیث کے ذریعہ لوگوں کو بتاتے اور سمجھاتے رہے کہ ٹخنوں سے نیچے لباس نہ لٹکایا جائے، کبھی کسی نے ضعیف وخفیف اسلوب میں بھی نہیں کہا کہ یہ احادیث منسوخ ھیں۔ سچ ھے کہ اندھے کو اندھیرے میں سوجھی بڑی دور کی۔ دیوبندی اور تبلیغی اگر ٹخنوں سے اوپر لباس رکھتے ھیں تو کیا ان کے عمل کی وجہ سے ایک سنت ثابتہ منسوخ ھوجائے گی؟ پھر تو داڑھی کا حکم بھی منسوخ ھوجانا چاھیے کہ دیوبندی، تبلیغی، یہودی، غیر مقلد اور بہت سے ھندو بھی رکھتے ھیں۔ آنکھوں اور بھنووں کے بھی بال صفا کر دینا چاھیے کہ یہ سارے بال بدمذھب بھی رکھتے ھیں۔

* اس باب کی ان احادیث کو آج تک کوئی منسوخ قرار نہیں دے سکا:*

عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم " , قال: " فقرأها رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ثلاث مرات " فقلت: خابوا وخسروا , من هم يا رسول الله؟ , قال: " المسبل إزاره والمنان الذي لا يعطي شيئا إلا منه والمنفق سلعته بالحلف الكاذب "

عن ابن عباس - رضي الله عنهما - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: " إن الله - عز وجل - لا ينظر إلى مسبل الإزار "

عن المغيرة بن شعبة - رضي الله عنه - قال: " رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - آخذا بحجزة سفيان بن أبي سهل وهو يقول: يا سفيان بن أبي سهل , لا تسبل إزارك، فإن الله لا يحب المسبلين "

عن جابر بن سليم الهجيمي - رضي الله عنه - قال: (أتيت النبي - صلى الله عليه وسلم - فقلت: يا رسول الله , إنا قوم من أهل البادية , فعلمنا شيئا ينفعنا الله به) (فقال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: " ارفع إزارك إلى نصف الساق , فإن أبيت فإلى الكعبين , وإياك وإسبال الإزار) (فإن إسبال الإزار من المخيلة (وإن الله - عز وجل - لا يحب كل مختال فخور ")

*عن ابن عمر - رضي الله عنهما - قال: (كساني رسول الله - صلى الله عليه وسلم - حلة من حلل السيراء أهداها له فيروز فلبست الإزار , فأغرقني طولا وعرضا، فسحبته، ولبست الرداء فتقنعت به) (" فنظر رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فرآني قد أسبلت) (فأخذ بعاتقي فقال: يا عبد الله بن عمر , ارفع الإزار , فإن ما مست الأرض من الإزار (وفي رواية: من الثياب) إلى ما أسفل من الكعبين ففي النار " , قال عبد الله بن محمد: فلم أر إنسانا قط أشد تشميرا من عبد الله

بن عمر *

عن أبي سعيد الخدري - رضی الله عنه - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: " إزرة المؤمن (وفي رواية: مسلم) إلى عضلة ساقيه , ثم إلى نصف ساقيه , ثم إلى كعبيه , فما كان أسفل من ذلك ,فهو في النار "

عن عائشة - رضی الله عنها - قالت: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: " ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار "

عن أنس بن مالك - رضی الله عنه - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "الإزار إلى نصف الساق , فلما رأى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - شدة ذلك على المسلمين قال: إلى الكعبين، لا خير فيما أسفل من ذلك "

اللہ تعالی سب کو عقل سلیم کے ساتھ دین متین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے.

والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه أبو الحسان محمد اشتياق القادري.

(۲۳۸)المستفتی ڈاکٹر انتخاب عارف صدیقی امروہہ

:عزتِ مآب قاطع کفر وضلالت، حامی سنت، ماحی بدعات حضرت علامہ ومولانا مفتی اشتیاق القادری صاحب ادام اللہ فیضانہ کی خدمت اقدس میں عرض یہ ہے کل چاند گرہن ہے، بہت سی جگہ اس نماز کا گرہن کے وقت اہتمام کیا جاتا ہے اس نماز کی شرعی حیثیت پر تھوڑی روشنی ڈال دیں جزاک اللہ خیرا طالب دعا ڈاکٹر انتخاب عارف صدیقی قادری امروہہ انڈیا یوپی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم الملك المقتدر الوهاب:

* چاندگرھن اور سورج گرھن اللہ تعالی کی عظیم نشانیوں میں سے دو نشانیاں ھیں، اس موقع پر تنہا تنہا دو رکعت نماز پڑھنا سنت ھے، چاند گرھن اور سورج گرھن کی شرعی حکمت یہ ھے کہ بندوں کے دلوں میں خوف پیدا ھو، وہ گناھوں سے بچیں، نیکیوں کی طرف مائل ھوں اور اللہ تعالی کی قدرت پر ان کا ایمان مضبوط ھو۔ لہذا اس موقع پر نماز پڑھیں، تکبیر و تسبیح کریں اور ھنسی کھیل کود اور چاند گرھن وسورج گرھن کو ٹھٹھا اور تماشہ بنانے سے بچیں۔ اسی طرح کسی جاھلانہ خیال و وھم پرستی میں مبتلا نہ ھوں، ھندوانہ ریتی رواج اور عورتوں کی من گھڑت کہانیوں کے مطابق ھرگز یہ نہ سمجھیں کہ اس وقت حاملہ عورتوں کو چھری چاقو کا استعمال نہیں کرنا چاھیے، کچھ کھانے پینے سے پرھیز کرنا چاھیے، فلاں بات سے گریز

کرنا چاھیے اور یہ کرنا چاھیے وہ نہیں کرنا چاھیے، اِس طرح لیٹیں، اٹھیں، بیٹھیں، اور اُس طرح نہ لیٹیں، اٹھیں بیٹھیں۔ یہ سب جاھلانہ خرافات، غیر اسلامی خیالات، زنانہ توھمات اور ھندوانہ حرکات ھیں۔

سورج و چاند گرھن کے سائنسی و شرعی اسباب

*سورج گرھن کا سائنسی سبب یہ ھے کہ جب چاند جو کہ زمین کی طرح ایک بے نور سیارہ ھے سورج و زمین کے درمیان حائل ھو جاتا ھے اور سورج کی روشنی زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتا ھے تو سورج گرھن ھو جاتا ھے۔

* چاند گرھن کا عقلی و حسی سبب یہ ھے کہ جب سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ھو جاتی ھے اور سورج کی روشنی چاند تک نہیں پہنچ پاتی ھے تو چاند گرھن واقع ھو جاتا ھے۔

* یہ تو سورج و چاند گرھن کے ظاھری اور حسی اسباب ھیں، جس کی تفصیلات، نظام الاوقات، کیفیات و حالات، جغرافیائی حیثیات اور یہ کہ دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کب کب سورج گرھن و چاند گرھن ھوگا اس کو نظام شمسی اور فلکیات کے ماھرین اپنے وضع کردہ اصول وضوابط اور قوانین وقواعد کے مطابق بیان کر چکے ھیں۔

سورج و چاند گرھن کا شرعی سبب وہ ھے جو نبی کریم صلي اللہ تعالي علي ﷺ وسلم نے بیان فرمایا:

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يُخَوِّفُ اللهُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ. *(مسلم شریف، جلد 3 صفحہ 35 حدیث نمبر 2153)*

*یعنی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سورج و چاند اللہ تعالي کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ھیں جن کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ھے، ان کا گرھن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ھوتا، جب تمہیں گرھن نظر آئے تو نماز پڑھو اور اللہ تعالی سے دعا کرو یہاں تک کہ گرھن کھل جائے۔

* ایک حدیث شریف میں ھے: عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ: هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.*

(بخاری شریف، حدیث نمبر 1059)

*حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ سورج گرھن ھوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے

خوف زدہ ھوکر اٹھے جیسے قیامت آ گئی ھو، آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے بہت طویل قیام اور لمبے رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھائی جس طرح میں نے کبھی آپ کو پڑھاتے نہیں دیکھا، اور ارشاد فرمایا یہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالی بھیجتا ھے کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے رونما نہیں ھوتیں، بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو خوف دلاتا ھے، تو جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ تعالی کے ذکر، اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آ ؤ۔ ھمیں امید ھے کہ دینی و مذھبی ذوق رکھنے والے حضرات سورج گرھن پر کب، کیوں اور کیسے کے ذریعہ سوالات کے جوابات بخوبی سمجھ گئے ھوں گے - واللہ تعالی أعلم بالصواب۔*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۲۳۹) سورج گرہن کب ہوتا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟ کیسے ہوتے ہیں؟

المستفتی:

الجواب: سوال کے انداز سے ظاھر ھے کہ سائل کو کوئی حکم شرعی اور اسلامی ھدایت ورھنمائی نہیں چاھیے، بلکہ بے مقصد سائنسی وعقلی تشریحات معلوم کرکے یار دوستوں کی محفل میں تک بندیاں لگانے کے لیے میٹر اور مواد چاھیے*

*محترم! ھم آپ کی اطلاع کے لیے عرض کردیں کہ یہاں صرف احکام شریعت معلوم کرنے کی نیت سے ھی سوال کرنے کی اجازت ھے، اگر آپ کو وقت گذاری اور اپنی نجی مجلسوں میں چٹخارے لینے کے لیے سوال کرنا ھو تو کم از کم یہ گروپ اس مقصد کے لیے ھرگز نہیں ھے۔ یہاں دین اور صرف دین سیکھنے کے لیے سوال کیجیے۔ وبس۔

*سورج گرھن کا سائنسی سبب یہ ھے کہ جب چاند جو کہ زمین کی طرح ایک بے نور سیارہ ھے سورج وزمین کے درمیان حائل ھو جاتا ھے اور سورج کی روشنی زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتا ھے تو سورج گرھن ھو جاتا ھے۔

* یہ تو سورج گرھن کا ظاھری اور حسی سبب ھے، جس کی تفصیلات، نظام الاوقات، کیفیات اور یہ کہ دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کب کب سورج گرھن ھوگا اس کو نظام شمسی اور فلکیات کے ماھرین اپنے اصول وقوانین کی روشنی میں بخوبی جانتے ھیں۔ فقیر نے بھی اس سلسلہ میں تھوڑا بہت پڑھ رکھا ھے، اگر ضرورت محسوس فرمائیں تو التصریح والتشریح اور شرح چغمینی جیسی کتابیں لے کر تشریف لائیں، ان شاء اللہ تعالی خدمت کی کوشش کی جائے گی۔

سورج و چاند گرھن کا شرعی سبب وہ ھے جو نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم نے بیان فرمایا:

*عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَإِذَا

رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.* *(مسلم شریف، جلد 3 صفحہ 35 حدیث نمبر 2153)*

*یعنی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سورج و چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ھیں جن کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ھے، ان کا گرھن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ھوتا، جب تمہیں گرھن نظر آئے تو نماز پڑھو اور اللہ تعالی سے دعا کرو یہاں تک کہ گرھن کھل جائے۔

* ایک حدیث شریف میں ھے: عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قَالَ: خَسَفَتْ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ: هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.*

(بخاری شریف، حدیث نمبر 1059)

*حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ سورج گرھن ھوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے خوف زدہ ھو کر اٹھے جیسے قیامت آگئی ھو، آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے بہت طویل قیام اور لمبے رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھائی جس طرح میں نے کبھی آپ کو پڑھاتے نہیں دیکھا، اور ارشاد فرمایا یہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالی بھیجتا ھے کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے رونما نہیں ھوتیں، بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو خوف دلاتا ھے، تو جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ تعالی کے ذکر، اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آو۔ ھمیں امید ھے کہ دینی و مذھبی ذوق رکھنے والے حضرات سورج گرھن پر کب، کیوں اور کیسے کے ذریعہ سوالات کے جوابات بخوبی سمجھ گئے ھوں گے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب۔*

(۲۴۰) جنازہ کے دفن میں زیادہ تاخیر کی وضاحت فرمادیں حضرت۔۔کیا جنازہ موجود ہوتے ہوئے انتقال کے ایک دن بعد دفن کرنا تاخیر ہے اور اسکا کیا حکم ہے؟؟ جنازہ چھت یا گاڑی پر ہو اور مقتدی نیچے ہوں اس صورت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟؟

بینوا و توجروا

محمد بلال رضوی بلاسپور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب:
* سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث شریف کی شرح کرتے سند الحفاظ امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں:*

المراد بالإسراع شدة المشي و على ذلك حمله بعض السلف وهو قول الحنفية. قال صاحب الهداية : ويمشون بها مسرعين دون الخبب. وفي المبسوط : ليس فيه شيء مؤقت غير أن العجلة أحب إلى أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه. (فتح الباري 79/4)
* اسراع سے مراد تیز گامی اور میانہ روی ھے، اسی پر بعض اسلاف نے محمول کیا اور یہی احناف کا قول ھے۔صاحب ھدایہ فرماتے ھیں: اور جنازے کو متوسط رفتار سے لے کر چلیں۔مبسوط میں ھے: جنازہ لے کر چلنے کے سلسلہ میں کوئی چیز متعین نہیں ھے، ھاں امام ابوحنیفہ رضي اللہ تعالی عنہ کے شانہ پر نزدیک جلدی مستحب ھے۔
* امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں:*

أي أسرعوا بحملها إلى قبرها في مشيكم. وقيل : يعني به الإسراع بتحهيزها بعد موتها لئلا تتغير. (المفهم شرح مسلم 602/2)
* اسراع کا مطلب ھے جنازے کو تیز گامی سے قبر تک لے جانا۔ایک قول یہ ھے کہ اس سے مراد موت کے بعد تجہیز و تکفین وتدفین میں جلدی ھے تاکہ (میت میں) تغیر پیدا نہ ھوجائے۔
* خلاصہ یہ ھے کہ اسراع کے مفہوم میں دونوں معنی کی وسعت ھے اور ھر معنی سے متعلق احادیث میں صراحت موجود ھے، اسراع بمعنی تیز گامی کے لیے تو یہی حدیث ظاھر ھے، نیز تیز گامی کے لیے سنن نسائی، سنن أبي داؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوبکرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنھم سے احادیث مروی ھیں جن میں جنازے کو لے چلنے کی رفتار کی کیفیت کو بیان فرمایا گیا ھے۔اور اسراع بمعنی تدفین میں جلدی کو جاننے کا لیے فقیر قادری کی جانب سے گروپ پر پہلے عرض کیے گئے جواب کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:*
میت کی تجہیز وتکفین وتدفین میں جلدی کرنا چاھیے، جیسا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ ، وَإِنْ تَكُ غَيْرَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1315. صحیح مسلم، حدیث نمبر 2229)
* جنازہ کو تیزی سے لے کر جاؤ، اگر وہ نیک ھے تو تم اس کو اچھائی کی طرف لے کر جارھے ھو اور اگر وہ بد ھے تو تم برائی

کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکو گے۔

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں:

أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یعوده فقال إنی لا أری طلحة إلا قد حدث فیه الموت فآذنونی به و عجلوا، فإنه لا ینبغی لجیفة مسلم أن تحبس بین ظهرانی أهله. (سنن أبی داؤد، حدیث 3161. سنده ضعیف)

*کہ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے، مجھے اس کی اطلاع کرنا اور جلدی کرنا؛ کیونکہ کسی مسلمان کی میت کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِه. (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 13438)

*جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روک کر مت رکھو، اسے جلدی سے قبر کی جانب لے کر جاؤ۔

اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں:

یبادر إلی تجهیزه ولا یؤخر. (الجوهرة النیرة 253/1)

*میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اور کوئی تاخیر نہ کی جائے۔

*مذکورہ ارشادات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنے کے لیے میت کو دفن سے روکے رکھنا خلاف سنت ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس بدعت سے باز آئیں اور سنت پر عمل کریں۔

بعض فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

*لا یقوم بالدعاء۔ (جامع الرموز، ص165) یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔

المحیط البرھانی 2/368 میں ہے:

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة، لأنه قد دعا مرة.

*نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا نہ کرے کیونکہ وہ ایک بار دعا کر چکا ہے۔

*فقہاء کی ان عبارات میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے رکنے اور ٹھہرنے کو منع کیا گیا ہے، جب دعا کے لیے میت کی تدفین کو مؤخر کرنے کی اجازت نہیں تو سلام کے لیے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں:*

* فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی، تکثیر دعا بے شک محبوب ہے مگر اس کے لیے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں۔ (فتاوی رضویہ 247/9)*

* یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نمازیوں کی تعداد بڑھانے اور بھیڑ اکٹھی کرنے کے لیے جنازہ کو مؤخر کرنا بھی درست نہیں ہے، حکم تو یہاں تک ہے کہ اگر جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے تکفین وتدفین ممکن ہو تو پہلے ہی کر لی جائے، یہ سوچ کر جنازہ روکے رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ وممنوع ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

سے باز آئیں اور سنت پر عمل کریں۔

بعض فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

* لایقوم بالدعاء۔ (جامع الرموز، ص165) یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔

* المحیط البرھانی 2/368 میں ہے:*

لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لأنہ قد دعا مرۃ.

*نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا نہ کرے کیونکہ وہ ایک بار دعا کر چکا ہے۔

فقہاء کی ان عبارات میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے رکنے اور ٹھہرنے کو منع کیا گیا ہے، جب دعا کے لیے میت کی تدفین کو مؤخر کرنے کی اجازت نہیں تو سلام کے لیے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

* فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی، تکثیر دعا بے شک محبوب ہے مگر اس کے لیے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں۔ (فتاوی رضویہ 247/9)*

* یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نمازیوں کی تعداد بڑھانے اور بھیڑ اکٹھی کرنے کے لیے جنازہ کو مؤخر کرنا بھی درست نہیں ہے، حکم تو یہاں تک ہے کہ اگر جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے تکفین وتدفین ممکن ہو تو پہلے ہی کر لی جائے، یہ سوچ کر جنازہ روکے رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ وممنوع ہے۔

* علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

* کرہ تأخیر صلوتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ. (ردالمحتار 146/3)*
* حاصل جواب یہ ہے کہ تجہیز وتکفین وتدفین میں جلدی کرنا مسنون ہے،سلام ونعت پڑھنے اور جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر کرنا مکروہ وممنوع ہے،اسی طرح یہ نام نہاد طریقہ کہ جنازہ لے کر چلنے کے بعد درمیان میں کسی جگہ جنازہ رکھ دینا اوراس کومنزل کا نام دینا جہالت وشریعت سے بے خبری ہے۔
*تجہیز وتدفین میں عجلت شرعاً یقیناً محمود ومحبوب ومطلوب ہے،لہذا بے وجہ شرعی تاخیر کرنا خلاف اولی اور ناپسندیدہ ہے۔

(۲۴۱)السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ جنازہ چھت یا گاڑی پر ہواور مقتدی نیچے ہوں اس صورت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہےاور یہ بھی بتائیں کہ امام کہاں پر کھڑا ہوگا
جواب عطافرمائیں کرم ہوگا

*سنتِ مستحبہ اوراحسن وافضل یہی ہے کہ عام حالات میں جتنا جلد ممکن ہو میت کی تدفین سے فراغت حاصل کر لی جائے،یعنی میت کو اتنی ہی دیر تک روکیں جتنی دیر میں مسنون طریقہ پر تجہیز وتکفین وتدفین کی جاسکے،اس سے زیادہ دیر تک روکنا ممنوع ہے،ہاں اگر کوئی عذر شرعی ہوتو جب تک بدن میں تغیر وانتفاخ کا اندیشہ نہ ہوتو روکنا جائز ہےاور اس وقت تاخیر میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے،مثلاً ملکی قانون کے تحت پوسٹ مارٹم ضروری ہو،یا چندلوگ اجتماعی حادثہ کا شکار ہوئے اوران کے اعضاء مخلوط ومنتشر ہو گئے،یہاں تک کہ شناخت دشوار ومتعذر ہوگئی تواس صورت میں میت کی تعیین وشناخت کے لیے کی جانے والی کارروائی کی وجہ سے دفن میں ہونے والی تاخیر میں بھی کوئی حرج نہیں ہے،اسی طرح تدفین میں جلدی کے حکمِ مندوب ومستحب سے زیادہ اہم کوئی امر ہواور میت کے تغیر وانتفاخ کا اندیشہ نہ ہوتو اندیشۂ تغیر تک تاخیر میں حرج نہیں۔
*حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

ما من رجل یصلی علیہ مائۃ إلا غفر لہ.(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 505.والحدیث ضعیف لمبشر بن أبی الملیح. وسنن ابن ماجہ حدیث نمبر 1488 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بسند صحیح و لفظہ :من صلی علیہ مائۃ من المسلمین غفر لہ)
یعنی جس کی نماز جنازہ سو مسلمانوں نے پڑھ لی اس کو بخش دیا گیا.

اس حدیث کے تحت علامہ محمد عبدالرؤوف مناوی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

فينبغي لأهل الميت أن ينتظروا بالصلاة عليه ما لم يخف تغيره اجتماع مائة. (فيض القدير 616/5)

*میت کے اھلِ خانہ کو چاھیے کہ جب تک میت کے تغیر کا اندیشہ نہ ھو سو لوگوں کے جمع ھونے کا انتظار کریں۔

* یاد رھے کہ سو سے مراد عدد معین نہیں بلکہ لوگوں کی کثرت مراد ھے؛ کیونکہ بعض روایات میں چالیس اور بعض میں مطلقاً أمة من الناس کے الفاظ بھی آئے ھیں۔

نماز جنازہ کی درستگی کے لیے ضروری ھے کہ میت امام کے محاذی ھو یعنی میت کے بدن کا کوئی حصہ امام کے محاذی ھو۔ اگر محاذات نہیں پائی گئی تو نماز نہیں ھوگی۔ فقد ذكر القهستاني أن ركنها القيام و محاذاته إلى جزء من أجزاء الميت. (ردالمحتار 105/3)* *لہذا میت کو چھت پر یا ایسی اونچی جگہ پر رکھا گیا کہ میت کے بدن کے کسی حصہ کی امام سے محاذات نہ ھو تو نماز درست نہیں* اسی طرح بغیر عذر کے جنازے کو چوپائے پر یا گاڑی پر رکھ کر نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ھے، لیکن اگر کوئی عذر ھو مثلاً کیچڑ ھو، بارش ھو، لوگوں کا ازدحام اور جمع غفیر ھو تو حرج نہیں ھے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:*

فلا تجوز في المختار إلا من عذر. (ردالمحتار 105/3)

یعنی چوپائے وغیرہ پر میت کو لاد کر نماز پڑھنا جائز نہیں ھے مگر عذر کے وقت جائز ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري

(۲۴۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حضرت کی بارگاہ میں ایک سوال عرض خدمت ہے کہ کشف المحجوب میں ایک عبارت ہے جس پر غیر مقلدیت نے عوام کو گمراہ کر رکھا ہے اور اسکا جواب عوام میں سے مانگتے ہیں جس کا جواب عوام کی بس میں نہیں حضرت رہنمائی فرمائیں وہ عبارت یہ کہ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

*اس عبارت پر غیر مقلدین خبثاء کا اعتراض بھی تو نقل فرمایئے، تاکہ اس کو دیکھا جائے اور قابل جواب ھو تو جواب دیا جائے۔

*اب یہاں پر کوئی یہ ضرور کہہ سکتا ھے کہ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالی نے تو یہ لکھا ھے کہ تکثیر جماعت کے لیے نماز جمعہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا، تو پھر دونوں باتوں میں تطبیق کیسے ھوگی۔ تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ جہاں تغیر و

انتفاخ کا اندیشہ ھو وھاں یہی حکم ھے کہ انتظار نہ کیا جائے اور جہاں یہ اندیشہ نہ ھو وھاں انتظار و تاخیر میں حرج نہیں ھے۔

(۲۴۳) استاذی ومخدومی حجۃ العلم وفقیہ النفس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

* ایک الجھن کا شرعی حل مطلوب ہے *

امید ہے کہ حضور ضرور کرم فرما کر شرعی حل عنایت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے اور حضرت کی صحت کو دوام بخشے۔

ایک تنظیم کے پاس رمضان میں چندے کا روپیہ جمع ہوتا ہے۔ یہ روپیہ زکوۃ خیرات ہر مد کا ہوتا ہے لیکن زیادہ تر زکوۃ کا ہوتا ہے۔ رقم کافی زیادہ ہوتی ہے اس کو بینک میں بھی نہیں رکھ سکتے لہذا اس کی حفاظت کس طور پر کی جائے۔ کیا حیلہ شرعی کے بعد اس کو تجارت میں لگا دیا جائے، کسی کو قرض دے دیا جائے، اس شرط پر کہ ہم جتنا جب مانگے گے وہ ہمیں دیتا رہے گا، بطور امانت کسی کے یہاں رکھا جائے تو بھی یہیں پریشانیاں ہیں کہ وہ گھر میں بھی نہیں رکھ سکتا اور نہ بینک میں، تو کیا اس امین کو یہ اجازت ہوگی کہ وہ اپنی تجارت میں لگا دے اور ہمارے مطالبے پر دیتا رہے۔

برائے کرم کوئی حل ارشاد فرمائیں۔

محمد عارف برکاتی اندور ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

*بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب :

* وہ تنظیم جس نے زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقم جمع کی ھے اس پر شرعاً فرض ولازم ھے کہ اس رقم کو فوراً اس کے مستحقین فقراء ومساکین میں تقسیم کردے، اس تنظیم کے لیے ھرگز ھرگز جائز نہیں کہ وہ اس رقم کو ذخیرہ کر کے رکھے۔ اس رقم کو تجارت میں لگانا حرام، کسی کو قرض دینا حرام اور اس رقم کو اس کے مستحقین تک بغیر تاخیر کے پہنچانے کے سوا اور کوئی تصرف کرنا حرام ھے۔

* یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ھے کہ اس تنظیم کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ مسلمانوں سے زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقوم جمع کرے اور من چاھے طریقہ پر اس کو صرف کرے؟ مدارس اسلامیہ کے علاوہ اب کسی کو یہ اجازت نہیں ھے کہ کوئی

تنظیم وسوسائٹی بنا کر اجتماعی طور پر تحصیل زکوۃ کرے اور اپنے طور پر سوچے ہوئے رفاہی وفلاحی کاموں میں موقع بموقع خرچ کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ خیانت، بدعہدی، غصب، احکام شرع سے بے خبری، عاقبت ناشناسی، حرص، ہوس، خرد برد اور ناخدا ترسی جیسی قبیح ورذیل عادات وحرکات عام ہوچکی ہیں اس لیے اب کسی کو بیت المال قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب بیت المال یا اجتماعی تحصیل زکوۃ ہی جائز نہیں ہے تو پھر زکوۃ کی جمع شدہ رقم کی حفاظت کی تدابیر تلاش کرنا بھی بے سود ہے، اس تنظیم کا تو وظیفہ صرف اس قدر ہے کہ بنام زکوۃ جو مال جمع کیا ہے اسے فوراً اس کے مستحقین تک پہنچائے اور اپنا دامن چھڑائے نیز آئندہ اس طرح مال زکوۃ جمع کرنے سے باز رہے۔

* ہاں اگر رفاہی وفلاحی کام کرنے کا جذبہ ہے تو عطیات وغیر صدقات واجبہ کی رقوم سے ایک فنڈ قائم کیا جائے اور اسے دیانت دار وامانت پسند حضرات کی نگرانی میں مناسب مصارف میں استعمال کیا جائے، اور اس فنڈ میں اگر زیادہ رقم جمع ہوجائے تو باہمی مشاورت سے اس کی حفاظت کے لیے جو طریقہ مناسب جانیں علماء کرام سے شرعی رہنمائی حاصل کرنے کے بعد اختیار فرمالیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.*

(۲۴۴) اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللّٰہِ وَبَرَكَاتُهُ حضرت کلب علی کلب حسن غلام علی غلام جیلانی جائز ہیں یا نہیں؟

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* یہ سب نام درست ہیں، ان میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب*

(۲۴۵) بعض مسلمان جب کسی کام سے غیر مسلموں کے پاس جاتے ہیں تو نمستے یا نمشکار کرتے ہیں ایسا بولنا شرعا کیسا ہے؟

اور نمستے یا نمشکار کا معنی کیا ہے؟ بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

* دنیا کی تمام متمدن ومہذب قوموں کے نزدیک ملاقات کے وقت پیار ومحبت، احترام وعقیدت، خوشی ومسرت اور دعاء وخیر اندیشی کے الفاظ وکلمات بولنے کا رواج چلا آرہا ہے۔ اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں مختلف الفاظ وکلمات سے اعزاز واکرام کے جذبات واحساسات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مثلاً حییت صباحاً وحییت مساءاً، وأنعم صباحاً، وأنعم الله بك عينا، وأَسْلِمِ، وعش ألف عام، وأبيت اللعن وغيره.* ہندوستان میں عموماً

یہاں کے ھندولوگ ملاقات کے وقت نمستے اورنمسکار بولتے ھیں۔
* انگریزاوران کے فضلہ خوار گڈ مارننگ، گڈ نائٹ، گڈ آفٹرنون وغیرہ بولتے ھیں* اردودانی کے بخار میں تپنے والے صبح بخیر، شام بخیر، دوپہر بخیر اور شب بخیر وغیرہ بولتے ھیں* اور بھی بہت سی قومیں اور افراد ھیں جو الگ الگ طریقے سے ملاقات کے وقت طرح طرح کے الفاظ سے سامنے والے سے فرحت وسرور اور پیار وعقیدت کا اظہار کرتے ھیں۔ یہ سارے طریقے غیر اسلامی اور سنت کے خلاف ھیں، جن کے کہنے اور بولنے سے سلام کی سنت ادانہیں ھوتی، بلکہ ان سے غیر اسلامی طرز اور اغیار و کفار کی معاشرت کی یاد تازہ ھوتی ھے، لہذا ان سے احتراز و اجتناب کرنا چاھیے۔ بلکہ مذکورہ الفاظ میں نمستے اورنمسکار توسب سے برے اور گندے الفاظ ھیں جن میں معنی شرک کی بوبھی پائی جاتی ھےاور ھندوانہ رسم ورواج کی روح بھی۔ان الفاظ سے تو ایک مسلمان کو بہر حال بچنا ضروری ھے۔
* آج بدقسمتی سے زمانہ جاھلیت کی کئی بھولی بسری یادوں کو مسلمان کہلانے والے کچھ لوگ پھر سے تازہ کرنے پر تلے ھوئے ھیں، وہ سلام وتحیت کے لیے سلام کے اسلامی طریقہ اور اسلامی کلمات سے کتراتے اور نت نئے الفاظ سے سلام کرنے کو فخر ومباھات اور عزت وشوکت سمجھتے ھیں۔درحقیقت یہ دورِ جاھلیت کی واپسی اور اسی پسماندہ وتاریک عہد کی بدترین روایات کی تجدید واحیاء ھے۔حضرت عمران بن حصین رضی الله تعالی عنه فرماتے ھیں:*
* كنا في الجاهلية نقول :أنعم الله بك عينا، وأنعم صباحاً. فلما كان الإسلام نهينا عن ذلك.
(سنن أبي داؤد 5229)*
*ھم لوگ دور جاھلیت میں اس طرح سلام کرتے تھے: اللہ تعالی تمہارے ذریعہ آنکھیں ٹھنڈی کرے۔تمہاری صبح خوش گوار ھو۔جب اسلام آیا تو ھمیں اس سے روکدیا گیا۔
* اسلامی سلام کے حسن و جمال اور جامعیت وافادیت کا اندازہ لگانا دشوار ھے، اس کا سب سے نمایاں وصف یہ ھے کہ سلام اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے ھے جس کی وسعت وھمہ گیری تک پہنچنا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔
دوسری بات یہ ھے کہ اسلامی سلام میں جو دعاء مذکور ھے وہ وقت وزمان، جسم وجان، مال واولاد، آلات واسباب اور احوال وکیفیات کی ھرقید سے پاک ھےاوراس میں ھر دردوکرب، رنج والم، آفت ومصیبت اور تکلیف وپریشانی سے نجات وسلامتی کی دعا کے ساتھ ساتھ اکرام واحترام کی نیک خواھشات اور پاکیزہ جذبات واحساسات کا لطیف اظہار بھی ھے۔
*لہذا مسلمان کو چاھیے کہ کسی بھی حال میں اسلام کے بتائے اور سکھائے ھوئے سلام کے طریقے کو نہ چھوڑے، انگریزوں، یہودیوں اور کافروں کے ایجاد کردہ سلام کے طریقے ھرگز نہ اپنائے۔

*ھم ھندوستان میں رھتے ھیں جومختلف اقوام اورمختلف مذاھب کے پیروکاروں کی قدیم آماجگاہ ھے،سب کی تہذیب وثقافت،طرزِ زندگی اور معاشرت ایک دوسرے سے بڑی حدتک جدا ھے۔اسلام کوئی تنگ اورعرف وعادت سے بے وجہ جنگ کرنے والا دین نہیں ھے، وہ اپنے پیروکاروں کی مکمل رھنمائی اور کامل دستگیری فرماتا ھے۔ھمیں اپنی معاشرتی وتجارتی زندگی گذارنے کے لیے مختلف مذاھب کے ماننے والوں کے ساتھ نشست وبرخاست کرنا پڑتی ھے،کئی مرتبہ باھم شب وروز گذارنا پڑتے ھیں اور سفر وحضر میں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے اور رھنے سہنے کا اتفاق ھوتا ھے،ان حالات میں سماجی روایات کے مطابق ایک دوسرے کوسلام کرنے کی بھی حاجت ھوتی ھے،تو کیا مسلمان ان مواقع پر کسی قسم کی سرگرمی کا مظاھرہ نہ کرے، وہ بالکل الگ تھلگ رھے، وہ خود کو معاشرتی دھارے سے دور رکھے۔ اگر ایسا کیا گیا تو مسلمان اچھوت بن کر رہ جائے گا، کاروباری زندگی بے شمار مسائل ومشکلات کا شکار ھوجائے گی اور سماجی طور پر قدم قدم پر اس کے سامنے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ھوجائیں گے۔اسلام کی تعلیم یہ ھے کہ بر بنائے حاجت کفار کوسلام کیا جاسکتا ھے، ھاں اس سلام میں ان کی تعظیم کی ھرگز نیت نہ کی جائے، بلکہ قصد یہ ھو کہ اس طرح فتنہ دفع کرنا اور اپنا کام چلانا ھے،اس کے لیے صرف لفظ سلام، یاتسلیم، یاتسلیمات، یا السلام علی من اتبع الھدی، یا آداب وغیرہ پر اکتفا کرنا چاہیے۔

نمستے اور نمسکار کوتو ھرگز نہ بولے، نہ شروع میں اور نہ جواب میں۔ یہ دونوں لفظ سنسکرت سے ھندی میں آئے ھیں جوکہ مرکب ھیں، ان الفاظ کی مکمل تحقیق توسنسکرت کے ماھرین ھی جانتے ھیں، ھم نے لغات کی مدد سے جوسمجھا وہ یہ ھے کہ ان دونوں الفاظ میں غایت تعظیم یعنی پرستش وپوجا اور عبادت وبندگی کا مفہوم پایا جاتا ھے، جواللہ تعالي کے سوا کسی اور کی نہیں کی جاسکتی۔ ھرقسم کی عبادت خواہ قولی ھو یا فعلی رب کریم کے ساتھ خاص ھے، لہذا نمستے اور نمسکار کسی انسان سے بولنا کلمہ کفر بولنا ھے۔ کچھ لوگ کہتے ھیں کہ ھم ان الفاظ کے معنی مراد نہیں لیتے، ھم تو بس یوں ھی دیکھا دیکھی بول دیتے ھیں۔ان کی اس غلط فہمی کا جواب یہ ھے کہ کفر کا کلمہ معنی کفر سے مجرد کر کے صرف جان کی حفاظت کے وقت بولنے کی رخصت ھے، باقی حالات میں خواہ کیسی ھی ضرورت درپیش ھو کلمہ کفر بولنے کی اجازت نہیں ھے۔ کیا کوئی مسلمان قومی ترانہ سمجھ کر وندے ماترم کہنے کے لیے آمادہ ھوگا؟ نہیں ھرگز نہیں، مسلمان کسی حال میں وندے ماترم پڑھنے کے لیے تیار نہیں ھوسکتا اور نہ اسلام اس کی اجازت دے سکتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۲۴۶)(۱) جب ماء مستعمل سے نجاست حقیقیہ غلیظہ وخفیفہ دور کر سکتے ھیں تو نجاست حکمیہ دور کیوں نہیں کر سکتے؟ (۲) صرف ماء مستعمل پاس ھے اس کے سوا دور دور کہیں پانی نہیں تو تیمم کر کے نماز پڑھیں یا اسی

ماءِ مستعمل سے وضو وغسل کریں ؟؟

(۳) جو فرض نماز ماءِ مستعمل سے طھارت حاصل کر کے پڑھی جائے اس کا اعادہ فرض ھے یا واجب یا سنت؟؟

السائل

محمد انیس الرحمن قادری

خادم مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا سوار رامپور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

*(□ 1) نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے زیادہ قوت رکھتی ھے؛ کیونکہ نجاست حکمیہ کی قدر قلیل بھی بالاتفاق مانعِ نماز ھے اور کسی عذر کے سبب اس کے ازالہ کا وجوب ساقط نہیں ھوتا. کما قال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالی *:

قدم الحکمیۃ لأنہا أقوی، لکون قلیلھا یمنع جواز الصلوۃ اتفاقا و لا یسقط وجوب إزالتھا بعذر. (ردالمحتار 509/1)

*اور ماءِ مستعمل چونکہ صرف طاھر ھوتا ھے مطہر نہیں ھوتا، لہذا ماءِ مستعمل میں وصف طہارت ماءِ مطلق کی بنسبت ضعیف ھوا اور ضعیف قوی کو زائل نہیں کر سکتا.

(□2) تیمم کرے، فإن الماء المستعمل لا یجوز بہ إزالۃ الحدث.

*(□3) فرض ھے.

واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۴۷) قاطع کفر وضلالت، حامی سنت، ماحی بدعات استاد العلماء حضرت علامہ ومولانا مفتی اشتیاق القادری صاحب ادام اللہ فیضانہ کی خدمت میں سلام عرض ہے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے حضرت کو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین حضور استفتاء ھذا کے ذریعہ معلوم یہ کرنا ہے زید کے اوپر کئی سال کی زکوٰۃ واجب ہے زید کے حالات ایسے نہیں وہ رقم کئی سالوں کی ایک ساتھ ادا کر سکے زید ہر ماہ کچھ رقم مسجد کی امداد کے لیے مسجد کے ذمہ دار کو دیتا ہے عرض یہ کیا اس طرح دی گئی رقم سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ جب کہ زید کی نیت زکوٰۃ کی ہے کیا حکم ہوگا زید کے لئے جزاک اللہ خیرا

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اس طرح مسجد کو دینے سے زید کی زکوۃ ھرگز ادانہیں ھوگی، کیونکہ اس صورت میں تملیک فقیرنہیں پائی گئی جوکہ زکوۃ کا رکن ھے۔گذشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ھے کہ اگر غالب گمان ھو کہ قرض ادا ھوجائے گا تو قرض لے کرادا کردے، اوراگر غالب گمان ھوکہ قرض ادانہیں ھو پائے گا تو قرض نہ لے؛ کیونکہ بندوں کا حق اللہ تعالی کےحق سےسخت ترہے ھے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۴۸): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیہ النفس حجۃ العلم حضرت العلام مفتی محمد اشتیاق القادری صاحب قبلہ

امیدھے مزاج بخیر ھونگے

حضرت کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ھے چاندگرہن یا سورج گرہن میں یہ بات جوعوام میں مشھور ھے کہ حاملہ عورت کوسونانہیں چاہیے یاان اوقات میں گھر سےنہیں نکلنا چاہیے"مطلب یہ ہے کہ اوربھی دنیا بھر کی باتیں اس تعلق سے کی جاتی ہیں ان کی شرعی طور پر کیا صورت ھے جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں نوازش ہوگی

محمد طاھرالقادری رامپوری

خادم- دارالعلوم گلشن اسلام کنوراباز پوراترا کھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سورج گرھن اور چاندگرھن اللہ تعالي کی نشانیوں میں سے دوعظیم نشانیاں ھیں۔اس موقع پرتوھمات وتخیلات اور حکایات وافسانویات میں مبتلاھونے کےبجائے اللہ تعالي کی تسبیح وتہلیل کرناچاھیےاور نبی کریم صلي اللہ تعالي علي ﷺ وسلم کی سنت کےمطابق نماز ادا کرنا چاھیے

*سورج گرھن کے موقع پرنماز پڑھنا سنت مؤکدہ ھے، جسے باجماعت بھی پڑھا جاسکتا ھےاورتنہا تنہا بھی پڑھ سکتے ھیں۔لیکن باجماعت پڑھنا مستحب ھے، جب یہ نماز باجماعت پڑھی جائے تو اس کے لیے وھی تمام شرائط ھیں جو جمعہ کے لیےھیں، البتہ سورج گرھن کی نماز میں خطبہ نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار 3 / 67،68)
* چاندگرھن کی نماز سنت مستحبہ ھے، بہتر یہ ھے کہ تنہا تنہا پڑھی جائے۔
*سورج گرھن اور چاندگرھن کے وقت دو رکعت، یا چار رکعت یا زیادہ بھی پڑھ سکتے ھیں۔
*سورج و چاندگرھن سے متعلق فقیر قادری گروپ پر پہلے قدرے تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ھے۔اس کو ملاحظہ فرمائیں۔
شاید وھاں مزید فائدے کی کچھ باتیں مل جائیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.
* اھلِ سنت و جماعت کے نزدیک نماز آیات نام کی کوئی مخصوص نماز نہیں ھے۔سورج گرھن اور چاندگرھن کے موقع پر دو رکعت یا چار رکعت نماز ادا کرنا سنت سے ثابت ھے، جسے ایک سلام سے یا دو سلام سے عام نمازوں کی طرح پڑھا جائے گا۔دیگر نشانیوں کے ظہور کے وقت مثلاً آسمان سرخ ھوجائے، کثرت کے ساتھ اولے پڑنے لگیں، دن میں سخت تاریکی چھاجائے، تیز آندھی چلنے لگے یا اور کوئی دھشت ناک وخوفناک امر پایا جائے تو دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ھے۔

نماز آیات روافض کے یہاں پڑھی جانے والی نماز ھے جسے یہ خبثاء واجب کہتے ھیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۴۹) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

سفر شرعی میں جمعہ واجب نہیں، لیکن اگر آپ کو موقع ملتا ھے اور جمعہ پڑھ لیتے ھیں تو آپ کے ذمہ سے ظہر ساقط ھوجائے گی اور اسے قصر کرکے پڑھنے کی ضرورت نہیں رھے گی۔(ردالمحتار 30/3).واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۵۰) سوال یہ ہے کہ امام صاحب میں کچھ ایسی کمی ہے جس کی بنا پر نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے وہی کمی مقتدی میں ہوتو ایسا مقتدی نماز تنہا پڑھے یا جماعت سے پڑھے؟

المستفتی:

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

جس کی اپنی نماز بھی مکروہ تحریمی ھوتی وہ اگر ایسے کو امام بنا کر نماز پڑھے جس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ھے تو اس مقتدی پر دو گناہ لازم آئیں گے، ان گناھوں سے بچنے کے لیے امام ومقتدی دونوں اپنی خامیاں دور کریں اور کسی جامع شرائط امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں ورنہ پھر سب تنہا تنہا نماز پڑھیں اور سب کو چاھیے کہ جامع شرائط امام کا انتخاب کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۵۱) اَلسَلامُ عَلَيۡكُم وَرَحۡمَةُ اَللهِ وَبَرَكَاتُهُ بعد سلام کے حضرت کی بارگاہ مے ارض یے ھے صوال کیا ھضور تاج شیخ حضرت اختر رضا خان ازھری میاں کی نسبت سے کوئی شخص اپنے نام کے بعد ازھری لگائے تو یے مناسب ھے یا نھیں تفسیل سے جواب انایت فرمائیں، نوازش ھوگی

المستفتی: محمد امان رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :*

ازھری "حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں علیہ الرحمہ کی تعلیمی نسبت ھے، ان کے مریدین ان کی اسی نسبت کو اختیار کر کے اپنے ناموں کے ساتھ ازھری لگاتے ھیں، جو معروف ومشتہر ھونے کی وجہ سے ھر قسم کے فریب وغرر سے پاک ھے، لہذا اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ھے۔ اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ھیں کہ جس طرح امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کے پیروکاران کی نسبت مکانی کو اختیار کر کے اشعری اور ماتریدی لگاتے ھیں اور اس میں کوئی فریب وغرر نہیں اسی طرح تاج الشریعہ کے مریدین ان کی تعلیمی نسبت کو اختیار کر کے ازھری لگاتے ھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۵۲) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ حضور حجۃ العلم مفتی اشتیاق القادری بخیر وعافیت سے ہونگے عرض یہ کہ اگر کوئی شخص حد شرع سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو اور پنجوقتہ آذان واقامت وہی شخص کہتا ہو تو کیا اس کی آذان واقامت درست ہے کیا اسکی آذان واقامت کہنے پر جماعت کی نمازیں درست ہونگی یا نہیں اسکی آذان واقامت کہنا درست ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا

العارض محمد عمر قادری منگولپوری نئی دہلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :
* داڑھی نبی کریم ﷺ کی سنت محبوبہ ہے۔ اس کے حکم اور مقدار میں فقہاء کرام، ائمہ اعلام، محدثین عظام اور علماء اسلام کے درمیان اختلاف ہے۔
* سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:*
أنهكوا الشوارِبَ، وأعفُوا اللُّحَى. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 5893. صحیح مسلم، حدیث نمبر 623، ولفظه أحفوا الشوارب و أعفوا اللحى)
* یعنی مونچھوں کو خوب پست کرو اور داڑھیوں کو خوب بڑھاؤ۔
* اصول کا قاعدہ ہے:* * امام فخر السلام علی بن محمد بزدوی علیہ الرحمۃ و الرضوان فرماتے ہیں:*
قال عامة العلماء حكمه الوجوب. (أصول البزدوي، ص 21) * جمہور علماء فرماتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہے※* * لہذا احدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھ پست کرنا واجب ہے※* حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:*
خالفوا المشركين، وفروا اللحى و أحفوا الشوارب. وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 5892)
* مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو خوب بڑھاؤ، اور مونچھوں کو خوب پست کرو۔ حضرت ابن عمر حج یا عمرہ کے موقع پر اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے جو اس سے زیادہ ہوتی اسے کاٹ دیتے۔ احادیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانے کا حکم مطلق ہے کہ داڑھیاں کتنی ہی بڑھ جائیں بالکل نہ کاٹی جائیں، لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے ایک مشت سے زائد کو کاٹا جو اس بات کی دلیل ہے کہ احادیث مبارکہ میں جو حکم مطلق ہے وہ ایک مشت پر محمول ہے۔ اسی لیے ہمارے فقہاء کرام فرماتے ہیں:*
أما الأخذ منها و هي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة و المخنثة من الرجال فلم يبحه أحد. (فتح القدير 348/2) * داڑھی اگر ایک مشت سے کم ہو جیسا کہ کچھ اہلِ مغرب اور زنخے لوگ کرتے ہیں اس کو کسی نے جائز قرار نہیں دیا ہے۔ داڑھی کے سلسلہ میں یہ احناف کا مذہب ہے، جس پر ہم فتوی دیتے ہیں۔ اب رہا شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب تو درحقیقت یہاں اس کی ضرورت نہیں تھی، اگر ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں میں سے کوئی سوال کرے تو بات سمجھ میں آتی ہے، حنفی کے لیے تو یہی کافی ہے کہ وہ اپنے امام کی تعلیمات کے مطابق احکام شرع جان کر ان پر عمل کرے، عوام کو ایسی باتوں سے کیا غرض جن سے ان کا کوئی مقصد وابستہ نہیں۔ یہ محض اضاعت

وقت ھے۔ خیر آپ کی محفلوں کو رنگین اور ذھن کی تسکین کے لیے دیگر ائمہ کرام علیہم الرحم ※ کے مذاھب کا خلاصہ حاضر ھے۔

(۲۵۳) السلام علیکم
حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ:
ایک ماں اپنے بچے کو کس عمر تک دودھ پلا سکتی ہے اور کیا لڑکا اور لڑکی کے لیے یہ مدت الگ الگ ہے؟ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی:
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*لڑکا ھو یا لڑکی دونوں کے لیے دودھ پلانے کی مدت دوسال ھے، دوسال کے بعد دودھ پلانا ناجائز و گناہ ھے، اگرچہ ڈھائی سال یعنی تیس ماہ تک دودھ پلانے سے رضاعت کی حرمت ثابت ھو جاتی ھے۔

* اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ. (سورة البقرة، آیة 233)

* اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں، یہ مدت اس کے لیے ھے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاھے۔

* یہاں سے معلوم ھو گیا کہ یہ جو کچھ لوگوں نے مشہور کر رکھا ھے کہ لڑکے کے لیے مدت رضاعت ڈھائی سال اور لڑکی کے لیے دوسال ھے غلط اور بے بنیاد بات ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری*

(۲۵۴) اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَةُ اَللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع مسایل ذیل میں 1 کیا یوٹیوب پر چینل تبلیغ عقاید اہلسنت کے لیے بنانا جایز ہے یا نہیں اگر ہے تو ویڈیو بنا تصاویر کی یعنی صرف آواز رہے اور بریلی شریف یا گنبد خضریٰ کا فوٹو لگا کر اپلوڈ کر سکتے ہیں یا نہیں ۲ یوٹیوب سے اپنے بینک اکاونٹ کو جوڑنا پڑتا ہے جس سے وہ ویڈیو بنا تصویر کی جتنے لوگ پسند کرینگے

اورچینل سے جڑینگے یوٹیوب اسکی رقم دیتا ہے کیااس رقم کا اسی چینل کے خرچ یا کسی اور جگہ تبلیغ کے لیے یا ذاتی مصرف میں لانا جایز ہے یانہیں

سایل محمد کلیم رضا قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

(1) اگر اس میں جاندار کی تصویر نہیں ھوتی اور کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہیں پایا جاتا تو اس طرح کا چینل بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ھے۔

(2) یوٹیوب آپ کو آپ کے حق اشاعت کی اجرت دیتا ھے، وہ اجرت آپ کی ملک ھے، آپ اس کو جس طرح چاھیں اور جہاں چاھیں استعمال کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۵۵) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تین دن تک اپنے گھر میں تنہا تنہا نماز پڑھی لیکن کسی بلوائی کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا روا نہی سمجھا کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟؟؟؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی

محمد بلال رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

الجامع فی السنن و الآداب و المغازی و التاریخ ،ص46 میں ھے:

قال یحیی بن سعید لم یترك الصلاة فی مسجد النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم منذ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم إلا ثلاثة أیام یوم قتل عثمان و یوم الحرة. قال مالك و نسیت الثالث. قال محمد بن عبد الحکیم :ھو یوم خرج بھا أبو حمزة الخارجی.

*یعنی رسول اکرم ﷺ کے بعد تین دن مسجد نبوی شریف میں نماز نہیں ہوئی: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے دن، واقعہ حرہ کے دن، امام مالک فرماتے ھیں فرماتے ھیں مجھے تیسرا دن یاد نہیں رہا۔ محمد بن عبدالحکیم

کہتے ھیں تیسرا دن وہ ھے جب ابوحمزہ خارجی نے مدینہ منورہ پر خروج کیا۔
*اسی طرح ابن جریر طبری، ابن کثیر، ابن اثیر اور دیگر مؤرخین نے بھی لکھا ھے کہ شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے دن مسجد نبوی شریف میں نماز نہیں ھوئی۔ بعض اھلِ تاریخ نے یہ بھی لکھا ھے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی معمولی تعداد موجود تھی، زیادہ تر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم حج کے لیے گئے ھوئے تھے، باقی رہ جانے والے صحابہ کرام بلوائیوں کی دھشت کی وجہ سے تین دن تک نماز ادا کرنے کے لیے مسجد نبوی شریف تشریف نہیں لائے، جب کہ بعض مؤرخین کے بقول صرف ایک دن مسجد نبوی شریف میں نماز موقوف رھی، اس کے بعد معمول کے مطابق تمام صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں ھی نمازیں ادا فرماتے تھے۔

هذا ما عند الفقير و العلم بالحق و الصواب عند العليم الخبير و هو سبحانه و تعالى أعلم بالصواب.*

(۲۵۶) سلام
کافر کو کافر کہنا کیسا؟ حضرت جواب عنایت فرمائیں

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:
کافر کو کافر سمجھنا فرض ھے اور وقت ضرورت کافر کہنا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے ارشادات کے مطابق بغیر کسی شک وشبہ کے جائز ھے، بلکہ قرآن کریم میں تو پوری ایک سورت "الکافرون" کے نام سے موجود ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۲۵۷) سوال لکھنا باقی ہے

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب:
*موت کے بعد روحوں کا اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے گھر چالیس دن تک آنا، اور چالیس دن کے بعد ھر جمعرات کو آنا فقیر قادری کی نظر سے کسی حدیث صحیح وحسن تو دور حدیث ضعیف میں بھی نہیں گذرا۔ ھاں بعض احادیث میں یہ ضرور ھے کہ مومن کی روح انتقال کے بعد آزاد ھوتی ھے اور اسے ھر جگہ آنے جانے کی اجازت ھوتی ھے۔ البتہ بعض کتابوں

میں بے سند یہ بھی لکھا ھے کہ روحیں ھر جمعہ کی شب، ھر عاشوراء کے دن، ھر عید کے دن اور ھر شب براءت کو اپنے گھروں کے باھر آکر کھڑی ھوجاتی ھیں اور انتہائی غم ناک آواز میں اپنے اھل خانہ کو پکارتی ھیں کہ اے گھر والو صدقہ کر کے ھم پر مہربانی کرو۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔*

نوٹ: خاص اس موضوع پر اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ بنام اتیان الأرواح ھے، اس کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲۵۸) حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں عرض ہے کہ
یہ جملہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ کن فیکون ہے وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

اللہ تعالی کن فیکون نہیں ھے، اس کو کن فیکون کہنا جہالت و بےخبری ھے، ھاں رب کریم کی شان یہ ھے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ. (سورة یس، آیة 82)

اس کا کام تو یہی ھے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرمائے تو اس سے فرمادے ھو جا وہ فوراً ھوجاتی ھے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۵۹) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* یہ حدیث مختلف طرق و اسانید کے ساتھ مروی ھے۔ بعض طرق میں یہ الفاظ ھیں:*

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِهِ مِنْ بَابِهِ.

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے "أنا دار الحکمة و علی بابھا" کے الفاظ سے روایت کیا ھے۔

* اس حدیث کے بارے میں محدثین کے درمیان سخت اختلاف ھے، کسی نے موضوع و باطل فرمایا، کسی نے بے اصل و بے بنیاد کہا، کسی نے سخت ضعیف و منکر کہا، کسی نے صحیح وحسن کہا اور کسی نے غریب کہا ھے۔ لیکن صحیح بات یہ ھے کہ یہ روایت متعدد طرق و اسانید کے مجموعہ کی وجہ سے درجہ حسن تک پہنچتی ھے۔

* وہ روایت جس میں سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہے اس کے سخت ضعیف ورکیک ہونے پر تقریباً تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

* علامہ عجلونی کشف الخفاء ومزیل الالباس جلد 1 ص 203، 204، 205 پر لکھتے ہیں: *

أنا مدينة العلم، وعلى بابها.

رواه الحاكم فى المستدرك والطبرانى فى الكبير وأبو الشيخ فى السنة وغيرهم كلهم عن ابن عباس مرفوعا مع زيادة فمن أتى العلم فليأت الباب.

ورواه الترمذى وأبو نعيم وغيرهما عن على بلفظ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أنا دار الحكمة وعلى بابها، وهذا حديث مضطرب غير ثابت كما قاله الدارقطنى فى العلل، وقال الترمذى منكر، وقال البخارى ليس له وجه صحيح، ونقل الخطيب البغدادى عن يحيى ابن معين أنه قال إنه كذب لا أصل له. وقال الحاكم فى الحديث الأول إنه صحيح الإسناد. لكن ذكره ابن الجوزى بوجهيه فى الموضوعات، ووافقه الذهبى وغيره وقال أبو زرعة كم خلق افتضحوا فيه، وقال أبو حاتم ويحيى بن سعيد لا أصل له. لكن قال فى الدرر نقلا عن أبى سعيد العلائى الصواب أنه حسن باعتبار تعدد طرقه، لا صحيح، ولا ضعيف؛ فضلا أن يكون موضوعا، وكذا قال الحافظ ابن حجر فى فتوى له، قال وبسطت كلامهما فى التعقبات على الموضوعات انتهى.

وقال فى اللآلئ بعد كلام طويل والحاصل أن الحديث ينتهى بمجموع طريقى أبى معاوية وشريك إلى درجة الحسن المحتج به انتهى.

وقال فى شرح الهمزية لابن حجر المكى عند قولها كم أبانت عن علومأنه حسن، خلافا لمن زعم وضعه انتهى،

وقال فى الفتاوى الحديثية رواه جماعة وصححه الحاكم وحسنه الحافظان العلائى وابن حجر انتهى.

*وقال ابن دقيق العيد لم يثبتوه. وقيل أنه باطل، وهو مشعر بتوقفه فيما قالوه من الوضع، بل صرح العلائى بذلك، فقال وعندى فيه نظر، ثم بين ما يشهد لكون أبى معاوية حدث به عن ابن عباس وهو ثقة حافظ يحتج بأفراده كابن عيينة وأضرابه. قال فمن حكم على الحديث مع ذلك بالكذب فقد أخطأ، وليس هو من الألفاظ المنكرة التى تأباها العقول. بل هو كحديث أرحم أمتى

بأمتی أبو بکر، فلیس الحدیث بکذب، لاسیما وقد أخرج الدیلمی بسند ضعیف جدا عن ابن عمر أنه قال علی بن أبی طالب باب حطةٍ فمن دخل فیه کان مؤمنا، ومن خرج منه کان کافرا، وأخرجه أیضا عن أبی ذر رفعه بلفظ علی باب علمی، ومبین لأمتی ما أرسلت به من بعدی، حبه إیمان وبغضه نفاق، والنظر إلیه رأفة.*

ورواه أیضا عن ابن عباس رفعه أنا میزان العلم، وعلی کفتاه، والحسن والحسین خیوطه،

وروی الدیلمی بلا إسناد عن ابن مسعود رفعه، أنا مدینة العلم، وأبو بکر أساسها، وعمر حیطانها، وعثمان سقفها، وعلی بابها،

وروی أیضا عن أنس مرفوعا أنا مدینة العلم، وعلی بابها، ومعاویة حلقتها، قال فی المقاصد وبالجملة فکلها ضعیفة، وألفاظ أکثرها رکیکة، وأحسنها حدیث ابن عباس بل هو حسن، *وقال النجم کلها ضعیفة واهیة.*

وقد روی الترمذی والنسائی وابن ماجه وغیرهم من حدیث حبشی بن جنادة مرفوعا: علی منی، وأنا من علی، لا یؤدی عنی إلا أنا أو علی، ولیس فی هذا کله ما یقدح فی إجماع أهل السنة من الصحابة والتابعین فمن بعدهم علی أن أفضل الصحابة بعد النبی صلی الله علیه وسلم علی الإطلاق أبو بکر ثم عمر، وقد قال ابن عمر کنا نقول ورسول الله صلی الله علیه وسلم حیٌّ أفضل هذه الأمة بعد نبیها أبو بکر وعمر وعثمان، فیسمع لك رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا ینکره، بل ثبت عن علی نفسه أنه قال خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أبو بکر، ثم عمر، ثم رجل آخر، فقال له ابنه محمد بن الحنفیة ثم أنت یا أبت، فقال ما أبوك إلا رجل من المسلمین. اهـ.

(۲۶۰) حضرت مفتی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمت اللہ

مسجد کے نل کا پانی نمازی یا غیر نمازی کا گھر لے جا کر پینا کیسا ہے؟

المستفتی: ضیاء مصباحی، ۶/ اگست، ۲۰۱۸ء

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:
مسجد کی کسی چیز کو اپنے گھر استعمال کے لیے لے جانا جائز نہیں ھے، کیونکہ مسجد کا سامان مصالح مسجد کے لیے وقف ھوتا ھے اور وقف میں اغراض وقف کے خلاف کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں. فتاوی ندیہ※ جلد 2 ص 441 میں ھے:※

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ. واللہ تعالی أعلم بالصواب
(۲۶۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں
ٹیسٹ ٹیوب بیبی کے بارے میں کیا حکم ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: سید ذہین صاحب، ۷ / اگست، ۲۰۱۸ ۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:
*ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی عموماً تین صورتیں پائی جاتی ھیں:※
※ 1 شوھر اور بیوی کے مادہ منویہ اور بیضے کو لے کر بارآور کیا جائے اور مخصوص مدت کے بعد بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔
※ 2 اجنبی مرد و عورت کے مادہ منویہ اور بیضے کو بارآور کرنے کے بعد اجنبیہ عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔
※ 3 شوھر و بیوی کے مادہ منویہ اور بیضے کو بارآور کرنے کے بعد کسی اجنبیہ عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔
※ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ان تین صورتوں میں سے بعد والی دونوں صورتیں یقیناً ناجائز و حرام ھیں، ان کے جواز کی کوئی صورت نہیں ھے۔
※ البتہ پہلی صورت ان شرائط کے ساتھ جائز ھے کہ مرد و عورت کا نطفہ اور بیضہ حاصل کرنے کے لیے ستر و پردے کا مکمل لحاظ رکھا جائے، یعنی کسی اجنبی و اجنبیہ کے سامنے ھرگز ھرگز بے پردگی نہ اختیار کی جائے۔ مرد کا مادہ منویہ مشت زنی وغیرہ ناجائز طریقوں سے نہ حاصل کیا جائے، بلکہ عزل یا بیوی کے ساتھ مفاخذت وغیرہ سے حاصل کیا جائے، مادہ تولید کی بیوی کے رحم میں منتقلی بھی شوھر کرے یا ایسے طریقے پر ھو کہ بے پردگی نہ ھو۔ اگر ان قیود و شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی اجازت ھے، ورنہ نہیں۔ وللتفصیل مقام آخر مع سرد الأدلۃ. واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۶۲) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله العليم الملك المقتدر الوهاب:

*تمام انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا دین ایک ہے اور وہ ہے توحید واسلام، اگرچہ شرائع اور فروعی احکام جداگانہ ہیں، لیکن اصول میں سب متفق ہیں۔

* سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ.

(صحیح بخاري، حدیث نمبر 3443. وصحیح مسلم، حدیث نمبر 6281)

* میں دنیا اور آخرت میں عیسی بن مریم علیہ السلام کے سب سے قریب ہوں، انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں مختلف ہیں، اور سب کا دین ایک ہے۔

* امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

معنى الحديث أن أصل دينهم واحد وهو التوحيد وإن اختلفت فروع الشرائع. (فتح الباری 489/6)

* حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا اصل دین ایک ہے اور وہ توحید ہے اگرچہ فروع شریعت مختلف ہیں۔

* امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

معناه أن أصولهم واحدة و فروعهم مختلفة، يعني أنهم متفقون فيما يتعلق بالاعتقاديات المسماة بأصول الديانات كالتوحيد و سائر مسائل علم الكلام، مختلفون فيما يتعلق بالعمليات و هي الفقهيات. (عمدۃ القاری 438/23)

*حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے اصول دین ایک ہیں یعنی وہ اعتقادیات میں متفق ہیں، جنہیں اصول دیانات بھی کہا جاتا ہے، جیسے توحید اور باقی اعتقادی مسائل۔ اور فروع دین میں اختلاف ہے، یعنی وہ مسائل جن کا تعلق عمل سے ہے اور انہیں فقہیات بھی کہا جاتا ہے ان میں اختلاف ہے۔

* نبی کریم صلي اللہ تعالي علي ※ وسلم بعثت یعنی اعلان نبوت سے پہلے کس طرح عبادت کرتے تھے، اس سلسلہ میں محدثین، مؤرخین، سیرت نگاران اور اہلِ علم کے درمیان شدید اختلاف ہے، چونکہ احادیث مبارکہ میں یہ تو مذکور ہے *:

ثم حبب إليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3)
* آپ کے لیے گوشہ نشینی کو پسندیدہ بنا دیا گیا، آپ غار حراء میں خلوت اختیار فرماتے اور عبادت کرتے تھے۔
* لیکن اس عبادت کا طریقہ کیا تھا، اس بارے میں صراحت کے ساتھ کوئی روایت موجود نہیں ہے، مختلف اہلِ علم نے آثار و قرائن کی بنیاد پر قیاس سے کام لیا ہے اور اپنے اپنے ادراک و شعور کے مطابق طریقہ عبادت کی تعیین کی ہے۔ لیکن محتاط علماء، جن میں امام غزالی علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں اس کے قائل ہیں کہ اس بارے میں توقف اختیار کرنا بہتر ہے۔
* امام محمود بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ امام عینی کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ: *

: * بعثت سے پہلے نبی کریم صلي اللہ تعالي علي ※ وسلم جو عبادت کرتے تھے اس کے بارے میں دو قول ہیں: *
* ☐ 1 جمہور کا قول یہ ہے کہ آپ کے قلب انور پر معرفت الٰہی کا جو نور القاء کیا جاتا تھا اسی کے مطابق عبادت کرتے تھے، انبیاء سابقین علیہم الصلوات والتسلیمات میں سے کسی کی شریعت کی پابندی نہیں فرماتے تھے ※ *
* ☐ 2 علامہ ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کا موقف یہ ہے کہ آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے۔
* جمہور اہلِ سنت نے اس دوسرے قول کو مسترد کر دیا ہے؛ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس سلسلہ میں کوئی نہ کوئی روایت ضرور پائی جاتی، دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوتے تو اس شریعت کے لوگ اس پر فخر کرتے ہوئے نظر آتے۔
* جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلي اللہ تعالي علي ※ وسلم کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، وہ کون سی شریعت تھی، اس بارے میں آٹھ اقوال ہیں: *
* ☐ 1 شریعتِ ابراہیم۔
* ☐ 2 شریعتِ موسیٰ۔
* ☐ 3 شریعتِ عیسی *
* ☐ 4 شریعتِ نوح۔

* □5 شریعتِ آدم۔
* □6 شریعتِ سابقہ بلاتعیین۔
* □7 تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں۔
* □8 اس سلسلہ میں توقف کیا جائے۔یہی آمدی اور ابوالمعالی کا مذھب ھے۔
* رھی یہ بات کہ آپ کی عبادت کی صفت و کیفیت کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ھے کہ آپ غور وفکر فرماتے تھے، غار حراء کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالي کو یاد فرماتے تھے، جمال الٰہی کی تجلیات کا مشاھدہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کے انوار میں مستغرق رھتے تھے۔(عمدۃ القاری 161/1)*
* میرے عزیز آپ کے ذوق کی تسکین کے لیے یہ جواب عرض کر دیا گیا۔مگر فقیر باادب عرض کرنا چاھتا ھے کہ اس گروپ کا مقصد دینی عقائد و نظریات اور شرعی احکام و مسائل سیکھنا سکھانا ھے،یعنی وہ باتیں جن کے ھم مکلف ھیں اور جن کے کرنے یا نہ کرنے پر ھم سے محاسبہ ھوگا، ھم چاھتے ھیں اس گروپ کے ذریعہ اپنے بھائیوں کی اسی باب میں کوئی خدمت کرگزریں۔وہ امور جن کے ھم مکلف نہیں ھیں، میں ان کے سیکھنے سکھانے کا مخالف نہیں ھوں، بلکہ بات یہ ھے کہ یہ ناتواں گروپ اس کا متحمل نہیں ھوسکتا، اس کام کے لیے پرسنل پر رابطہ کرلیا جائے یا پھر دوسرے علماء کرام کی خدمات حاصل کرلی جائیں تو مناسب ھوگا۔واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری. جامعہ مدینۃ العلم، کبیر نگر دھلی.*

(۲۶۳) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کی قراءت سنت ھے اور سنت کی ادائیگی پر سجدہ سہو کا سوال ھی نہیں پیدا ھوتا، ھاں اگر کسی نے قصداً یا سہواً فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملائی تو اصح قول کے مطابق اس پر بھی سجدہ سہو نہیں۔

فتاوی ھندیہ 139/1 میں ھے *لو قرأ في الأخریین الفاتحة و السورة لا یلزمه السهو و هو الأصح.

واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۶۴) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*(1)اولیاء کرام وصالحین عظام رضوان اللہ تعالي علي※م اجمعین کی قبروں پر صرف ایک چادر ڈالنے کی اجازت ھے، تا کہ ان کی قبریں عام لوگوں کی قبروں سے ممتاز رھیں، اوران قبروں میں آرام فرما اولیاء وصالحین کا مقام ومرتبہ واضح کیا جاسکے۔

علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

وأما وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء فقد كرهه الفقهاء حتى قال فى فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور انتهى.

ولكن نحن الآن نقول إن كان القصد بذلك التعظيم فى أعين العامة، حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر الذى وضعت عليه الثياب والعمائم ،ولجلب الخشوع والأدب لقلوب الغافلين الزائرين لأن قلوبهم نافرة عن الحضور والتأدب بين يدى أولياء الله تعالى المدفونين فى تلك القبور كما ذكرنا من حضور روحانياتهم المباركة عند قبورهم. فهو أمر جائز لا ينبغي النهى عنه، لأنه ورد :الأعمال بالنيات.ولكل امرىء ما نوى. (كشف النور، ص 45)

*یعنی اولیاء وصالحین کی قبروں پر پردے، عمامے اور کپڑے (چادریں) ڈالنے کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ھے، یہاں تک کہ فتاوی الحجۃ میں فرمایا قبروں پر پردے ڈالنا مکروہ ھے۔

*لیکن اب ھم کہتے ھیں کہ اگر چادریں وغیرہ ڈالنے سے عوام کی نظروں میں تعظیم مقصود ھو، تو ایسا کرنا بلاشبہ جائز ھے، اس سے روکنا مناسب نہیں ھے؛ کیونکہ حدیث شریف میں ھے اعمال نیتوں سے ھیں اور ھر شخص کے لیے وھی ھے جس کی وہ نیت کرے۔ چادریں وغیرہ ڈالنے کی حکمت یہ بھی ھے کہ عوام ان قبروں میں آرام فرما بزرگوں کو حقیر نہ جانیں اور غافل زائرین کے دلوں میں ادب وھیبت پیدا ھو؛ کیونکہ عوام کے دل قبروں میں آرام فرما اولیاء کرام کے ادب واحترام سے دور ھو چکے ھیں، جب کہ اولیاء کرام کی روحانیت ان کی قبروں کے پاس موجود ھوتی ھے۔

* یہاں سے معلوم ھوا کہ حسن نیت کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات پر چادر چڑھانا جائز ھے، اور حسنِ نیت کے ساتھ کیا جانے والا مباح وجائز کام یقیناً نیکی ھے تو قبروں پر چڑھائی جانے والی چادر بھی نیکی ھے۔

*لیکن یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس میں غلو اور حد سے تجاوز ھرگز نہیں ھونا چاھیے جیسا کہ آج جاھلوں نے کر رکھا ھے۔

*(□ 2) وہ تعویذ جو اللہ تعالی کے اسماء حسنی، صفات عالیہ اور کتاب وسنت میں مذکور اوراد واذکار وادعیہ پر مشتمل ہو اس کے جائز ہونے میں پوری امت میں وھابیوں کے سوا آج تک کسی کو شک نہیں ھوا، وھابیوں کو شرک کا دورہ پڑتا ھے اور وہ اپنے اسی جنون میں ھر چیز کو شرک ناپنے کے مالیخولیائی آلہ سے ناپتے ھیں اور شرک شرک کی گردان دھراتے جاتے ھیں۔

* وہ تعویذ جو کسی خلاف شرع چیز پر مشتمل نہ ھو اس کا جواز احادیث مبارکہ سے ثابت ھے۔

حضرت ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ھیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

يارسول الله! أرئيت رقى نسترقيها و دواء نتداوى به و تقاة نتقيها هل ترد من قدر الله شيئا؟ قال هى من قدر الله. (جامع ترمذى، حديث نمبر 2065، وقال عنه الإمام الترمذى رحمه الله تعالى: هذا حديث حسن صحيح)

* یارسول اللہ! یہ جو ھم تعویذ کرتے، دوا کرتے ھیں اور حفاظتی تدبیریں کرتے ھیں کیا یہ چیزیں تقدیر الہی کو کچھ ٹال دیتی ھیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا یہ سب چیزیں بھی اللہ کی تقدیر کا حصہ ھیں۔

* امام بیھقی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:* *أما من تعلق تميمة متبركا بذكر الله تعالى و هو يعلم أن لا كاشف إلا الله ولا دافع عنه سواه فلا بأس بها إن شاء الله. (السنن الكبرى 359/9)* *یعنی جو شخص اللہ تعالی کے ذکر سے برکت حاصل کرتے ھوئے تعویذ پہنے اور یہ اعتقاد رکھتا ھو کہ پریشانی دور کرنے اور مصیبتیں ٹالنے والا صرف اللہ تعالی ھے تو اس قسم کے تعویذ میں کوئی حرج نہیں ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب۔

(۲۶۵) سوال لکھنا باقی ہے

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

*قربانی کے گوشت کی تقسیم واجب نہیں۔

* علامہ شامی علیہ الرحمہ درمختار کے قول (ویقسم اللحم) کے تحت لکھتے ھیں:*

انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا؟... والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت. (ردالمحتار 460/9)

*لیکن اگر مشترکہ قربانی کے گوشت کو شرکاء جب بھی باھم تقسیم کریں ان پر لازم ھے کہ اندازے اور اٹکل سے تقسیم نہ کریں بلکہ وزن کر کے تقسیم کریں۔

قال هشام سألت أبا يوسف رحمه الله تعالى عن البقرة إذا ذبحها سبعة في الأضحية أ يقتسمون لحمها جزافا أو وزنا؛ قال بل وزنا.(بدائع الصنائع 71/5) *اس کی وجہ یہ ھے کہ گوشت اموال ربویہ سے ھے اور اس کی تقسیم بمعنی تملیک ھے اور اموال ربویہ کی تملیک اندازے سے نہیں ھوسکتی جیسا کہ علم فقہ سے شغف رکھنے والے بخوبی جانتے ھیں۔

* اندازے سے تقسیم کرتے وقت اگر بعض شرکاء کہہ دیں کہ ھم اجازت دیتے ھیں تب بھی اس طرح تقسیم درست نہیں؛ کیونکہ یہ تحلیل بمعنی ھبہ ھے اور مشاع کا ھبہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی شریک کو یہ بھی اختیار نہیں کہ تقسیم سے پہلے اس گوشت سے کسی کو کچھ دے، ھاں ھر شریک اپنے حصہ سے دے سکتا ھے اور یہ بھی جائز ھے کہ تمام شرکاء سارا کا سارا گوشت تقسیم سے پہلے ھی کسی کو صدقہ کر دیں اور اگر کچھ حصہ دینا چاھیں تو سب کی اجازت ضروری ھے۔

* خیال رھے گوشت و پوست سے کوئی چیز قصائی وغیرہ کو بطورِ اجرت تو نہ قبل تقسیم دے سکتے ھیں اور نہ بعد تقسیم۔ والله تعالى أعلم بالصواب*

(۲۶۶) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ مسلمانو کو دیس کی آزادی کا جشن منانا کیسا ہے جیسا کہ پندرہ اگست کو یا اسکے علاوہ عندالشرع کیا حکم ہے
جواب عطا کریں کرم ھوگا

المستفتی: محمد نوری رضا، ۷/اگست، ۲۰۱۸ء۔

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

* ملک کی آزادی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ھے؛ کیونکہ اس آزادی سے جہاں اوروں اور غیروں کو فائدہ ھوا وھیں مسلمانوں کو بھی یقیناً فائدہ ھوا اور بے شمار مصائب و آلام سے نجات ملی، لہذا خلاف شرع امور سے بچتے ھوئے ملک کی آزادی کا جشن منانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ھے، بلکہ مسلمانوں کو چاھیے کہ وہ اپنے قول و فعل سے آزادی کے جشن میں بھرپور طریقے سے حصہ لیں، حاسدین و معاندین کے منصوبوں پر پانی پھیریں اور یہ ثابت کریں کہ یہ ملک ھمارا ھے، ھم یہاں کے قانونی باشندے ھیں، کوئی کرایہ دار یا کہیں کے بھگائے ھوئے نہیں ھیں۔

* اپنے وطن وملک کی محبت فطری چیز ہے اور یہ بڑی نعمت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:*

:مَن أصبَحَ مِنكم آمِنًا فی سِربِه، مُعافًى فی جسَدِه، عنده قُوتُ يَومِه فكأنَّما حِيزَت له الدنيا. رواه الترمذی، وسنَدُه حسنٌ.

* جو اپنے وطن میں پرسکون ہو، جسم صحیح سلامت ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا کہ اس کے پاس ساری دنیا جمع ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب.*

(۲٦۷) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسلہ میں عیدین کی نماز میں امام دوسری رکعت میں زائد تکبیرات بھولا اور رکوع میں چلا گیا مقتدی نے لقمہ دیا امام رکوع سے لوٹا اور زائد تکبیرات کہیں اور نماز بغیر سجدہ سہو مکمل کی،، کیا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگی یا سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔

دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی: کیا اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کہیں یہ لکھا ہے کہ اس صورت میں لقمہ لینے کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا لازم ہوا ہے

سائل: محمد فیض الحسن رضوی

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب:

*ظاهر الرواية کے مطابق اگر امام تکبیرات عیدین بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ قیام کی طرف لوٹے اور نہ رکوع میں تکبیر کہے۔

* علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:*

والذی فی البحر و الحلية أن ظاهر الرواية أنه لا يكبر فی الركوع و لا يعود إلى القيام. (ردالمحتار 57/3)

* اور عیدین کی تمام یا بعض تکبیریں بھولنے یا زیادہ یا غیر محل میں کہنے سے سجدہ سہو لازم ہے۔ فتاوی هنديه 1، ص 141 میں ہے:*

إذا تركها أو نقص منها أو زاد عليها أو أتى بها فی غير موضعها فإنه يجب عليه السجود.

* تکبیر بھول کر رکوع میں جانے سے سجدہ سہو تو بہر حال واجب ہے خواہ امام رکوع کی جانب لوٹے یا نہ لوٹے، ہاں اگر مقتدی کے لقمہ دینے کی وجہ سے امام لوٹا تو چونکہ ظاہر الروایۃ کے مطابق لوٹنا منع ہے لہذا مقتدی کا لقمہ غیر محل میں

ھوااور وہ اس صورت میں لقمہ دینے کی وجہ سے نماز سے باھر ھوگیا اور جب امام نے ایسے کا لقمہ لیا جو نماز سے باھر تو اس کی نماز بھی جاتی رھی اور جب امام کی نہ ھوئی تو کسی کی نہ ھوئی۔ کما حقق المقام فی مثل ھذہ الصورۃ سیدنا الإمام أحمد رضا القادری رحمہ اللہ تعالی فی الفتاوی الرضویۃ ج 8 ص 219.*

عیدین میں سجدہ سہو سے رخصت ھر موجبِ سہو کے لیے عام ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۶۸) حضرت کی بارگاہ میں عرض ہے

قربانی کا گوسٹ کافر کو کیوں نہیں دینا چاہیے۔

اور اسے کیا مصلحت ہے

*قربانی کا گوشت کافر حربی کو دینا جائز نہیں؛ کیونکہ قربانی کا گوشت ایک صدقہ ھے، اور کافر حربی کسی قسم کے صدقہ کا اھل نہیں۔ ھاں کافر ذمی کو دیا جاسکتا ھے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (سورۃ الممتحنۃ ،آیات 9،8)* اللہ تعالی تمہیں ان (کافروں) کے ساتھ احسان اور انصاف کا سلوک کرنے سے نہیں روکتا ھے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور نہ تمہیں جلاوطن کیا، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ھے۔ اللہ تعالی تمہیں انہیں (کافروں) کے ساتھ دوستی کرنے سے روکتا ھے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر مدد کی اور جو ان سے دوستی کریں وھی ظالم ھیں۔

مفسرین کرام فرماتے ھیں پہلی آیت میں ذمی کفار کا بیان ھے اور دوسری آیت میں حربی کفار کا ذکر ھے:X:

* درمختار مع ردالمحتار ج 3 ص 303 پر ھے:*ولا تدفع إلی ذمی و جاز دفع غیرھا........ و أما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لایجوز. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۶۹): اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللهِ وَبَرَكَاتُهُ حضرت حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے یا پاک؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :
حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک بمعنی نجاست خفیفہ ہے۔ درمختار مع ردالمحتار ج1 ص 527 پر ہے:
*و عفی دون ربع جمیع بدن و ثوب و لو کبیرا من نجاسۃ مخففۃ کبول مأکول. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۷۰) السلام علیکم
مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے:
کیا ٹی شرٹ یا ہاف شرٹ پہن کر نماز ہو جائے گی کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آئے گی؟
جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون اللہ الوھاب:
آدھی آستین والی شرٹ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ پوری آستین والے کپڑے پہن کر نماز پڑھی جائے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۷۱) سوال لکھنا باقی ہے۔
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
*بسم اللہ الرحمن الرحیم *
الجواب بعون اللہ الوھاب :
اس طرح جو رقم پیشگی دی جاتی ہے وہ درحقیقت قرض ہے، دینے والا جب چاہے اس کو واپس لے لے۔ ٹریول کمپنی والے کو اس رقم میں تصرف کا پورا حق ہے، وہ کمپنی اس رقم کو جس طرح چاہے استعمال کرے، ہاں مطالبہ پر اس کو واپس کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۷۲)
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*
*بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:
*قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ھے کہ ھر انسان کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ پیدا ھوتا ھے، فرشتہ اچھائیوں پر ابھارتا ھے، حفاظتی تدابیر فراھم کرتا ھے اور بدی سے روکتا ھے، جب کہ شیطان برائیوں پر برانگیختہ کرتا ھے، تباھی و بربادی کے راستوں پر لگاتا ھے اور نیکی کے کاموں سے روکتا ھے۔
*جن اور فرشتہ دونوں ھی کو قرین، ھم نشین اور ھمزاد کہا جاتا ھے، لیکن عام طور سے جب ھمزاد یا قرین بولا جاتا ھے تو اس سے جن مراد ھوتا ھے۔
*اب آیئے کتاب وسنت کی روشنی میں ھمزاد اور اس سے متعلق فراھم کردہ اھم معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ھیں۔
*ھمزاد انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ھے۔
ام المؤمنین سیدتنا صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ھیں:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا ، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي ، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا سُوءًا ، أَوْ قَالَ : شَيْئًا. (صحیح بخاری ،حدیث نمبر 3281. وصحیح مسلم، حدیث 5808)
*رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں رات کو زیارت کے لیے حاضر ھوئی، میں بات کر کے واپسی کے لیے کھڑی ھوئی تو مجھے واپس پہنچانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے۔ حضرت صفیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رھائش حضرت اسامہ بن زید صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر تھی۔ انصار کے دو لوگوں کا گذر ھوا، جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیکھا تو تیزی سے جانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ، یہ صفیہ بنت حیی ھیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ، یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا بے شک شیطان انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑتا ھے، مجھے اندیشہ ھوا کہ وہ کہیں تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈالدے۔
ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ھیں:

ها - : أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خرج من عندها ليلا ، قالت : فغرت عليه ، فجاء فرأى ما أصنع . فقال : " ما لك يا عائشة ! أغرت ؟ " فقلت : وما لي لا يغار مثلي على مثلك ؟ فقال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - : " لقد جاءك شيطانك " قالت : يا رسول الله ! أمعي شيطان ؟ قال : " نعم " . قلت : ومعك يا رسول الله ؟ قال : " نعم ! ولكن أعانني الله عليه حتى أسلم . (صحيح مسلم ،حديث نمبر 5035)

* کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اٹھ کر تشریف لے گئے، مجھے ناگواری کا احساس ہوا۔ آپ نے واپس تشریف لا کر دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے؟ کیا تم نے غیرت کی ہے؟ میں نے عرض کیا مجھ جیسی عورت کو آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں آنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا تھا؟ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں میرے رب نے میری مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا※ * حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: * : " ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن ، وقرينه من الملائكة : . قالوا : وإياك يا رسول الله ؟ قال : وإياي ، ولكن الله أعانني عليه فأسلم ، فلا يأمرني إلا بخير . (مسند أحمد بن حنبل، حديث نمبر 3648. و صحيح مسلم، حديث نمبر 7287) * تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک ہمزاد جن اور ایک ہمزاد فرشتہ مقرر کر دیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالي نے مجھے اس پر غلبہ دیا ہے، وہ مسلمان ہو گیا اور مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

* شیطان برا ہم نشین ہے * اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: *

*وَمَن يَكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا. (سورة النساء ،آية 38) * اور جس کا ہم نشین شیطان ہو تو وہ بدترین ہم نشین ہے * یہ شیطان گو کہ دنیا میں ہر شخص مومن و کافر، مرد و زن اور مجبور و مختار ہر ایک کا قرین و ہم نشین ہوتا ہے، مگر آخرت میں صرف کفار کا ہم نشین ہوگا، وہ اس طرح کہ ہر کافر کو اس کے قرین کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیا جائے گا۔ ہمزاد کی تسخیر اور اس کو تابع بنانا. *

* جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ ہمزاد ایک جن ہے جو ہر انسان کی پیدائش کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، دیگر جنات کے

مقابلہ میں اس جن کی کئی خصوصیات ھیں جو اسے باقی جنات سے الگ وممتاز کرتی ھیں۔ یہ جس کا ھمزاد ھوتا ھے ھر وقت اس کے ساتھ رھتا ھے۔ اس شخص کے ذھن ودماغ میں ھمہ وقت وسوسے ڈالتا رھتا ھے۔ بدی پر ابھارتا ھے۔ برے جذبات وخیالات کو مہمیز کرتا ھے۔ عموماً گندگی پسند ھوتا ھے۔ ھمزاد کو قرین اور یہ جس کا ھمزاد ھوتا ھے اس کو مقرون کہتے ھیں، یہ مقرون کی نیک کاموں سے متعلق قوت ارادی کی کمزوری کو دیکھ کر اس پر حاوی ھوجاتا ھے اور اس نیک کام کے نقصانات اور اس کے غیر اھم ھونے کے خیالات پوری قوت کے ساتھ دماغ میں راسخ کر دیتا ھے۔ اس کو مقرون اگر چاھے تو اپنا تابع بنا سکتا ھے۔ چونکہ قرین بدی پسند ھوتا ھے اس لیے سفلیات کے ذریعہ انتہائی تیزی سے مسخر ھوتا ھے اور مقرون کی برائی میں ایسی مدد کرتا ھے کہ اس کو تباہ وبرباد کر دیتا ھے۔ اور مومن قوت ایمانی، حسن عمل، پاکیزہ سیرت، اعلی اخلاق، بلند کردار، اتباع شریعت اور بزرگوں کے نقوش قدم پر چل کر اس کو اپنا تابع بنالیتا ھے، اب یہ ھمزاد اپنے مقرون کی ھر جائز کام میں اپنی قوت بھر مدد کرتا ھے اور ایسا بھی ھوتا ھے کہ خواب وبیداری میں اس کا مشیر ووزیر بن کر اپنی خدمات پیش کرنے لگتا ھے۔

*ھمزاد کو تابع بنانے کے لیے شریعت مطہرہ نے کوئی عمل، کوئی وظیفہ اور کوئی نسخہ نہیں رکھا ھے۔ اس سلسلہ میں جو لوگ طرح طرح کے عملیات، اوراد واذکار، وظائف ونقوش اور تدابیر وتراکیب اپناتے یا دوسروں کو بتاتے ھیں وہ ان کی اپنی ایجادات یا کسی اور نیک یا بد انسان کے مجربات ومعمولات ھوتے ھیں، جن سے زیادہ سے زیادہ ظن حاصل ھوسکتا ھے، کوئی یقینی اور حتمی علم حاصل نہیں ھوسکتا۔ اس سلسلہ میں پائے جانے والے عملیات اگر منہیات ومنکرات شرعیہ سے پاک ھوں تو انہیں کرنے میں حرج نہیں ورنہ جائز نہیں۔

مقرون کی موت کے بعد قرین کا انجام*

مقرون کے مرنے کے بعد قرین وھمزاد کا انجام کیا ھوتا ھے، اس بارے میں کتاب وسنت کی کوئی صراحت ھمارے سامنے نہیں ھے۔ اھلِ علم کا اس مسئلہ میں شدید اختلاف ھے کہ انسان کی موت کے بعد ھمزاد کا حال وانجام کیا ھوتا ھے۔ بعض حضرات کہتے ھیں کہ وہ ھمزاد بھوت بن جاتا ھے، میت کی قبر کے آس پاس رھتا ھے، بھیانک اور ڈراؤنی شکل اختیار کر لیتا ھے، چیختا چلاتا ھے، نکیرین جب میت سے سوالات کرتے ھیں تو اس وقت میت کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ھے۔ بعض اوقات قبر پر آنے والوں کو میت کی زندگی کے برے حالات بتاتا ھے۔

*بعض اھلِ علم کہتے ھیں کہ انسان کے مرنے کے بعد ھمزاد دوسرے انسان پر مسلط کر دیا جاتا ھے اور اس دوسرے انسان کے پاس جا کر کبھی کبھی اس طرح بھی گمراہ کرتا ھے کہ اس دوسرے انسان کو پہلے والے کے حالات خواب میں یا بطور وسوسہ بیداری میں بتاتا ھے اور اس سے کہتا ھے کہ لوگوں سے ان حالات کو بیان کر، نادان لوگ اس کی باتوں کو

سن کر تعجب کرنے لگتے ھیں اور حد درجہ بے وقوف لوگ اس سے آواگون کا عقیدہ رکھ لیتے ھیں، جو ایک غیر اسلامی نظریہ ھے۔

* جب کہ محققین علماء کہتے ھیں کہ چونکہ اس سلسلہ میں کتاب وسنت کی کوئی تصریح نہیں ھے، لہذا بہتر یہ ھے کہ توقف کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اللہ بہتر جانتا ھے کہ وہ کہاں جاتا ھے اور کیا کرتا ھے۔

* اس بارے میں اھلِ کشف جو فرماتے ھیں وہ ان کے اپنے تجربات ومکاشفات ھیں جن کا مطلقاً انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اور ان کو بطورِ حجت شرعیہ تسلیم بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ھمزاد سے متعلق ھمارے علماء نے اور بھی بہت کچھ لکھا ھے، لیکن فقیر نے یہاں جو کچھ عرض کیا وہ ان کی مبسوط تحریروں کا اجمالی خلاصہ کہا جاسکتا ھے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید کچھ دریافت کرنا یا سمجھنا چاھیں تو فرمائیں، اِن شاءاللہ تعالیٰ خدمت کی کوشش کی جائے گی۔

ھم نے تسخیر ھمزاد سے متعلق قصداً نہ اپنے معمولات درج کیے ھیں اور نہ بزرگوں سے منقول اعمال واشغال لکھے ھیں،؛ کیونکہ یہ سب ظنیات کے قبیل سے ھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۷۳)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

* اگر حالتِ نماز میں بدن کے کسی حصہ سے خون، یا پیپ، یا پیلا پانی نکل کر بہے اور اس بہنے میں ایسی جگہ تک پہنچنے کی صلاحیت ھو جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ھے تو وضو اور نماز دونوں جاتے رھے اور اگر ایسا نماز کے باھر ھو تو صرف وضو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب *

(۲۷۴)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* کتاب وسنت کی تعلیمات میں ابہام واغلاق ھے نہ ایہام واخفاق، شریعت کا ھر قانون اور تمام احکام وآداب انتہائی آسان اور واضح وروشن ھیں، یہاں کوئی بات گھما پھرا کر نہیں کہی گئی ھے، جو کچھ فرمایا گیا ھے وہ نور علی نور ھے۔ آثار مقدسہ اور تبرکات صالحین خصوصاً نعلین شریفین سے استشفاء، استفادہ، استفاضہ اور برکت حاصل کرنا سلف وخلف کے یہاں معمول ومروج ھے۔ اسی طرح اسماء الٰہیہ، صفات الٰہیہ، اذکار قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ کے تعویذات ونقوش

بنانا اور دینا جائز ہے، جب کہ ان تعویذات میں کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کیا جائے. کلمات وحروف کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں، لہذا ایسے تعویذات جن میں جوتے مارنے یا بے حرمتی کی جگہ میں رکھنے کی بات کہی جائے وہ بھی جائز نہیں۔

* کسی نقش کو دیکھنے کی فضیلت کتاب وسنت میں مذکور نہیں، اور کسی چیز کے دینی وشرعی فضائل بیان کرنا اللہ تعالي اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جب تک شریعت کسی عمل کو ناجائز وممنوع قرار نہ دے ہم اس کو ناجائز بھی نہیں کہہ سکتے۔

* خلاصہ یہ ہے کہ تعویذ، گنڈا، دم، نقش، جھاڑ پھونک اگر شریعت مطہرہ کے بیان کردہ احکام کے خلاف نہ ہوں تو جائز ہیں اور اگر کسی خلاف شرع امر پر مشتمل ہوں تو ناجائز وممنوع ہیں۔

تعویذات ونقوش وغیرہ کے جواز کی شرائط علماء وفقہاء نے اس طرح بیان کی ہیں:

* امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:*

لا أعلم خلافًا بين العُلماء في جواز الرُّقية من العين، أو الحُمة، وهي لدغةُ العقرب، وما كان مثلها، إذا كانت الرُّقية بأسماء الله عز وجل، ومما يجوزُ الرَّقْي به، وكان ذلك بعد نُزول الوجع والبلاء، وظُهور العلة والداء. (الاستذكار 27/19)

* اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نظر لگنے، بچھو کے ڈنک مارنے یا اسی طرح کی کسی پریشانی کے وقت تعویذ ودم جائز ہے، جب کہ تعویذ اسماء الٰہیہ اور شرعاً جائز چیزوں سے ہو۔

* امام أبو الوليد باجیؒ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:*

وقد أجرى الله تبارك وتعالى العادةَ بأن يَبرَأ من ذلك بالاسترقاء، كما أجرى العادة بأن يَبرأ من الأدواء المخصوصة بأدويةٍ مخصوصةٍ... ولا خلاف في جواز ذلك بأسماء الله تعالى، وكتابه، وذكره. (المنتقى شرح المؤطا 258/7)

* اللہ تعالي کی یہ سنت ہے کہ جس طرح مخصوص دواؤں سے مخصوص بیماریاں دور فرماتا ہے اسی طرح مخصوص تعویذات اور جھاڑ پھونک سے مخصوص بیماریاں دور فرماتا ہے اور وہ تعویذات ودم جو اللہ تعالي کے اسماء حسنی، آیات اور ذکر الٰہی پر مشتمل ہوں ان کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

* امام ابن الحاج عبدری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

هذا مذهبُ الجُمهور من العُلماء والأئمّة من الفُقهاء في إباحة الدواء والاسترقاء وشُرب الدواء. (120/4) یعنی دوا پلانا، پینا اور تعویذ ودم جمہور علماء، ائمہ اور فقہاء کے نزدیک جائز ہے*

* امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*وقد نقلوا بالإجماع علی جواز الرُّقی بالآیات وأذکار الله تعالیٰ، قال المازریُ: جمیعُ الرُّقی جائزۃٌ إذا کانت بکتاب الله أو بذکرہ. (شرح مسلم 168/14)* آیات قرآنیہ اوراذکارالٰہیہ پر مشتمل تعویذات کے جواز پر علماء کا اجماع ھے۔ مازری نے لکھا ھے کہ کتاب اللہ اور ذکر الٰہی پر مشتمل تمام تعویذات جائز ھیں۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*وقد أجمع العُلماءُ علی جواز الرُّقی عند اجتماع ثلاثۃ شُروطٍ:*1- أن یکون بکلام الله تعالیٰ، أو بأسمائہ وصفاتہ.*

2- وباللسان العربی، أو بما یُعرفُ معناہ من غیرہ.

3- وأن یُعتقد أن الرُّقیۃ لا تُؤثِّر بذاتھا، بل بذات الله تعالیٰ.(فتح الباری 195/10)

تعویذات کے جواز پر علماء کا اجماع ھے جب کہ مندرجہ ذیل تین شرطیں پائی جاتی ھوں:

* 1: وہ تعویذ اسماء الٰہیہ ،صفات الٰہیہ یا آیات قرآنیہ پر مشتمل ھو۔

* 2: تعویذ عربی زبان میں ھو یا ایسے الفاظ وکلمات پر مشتمل ھو جس کے معنی معلوم ھوں اور ان الفاظ وکلمات میں کوئی بات خلاف شرع نہ ھو۔

* 3: یہ عقیدہ ھو کہ یہ تعویذ بذات خود مؤثر نہیں، مؤثر صرف اللہ تعالی کی ذات ھے۔ والله تعالیٰ أعلم بالصواب

(۲۷۵)

بسم الله الرحمن الرحیم*

الجواب بعون الله الوھاب:

* بے ادبی اور بدتمیزی سے تو حکم شریعت اور اسلامی تعلیمات کی دعوت کسی کو بھی دینے کی اجازت نہیں، والدین کا مقام ومرتبہ تو بہت بلند وبالا ھے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ. (سورۃ النحل، آیۃ 125)

* اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ھو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ھے جو اس کی راہ سے گمراہ ھوا اور وہ ھدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ھے۔

* اور والدین کے مقام ومرتبہ کی شان تو اتنی ارفع واعلی ھے کہ انہیں آف کہنا بھی جرم ھے، انہیں جب بھی کوئی حکم شرعی

بتائے ان کی عزت اوران کے مقام کا خیال ضرور رکھے۔

* اَمر بالمعروف کے آداب اور چند مسائل:*

* (1) امر بالمعروف یہ ھے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہنا۔ اور نَہی عَنِ الْمُنکَر کا مطلب یہ ھے کہ بری باتوں سے منع کرنا۔*

* (2) کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو نہایت مَتانت اور نرمی کے ساتھ اسے منع کرے اور اسے اچھی طرح سمجھائے پھر اگر اس طریقہ سے کام نہ چلے اور وہ شخص باز نہ آئے تو اب سختی سے پیش آئے، اس کو سخت الفاظ کہے، مگر گالی نہ دے، نہ فحش لفظ زبان سے نکالے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو جو شخص ھاتھ سے کچھ کرسکتا ھے کرے۔ لیکن اس صورت میں فتنے اور قانونی پہلو کو سامنے رکھے یعنی نہ خلافِ قانون کرے اور نہ ایسا طریقہ اختیار کرے سے جس فتنہ ھو۔

* (3) امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ھے۔ (1) علم۔ کیونکہ جسے علم نہ ھو وہ اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ (2) اس سے مقصود رضائے الٰہی اور دینِ اسلام کی سربلندی ھو۔ (3) جس کو حکم دیتا ھے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کرے اور نرمی کے ساتھ کہے۔ (4) حکم کرنے والا صابر اور بُردبار ھو۔ (5) حکم کرنے والا خود اس بات پر عامل ھو، ورنہ قرآن کے اس حکم کا مِصداق بن جائے گا، کیوں کہتے ھو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ناخوشی کی بات ھے یہ کہ ایسی بات کہو، جس کو خود نہ کرو۔ اور یہ بھی قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ''کیا لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ھو۔

* (4) امر بالمعروف کی کئی صورتیں ھیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے، تو بری بات سے منع کرنا واجب ہے، اس کو باز رہنا جائز نہیں اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ بری بات سے منع کرے۔*

* (5) عام شخص کسی قاضی (یعنی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے جج)، مفتی یا مشہور ومعروف عالم کو امر بالمعروف نہ کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی خاص مصلحت کی وجہ سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے، کہ جیسے ہم نے کیا انھوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں

بہت فرق ہوتا ہے۔ یہ حکم ان علما کے بارے میں ہے، جو احکامِ شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو عوام کی نظر میں بری معلوم ہوتی ہے۔ وہ لوگ مراد نہیں جو حلال وحرام کی پروانہیں کرتے اور نامِ علم کو بدنام کرتے ہیں.*

(6) جس نے کسی کو برا کام کرتے دیکھا اور خود یہ بھی اس برے کام کو کرتا ہے تو اس برے کام سے منع کر دے کیونکہ اس کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں برے کام کو چھوڑنا اور دوسرے کو برے کام سے منع کرنا اگر ایک واجب کا تارک ہے تو دوسرے کا کیوں تارک بنے.

* حاصلِ کلام یہ ھے کہ والد کو حکم شریعت بتائے، مگران کے مقام کا لحاظ رکھنا ضروری ھے، جس نے حکم شریعت پہنچانے میں ان کے ساتھ بے ادبی کی اس پر بے ادبی کا گناہ ھوگا، اس کو چاھیے کہ ان سے معافی مانگے، رب کے حضور توبہ کرے اور جس طرح بھی بن پڑے اپنے والد کو راضی کرے۔ اگر والد حکم شریعت پر عمل نہ کریں تو وہ گناہ گار ھیں، بیٹے نے ان کو حکم شریعت پہنچا دیا اب اس پر کوئی الزام نہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(٢٧٦)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

* نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے شہادت کی دعا فرمائی ھو، ھمارے علم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ھے، ھاں سید الانبیاء، سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ شہادت کی تمنا ضرور فرماتے تھے، اس تمنا کا آپ نے اپنی زبان اقدس واطہر وانور سے ایک بار نہیں بلکہ بار بار اظہار فرمایا ھے۔ جیسا کہ بخاری شریف، کتاب التمني، حدیث نمبر 6713 میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:*

" وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَدِدْتُ أَنِّي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ.

* اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ھے، میری خواھش ھے کہ میں اللہ تعالي کی راہ میں جہاد کروں تو شہید کر دیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر شہید ھو جاؤں، پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جاؤں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۷۷)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*قربانی ھر مسلمان مرد وعورت، مالدار، مقیم، آزاد پر واجب ھے۔

* یہاں مالداری اور صاحب نصاب ھونے سے وھی مراد ھے جس سے صدقہ فطر واجب ھوتا ھے وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ھوتی ھے۔

تنویر الأبصار مع الدر المختار مع رد المحتار جلد 9 ص 453 پر ھے:

و شرائطها الإسلام، والإقامة و اليسار الذی يتعلق به صدقة الفطر.

* آسان لفظوں میں اس طرح بھی کہہ سکتے ھیں کہ نصاب کی مقدار تو زکوۃ، صدقہ فطر اور قربانی تینوں کے لیے ایک برابر ھے، لیکن زکوۃ کے لیے اس نصاب کا مال نامی ھونا ضروری ھے جب کہ صدقہ فطر اور قربانی کے لیے مال نامی ھونا ضروری نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۷۸)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*مسلمان اگر میسیج کے ذریعہ سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب ھے۔ فإن الفقهاء قالوا الکتاب کالخطاب.

واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۷۹)

کتاب وسنت اور ان سے ماخوذ ومستنبط پاکیزہ شریعت میں جوتے چپل کے کسی رنگ کی فضیلت وخوبی ھماری نظر سے نہیں گذری، ھر رنگ کا جوتا چپل بلا کراھت جائز و درست ھے۔ ھاں پیلے جوتے چپل سے متعلق سیدنا علی مرتضی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھم کی جو دو روایتیں بیان کی جاتی ھیں، جنہیں کچھ مفسرین نے بے سند اور کچھ نے باسند بیان کیا ھے، ان کے بارے میں امام سخاوی، علامہ عجلونی، علامہ طاھر پٹنی وغیرھم نے لکھا ھے کہ یہ روایات جھوٹ اور موضوع ھیں۔ لہذا ان روایات سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ھو سکتی۔

ھماری معلومات کے مطابق پیلے جوتے چپل کے فضائل سے متعلق رافضیوں کے یہاں خصوصی اھتمام پایا جاتا ھے، خوب بڑھ چڑھ کر فوائد وفضائل سنائے جاتے ھیں۔ حضرت مولائے کائنات کے نام سے اچھل اچھل کر روایتیں پیش کی جاتی ھیں۔ ھمیں بعض اوقات ایسا وھم ھوتا ھے کہ ان رافضیوں کی بہت ساری خرافات واکاذیب کی طرح یہ روایت یا اس کے کچھ اثرات ادھر سے چھلانگ لگا کر ادھر آ گئے ھیں اور ھمارے یہاں کے سادہ لوحوں نے نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں بغیر تحقیق اس کو قبول کر لیا ھے*

ھاں اگر کوئی عالم یا بزرگ اپنی ذاتی کشف وتجربہ کی بنیاد پر کوئی خوبی بیان کرتے ھیں تو شرعاً اس کا انکار بھی مجادلہ ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۸۰)

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* اگر داڑھی ختم کیے بغیر علاج کی کوئی صورت نہ ھو تو قدرِ حاجت وضرورت داڑھی منڈانا یا کتروانا جائز ھے۔

* اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ.(سورة البقرة آية 173)

*تو جو مجبور ھو جائے حالانکہ وہ نہ خواھش رکھنے والا ھو(حرام و ناجائز چیز کی) اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ھو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ھے۔

* اصول کا مشہور ترین قاعدہ ھے:*

* الضرورات تبیح المحظورات۔

*ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۸۱)

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته.*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھنے والی تبلیغی جماعت عموماً اور اس کے مشہور پاکستانی سربراہ طارق جمیل خصوصاً اپنی

جاھلانہ تعلیمات اور احمقانہ توجیہات کے حوالہ سے دنیا بھر میں جانے جاتے ھیں۔اس جماعت کے عجائب وغرائب کی ایک طویل داستان ھے،جس پر بہت کچھ لکھا جاچکا ھےاور کافی کچھ لکھا جانا باقی ھے۔

* یہاں آپ نے جوسوال کیا ھے وہ بات نئی نہیں، بلکہ کئی سال پرانی ھے،فقیر قادری کے سامنے ایک صاحب نے کسی موقع سے یہ سوال کیا تھا تو اسی وقت اس کا معقول جواب ھم نے عرض کر دیا تھا۔اس جواب کا خلاصہ ذیل میں حاضر ھے۔

*سب سے پہلے وہ روایت ملاحظہ کیجیے جس کو بنیاد بنا کر تبلیغی جماعت کے سربراہ نے جہالت وحماقت کا مظاھرہ کیا ھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ھیں:

قال علی رضی اللہ تعالی عنہ یا رسول اللہ إذا أنت قبضت فمن یغسلك؟ وفیما نکفنك؟ ومن یصلی علیك؟ ومن یدخلك القبر؟

فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم :یا علی أما الغسل فاغلسنی أنت، وابن عباس یصب الماء، وجبریل ثالثکما، فإذا أنتم فرغتم من غسلی فکفنونی فی ثلاثة أثواب جدد وجبریل علیہ السلام یأتینی بحنوط من الجنة فإذا أنتم وضعتمونی علی السریر فضعونی فی المسجد واخرجوا عنی فإن أوّل من یُصلی علیّ الرب عزّوجلّ من فوق عرشہ ثمّ جبریل ثمّ میکائیل ثمّ إسرافیل ثمّ الملائکة زمراً زمراً ثم ادخلوا فقوموا صفوفاً صفوفاً لا یتقدم علیّ أحد. فقبض رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فغسلہ علی بن أبی طالب وابن عباس یصب علیہ الماء وجبریل علیہ السلام معھما وکفن بثلاثة أثواب جدد وحمل علی السریر ثم أدخلوہ المسجد ووضعوہ فی المسجد وخرج الناس عنہ فأوّل من صلی علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرب من فوق عرشہ تعالی وتقدس ثمّ جبریل ثم میکائیل ثم إسرافیل ثمّ الملائکة زمراً زمراً.

(إثبات صفة العلو لابن قدامة، ص 64)

* یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! جب آپ کا وصال ھوجائے گا تو آپ کو غسل کون دے گا؟ اور ھم کفن کتنے کپڑوں میں دیں؟ آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ اور آپ کو قبر میں کون اتارے گا؟ *

* نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تم مجھے غسل دینا، ابن عباس پانی ڈالیں گے اور جبریل علیہ السلام تم دونوں کی مدد کریں گے۔ جب تم مجھے غسل دے کر فارغ ھوجاؤ تو تین نئے کپڑوں کا کفن دینا اور جبریل علیہ

السلام جنت کی خوشبو لے کر آئیں گے،اس کے بعد مجھے جنازہ کی چارپائی پر رکھ کر مسجد میں رکھ دینا اور میرے پاس سے چلے جانا، مجھ پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عرش سے درود ورحمت نازل فرمائے گا، پھر جبریل، میکائیل، اسرافیل اور باقی فرشتے گروہ در گروہ مجھ پر درود بھیجیں گے، پھر تم صف در صف داخل ہونا اور کوئی امام نہ بنے * چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت علی نے غسل دیا، حضرت ابن عباس نے پانی ڈالا اور حضرت جبریل علیہ السلام ان دونوں کے ساتھ تھے۔ آپ کو تین نئے کپڑوں کا کفن دیا گیا، اس کے بعد جسد اطہر کو جنازہ کی چارپائی پر رکھ کر مسجد میں رکھ دیا گیا اور لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے درود ورحمت نازل فرمائی، پھر جبریل، میکائیل، اسرافیل اور باقی فرشتوں نے درود بھیجی۔

* اس روایت پر اصولی گفتگو سے پہلے یہ سن لیجیے کہ ان تبلیغیوں کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جب صلوۃ کی نسبت رب کریم کی جانب کی جاتی ہے تو اس کا معنی نماز پڑھنا نہیں بلکہ رحمت نازل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید ہے:*

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا * اگر ان تبلیغی سورماؤں کا بس چلے تو یہاں بھی یہی ترجمہ کر ڈالیں کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر نماز پڑھتے ہیں.... اب آیئے اس روایت کو اصولی طور پر دیکھتے ہیں * یہ روایت ہماری دانست کے مطابق تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کئی کتابوں میں درج ہے، جو تین صحابہ کرام سے منقول ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہم۔ لیکن ان روایتوں کی اسانید سب شدید ضعیف بلکہ موضوع و من گھڑت ہیں، ان میں سے کوئی بھی روایت قابل اعتبار ولائق اعتماد نہیں ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:*

* 1۔ حضرت جابر بن عبد اللہ وابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت کا حال:*

* اس روایت کی تخریج امام طبرانی نے (المعجم الکبیر 3 / 58) میں، اور ان کے واسطے سے امام ابونعیم نے (حلیہ 4 / 73) میں، اور امام ابن الجوزی نے (الموضوعات 1 / 295) میں کی ہے، جس کی اسانید کا دار ومدار عبد المنعم بن ادریس بن سنان صنعانی عن ابیہ ہے، اور یہ بڑی طویل روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال، تجہیز تکفین، نماز جنازہ اور تدفین وغیرہ کے طریقہ کی تفصیل ہے۔

* عبد المنعم بن ادریس پر ائمہ حدیث نے شدید جرح کی ہے، اور اس پر روایات گڑھنے کی تہمت صاف لفظوں میں لگائی ہے، چند جروحات ملاحظہ فرمائیں: * امام احمد بن حنبل نے کہا: * کان یکذب علی وھب: وھب بن منبہ پر جھوٹ بولتا تھا * یحیی بن معین نے کہا: * خبیث کذاب: ناپاک اور جھوٹا ہے۔ * ابن المدینی اور ابوداؤد نے کہا: * *لیس بثقة. * * اعتماد کرنے کے لائق نہیں ہے * * عقیلی نے کہا: * *ذاھب الحدیث. * اس کی احادیث ساقط الاعتبار

ھیں۔

* ابن حبان نے کہا: * *یضع الحدیث علی أبیه وعلی غیرہ* اپنے والد پر اور دوسروں پر بھی روایتیں گڑھتا ھے۔*

* دارقطنی نے کہا: * ھو وأبوہ متروکان *عبدالمنعم اور اس کا باپ دونوں کی روایات متروک ھیں۔

* اور یہ روایت جن محدثین نے ذکر کی ھے تو اس کو موضوع قرار دینے کے ساتھ اس کے گڑھنے کی تہمت بھی عبدالمنعم ھی پر لگائی ھے، جیسے امام ابن الجوزی، امام ذھبی، امام سیوطی وغیرھم رحمھم اللہ تعالی۔*

* اسی طرح عبدالمنعم کے والد (ادریس بن سنان) پر بھی جرح کی گئی ھے۔

* دارقطنی نے متروک کہا، اور ابن حبان نے کہا: یتقی حدیثه من روایة ابنه عبد المنعم عنه: اس کی روایتوں میں سے اس کے بیٹے عبدالمنعم کے واسطے سے منقول روایتوں سے خاص طور پر اجتناب کیا جائے۔*

*حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: *

*کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی 2/ 154،ومیزان الاعتدال 2/ 668،ولسان المیزان 73/4، الضعفاء للدارقطنی 163/2، المجروحون لابن حبان 157/2 ۔ *

* بعض علماء حدیث کے اس روایت کے بارے میں اقوال ملاحظہ فرمایئے: *

*قال ابن الجوزی: هذا حدیثٌ موضوع مُحالٌ، كافأ الله من وضعه، وقبّحَ مَن یَشِینُ الشریعة بمثل هذا التخلیط البارد، والکلام الذی لا یلیق برسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ولا بالصحابة، والمتَّهمُ به عبد المنعم بن إدریس. * *(الموضوعات 295/1)*

*وقال الذهبی: *

*هذا الحدیث موضوع، وأراه من افتراءات عبد المنعم. *

العلو للعلی الغفار ص43)

* خلاصہ یہ ھے کہ: یہ روایت بالکل ساقط الاعتبار ھے، کسی درجہ میں بھی قابل قبول نہیں ھے، اور اس کے الفاظ سے واضح ھوتا ھے کہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ھے۔

* حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنه کی روایت کا حال: *

* اس روایت کا دارومدار اکثر اسانید وطرقِ حدیث میں عبدالملک بن عبدالرحمن ابن الاصبہانی پر ھے، ابن الاصبہانی سے لے کر سند آخر تک اس طرح ھے: *

*عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، ثنا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ طَلِيقٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنْ مُرَّةَ بنِ

شَرَاحِيل الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ۔ *

* ابن الاصبہانی مجہول راوی ہے، بلکہ امام فلاس نے اس کو جھوٹا بھی قرار دیا ہے، * * جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے۔ اسی طرح اشعث بن طلیق بھی مجہول الحال راوی ہے.*

* ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت مختلف اسانید سے مندرجہ ذیل کتب حدیث میں وارد ہے:*

*المعجم الاوسط 208/4. کتاب الدعاء، حدیث نمبر 1219. مسندبزار، حدیث نمبر 2028،مسند احمد بن منیع (المطالب العالیة 538/17)،تاریخ طبری 191/3، مستدرك حاکم 60/3، بیہقی کی دلائل النبوۃ 231/7،حلیة الاولیاء 168/4 ،اور ایک منفرد سند سے ابن سعد نے الطبقات الکبری 2 / 256 میں بطریق واقدی بھی بیان کیا ہے۔ ابن سعد کی سند پر بھی محدثین نے جرح کی ہے۔

*حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کا متن کچھ یوں ہے۔

فَأَوَّلُ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ خَلِيلِي وَجَلِيسِي جِبْرِيلُ، ثُمَّ مِيكَائِيلُ، ثُمَّ إِسْرَافِيلُ، ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ وَجُنُودُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِأَجْمَعِهَا...الخ .

* ان دونوں روایات کی سند پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد محدثین نے اخیر میں لکھا ہے کہ ان روایات کے الفاظ اس بات کا واضح قرینہ ہیں کہ یہ جھوٹ اور من گھڑت ہیں؛ کیونکہ کلام نبوت کا نور اور جمال ان روایات میں دور تک نظر نہیں آتا۔

* خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ تبلیغیوں نے اس موضوع روایت سے جو طومار باندھا ہے وہ ان کی علمی بے چارگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۲۸۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب:

* حیلہ شرعیہ اس خفیہ طریقہ کار کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو حاصل کیا جائے۔

* علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:*

الحیل جمع حیلة، و ھی الحذق فی تدبیر الأمور، و ھی تقلیب الفکر حتی یھتدی إلی المقصود. (الاشباہ و النظائر مع الغمز 219/4)

حیلہ شرعیہ کی اصل قرآن کریم کا یہ ارشاد ھے:

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْؕ-اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًاؕ-نِعْمَ الْعَبْدُؕ-اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ(سورۃ ص، آیۃ 44)

* اور (فرمایا) اپنے ھاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ھم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ھی اچھا بندہ ھے بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ھے*

* بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ھوئیں، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ھوکر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صحت یاب ھوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سوتیلیوں والی ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار ماردی۔ (بیضاوی، ص، تحت الآیۃ: 44، 5 / 49، جلالین، ص، تحت الآیۃ: 44، ۳۸۳، ملتقطاً)*

فقہاءِ کرام نے اس آیت سے شرعی حیلوں کے جواز پر استدلال کیا ہے، چنانچہ غمز عیون البصائر میں ھے:

قال في التتار خانية مذهب علمائنا أن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه فهي مكروهة يعني تحريما. و في العيون و جامع الفتاوى لايسعه ذلك. و كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة.

یعنی جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ تحریمی ھے، اور یہ جائز نہیں ھے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کرلے وہ اچھا ھے۔

*مزید تفصیل کے لیے فتاوی ھندیہ جلد 6، ص 390 کو ملاحظہ کیا جاسکتا ھے۔

* البتہ یہاں یہ یاد رھے کہ قابلِ اعتماد مُفتیانِ کرام سے رھنمائی حاصل کیے بغیر عوامُ النّاس کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاھیے؛ کیونکہ بعض حیلوں کی شرعی طور پر اجازت نہیں ھوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کرجاتے ھیں جس کی وجہ سے حیلہ ھوتا ھی نہیں، بلکہ شریعت کی بدنامی تک نوبت پہنچ جاتی ھے*

Mufti Ishtiyaqu: * اگر کسی کے ذمہ عمر بھر کی نمازیں اور روزے قضا ھوں اور وارثین میں سے کسی کو وصیت کرکے نہ گیا ھو تو ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ دینا وارثین پر لازم نہیں ھے، پھر بھی اگر فدیہ ادا کردیں تو ان شاء اللہ تعالی قبول ھوگا، ھر نماز کے بدلہ صدقہ فطر کی مقدار گیہوں، یا آٹا یا جو وغیرہ ادا کیا جائے، اسی طرح ھر روزہ کے لیے بھی

صدقہ فطر کی مقدار ادا کیا جائے گا۔ اگر عمر بھر کی نمازوں اور روزوں کا اس مقدار میں فدیہ ادا کرنا بس میں نہ ھو تو حیلہ شرعیہ اختیار کر سکتے ھیں یعنی نمازوں اور روزوں کا حساب لگا کر کسی فقیر کو ایک صدقہ فطر کی مقدار میں گیہوں وغیرہ دیں اب وہ وارث کو ھبہ کر دے، وارث پھر فقیر کو دے فقیر پھر ھبہ کر دے....... اسی طرح کرتے رھیں خواہ ھزار بار کرنا پڑے۔ ملاحظہ فرمایئے فتاوی شامی جلد 2 ص 534۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب※*

Mufti Ishtiyaqu: * اپنے مرحوم والدین کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ھے، ان شاء اللہ تعالی انہیں اس کا ثواب ملے گا، اس قربانی کے گوشت کا وھی حکم ھے جو اپنی قربانی کا ھے یعنی خود کھائے، احباب و اقارب کو کھلائے اور فقراء کو دے، ھاں اگر میت نے قربانی کی وصیت کر دی ھو تو کل گوشت صدقہ کر دیں۔

Mufti Ishtiyaqu: * اسی طرح اگر میت کے ذمہ فطرہ باقی ھو تو اسے بھی ادا کیا جاسکتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۲۸۳)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

*سوال سے ظاھر ھے کہ آپ اتنا تو جانتے ھیں کہ مرید ھونا ضروری ھے، لیکن قرآن وحدیث میں ضروری ھونے کا بیان کہاں ھے یہ ھم سے جاننا چاھتے ھیں۔ تو محترم عرض یہ کہ مروجہ پیری مریدی قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی بھی معنی کے اعتبار سے ضروری نہیں ھے، بلکہ اگر جامع شرائط پیر مل جائے تو صرف ایک مستحب عمل ھے، اور اگر کوئی جامع شرائط شیخ دستیاب نہ ھو تو کتاب وسنت اور اسلامی شریعت کے بتائے ھوئے صحیح عقائد ونظریات اور احکام ومسائل پر مضبوطی کے ساتھ قائم رھے اور اھلِ سنت و جماعت کے طریقہ سے بال برابر بھی انحراف نہ کرے ان شاء اللہ تعالی یہی صراط مستقیم ھے اور یہی دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے کافی ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

(۲۸۴) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ حضرت یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں اور سحر بارے میں کیسا عقیدہ رکھنا چاہیے

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله العليم الملیك المقتدر الوهاب:

* یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور اکرم، رسول اعظم، شفیع امم، سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ھر محفلِ میلاد میں تشریف لاتے ھیں بے اصل و بے بنیاد ھے، کتاب وسنت اور دلائل شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ھے۔ ھاں امام المرسلین، سید الاولین و

الآخرین، رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی قبر انور میں بحیات حقیقی جلوہ فرما ھیں اور کائنات عالم کے مشارق ومغارب کا مشاھدہ فرماتے ھیں، مومنوں کی جان سے زیادہ قریب ھیں، زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے پاس ھیں، سارے عالم میں آپ کو تصرف کا اختیار حاصل ھے اور رب کریم نے آپ کو اعجاز و اختیار کی بے پناہ قوتیں عطا فرمائی ھوئی ھیں، آپ رب کی عطا سے جہاں چاھیں آئیں جائیں، آپ پر کوئی بندش نہیں، وہ کرم فرمائیں تو محفل میلاد بھلے دنیا بھر میں کہیں منعقد ھو تشریف لا سکتے ھیں اور وہ نہ چاھیں تو خاص مدینہ منورہ کے کسی گھر یا یونیورسٹی میں منعقد ھونے والے کسی بڑے سے بڑے اجتماع میں بھی نہ جائیں، یہ سب ان کے تصرف و اختیار اور مرضی و پسند پر منحصر ھے۔ یہ اجمال ھے، یہاں عرض کی گئی ھر بات پر بحمدہ تعالی کتاب وسنت اور شریعت مطہرہ کے دلائل و براھین کا وافر ذخیرہ موجود ھے۔

*سوال کا دوسرا جزء کہ سحر کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاھیے؟ پورے طور سے واضح نہیں، یہاں کیا سوال کرنا چاھتے ھیں، تفصیل سے لکھ کر بھیجیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۸۵)

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب:

* امام کے سلام پھیرنے کے بعد امام کی ولایت اور اس کی متابعت ختم ھو جاتی ھے، مقتدی کو اگر کوئی ضرورت ھو تو جا سکتا ھے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ھیں:*

لامتابعة فی ما لا تعلق له بالصلاة. (فتاوی رضویه جلد 6 ص 438)

* یعنی ان چیزوں میں متابعت نہیں جن کا نماز سے تعلق نہیں۔

* وہ فرض نمازیں جن کے بعد سنتیں ھیں وھاں طویل دعا کرنا جس سے سنتوں کی ادائیگی میں تاخیر مکروہ ھے۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ھیں:

ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام إلخ. قال الحلوانی: لا بأس بالفصل بالأوراد واختارہ الكمال. قال الحلبی: إن أرید بالكراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف قلت: وفی حفظی حمله علی القلیلة؛ ویستحب أن یستغفر ثلاثا ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلاثین؛ ویھلل تمام المائة ویدعو ویختم بسبحان ربك.(الدر المختار، ص73)

سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ھے۔ مگر اللہم أنت السلام الخ۔۔۔۔۔ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اوراد اور دعاؤں کی وجہ سے فصل و وقفہ میں کوئی حرج نہیں ھے، کمال نے اسے مختار قرار دیا ھے۔ حلبی نے کہا اگر کراھت سے مراد کراھت تنزیہی تو اختلاف ھی ختم ھوجاتا ھے۔ میں کہتا ھوں مجھے یاد آتا ھے کہ حلوانی نے اسے اوراد قلیلہ پر محمول کیا ھے۔ مستحب یہ ھے کہ تین بار استغفار کرے، آیت الکرسی، معوذتین پڑھے، سبحان الله، الحمد لله، الله أكبر تينتيس تينتيس بار پڑھے، لا إله إلا الله محمد رسول الله ایک بار پڑھے، دعا کرے اور سبحان ربك رب العزة عما يصفون پر ختم کردے.

* یہاں افادہ کے لیے امام اھلِ سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا ایک مکمل فتوی حاضر ھے، اس کو پڑھیں اور دوسروں تک پہنچا کر ثواب حاصل فرمائیں۔

* امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں، سلام سے تو اس کی ولایت منقطع ہوچکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اس وقت بھی اسے حرام تھا کہ سنت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل وگراں ہو، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتان بتایا یعنی سخت فتنہ گر، تو بعد نماز بلا وجہ شرعی مجبوری کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم وحرام کا نام معاذ اللہ سنت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنت پر افترا ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد6، ص641)*

*والله تعالی أعلم بالصواب.

(۲۸۶) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ حضرت رومال کو گلے اس طرح ڈالیں کہ ایک بل ہوکر کہ دونوں کنارے لٹکیں ہوں کیا اس سورت میں بھی نماز مکروہ تحریمی ہوگی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوھاب:

رومال یا چادر وغیرہ اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں کنارے مونڈھوں سے لٹکتے ھوں بحکم حدیث مکروہ تحریمی ھے.

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں:

*أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن السدل فى الصلاة. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر

643.سنن ترمذی ،حدیث نمبر 378. مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 7921. صحیح ابن خزیمة، حدیث نمبر 772. صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 2289. مسند بزار ،حدیث نمبر 9295. سنن کبری للبیہقی، حدیث نمبر 3435. مستدرك حاكم، حدیث نمبر 931)*

در مختار ،ص 405 پر ھے :

سدل تحریما للنهی ثوبه، أی إرساله بلا لبس لبس معتاد.

لہذا اگر کوئی شخص رومال اس طرح ڈالے کہ اس کے دونوں کنارے آگے کو سینہ یا پیٹ پر لٹکتے ھوں یا دونوں کنارے پیچھے پیٹھ پر لٹکتے ھوں، یا ایک کنارہ پیٹھ پر اور دوسرا کنارہ پیٹ یا سینہ پر لٹکتا ھو یہ سب صورتیں سدل کی ھیں جو مکروہ تحریمی ھے، ھاں اگر بطریق معتاد رومال یا چادر کو ڈالا جائے مثلاً گلے میں رومال ڈالا اور اس کو اس طرح گھمایا اور بل دیا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر اور دوسرا سینہ یا پیٹ پر لٹکتا ھو، اسی طرح گھمانے اور بل دینے کے بعد دونوں کنارے سینہ یا پیٹ پر لٹکتے ھوں تو اب سدل نہیں اور نہ اس میں کوئی کراھت ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۸۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :*

گائے اور بھینس کی عمر دو سال ھونا ضروری ھے، دو سال سے اگر ایک دن بھی کم ھو تو قربانی جائز نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

لا تذبحوا إلا مُسِنَّةً، إلا أن يَعسُر عليكم فتذبحوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأن.*

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 5194)*

یعنی صرف مسنّہ کی قربانی کرو ھاں اگر تمہارے لیے دشواری ھو تو چھ سات ماہ کا دنبہ یا بھیڑ ذبح کرلو۔

تمام محدثین وفقہاء نے مسنہ کا معنی یہ بیان کیا ھے کہ اونٹ پورے پانچ سال کا، گائے بھینس پورے دو سال کی، بکرا پورے ایک سال کا اور دنبہ یا بھیڑ اگر چھ سات ماہ کو ھو لیکن دیکھنے میں سال بھر کا لگتا ھو تو یہ سب جانور مسنہ ھیں ان کی قربانی جائز ھے۔ ملاحظہ فرمائیں فتاوی قاضی خان، جلد 3، ص 235۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۸۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ العلیم الملیك المقتدر الوھاب :

غیر عالم کے ھاتھ پر بیعت ھونا جان بوجھ کر خود کو ھلاکت و ضلالت و جہالت میں ڈالنا ھے، جو سخت ناجائز و گناہ ھے۔ھر کہ خود گم است کرا رھبری کند، جو خود گمراہ ھے وہ کس کی رھبری کر سکتا ھے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. *(سورۃ البقرۃ آیۃ 195)*

*یعنی اور خود کو ھلاکت میں نہ ڈالو اور بھلائی کرو بیشک اللہ تعالی بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ھے۔

*اس دور میں جو بیعت و ارشاد کا طریقہ رائج ھے اس کے مطابق کسی جامع شرائط شیخ کا مرید ھونا جائز و مستحب عمل ھے۔ابھی دنیا میں بحمدہ تعالی ایسے بہت سے اھلِ علم وعرفان موجود ھیں جن کے دست حق پر بیعت بلا شبہ جائز ھے، اب اگر کسی کو نظر نہ آئے یا نہ مانے تو اس کا علاج کتاب وسنت کی محفوظ و منصوص و مرصوص تعلیمات ھی ھیں اس کے سوا کچھ نہیں۔

* جامع شرائط شیخ کی قدرے تفصیل امام اھل سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز نے کچھ یوں بیان فرمائی ھے:*

شیخ اتصال یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک متصل ہوجائے اس کے لئے چار شرطیں ہیں: (1) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا اس میں فیض نہ رکھا گیا لوگ براہ ہوس اس میں اذن وخلافت دیتے چلے آتے ہیں۔یا سلسلہ فی نفسہ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا، بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

(2) شیخ سنی العقیدہ ہو بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک آج کل بہت کھلے ہوئے بددینوں بلکہ بے دینوحتی کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر ودشمن اولیاء ہیں مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ہوشیار خبردار احتیاط احتیاط ۔اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست (بہت سے ابلیس انسانی شکلوں میں ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے.

*(3) عالم ہو اقول علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف کفر واسلام

وضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہوورنہ آج بدمذہب نہیں کل ہوجائے گا فمن لم یعرف الشر فیوما یقع فیہ *
* (جو شر سے آگاہ نہیں آگاہ نہیں ایک دن اس میں پڑ جائیگا۔ت) صدہا کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر ولازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں، اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے قول یا فعل سے کفر سرزد ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے تو یہ بھی کر لے مگر وہ جو سجادہ مشیخت پر ہادی ومرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت کہ خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔*
* واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم۔
* جب اس سے کہا جائے اللہ تعالی سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھتی ہے گناہ کی۔*
* اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا، اتنا کہ آپ توبہ کرلیں گے۔قول وفعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دین اگرچہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے، نہ اسی پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں مرید کرنا چھوڑیں لاجرم وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے لہذا اعلم عقائد ہونا لازم ہے۔*
* (4) فاسق معلن نہ ہو، اقول اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب ہے۔دونوں کا اجتماع باطل، تبیین الحقائق امام زیلعی وغیرہ میں دربارہ فاسق ہے: فی تقدیمۃ للامامۃ تعظیمۃ قد وجب علیہم اھانتہ شرعا۔
* امامت کے لئے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرع میں تو اس کی توہین واجب ہے۔

هذا ما عندی و العلم بالحق و الصواب عند ربی. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۲۸۹)

وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہ

الجــــوابـــبعـون الملك الوهاب؛

* وندے ماترم کے معنی یہ ہیں اے ماں ہم تیرے پجاری ہیں*

* یہ زمین سے خطاب ہے*

مشرکین ہند کے کروڑوں دیوتاوں میں ایک دیوی زمین بھی ہے اس سے خطاب کرتے ہوے اس گیت میں کہا گیا ہے کہ اے زمین اے دھرتی ماتا ہم تیرے پجاری ہیں

* پجاری کے معنی عبادت کرنے والے کے ہیں اس وجہ سے یہ جملہ خالص مشرکانہ اور کافرانہ ہے *

* مسلمانوں کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ یہ نعرہ لگائیں *

* جو مسلمان یہ نعرہ لگائے گا یہ گیت گائے گا *

* وہ کافر مشرک مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو جائے گا *

* اسکی زوجہ اس کے نکاح سے نکل جائے گی *

* اس پر فرض ہوگا کہ فوراً توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھکر * مسلمان ہو اور اگر اس بیوی کو پھر سے رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے نکاح کرے *

*※※ (فتاوی شارح بخاری جلد دوم باب الکفر) *

* اور تمام وندے ماترم۔ گانے والے اور بھارت ماتا کی جے اور مہاتما گاندھی کی جے لگانے والے دین سے خارج ہو گئے *

* ان کے سارے اعمال حسنہ اکارت ہو گئے ان کی بیویاں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان کفری اقوال سے توبہ کریں اور پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور اپنی بیویوں کو رکھنا چاہیں تو پھر سے تجدید نکاح بہ مہر جدید کریں *

* وندے ماترم مشرکانہ گیت ہے اسی طرح کسی مشرک کو مہاتما کہنا کفر ہے مہاتما کے معنی روح اعظم کے ہیں *

* بھارت ماتا کی جے پکارنا بھی کفر ہے *

* اور یہ مبہم توبہ کافی نہیں کہ ہم نے ایک گناہ کیا ہے اس سے توبہ کر لیں بلکہ سارے کفریات سے براءت کرنا ضروری ہے *

* بے اس کے تجدید ایمان نہیں ہو سکے گا *

* شامی بدائع سے ہے *

* (لواتی بالشھادتین لا یحکم باسلامہ حتی یتبرا عن الدین الذی ھو علیہ) *

*※※ (فتاوی شارح بخاری جلد دوم باب الکفر ص 589) *

* جن من گن یہ ترانہ پڑھنا جائز نہیں *

* اسلئے اس میں لفظ جے آیا ہے *

* اور یہ کفارہ کا طریقہ *

*؛واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۹۰)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

من عسرت عليه الدنيا فاليكثر على الصلاة لأن كثرة الصلاة على دافع الهموم والغموم والكروب.

حضرت اس حدیث کے حوالہ سے ارشادفرمادیں کہ یہ موضوع ہے یا کتب احادیث میں اسکی اصل ہے؟؟؟

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سوال میں مذکور روایت فقیر کو آج تک کسی کتاب حدیث میں باسند یا بے سند آج تک دستیاب نہیں ھوئی. ھاں رافضیوں اور جاھل صوفیوں کے یہاں بصیغہ تمریض (رُوِیَ) مختلف الفاظ کے ساتھ ضرور دیکھنے کا اتفاق ھوا ھے. پھر یہ کہ ھمیں اس بے سرپیر کی روایت کی کیا ضرورت ھے جب کہ ھمارے پاس اسی کے ھم معنی صحیح حدیث موجود ھے، جسے امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں بسند صحیح سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ھے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذهب ثلثا الليل قام فقال يا أيها الناس اذكروا الله اذكروا الله جاءت الراجفة تتبعها الرادفة جاء الموت بما فيه جاء الموت بما فيه قال أبي قلت يا رسول الله إني أكثر الصلاة عليك فكم أجعل لك من صلاتي فقال ما شئت قال قلت الربع قال ما شئت فإن زدت فهو خير لك قلت النصف قال ما شئت فإن زدت فهو خير لك قال قلت فالثلثين قال ما شئت فإن زدت فهو خير لك قلت أجعل لك صلاتي كلها قال إذا تكفى همك ويغفر لك ذنبك.

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ھیں:

هذا حديث حسن صحيح.

(جامع ترمذی، حدیث نمبر 2457).واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۹۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

وہ جانور جس کے بالکل دانت نہیں ھیں یا اکثر نہیں ھیں اس کی قربانی جائز نہیں. درمختار کتاب الاضحیہ ج 5 ص

228 میں ہے:(ولا) (بالهتماء) التي لا أسنان لها، ويكفي بقاء الأكثر.
وہ گائے یا بھینس جس کی عمر دو سال ہوگئی ہو مگر کوئی دانت نہ آیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ والله تعالى أعلم بالصواب

(۲۹۲)السلام عليكم و رحمة الله و بركاته وبعد أعرض على حضرتك سوالا السوال:
نحن نسمع كثيرا من العلماء يقولون في خطاباتهم أن النبي صلى الله عليه و سلم ولد ساجداً و قائلا رب هب لي أمتي، هل ذكرت هذه الرواية في كتاب من الأحاديث النبوية والاثار الصحيحة؟.

السائل: محمد فيض الحسن الرضوى
وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*
بسم الله الرحمن الرحيم
الجواب بعون الله الوهاب:

جاء في عديد من الأخبار و كثير من الآثار أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولد ساجداً، ولكن لم نعثر على رواية لدى المحدثين و الثقات من أصحاب السيرة تنبئ عن قوله عند مولده رب هب لي أمتي، و لعل هذه المقولة من اختراعات القصاص و اختلاقات الوضاعين أو مما يوحي إلى جهلة الصوفية أنفسهم و ما لديهم من برهان.

فأما ما روى في ولادته صلى الله عليه وسلم ساجدا، فأورد الإمام السيوطي في الخصائص الكبرى 126/1 ما رواه الإمام أبو نعيم في الدلائل عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن السيدة آمنة رضي الله تعالى عنها كانت تحدث عن نفسها وتقول: فلما خرج من بطني نظرت إليه فإذا أنا به ساجدا قد رفع إصبعيه كالمتضرع المبتهل اهـ.

وهذا في إسناده عند أبي نعيم في (الدلائل) يحيى البابلتي وأبو بكر بن أبي مريم، وكلاهما ضعيف

وروى عبد الرزاق في المصنف، رقم الحديث 9718 عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أن أمه صلى الله عليه وسلم قالت: لَقَدْ وَلَدْتُهُ حِينَ وَلَدْتُهُ، فَخَرَّ مُعْتَمِدًا عَلَى يَدَيْهِ، رَافِعًا رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ.

وهذا مرسل صحيح الإسناد.

ورواه ابن حبان 6335، وأبو يعلى 7163من طريق مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ جَهْمِ بْنِ أَبِي جَهْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، رَضِيَ الله عَنْهما، عَنْ حَلِيمَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ السعدية فذكر قصة إرضاعه صلى الله عليه وسلم، وفيه: أن أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: ثُمَّ وَضَعْتُهُ، فَمَا وَقَعَ كَمَا يَقَعُ الصِّبْيَانُ، وَقَعَ وَاضِعًا يَدَهُ بِالْأَرْضِ، رَافِعًا رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ.

والله تعالى أعلم بالصواب.

أخي مولانا فيض الحسن! أليست الأردية هي لغتك الأم؛ أ عجزت عن السؤال بلغة أردية مفهومة للجميع؛ ما الذي دعاك إلى أن تلقي السؤال بالعربية علما بأن الأكثرين من الأحبة و الأصحاب هنا لا صلة لهم بالعربية؛ وليست الصفحة و الصفيحة و الصحيفة هذه بشاشة التدريب و لا التجريب، وإنما هي للتعليم بلغة سهلة مفهومة للكل و بأسلوب ساذج بسيط لا عوج فيه و لا إغلاق. عفواً.

(۲۹۳)

بسم الله الرحمن الرحیم*

الجواب بعون الله الوهاب:

* داڑھی منڈانا یا حدشرع سے کم کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ھے، ایسا شخص فاسق معلن ھے، اس کو امام بنانا گناہ، اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کو دوبارہ پڑھنا واجب ھے، داڑھی منڈانے والا یا حدشرع سے کم کرنے والا نہ کسی غیر فاسق کا امام ھوسکتا ھے اور نہ اپنے جیسے دوسرے فاسقوں کا امام ھوسکتا ھے۔ اگر فاسق کے علاوہ اور کوئی شخص امامت کے لائق نہ ھوتو سب لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔

* اعلی حضرت امام اھل سنت مجدد اعظم دین وملت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ھیں:*

*جن صورتوں میں کراھت تحریم کا حکم ھے صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ھے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ھے اور اس کی تقدیم بکراھت تحریم اور واجب ومکروہ تحریمی دونوں ایک مرتبہ میں ھیں ودرء المفاسد أهم من جلب المصالح.

(مفاسد کا دور کرنا مصالح کے حصول سے اہم اور ضروری ہوتا ہے) ھاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ھے اور فرض اھم۔

اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ھو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنة أكبر من القتل.

فتنہ قتل سے بڑی برائی ہے۔(فتاوی رضویہ،جلد6،ص633)*
جو شخص یہ کہتا ھے کہ جب سب فاسق ھوں تو فاسق کی اقتداء کر سکتے ھیں اور اعادہ واجب نہیں ھے وہ غلط کہتا ھے اور بے دلیل کہتا ھے،اس کی بات پر کان نہ دھریں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۹۴)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:
*یہ بتانا دارالافتاء یا کسی عالم ومفتی کا کام نہیں کہ کتنی رقم ھوتو قربانی واجب ھے،ھاں ھم یہ بتا سکتے ھیں کہ قربانی واجب ھونے کے لیے شرعاً نصاب کیا ھے۔تو ملاحظہ فرمائیں:اگر حاجت اصلیہ کے علاوہ چھ سو بارہ گرام اکتالیس ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر کوئی بھی مال ھوخواہ وہ مال نامی ھو یا نہ ھوتو اس پر قربانی واجب ھے۔ چاندی کے مذکورہ وزن کی قیمت آپ جہاں رھتے ھیں وھاں کسی قریبی صراف سے معلوم فرمالیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲۹۵)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الوھاب وھو الموفق للصدق و الحق و الخیر والصواب:
*قربانی کا یہ مسئلہ کہ ایک بکری کی قربانی تمام اھلِ خانہ کی طرف سے کافی ھے یا نہیں احناف وغیر احناف فقہاء کرام و مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالی عنھم کے درمیان قدیم معرکۃ الآراء اختلافی مسائل میں سے ھے،جس پر دربار سے بازار تک گرما گرم بحثیں اور پرزور مناظرے ھو چکے ھیں،فریقین نے تحقیق وتدقیق کی خوب داد دی اور علم و معرفت کے نایاب جوھر لٹائے۔ یہ مسئلہ ان اجتہادی مسائل کے قبیل سے ھے جن پر بحث ونظر تقریباً لا حاصل اور بے نتیجہ ھے، جو جس امام کی اتباع کرتا ھے اس کے لیے اسی اتباع میں خیر ھے۔اب چونکہ آپ نے گروپ پر یہ سوال فرمایا ھے تو جواب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ھونے کے لیے چند امور حاضر کر رھا ھوں، غالباً یہ تفصیل کسی اور جگہ بمشکل یکجا ملے گی۔
پہلے ان روایات کو دیکھتے ھیں جن سے یہ استدلال کیا جاتا ھے کہ ایک قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی ھے خواہ ایک

گھر میں سیکڑوں افراد ہوں۔

☐ 1 حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:*

سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتْ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتَّى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرَى. (جامع ترمذی، حدیث نمبر 1505. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 3147. المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 3823) میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قربانیوں کی کیا کیفیت تھی؟ آپ نے فرمایا ایک شخص اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی جانب سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتا تھا، جسے وہ لوگ کھاتے اور کھاتے تھے، یہاں تک کہ لوگ باہم فخر کرنے لگے اور حالت وہ ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔

یہ اثر ان حضرات کی سب سے مضبوط دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ایک بکری کی قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی ہے، بظاہر یہ اثر ان کے مدعا پر دلالت کرنے میں بالکل صریح ہے۔

☐ 2* ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ، فَقَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ، هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ: ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللهِ، اللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ. (صحیح مسلم، حدیث نمبر 5203. سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 2794) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سینگوں والا ایک مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں، آپ کے حکم کے مطابق قربانی کے لیے ایسا مینڈھا لایا گیا، آپ نے فرمایا عائشہ چھری لاؤ اور اس کو پتھر سے تیز کرلاؤ، حضرت عائشہ نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر پہلو کے بل لٹا کر ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا پھر فرمایا اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی طرف سے اس کو قبول فرما۔ پھر اس کی قربانی کی۔

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اس حدیث سے تو ثابت ہوا کہ ایک مینڈھا تمام امت کی طرف سے کافی ہے چہ جائیکہ ایک گھر۔

☐ 3 حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں:*

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ. (المستدرك على الصحيحين، حديث نمبر 7555)

رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اھلِ بیت کی جانب سے ایک بکری کی قربانی فرمایا کرتے تھے۔

یہ حدیث شریف بھی اس بات کے بیان میں صریح ھے کہ ایک بکری گھر کے تمام افراد کی جانب سے کافی ھے۔

4 حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہ جنھیں شرف صحابیت حاصل ھے، ان کی والدہ زینب بنت حمید انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ھوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! اس کو بیعت فرما لیجیے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ابھی چھوٹا ھے، ان کے سر پر ھاتھ پھیرا اور دعا فرمائی:

وَ كَانَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 7210)

اور وہ اپنے تمام گھر والوں کی جانب سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔

یہ اثر بھی اس بات کے بیان میں ظاھر ھے کہ ایک بکری کی قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی ھے۔

5 حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضي اللہ تعال ※ عن ※ فرماتے ھیں:

حملني أهلي على الجفاء بعد ما علمت من السنة، كان أهل البيت يضحون بالشاة والشاتين، والآن يبخلنا جيراننا. (سنن ابن ماجه، حديث نمبر 3148. المستدرك على الصحيحين، حديث نمبر 7550. مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر 8150)*

میرے گھر والوں نے مجھے غلط کام پر مجبور کر دیا جبکہ مجھے سنت طریقہ معلوم ھے، ایک گھر والے ایک بکری یا دو بکریاں ذبح کیا کرتے تھے۔ اب تو (اگر ھم ایک کی قربانی دیں تو) ھمارے ھمسائے ھمیں بخیل کہنے لگتے ھیں۔

اس اثر سے بھی معلوم ھوا کہ ایک گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی صحابہ کرام کا معمول تھا۔

ایک بکری کو گھر بھر کی طرف سے کافی ماننے حضرات اور بھی کئی احادیث و آثار سے استدلال کرتے ھیں جن میں مذکور ھے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مینڈھا امت کی جانب سے ذبح کیا، جیسا کہ حضرت جابر و حضرت ابورافع رضی اللہ تعالی عنھما کی روایات میں مذکور ھے۔

اب آیئے احناف کے موقف کو سمجھتے ھیں اور ان کی مستدل روایات پر ایک نظر ڈالتے ھی:

احناف کا موقف یہ ھے کہ ایک بکری کی قربانی ایک ھی شخص کی طرف سے ھو سکتی ھے، اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔

1 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فرماتے ھیں:

أن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم أتاہ رجل فقال إن علی بدنۃ وأنا موسر بہا ولا أجدہا فأشتریہا فأمرہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم أن یبتاع سبع شیاہ فیذبحھن۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3136، مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 2840) کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا (سات افراد کی طرف سے قربانی کرنے کے لئے) میرے ذمہ ایک اونٹ ہے، میں اس کی استطاعت رکھتا ہوں جب کہ مجھے خریدنے کے لئے اونٹ نہیں مل رہے ہیں؟ تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ سات بکریاں خریدیں اور انہیں ذبح کریں۔

اس روایت سے احناف کا موقف صاف طور پر ثابت ہے کہ ایک بکری ایک شخص سے زیادہ کی طرف سے جائز نہیں، ورنہ جن صاحب پر بدنہ لازم تھا نبی کریم ﷺ ان کو سات بکریاں خریدنے کا حکم نہ دیتے، بلکہ ارشاد فرماتے کہ ایک بکری کی قربانی کر دو؛ کیونکہ ایک بکری جب گھر بھر کے سیکڑوں افراد کی طرف سے کفایت کر سکتی ہے تو سات افراد کی طرف سے بدرجہ اولی کافی ہوگی۔ مگر آپ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ بکری میں تعدد شرکاء جائز نہیں۔

اب رہی ان روایات کی بات جن میں یہ ہے کہ ایک بکری کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے، تو ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن افراد کے ذمہ قربانی واجب ہے ان سب کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک بکری میں حصول ثواب کے لیے تعدد شرکاء جائز ہے۔ یہ متعدد شرکاء ایک گھر کے افراد ہوں جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں مذکور ہے، یا دنیا بھر کے رہنے ہوں جیسا کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ، حضرت جابر اور حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالی عنہم کی روایات میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مینڈھا اپنی امت کی طرف سے ذبح فرمایا۔

* جن روایات میں ایک گھر کے افراد کا تذکرہ ہے، وہاں ہمارے فقہاء کرام نے تخصیص کی ایک اور وجہ بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ اس دور میں ایک گھر میں عموماً ایک شخص ہی صاحب نصاب ہوتا تھا باقی افراد اسی کے ماتحت اور اس کے نفقہ سے گذر بسر کرنے والے ہوتے تھے، تو کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جس طرح ایک شخص کے نفقہ پر گذر کرنے والے تمام افراد کی طرف سے صدقۃ فطرہ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح سب کی جانب سے قربانی کرنا بھی ضروری ہے، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے فرمایا گیا کہ ایک شخص گھر بھر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ اب حالت یہ ہوگئی کہ لوگوں نے قربانی کو فخر ومباہات کا ذریعہ بنا لیا اور نتیجہ یہ ہے کہ گھر میں جتنے افراد ہیں سب کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے۔

جوحضرات احناف کے موقف پر اعتراض کرتے ہوئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے آثار اٹھائے گھومتے ہیں سچ بات یہ ہے کہ انہوں نے احناف کے موقف کا گہرائی وگیرائی اور متانت وسنجیدگی سے مطالعہ ہی نہیں کیا ہے، اگر وہ احناف کے نقطہ نظر کو ٹھیک سے سمجھ لیں تو شوکانی و بھوپالی، مبارک پوری وسہسوانی اور ظاہریہ ونجدیہ کے تمام توہمات کی ہوا نکل جائے۔

غور فرمائیں کہ اگر بکری میں گائے اور اونٹ کی طرح شرکت کی گنجائش ہوتی تو جس طرح گائے اور اونٹ کے بارے میں ارشاد مبارک ہے: البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ۔ یعنی گائے سات افراد کی جانب سے ہے اور اونٹ سات اشخاص کی جانب سے ہے۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 2810) اسی طرح بکری کے بارے میں بھی ارشاد مبارک ہوتا کہ بکری سات افراد کی جانب سے ہے، لیکن کتب حدیث میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں جس میں یہ ارشاد فرمایا ہو کہ ایک بکری سات افراد کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں۔*

* اب رہی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کرام کی طرف سے ایک دنبہ اور اپنی امت کی طرف سے ایک دنبہ ذبح فرمایا' تو دراصل یہاں قربانی کے ثواب میں اُنہیں شریک فرمانا مقصود تھا، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے: عن عائشة و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أراد أن يضحي اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موجوأين فذبح أحدهما عن أمته لمن شهد لله بالتوحيد و شهد له بالبلاغ و ذبح الآخر عن محمد و عن آل محمد صلى الله تعالى عليه وسلم۔ (سنن ابن ماجه، حديث نمبر 3113)

یعنی سیدتنا عائشہ اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے، فربہ، سینگ والے، چتکبرے، خصی مینڈھے خریدتے' اُن میں سے ایک اپنی امت کی جانب سے ان لوگوں کے لئے ذبح فرماتے جنہوں نے اللہ کے لئے توحید کی گواہی دی اور آپ کے لئے تبلیغ رسالت کی گواہی دی اور دوسرا خود اپنی جانب سے اور اپنی آل پاک کی جانب سے ذبح فرماتے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ اس قربانی کے اجر وثواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آل پاک کو شریک فرمالیا، چنانچہ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے محشیٔ سنن ابن ماجہ صاحب انجاح الحاجۃ نے لکھا: وتأويل حديث الباب أنه صلى الله تعالى عليه و سلم أراد اشتراك جميع أمته في الثواب تفضلا منه على أمته۔ یعنی تمام امت کی جانب سے ایک دنبہ ذبح فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت پر کرم فرماتے وئے تمام امت کو ثواب میں شریک فرمایا (انجاح الحاجۃ شرح سنن ابن ماجه، ص226)*

اس سے معلوم وتا ے کہ ایک بکری کی قربانی کے ثواب میں ایک سے زائد بلکہ سات سے زائد جتنے افراد کو شریک کرنا چاہیں کر سکتے ھیں ،لیکن ھر صاحب نصاب کو اپنی طرف سے مستقل قربانی دینی ضروری ھے اور واجب قربانی کرنے کی صورت میں ایک بکری ایک ھی شخص کی طرف سے ھوگی ٗایک سے زیادہ کی جانب سے نہیں ھوسکتی۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں: وأجمعوا علی أن الشاة لا يجوز الاشتراك فيها۔ علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ے کہ بکری کی قربانی میں شرکت درست نہیں ھے۔(شرح مسلم للنووی ٗ ج 1 ، کتاب الحج، باب الاشتراك في الهدي وإجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة ، ص424)۔

(۲۹۶) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے،میرا تین طلاق پر ایک اہم مسئلہ ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس کا نام لے کر غصے کی حالت میں تین طلاق ایک ساتھ بول دیا اور پھر اس کی بیوی دوسرے ہی دن اس کے ساتھ میں رہنے لگی اور لڑکی کے گھر والے یہ کہے کہ نہیں تم واپس رہ رہی ہو طلاق نہیں ہوا اور اس لڑکی کا شوہر یہ کہا کہ میں نے دل سے طلاق نہیں بولا بلکہ کسی شیطانی وسوسے یا شیطانی کسی چیز کی وجہ سے تین طلاق بول دیا اور جو عذاب ہوگا اس کا حقدار میں خود ہوں گا اور وہ لڑکی جا کر ایک سال تک رہ لے اور اس لڑکی کے سسرال والے اور مائکے والے سب یہی کہہ رہے ہیں لڑکی سے کہ تم سسرال میں رہی رہو اور تمہارا طلاق نہیں ہوا اگر نہیں رہو گی یا حلالہ اگر کرو گی تو تمہاری زندگی برباد ہو جائے گی تو اس صورت میں وہ لڑکی کیا کرے؟

حضرت پلیز اس مسئلے کا حل تفصیل سے بتائیں کہ تین طلاق ہوا یا نہیں کیوں کہ اس کا شوہر کہہ رہا ہے کہ ہم نے طلاق غصے کی حالت میں دیا اور اگر طلاق ہو چکا ہے تو حضرت شریعت کا حکم دیتی ہے؟

المستفتی:

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم، الجواب بعون الله الوهاب:

اس شخص کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ھوچکیں،وہ عورت اس شخص کے لیے اجنبیہ ھوگئی،دونوں پر فرض ھے کہ فوراًایک دوسرے سے الگ ھوجائیں،تین طلاقیں دینے کے بعد ادھر ادھر کی بہانے بازیاں کرنا شیطانی فریب اور دھوکہ ھے،اگر وہ شخص نہ مانے تو اس عورت پر لازم ھے کہ جس طرح بھی ھو اس کے پاس سے الگ ھوجائے،اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے میں نہ آئے،اس کے ساتھ رہنا زنا و بدکاری پر راضی رہنا ھے۔اب اس کا حل صرف اور صرف یہ ھے کہ عدت گذرنے کے بعد وہ عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے،جس میں ھم بستری کا پایا جانا ضروری ھے،اب

اگر وہ شخص اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا انتقال کر جائے تو عدت طلاق یا عدت وفات گذارنے کے بعد اگر دونوں چاھیں تو نکاح کر سکتے ھیں۔قال اللہ تعالیٰ:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (سورۃ البقرۃ آیۃ 230) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

(۲۹۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چار بھائی ہیں سب ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک کا کاروبار اچھا ہے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور والدہ موجود ہے پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ قربانی صرف والدہ کے نام سے کافی ہے یا پانچوں پر قربانی کرنا ضروری ہے جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں فقط والسلام مع الاکرام

السائل: محمد عمر رضوی سمراوہ مدرسہ الجامعہ القادریہ رچھا بریلی یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الجواب بعون اللہ الوھاب:

آپ کا یہ سوال مشترکہ خاندانی نظام (جوائنٹ فیملی سسٹم) کی اس بدترین صورت حال سے متعلق ھے جہاں مفاسد کی بھرمار، مسائل کا انبار اور ھردم شرعی انحرافات، باھمی اختلافات، حقوق کی پامالی اور رشتوں کی بدحالی کا بازار گرم رھتا ھے۔

سوال میں آپ نے جو صورت حال لکھی ھے اس طرح کی صورت میں عموماً سب لوگ صاحب نصاب ھوتے ھیں اور سب پر زکوٰۃ، فطرہ اور قربانی واجب ھوتی ھے، کسی ایک کا قربانی کردینا کافی نہیں ھوتا۔

آپ نے لکھا کہ چاروں کا اچھا کاروبار ھے۔اس دور کے معاشی حالات دیکھ کر یہ بات بآسانی کہی جاسکتی ھے کہ اچھے کاروبار سے چاروں میں سے ھرایک کے پاس قدر نصاب مال ضرور ھوگا، اگر ایسا ھے تو ھرایک پر قربانی واجب ھوئی۔یہ بات بہت بعید ھے کہ چاروں بیٹے جو بھی کماتے ھوں وہ ماں کو ھبہ کردیتے ھوں اور خود فقیر شرعی رہ جاتے ھوں، اگر بفرض غلط ایسا ھے کہ وہ بیٹے محض مزدور و آلہ کار ھیں، خود وہ مال کے مالک نہیں، جو ھے سب ماں کا ھے تو اس صورت میں ان بیٹوں پر قربانی واجب نہیں ھوگی بلکہ صرف اس ماں پر واجب ھوگی جس کے پاس نصاب کی مقدار مال ھے۔خلاصہ یہ ھے کہ پانچوں افراد میں جو بھی نصاب کا مالک ھے اس پر قربانی واجب ھے۔واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

(۲۹۸): مسئلہ: امام نے سجدۂ سہو کیا مسبوق نے اس کی متابعت کی جیسا کہ اسے حکم ہے، پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدۂ سہو نہ تھا، مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی۔(درمختار)

المستفتی: وتاریخ

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

بہارشریعت میں یہ مسئلہ درمختار کے حوالہ سے لکھاھے،درمختار کی اصل عبارت یہ ھے:*

لو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه فبان أن لا سهو فالاشبه الفساد. لاقتدائه فی موضع الانفراد. (درمختار، باب الإمامة، ص 350)*

یعنی اگرامام سہو کا گمان کر کے سجدہ کرلے اور مسبوق بھی اس کی اتباع میں سجدہ کرلے، پھرمعلوم ہو کہ سہوتو ھواھی نہیں تھا تواشبہ یہ ھے کہ مسبوق کی نماز فاسد ھوگئی؛ کیونکہ اس نے اس جگہ اقتداء کی جہاں وہ منفرد ھے۔

لیکن اس پرعلامہ شامی علیہ الرحمہ نے لکھاھے:*

و فی الفیض وقیل لا تفسد وبه یفتی، و فی البحر عن الظهیرية قال الفقيه أبو الليث فی زماننا لاتفسد لأن الجهل فی القراء غالب۔(ردالمحتار، ج2 ص350)*

یعنی فیض میں ھے کہ کہا گیاھے کہ مسبوق کی نماز فاسد نہیں ھوگی اوراسی پرفتوی ھے۔اور البحر الرائق میں ظھیریہ کے حوالہ سے ھے کہ فقیہ ابواللیث نے فرمایا ھمارے زمانہ میں نماز فاسد نہیں ھوگی اس لیے کہ قراء میں جہالت غالب ھے۔

*فقیر قادری عرض کرتا ھے کہ اس دور میں تو بدرجہ اولی واتم نماز کے فاسد ھونے کا حکم نہیں دیا جائے گا؛ کیونکہ آج ائمہ کا جو حال ھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ھے، بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ھے جو محض ساز وآواز، ناز وانداز، تملق و چاپلوسی، دسیسہ کاری وریشہ دوانی اور دوسری گھٹیا حرکتیں اپنا کر امامت کے مصلے پر قابض ھیں، امامت وجماعت کے بلکہ نماز کے اھم اور بنیادی مسائل سے بیگانہ ھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

(۲۹۹)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت جولوگ آج کے اس ماحول میں گاے کی قربانی کررہے ہیں جس میں جان ومال کے نقصان کا سخت اندیشہ ہے کیا یہ شریعت کے لحاظ سے صحیح ہے۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*گائے کی پوجا کرنے والے بدعقل مشرکین نے ھندوستان کے بہت سارے علاقوں میں اپنی ظالمانہ وجارحانہ بلکہ

وحشیانہ و دھشت گردانہ کارروائیوں سے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا ھے، ان کی جان مال پر حملے معمول کی بات بن چکے ھیں، جور و ستم کی نت نئی داستانیں رقم کی جارھی ھیں، ظلم و بربریت کے عفریت دندناتے گھوم رھے ھیں، شعور و ادراک سے خالی گائے کے پجاری غنڈے اپنی شیطانی جبلت کے نشے میں چور ھوکر انسانیت کو تار تار اور شرمندہ کرنے پر تلے ھوئے ھیں، ایسے پرفتن اور جبر و استبداد کے ماحول میں مسلمانوں کو اپنی جان مال، عزت آبرو اور دین و مذھب کی حفاظت کے لیے ھر ممکن تدبیر استعمال کرنا چاھیے اور ھر حفاظتی اقدام اختیار کرنا چاھیے۔

*قربانی کے لیے گائے متعین نہیں، اگر قربانی کے لیے دستیاب جانوروں میں گائے گوشت اور قیمت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اور بہتر ھے تو زیادہ سے زیادہ گائے کی قربانی افضل ھے ورنہ محض جائز ھے۔ تو اگر ایک جائز یا افضل عمل کی وجہ سے مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا اندیشہ ھو تو انہیں چاھیے کہ خود کو اپنے ھاتھوں ھلاکت و خطرے میں نہ ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ.

(سورۃ البقرۃ، آیۃ 95)*

یعنی اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور خود کو ھلاکت میں نہ ڈالو اور بھلائی کرو بیشک اللہ تعالی بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ھے۔

گائے کے پجاریوں کے ظلم و دھشت گردی پر مبنی گندے کرتوتوں کو دیکھتے ھوئے کہا جاسکتا ھے کہ یہ سب کھ دیکھتے ھوئے گائے ذبح کرنا یا گائے کی قربانی پر مصر ھونا خود کو ھلاکت میں ڈالنا ھے جو شرعاً ناجائز ھے، لہذا مسلمانوں کو چاھیے کہ گائے ذبح کرنے سے پرھیز کریں اور یہاں یہ بات اچھی طرح ذھن نشین کرلیں کہ کسی بھی مسلمان کی یہ نیت ھرگز ھرگز نہیں ھونی چاھیے کہ گائے کچھ لوگوں کے نزدیک ایک مقدس اور قابلِ عبادت جانور ھے لہذا ھمیں ان کی عقیدت کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاھیے، بلکہ ان کی عقیدت وعقیدہ کا احترام کرتے ھوئے گائے کی قربانی سے گریز کرنا چاھیے، اگر کوئی مسلمان اس ناپاک سوچ کی وجہ سے گائے کی قربانی سے بچتا ھے تو شرعاً وہ مجرم و گناہ گار اور فعل کفر پر ایک طرح سے معاون و مددگار ھے جو ناجائز و حرام ھے۔ بلکہ گائے کی قربانی نہ کرنے میں صرف ظالم کے ظلم سے خود کو بچانا مقصود ھونا چاھیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۲۹۹) حضرت عرض ہے کہ:

گمراہ کے بکرے کا گوشت کھانا جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

* اگر کسی شخص کی گمراہی حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو وہ شخص مسلمان ہے، اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے بکرا ذبح کیا تو اس کا کھانا جائز ہے، جب کہ اور کوئی چیز شرعاً مانع ورکاوٹ نہ ہو۔

* اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:*

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ. (سورة الأنعام، آية 118)

* یعنی تو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالی کا نام لیا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔

* علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

شرط كون الذابح مسلما حلالا أو كتابيا ولو مجنونا أوامرأة أوصبيا يعقل التسمية والذبح ويقدر أوأقلف أوأخرس لاوثني ومجوسي ومرتد وجني وتارك تسمية عمدا. ملخصا.(در مختار مع ردالمحتار 188/5)

* ذبح کرنے والے مسلمان ہو جو حالت احرام میں نہ ہو، یا کتابی ہوا گرچہ مجنون ہو یا عورت ہو یا عقلمند بچہ ہو جو بسم اللہ وذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، غیر ختنہ شدہ ہو یا گونگا ہو، (ان سب کا ذبیحہ جائز ہے)*

* بت پرست، مجوسی، مرتد جن اور قصداً تسمیہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ جائز نہیں۔

* ہاں احتیاط یہ ہے کہ فساق وفجار اور گمراہوں کے ذبیحہ سے پرہیز کیا جائے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ أبو الحسان محمد اشتیاق القادری*

(۳۰۰) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ حصے والی قربانی میں تین حضرات سنی ہیں باقی وھابی دیوبندی اور ذبح سنی مسلمان نے کیا ہے تو ایسے گوشت کا کھانا حلال ہے کہ حرام؟

جواب عطا فرمائیں کرم ہوگا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

قربانی کے بڑے جانور میں جتنے لوگ شریک ھیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کافر ھے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی نیت صرف گوشت حاصل کرنا ھو تقرب مقصود نہ ھو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ھوگی؛ کیونکہ قربانی نام ھے قربت وثواب کی نیت سے مخصوص دنوں میں مخصوص جانور ذبح کرنے کا. جیسا کہ علامہ تمرتاشی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص. (تنویر الأبصار مع الدر المختار مع ردالمحتار ج9ص452)

*اگر قربانی کے شرکاء میں ایک کی بھی نیت قربت نہ ھو تو قربانی ھی نہیں ھوگی، کافر چونکہ قربت کا اھل نہیں لھذا اس کی شرکت سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ھوگی.

تنویر الأبصار مع الدر المختار، ص647 پر ھے:

وإن كان شريك الستة نصرانيا أو مريدا اللحم لم يجز عن واحد منهم لأن الإراقة لا تتجزأ.

*یعنی اگر قربانی کے جانور میں ایک نصرانی شریک ھو یا ایسا شخص شریک ھو جس کا قصد گوشت حاصل کرنا ھے تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہیں ھوگی؛ کیونکہ خون بہانے میں تقسیم اور الگ الگ نیتیں نہیں ھوسکتیں. والله تعالى أعلم بالصواب.

کتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری

(۳۰۱) السلام علیکم حضرت

گذارش یہ ہے کہ دہ در دہ حوض کی لمبائی چوڑائی تو دس دس ہاتھ ہے لیکن شریعت گہرائی کا بھی کچھ حکم دیتی ہے یا نہیں برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی کرم ہوگا

المستفتی: محمد معراج عالم رضوی جھارکھنڈ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

*گہرائی کی شریعت میں کوئی تحدید وتعیین نہیں ھے، صرف اتنا کافی ھے کہ جب دونوں ھاتھ ملا کر لپ بنائیں اور پانی لینے کے لیے حوض میں ڈالیں تو زمین نہ کھلے.

اعلی حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

*عمق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے.

(فتاوی رضویه،جلد 2، ص 182). والله تعالى أعلم بالصواب*

(۳۰۲) کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں کہ:

کہ کچھ غیر مقلد کہتے ہیں کہ صاحبان صحاح ستہ غیر مقلد تھے اگر مقلد تھے تو دلیل دو۔

المستفتی:

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

*تشنہ رامی نماید اندر خواب۔ ھمہ عالم بچشم چشمہ آب. یا جس طرح بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ھیں ٹھیک اسی طرح غیر مقلدین کو عالمِ وحشت میں ھر شخص غیر مقلد دکھائی دیتا ھے، کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو غیر مقلدین کی فہرست میں شامل کر کے بغلیں بجاتے ھیں، کبھی ائمہ مجتہدین کے غیر مقلد ھونے کا راگ الاپتے ھیں، کبھی صحاح ستہ کے مصنفین کے غیر مقلد ھونے کی ڈگڈگی بجاتے ھیں اور کبھی تمام محدثین کے غیر مقلد ھونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ھیں. یہ قوم ایسی دھقانیت زدہ اور مالیخولیائی ھے کہ ساون کے اندھے کی طرح اس کو ھر جانب ھرا ھی ھرا سوجھتا ھے.

ھماری اپنی تحقیق اور جمہور اھلِ علم کے نزدیک اصحاب صحاح ستہ مجتہدین ھیں جنہیں تقلید کی حاجت ھے اور نہ ان کے لیے تقلید جائز، لیکن غیر مقلدین کیا کریں گے جو کوچہ و بازار میں اصحابِ صحاح ستہ کو غیر مقلدین قرار دیتے نہیں تھکتے جب کہ ان کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے امام بخاری وغیرہ محدثین کو شافعی لکھا ھے، بھوپالی کہتے ھیں:

**و أما الصنف الثاني فمنهم محمد بن إدريس أبو حاتم الرازي، و محمد بن إسماعيل البخاري، و محمد بن علي الحكيم الترمذي الصوفي، ومحمد بن نصر المروزي، وجنيد بن محمد البغدادي سيد الطائفة الصوفية. (أبجد العلوم 127/3)*

*اب غیر مقلدین کو ھم سے دلیل طلب کرنے کے بجائے شوھر ریاست بھوپال کے چرنوں میں پڑ کر ماتھا پچی کرنا چاھیے کہ اب کیا کیا جائے.

ابن تیمیہ حرانی سے اس سلسلہ میں سوال ھوا:

*هل البخاري ومسلم وأبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه وأبو داود الطيالسي والدارمي والبزار والدارقطني والبيهقي وابن خزيمة وأبو يعلى الموصلي هل كان هؤلاء مجتهدين لم يقلدوا

أحدا من الأئمة أم كانوا مقلدين ؟ وهل كان من هؤلاء أحد ينتسب إلى مذهب أبي حنيفة ؟*
تو اس کے جواب میں لکھا:

الحمد لله رب العالمين أما البخاری ، وأبو داود ؛ فإمامان فی الفقه من أهل الاجتهاد ، وأما مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن خزيمة وأبو يعلى والبزار ونحوهم فهم على مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ، ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق بل هم يميلون إلى قول أئمة الحديث كالشافعي وأحمد وإسحاق وأبي عبيد وأمثالهم ، ومنهم من له اختصاص ببعض الأئمة كاختصاص أبي داود ، ونحوه بأحمد بن حنبل وهم إلى مذاهب أهل الحجاز كمالك ، وأمثاله ، أميل منهم إلى مذاهب أهل العراق كأبي حنيفة والثوری ... وهؤلاء كلهم يعظمون السنة والحديث.

هذا ما عندی و العلم بالصواب عند ربی. والله تعالى أعلم بالصواب
(۳۰۳)

Har sehera ba sehera su ba su har dam yahi thi justu ju ho ja kabhi tu ruh ba ruh kar lun jarasi guftugu kuch ba kuch ku ba ku dariya ba dariya su ba su idher bhi tu Udher bhi tu mandir me tu masajid me tu kabe me kanisa me lela ki adaon me majnu ki wafaon me shirin ki mohabat me jamsed ke payale me is chand se hale me duniya ki rawani me chalte hue pani me karbal ki kahani me har jagah tu hi tu yani tu me tu tu me tu jb har jagah tu hi tu he to hum kise kaba banaye kisko sang e Sata kar le kasmakas me hain diwane tera sajda kaha kar len hindu ye samejhta he sanam me kuchh he waiz ye Samejhte hain harm me kuchh he dono ko he khushfahemi dono hi hen gum hum to yeh samejhte he ke hum me kuchh he...

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ان اشعار میں حضرت کوئی کفری شعر ہے اس کا پڑھنا سننا کیسا ہے

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

* یہ اشعار ھیں یا جہالت وحماقت کا طومار، میرے لیے ان کا سمجھ پانا حددرجہ دشوار ھے۔ ھاں ایک بات جو بجا طور پر سمجھ میں آتی ھے وہ یہ ھے کہ یہ بکواس جس نے بھی کی ھے وہ کم از کم شان الوھیت سے جاھل وبیگانہ اور کفر واسلام کے فرق سے ناآشنا ھے، جھوٹی صوفیت، غیر اسلامی باطنیت اور جاھلانہ درویشی کا جو رنگ جمانے کی کوشش کی گئی ھے اس کا اسلام اور اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ھے۔

* رب کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ تو روبرو ھو جا تجھ سے ذرا سی گفتگو کرنا ھے، یہودیوں کے باطل خیال "حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" (یہاں تک کہ ھم اللہ کو علانیہ دیکھ لیں) کی عکاسی ھے، جس کا اسلامی نظریہ سے کوئی علاقہ نہیں ھے۔ اس جاھلانہ آرزو اور احمقانہ جستجو پر آسمانی بجلیاں اپنی گرفت میں لے لیتی ھیں اور انہیں اپنی نشان عبرت بنا دیا جاتا ھے۔ "فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ. (تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رھے تھے)*

* یہ منہ اور مسور کی دال، فساق وفجار کی یہ ھوس کہ وہ رب کریم کو روبرو دیکھنے اور گفتگو کرنے کا خیال باندھیں، ان جاھلوں، احمقوں اور گنواروں کو کیا خبر کہ رب کریم رو اور چہرے سے پاک ومنزہ ھے۔

* پہلے کے جاھل یہ کہتے تھے*

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌؕ-كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْؕ-قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ. (سورۃ البقرۃ، آیۃ 128)*

اور جاھلوں نے کہا: اللہ ھم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ھمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آجاتی۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ھی بات کہی تھی تو اِن کے دل آپس میں ایک جیسے ھو گئے۔ بیشک ھم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کردیں۔*

* اور آج کے جاھل اللہ تعالی سے روبرو گفتگو کرنے کی بکواس کرتے ھیں، فتشابھت قلوبھم۔

اسی طرح آگے جو خرافات وجزافات ھیں وہ بھی اپنے ظاھر کے اعتبار سے غیر اسلامی خیالات ونظریات کی آئینہ دار ھیں، رب کریم مکان وجہت سے پاک ھے، اور آگے جو کچھ کہا گیا اس میں جگہ اور مکان کی صراحت ھے اور اللہ تعالی کے بارے میں کہا گیا کہ تو ھر جگہ ھے، یہ کفر ھے، مندر مسجد، لیلی مجنون، شیریں جمشید اور کعبہ وصنم خانہ ھر جگہ اللہ تعالی و

موجود بتانا کافرانہ خیال ھے۔الی آخر الأقاویل و الاباطیل.

* ان جاھلانہ وکافرانہ خیالات سے باز آنا اور سچے دل سے توبہ کرنالازم ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۰۴)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں ,شہروں میں بہت سے لوگ عیدین کی نماز عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مساجد میں ادا کرتے ہیں جبکہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہےتو جولوگ ایسا کرتے ہیں کیا وہ لوگ ترک سنت کی وجہ سے گناہ گار ہونگے ؟تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل:محمد فیض الحسن رضوی

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب

عیدین کی نماز آبادی سے باھر عیدگاہ جاکرادا کرنا مسنون ھے،رسول اکرم ﷺ کی عادتِ کریمہ اورسنت مبارکہ یہی تھی کہ آپ آبادی سے باھر عیدگاہ جاکر عیدین کی نماز ادا فرماتے تھے،لہذ ابلا عذر طاقتور لوگوں کا عیدگاہ چھوڑ کر مسجد میں عیدین کی نماز ادا کرنا خلاف سنت ھے، جولوگ ایسا کرتے ھیں وہ سنت کے ثواب سے محروم رھتے ھیں ۔امام ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :الخروج إلى الجبانة سنة لصلاة العيد و إن كان يسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ، هو الصحيح.لو صلى العيد فى الجامع ولم يتوجه إلى المصلى فقد ترك السنة.(البحر الرائق 278/2) نمازعید کے لیےعیدگاہ جانا سنت ھےاگرچہ جامع مسجد میں گنجائش ھو۔عیدگاہ چھوڑکر جامع مسجد میں نمازعید پڑھنا سنت کا ترک ھے۔لہذا آج کل جن شہروں میں لوگوں نے یہ رواج بنارکھا ھے کہ عیدگاہ چھوڑکرمسجدوں میں نمازعید ادا کرتے ھیں یہ طریقہ یقیناً خلاف سنت ھے، جوناپسندیدہ اور برا ھے،تاھم اگر کوئی عیدگاہ نہ جاکر مسجد میں ھی نمازعید پڑھ کےتو گناہ گارنہیں ھوگا، لأن التوجه إلى المصلى مندوب۔(البحر الرائق 2/ 278) کیونکہ عیدگاہ جانا سنت مستحبہ ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب*

(۳۰۵)حضرت سے ایک سوال ہے کہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ھاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا اورحضرت اسمٰعیل علیہ السلام کوعرب کے کس مقام پرچھوڑ کر واپس ملک شام چلے گئے تھے؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوہاب:

*رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ(سورة إبراهيم، آية 37) اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ھے جس میں کھیتی نہیں ھوتی۔ اے ھمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکرگزار ھو جائیں۔اس آیت میں وادی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ ذُرِّیَّت سے حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد ہیں اور حرمت والے گھر سے بیتُ اللہ مراد ہے جو طوفانِ نوح سے پہلے کعبہ مقدسہ کی جگہ تھا اور طوفان کے وقت آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس دعا کا پسِ منظر یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سرزمینِ شام میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا، چنانچہ وحی آئی کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا اور حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے شام سے سرزمینِ حرم میں لائے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک اتارا، یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ نہ پانی، ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی انہیں دے کر آپ واپس ہوئے اور مڑ کر اُن کی طرف نہ دیکھا ،حضرت اسمٰعیل عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا نے عرض کی ''آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ ''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہو گیا، حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لے گئے اور انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو آیت میں مذکور ہے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلانے لگیں ،جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور پیاس کی شدت ہوئی اور صاحب زادے کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھا پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفاومروہ کے درمیان دوڑیں ،ایسا سات مرتبہ ہوا یہاں تک کہ فرشتے کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا ۔حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ واقعہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا،آگ کے واقعہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا نہ فرمائی تھی اور اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا ۔اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دَمبدم ترقی پر ہیں ۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۳۰۶)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد سلام کے عرض خدمت یہ ہے کہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان اکرام مسلہ ذا کے بارے میں کی زید قربانی کروانا چاھتا ہے اور اس کا والد جو ہے وہ کافر ہے تو اس کے والد کا نام زید کے ساتھ لیا جاے گا یا نہیں جواب قران وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمایں بہت مہربانی ہوگی

المستفتی محمد سہیل رضا خان واحدی لکھیم پورکھیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*قربانی کی دعا پڑھتے وقت زید کی نسبت اس کے کافر باپ کی طرف کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ھے، فإن الشرع لم ینه عن ذلك. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۰۷)سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: دھات کی چین والی گھڑی یہ ایک نو پید صورت حال ھے، پہلے اس کا وجود نہیں تھا، بہت بعد میں اس کی ایجاد ھوئی ھے،لہذا قدیم فقہاء کے یہاں اس کے بارے میں کوئی صریح حکم نہیں پایا جاتا۔سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ھند علیہ الرحمہ کا مشھور فتوی یہ ھے کہ اس قسم کی گھڑی کا استعمال ناجائز وگناہ ھے،الملفوظ اور

احکام شریعت میں بھی اسی طرح کا حکم مذکور ہے۔اورتو اور مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کے استاذ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں: اگر گھڑی چمڑے کے تسمے یا فیتہ سے بندھی ہو تو باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر کسی دھات سونے چاندی پیتل وغیرہ سے بندھی ہے تو نماز مکروہ ہوگی اسے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔(فتاوی امجدیہ، 152/1)

فقیر قادری کا بھی یہی موقف ہے کہ دھات کی چین والی گھڑی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۰۸)

As salaamu aley kum Wa rehma tul'lahi :Abdus Samad Siddiqui wabara kaatuhu

Hazrat ek masla dar pesh he rehnumayi farmaein

Qurbani ka Badha Janwar laye jisme Saat hisse hein to kya usme hisssa Aqiqa bhi kar sakte hein ya nahi1

hisso par koi Farq to nahi AayegaBaqi 6

.Agr aqiqa ho sakta he to uski niyat kis tarah karein

.Abdus Samad Qadri

.Amroha

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی ہاں، بڑے جانور میں ایک حصہ عقیقہ کے لیے بھی لیا جاسکتا ہے۔نیت دل کے ارادے کا نام ہے،اس کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ جو قربانی کرنا چاہتا ہے وہ دل میں قربانی کا ارادہ کرلے اور جو عقیقہ کرنا چاہتا ہے وہ دل میں عقیقہ کا ارادہ کرلے۔

(۳۰۹) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ_*

کیا فرماتے ہیں مفتی صاحب قبلہ قربانی کے وقت ایک حافظ صاحب نے قربانی کی دعا پڑھی اور بِسمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکبَر کہکر جانور کے حلق پر چھری چلائی جب تھوڑی سی کھال کٹ گئی تو چھری ایک غیر مسلم کو دیدی اسکے بعد اُس غیر مسلم نے جانور ذبح کیا۔دریافت طلب امر یہ ہیکہ عند الشرع وہ جانور ذبح ہوا یا نہیں؟

السائل:- العبدالعاصی، حسین رضا قریشی*

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

وہ ذبیحہ مرداراوراس کا کھانا حرام ہے۔

یہاں ذبح کرنے والا وہ غیرمسلم ہوا جس نے ان حافظ صاحب سے چھری لی، وہ حافظ صاحب ذبح کرنے والے نہیں ہوئے، اگر وہ غیرمسلم کتابی ہواوراس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہوتو اس کا ذبیحہ حلال ہے،لیکن ہمارے یہاں عام طور سے پائے جانے والے غیرمسلم ہندو ہیں، جوکہ مشرک ہیں اور مشرک بھلے اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کرے اس کا ذبیحہ حرام ومردار ہے۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شرط كون الذابح مسلما حلالا أو كتابيا ولو مجنونا أو امرأة أو صبيا يعقل التسمية والذبح ويقدر أو أقلف أو أخرس. لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتد وجني وتارك تسمية عمدا. ملخصا.(درمختار مع ردالمحتار 427/9) ذبح کرنے والے کے لیے شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو جو حالت احرام میں نہ ہو، یا کتابی ہو، اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو یا عورت ہو یا عقلمند بچہ ہو جو بسم اللہ وذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، غیر ختنہ شدہ ہو یا گونگا ہو، (ان سب کا ذبیحہ جائز ہے) بت پرست، مجوسی، مرتد، جن اور قصداً تسمیہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ جائز نہیں۔ خلاصہ حکم یہ ہے کہ وہ جانور حرام ومردار ہوگیا اس کا کھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب. كتبه أبو الحسان محمد اشتياق القادری*

(۳۱۰)

(1) اگر چند شرکاء میں سے کوئی شریک نام ونمود کے لیے قربانی کرے تو کیا اس صورت میں بھی کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

(2) چند ایسی مثالیں ذکر فرمادیں کہ فاعل کے ذمہ سے اصل واجب ادا ہو جائے اور ثواب نہ ملے۔

شکرا جزیلا۔

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

(□ 1) نام ونمود یا فخر ومباہات کے لیے اگر کسی نے قربانی کی تو قربانی صحیح ہوگئی یعنی اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہوگیا؛ کیونکہ شرعاً قربانی کی صحت کے لیے شارع کے امر ونہی کے مطابق بنیت قربت اراقتِ دم کا پایا جانا کافی ہے ریا ونمود سے پاک ہونا شرط نہیں ہے، ہاں قربانی کی قبولیت کے لیے ریا وتفاخر اور نمود ومباہات سے خالی ہونا ضرور امرِ لازم ہے۔ علامہ شیخ احمد بن محمد طحطاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الریاء لایدخل فی الفرائض أی فی حق سقوط الواجب. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی، ص 173)
ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا یعنی سقوطِ واجب میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ فقیر قادری اس ضابطہ کا توسیعی مفہوم یوں عرض کرتا ہے وہ تمام مامورات جن کی صحت کے لیے شریعت مطہرہ نے جن ظاہری امور کا التزام ضروری قرار دیا ہے ان کی صحت اور ذمہ سے سقوط ریا وتفاخر سے خالی ہونے پر موقوف نہیں ہے، ہاں ان مامورات کی قبولیت اور ان پر ثواب کا ترتب ضرور اخلاص اور حسن نیت پر موقوف ہے۔ ردالمحتار جلد 9 صفحہ 609 پر ہے: قال العلامة العینی فی شرح البخاری : الإخلاص فی الطاعة ترك الریاء و معدنه القلب اھ. و ھذہ النیة لتحصیل الثواب لا لصحة العمل، لأن الصحة تتعلق بالشرائط و الأرکان، والنیة التی ھی شرط لصحة الصلاة مثلاً أن یعلم بقلبه أی صلاة یصلی. فعل طاعت میں اخلاص ترک ریا کا نام ہے اور اس کا مرکز دل ہے۔ اور اس قسم کی نیت ثواب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے عمل کی صحت کے لیے نہیں؛ کیونکہ عمل کی صحت تو شرائط وارکان سے متعلق ہوتی ہے۔ اور صحت نماز کے لیے جو نیت شرط ہے وہ یہ ہے کہ دل سے یہ جانے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: من صلی أو تصدق یرائی به الناس لا یعاقب بتلك الصلاة و یثاب بها. قیل ھذا فی الفرائض، و عممه الزاھدی للنوافل لقولهم : الریاء لا یدخل الفرائض. (الدر المختار مع ردالمحتار 610/9) جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے یا صدقہ کرے اس نماز وصدقہ پر اسے عقاب ہوگا نہ ثواب، کہا گیا ہے کہ اس بات کا تعلق فرائض سے ہے، لیکن زاہدی نے فقہاء کے اس قول کو نوافل کے لیے عام قرار دیا ہے کہ ریا کا فرائض میں دخل نہیں۔

فقیہ شامی علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فعلم أنه لا تلازم بین الثواب و الصحة، فقد یوجد الثواب بدون الصحة کما ذکر (ذکرہ الإمام المرغینانی رحمه الله تعالی فی مختارات النوازل: و أما الثواب فیتعلق بصحة عزیمته و ھو الإخلاص، فإن من توضأ بماء نجس و لم یعلم به حتی صلی لم تجز صلاته فی الحکم فلفقد شرطه، ولکن یستحق الثواب لصحة عزیمته و عدم تقصیرہ)، و

بالعکس کما فی الوضوء بلانیة فإنه صحیح و لاثواب فیه، وکذا لو صلی مرائیاً. (ردالمحتار 609/9) یہاں سے معلوم ھوا کہ ثواب وصحت کے درمیان تلازم نہیں ھے، لہذا کبھی ثواب بغیر صحت کے پایا جاتا ھے (صاحب ھدایہ علامہ مرغینانی علیہ الرحمہ مختارات النوازل میں فرماتے ھیں: ثواب کا تعلق عزیمت ونیت کی صحت سے متعلق ھے جسے اخلاص کہتے ھیں، چنانچہ اگر کسی نے لاعلمی میں ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو شرعاً وہ نماز درست نہیں؛ کیونکہ اس کے لیے طہارت شرط ھے، لیکن وہ نیت کی درستگی اور عدم کوتاھی کے سبب ثواب کا مستحق ھے) اور صحت بغیر ثواب کے پائی جاتی ھے، جیسا کہ بغیر نیت کے وضو کرنا کہ اس صورت میں وضو درست ھے مگر ثواب نہیں ملے گا، اسی طرح دکھاوے کی نماز کا حال ھے۔ جب اس کی قربانی درست ھوگئی تو باقی تمام شرکاء کی بھی قربانی درست ھوگئی۔ رھی یہ بات کہ قربت اور نام ونمود دونوں چیزیں کیسے جمع ھوسکتی ھیں؟ تو اس کا جواب پہلے گذر چکا کہ قربانی کی صحت کے لیے جو نیت ضروری ھے وہ اس قدر ھے کہ قربانی کرنے والا دل سے یہ جانتا ھو کہ وہ اس جانور کا بنام تضحیہ خون بہا رھا ھے، اتنے ھی سے قربت پالی گئی، اب رھا اس پر ثواب کا ترتب تو اس کے لیے حسن نیت، صدق عزیمت اور اخلاص ضروری ھے۔ یہاں سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ھوگئی کہ قربانی کے لیے کی جانے والے نیتِ قربت اور ریا ونمود کے درمیان تنافی وتباین اور تضاد وتعارض نہیں ھے، بلکہ دونوں کا اجتماع ھوسکتا ھے اور دونوں کے تحقق کے باوجود فعل پر صحت کا حکم بھی ھوسکتا ھے؛ کیونکہ فقہاء کرام نے قربت کی تعریف اس طرح بیان کی ھے: . القربة ما تقرب به بشرط معرفة المتقرب إليه.(الحدود الأنيقة 77) متقرب الیہ کی معرفت کے ساتھ فعل ثواب انجام دینا قربت ھے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے قربت کی تعریف ان الفاظ میں کی ھے: القربة مايتقرب به إلى الله تعالى فقط. أو مع الإحسان للناس كبناء الرباط والمساجد. (ردالمحتار 13/4) وہ فعل جس کے ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے، یا اللہ تعالیٰ کے قرب کے ساتھ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا بھی قصد کیا جائے جیسے سرائے اور مساجد کی تعمیر۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ھیں: اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لئے اور وہی مقصود ہے اگرچہ اس کے ساتھ ریا وتفاخر کا خیال آ گیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگرچہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔(فتاوی رضویہ 447/16)

اسی طرح قربانی کے جانور کو ذبح کرنے میں قربت یعنی اراقت دم کی نیت کافی ھے اگرچہ نام ونمود کی وجہ سے ثواب میں کمی ھو یا بالکل نہ ملے۔ ھاں اس قربت کی جہات مختلف ھوسکتی ھیں، مثلاً عقیقہ، احصار، تمتع اور قران کا دم وغیرہ۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ھیں: الصلاة صحيحة مسقطة للواجب لا يؤثر

الرياء في بطلانها، بل في إعدام ثوابها. (ردالمحتار 611/9) ریا پر مشتمل نماز درست ہے، اس سے واجب ساقط ہوجاتا ہے اور نماز کے باطل ہونے پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ ریا کے ہوتے ثواب نہیں ملتا۔

☐ 2 میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ جواب کے بعد مزید کسی مثال کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ پھر بھی تمثیلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ فطر، قربانی وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ یہ سارے اعمال اگر اپنے ارکان و شرائط کے ساتھ پائے جاتے ہیں تو ریا ونمود یا فخر ومباہات پر مشتمل ہونے کے باوجود شرعاً صحیح و درست ہیں یعنی ذمہ سے واجب ساقط ہوگیا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۳۱۱) کیا کلیجی، قربانی کے جانور کی سب سے پہلے کھانا یا گھر میں پکوانا حدیث پاک سے ثابت ہے؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں:*

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم الفطر لم يخرج حتى يأكل شيئاً، وإذا كان الأضحى لم يأكل شيئاً حتى يرجع، وكان إذا رجع أكل من كبد أضحيته. (السنن الكبرى، حديث نمبر 6381. فضائل الأوقات للبيهقي، حديث نمبر 215) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ تناول فرمانے کے بعد عیدگاہ تشریف لے جاتے اور عید الاضحی کے دن عیدگاہ سے واپسی تک کچھ تناول نہ فرماتے، اور جب واپس تشریف لے آتے تو اپنی قربانی کی کلیجی سے تناول فرماتے۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو سنن میں عقبہ بن اصم کے طریق سے اور فضائل اوقات میں ثواب بن عتبہ کے طریق سے بیان کیا ہے پہلا طریق کے ضعف پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے جب کہ دوسرے طریق کی تضعیف وتحسین دونوں مذکور ہیں، اس روایت سے قربانی کی کلیجی کھانے کا مسنون ہونا تو اگرچہ ثابت نہیں ہوتا، تاہم فضائل میں قبول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۳۱۲) حضرت کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس ذبیحے کے بارے میں جو ذبیحہ بائیں الٹے ہاتے سے کیا گیا ہو؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر وہ ذبیحہ کسی ایسے مسلمان یا کتابی کا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کو ذبح کیا ہے تو وہ ذبیحہ حلال ہے خواہ داھنے ھاتھ سے ذبح کیا ھو یا بائیں ھاتھ سے۔ھاں داھنے ھاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے؛ کیونکہ اچھے کام داھنے ھاتھ اور داھنی جانب سے کرنا مسنون ھے۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ھیں: كان النبى صلى الله عليه وسلم يعجبه التيمن فى تنعله وترجله وطهوره وفى شأنه كله).
(رواه البخاری کتاب الوضوء باب التيمن والوضوء والغسل 269/1 برقم 168، ومسلم كتاب الطهارة باب التيمن فى الطهور وغيره 226/1 برقم 268). نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضوو غسل کرنے اور اپنے تمام کاموں میں داھنی جانب سے شروع کرنا پسند تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں: قاعدة الشرع المستمرة أن كل ما كان من باب التكريم والتزيين استحب فيه التيمن وما كان بضدها استحب فيه التياسر. (شرح النووی علی مسلم 160/3). شریعت کا قاعدہ جاریہ ھے کہ اعزاز وزینت کے ھر کام کی ابتداء داھنی جانب سے مستحب ھے اور اس کے مقابل کاموں کی ابتداء بائیں جانب سے بہتر ھے۔ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالی فرماتے ھیں: هو عام مخصوص لأن دخول الخلاء والخروج من المسجد ونحوهما يبدأ باليسار. (إحكام الإحكام شرح عمدة الاحكام له 91/1). حدیث شریف میں جو تمام کاموں کا ذکر ھے اس سے مخصوص کام مراد ھیں؛ کیونکہ بیت الخلا جانا، مسجد سے نکلنا اور اسی جیسے کاموں کی ابتداء بائیں جانب سے کی جاتی ھے۔
ذبح چونکہ ایک جائز اور اچھی نیت کے ساتھ مستحسن کام ھے، لہذا وہ بھی داھنے ھاتھ سے ھونا بہتر ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۱۳) اسلام علیکم علماء کرام سے گزارش ہے کی بچے کا نام "محمد عبد القادر" رکھنا کیسا جواب عنایت فرمائے

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

محمد عبد القادر نام رکھنا جائز ھے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۱۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہمارے گاؤں میں اس سال عید الاضحیٰ کی نماز ۲۳ اگست ۲۰۱۸ کو پڑھی جبکہ شہر میں ۲۲ اگست ۲۰۱۸ کو عید منائی گئی ۲۹ ذی الحجہ کو چاند نظر نہیں آیا تھا شہر قاضی صاحب

نے شرعی شہادت منگائی تھی لیکن گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہیکہ چاند نظر نہیں اس لیئے ہم نے عید نہیں منائی طلب امر یہ ہیکہ گاؤں والوں کے اس فعل کا شرعی حکم کیا ہے اور جولوگ ۲۵ اگست ۲۰۱۸ کو قربانی کریں گے ان کی قربانی کا کیا حکم ہے

المستفتی، شان محمد قادری، گرام سگورہ گوالیار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: پہلی بات یہ ھے کہ وہ بستی جو مصر یا فنائے مصر نہ ہووھاں فقہ حنفی کی ظاھر الروایۃ کے مطابق جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ درمختار، ص 112 پر قنیہ کے حوالہ سے ھے:

صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما، أی لأنه اشتغال بما لایصح، لأن المصر شرط الصحۃ. گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ھے؛ کیونکہ یہ یہ ایسے فعل میں مصروفیت ھے جو درست نہیں ھے، اس لیے کہ عید کی درستگی کے لیے شہر شرط ھے۔ دوسری بات یہ ھے کہ جب شہادت شرعیہ موصول ہو چکی تو گاؤں والا کا یہ کہنا کہ چاند نظر نہیں آیا اس لیے ھم نے...... عذر لنگ اور جہالت ھے۔ اگر آپ کا گاؤں حدود قضا میں داخل ھے اور قاضی کے پاس شہادت شرعیہ پہنچ چکی تھی تو آپ کے گاؤں والا پر لازم ھے کہ قربانی کی ابتداء وانتہاء کے لیے قاضی شرع کے اعلان کے مطابق عمل کریں، اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ھیں: لأن قضاء القاضی حجۃ. (تنبیہ الغافل و الوسنان، ص 390). واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۱۵) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

السؤال: مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک شخص نے عید الأضحی سے کچھ دن پہلے اپنے بڑے بھائ سے کہا کے آپ بڑے جانور میں سات حصّوں میں سے ایک حصّہ میرے لیے لے لینا اور میں شام کو آپکو قیمت دے دونگا پھر وہ شخص بھائ کو قیمت دینا بھول گیا اور بھائ نے اپنے ہی پیسوں سے حصّہ لے لیا اور انکی نیت یہی تھی کے یہ حصہ چھوٹے بھائ کا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے لیے تو پہلے ہی بکرا لے رکھا تھا یہاں تک کے قربانی ہو جانے تک بڑے بھائ کو پیسے لینا اور چھوٹے بھائ کو پیسے دینا یاد نہ رہا اگر اب قربانی کے بعد چھوٹا بھائ رقم ادا کرتا ہے تو کیا قربانی ادا ہو جائیگی؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: ھاں اس صورت میں چھوٹے اور بڑے دونوں بھائیوں کی قربانی درست ھوگئی اور اب چھوٹے بھائی پر لازم ھے کہ بڑے بھائی کو اس حصہ کی رقم ادا کرے. فإن التوكيل في مثل هذه الصورة جائز و نافذ. والله تعالى أعلم بالصواب.

(۳۱۶) اَلسَلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اَللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تہتر فرقہ کے بارے کہ اے اللہ میری امت میں فرقہ نہ ہوں یہ دعا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی حضرت جواب عنایت فرمایں عین نوازش ہوگی

المستفتی:

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں یہ خبر ارشاد فرمائی ھے کہ آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی. جیساہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں: أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ. (سنن أبي داؤد د، حديث نمبر 4597. ومستدرك للحاكم، حديث نمبر 443، وصححه، وحسنه الإمام ابن حجر العسقلاني في تخريج الكشاف ص: 63، والشاطبي في " الاعتصام " (1 / 430)، والعراقي في " تخريج الإحياء " (3 / 199) وقد ورد عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة. بعض روایات میں یہ الفاظ ھیں: وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. (رواه الترمذي، حديث نمبر 2641، وحسّنه ابن العربي في أحكام القرآن 3/ 432، والعراقي في تخريج الإحياء 3/ 284. جب احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ھے کہ آپ نے اپنی امت کے تہتر فرقوں میں منقسم ھونے کی خبر دی ھے تو پھر اس کے خلاف دعا کرنے کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا. لہذا ھماری ناقص معلومات کے مطابق احادیث مبارکہ میں ایسی کوئی دعا منقول نہیں ھے جس میں تہتر فرقوں میں امت کے منقسم نہ ھونے کا ذکر ھو. والله تعالى أعلم بالصواب.

(۳۱۷)

Hazrat Sahb ki barihah me arz he ki kya gose ajam muqaleed the :

ager the to kin ke azizana guzarish he jawab inayat farema dijiye

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے بیان کے مطابق حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ شروع میں سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ کے مذھب کے پیروکار اور حنبلی تھے، بعد میں جب آپ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز ھوئے تو مذھبِ حنبلی کو تقویت پہنچانے کے لیے اسی مذھب کے مطابق فتوی دیتے تھے۔ اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے اصل الفاظ یہ ھیں: حضور ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبری تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا مذہب حنبل کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتوی دیا کہ حضور محی الدین اوردین متین کے یہ چاروں ستون ہیں لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔ (فتاوی رضوی※26/432). واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۱۸)Assalamualaikum Hazrat ji..

Hazrat ki bargah me sawal he ki kya bank se ghar dukaan ya (karzkarobaar ke liye loan) Lena jayez he

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: اس طرح کے سوالات کے گروپ پر کئی بار جوابات دیئے جاچکے ھیں۔ خلاصہ یہ ھے کہ ھندوستان جیسے وہ تمام ممالک جہاں کے کفار حربی کہے جاتے ھیں، ان کافروں کے بینک سے گھر، دکان، تجارت وغیرہ کاموں کے لیے قرض لینا جائز ھے جب کہ اس میں نفع

(۳۱۹) حضور فقیہ العصر صاحب قبلہ مدفیضہ۔۔۔۔سلام ورحمت

ظہر کی چار رکعت سنت موکدہ چھوٹ گئی تو اب وہ چار رکعت فرض و دو رکعت سنت موکدہ کے بعد پڑھی جائے گی ادا یا قضا۔

بینوا توجروا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: ظہر کی پہلی چار رکعت سنت مؤکدہ اگر چھوٹ جائیں تو فرض و دو سنت مؤکدہ کے بعد ظہر کے وقت میں ان کی قضا کی جائے گی، اور یہ قضاء حقیقی نہیں بلکہ مجازی اور صوری ھے۔ درمختار مع ردالمحتار 2/523

پڑھے :و القضاء فعل الواجب بعد وقته. و إطلاقه على غير الواجب كالتي قبل الظهر مجاز. قضا درحقیقت وقت گذرنے کے بعد فعل واجب کی ادائیگی کا نام ھے،اور قضا کا اطلاق غیر واجب پر جیسے ظہر کی سنت قبلیہ پرتومجاز ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۲۰) سوال لکھنا باقی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

*الجواب بعون اللہ الوھاب : قربانی کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں کسی کے نام لینے یا نہ لینے پر کسی شخص کی قربانی کی صحت وعدم صحت موقوف نہیں ھے، بلکہ کسی شخص کی جانب سے قربانی کا درست ھونا اس کی نیت پر موقوف ھے،اگر قربت کی نیت کے ساتھ اراقت دم پالیا گیا تو قربانی صحیح ھوگئی ورنہ نہیں۔ ھاں دعا میں جن آٹھ لوگوں کے نام لیے گئے اور قربانی کی نیت بھی ان آٹھوں کی طرف سے کی گئی تھی تو کسی کی قربانی جائز نہیں ھوئی ؛ کیونکہ بھینس وغیرہ بڑے جانور ھر شریک کا کم از کم ساتواں حصہ ھونا ضروری ھے،اگر کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں سے کم ھوا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ھوگی۔علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :وَلَوْ لِأَحَدِهِمْ أَقَلُّ مِنْ سُبُعٍ لم يجز عن أحد،و تجزء عما دون سبعة بالأولى. (الدر المختار مع ردالمحتار 522/9)لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر آٹھوں افراد کی جانب سے اس بھینس کو ذبح کیا گیا ھے تو کسی کی قربانی درست نہیں ھوئی اور اگر قربانی تو سات کی جانب سے کی گئی مگر ثواب میں شریک کرنے کے لیے آٹھواں نام بھی لے لیا گیا تو جن سات کی نیت سے قربانی کی گئی ان کا واجب یا نفل ادا ھوگیا باقی آٹھواں محض ثواب میں شریک ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۲۱) السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ۔

حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ مندرجۂ ذیل مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں:

اگر کسی مسلمان نے کافر کے پاس 1000 ہزار روپے کی کوئی چیز 500 روپے میں گروی رکھی ایک یا دو ماہ کے بعد کافر کو 550 روپے دیکر اپنی چیز واپس لے لی یعنی اس کو 50 روپیے بڑھا کر دیے تو اس طرح اصل رقم پر کچھ روپیے بڑھا کر دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔حوالہ کے ساتھ جواب باصواب سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی :حقیر عبدالماجد سرسی ضلع پیلی بھیت۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب : ھندوستان کے کافر حربی ھیں،جن کا مال معصوم نہیں، جب کہ ربا کے تحقق کے لیے

عصمت بدلین شرط ھے، لہذا یہاں کے کسی کافر کو 500 لے کر 550 دینار بانہیں، اگر مسلمان کو کوئی صحیح حاجت ھے تو ایسا کر سکتا ھے۔ تنویر الأبصار مع الدر المختار مع حاشیة الطحطاوی ص 426 پر ھے :لا ربا بین حربی و مسلم علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :قال فی الشرنبلالیة: ومن شرائط الربا عصمة البدلین، وکونهما مضمونین بالاتلاف فعصمة أحدهما وعدم تقومه لا یمنع، فشراء الأسیر أو التاجر مال الحربی أو المسلم الذی لم یهاجر بجنسه متفضلا جائز، ومنها أن لا یکون البدلان مملوکین لاحد المتبایعین کالسید مع عبده، ولا مشترکین فیهما بشرکة عنان أو مفاوضة کما فی البدائع.(ردالمحتار 294/5).واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۲۲) حضرت ”صحیح حاجت“ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

أکرمکم اللہ بالأجر والمثوبة.

(1) تجارت کرنے کے لیے کافر حربی سے اضافے کے ساتھ رقم لینا۔

(2) سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لیے کافر حربی سے بہ شرط اضافہ پیسے لینا جب کہ تمام کوششوں کے باوجود کسی سے قرض حسن نہ ملا ہو۔

یہ صورتیں حاجت صحیحہ میں داخل ہوں گی یا نہیں؟

برائے کرم جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

الجواب: ابھی چند دن پہلے ایک سوال کے جواب میں قدرے تفصیل کے ساتھ فقیر نے لکھا تھا، اس کا خلاصہ یہ ھے کہ دین، جان، مال، عقل اور نسل کی حفاظت و افزائش کے لیے بینک سے لون لے سکتے ھیں، کسی کافر حربی بلاعوض کمی بیشی کے ساتھ لین دین کر سکتے ھیں۔ آپ نے جو دو صورتیں لکھی ھیں یہ بھی حاجت صحیحہ میں داخل ھیں۔ کافر حربی سے بے حاجت صحیحہ بھی بلاعوض کمی بیشی کے ساتھ لین دین جائز ھے، حاجت صحیحہ کی قید اس لیے نہیں لگائی جاتی کہ بے حاجت صحیحہ ربا ھے، بلکہ اس لیے لگائی جاتی ھے کہ کسی بھی صورت مسلم کو خسارہ نہ ھو۔

(۳۲۳) اللہ کے پردے میں وحدت کے سوا کیا ہے جو کچھ بھی ھم لیں گ محمد سے لیں گے حضرت اس شعر کی وضاحت کر دیجیئے کیا یہ شعر سرکار اعلی حضرت کا ہے اور کیا اس کا پڑھنا شرک ہے جواب عطا فرمائیں کرم ھوگا

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب : آپ نے شعر غلط لکھا ھے، شعر اس طرح ھے :اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا

ے جو کچھ میں لینا ے لے لیں گے محمد سے یہ شعر اعلیٰ حضرت، مجدد اعظم دین وملت، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز تو بہت دور کسی بھی معروف شخصیت کا نہیں ھے، یہ شعر کسی گمنام، بازاری، سطحی، جاھل، بے ادب اور اسلامی تعلیمات سے نا آشنا شخص کا ھے۔ یہ شعر اگر چہ شرک کے معنی میں تو صریح نہیں ھے، لیکن شان الوھیت وشان رسالت کے ادب کے ضرور خلاف ھے اور ایسی بے ادبی پر مشتمل ھے جو کفر ھے، لہذا اس شعر کا پڑھنا ھرگز ھرگز جائز نہیں بلکہ کفر ھے۔ اگر کوئی اس کی نسبت امام اھل سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کی طرف کرتا ھے تو وہ کھلا بہتان، صریح جھوٹ اور بدترین بکواس کرتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۲۴): السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب سے ایک سوال عرض ہے کی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی چار وصحاب زادی کے اولاد کو سید کہتے ہے کی صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد کو سید میں کون کون ہے جواب عنایت فرمائے

المستفتی:

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب: صدرِ اول میں "سید" کا لفظ تمام بنوھاشم کے لیے استعمال ھوا کرتا تھا چاھے وہ علوی ھوں یا عباسی، جعفری ھوں یا عقیلی، اس میں اولادِ فاطمہ زھرا رضی اللہ تعالی عنها کی تخصیص نہیں ھوتی تھی، بعض شہروں میں اسے علوی اولاد اور بعض میں عباسی اولاد کے لئے بھی استعمال کیا گیا، لیکن بعد میں یہ لفظ سیدنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالی عنھما کی اولاد کے لئے مختص ھو گیا اور اب عرف میں اس کا اطلاق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی دو مبارک نواسوں اور ان سے جاری تمام اولاد پر کیا جاتا ے۔ انہیں فاطمی اولاد بھی کہتے یں۔ سیّد عربی زبان کا لفظ ے، جو کہ لغۃً متعدد معنوں میں استعمال ھوتا ے۔ جیسا کہ لسان العرب میں ے: السيد يطلق على الرب والمالك والشريف والفاضل والكريم والحليم ومحتمل أذى قومه والزوج والرئيس والمقدم. وأصله من ساد يسود فهو سيود. (لسان العرب 228/3) یعنی لفظ سید کا اطلاق رب، مالک، شرافت دار، علم والے، عزت والے، بردبار، اپنی قوم کی تکلیف کو برداشت کرنے والے، شوھر، قوم کے سردار اور پیشوا پر ھوتا ھے اور اس (لفظِ سید) کی اصل (باعتبارِ صرف) ساد یسود فھو سیود سے ھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمة الله تعالى عليه "العجاجة الزرنبية في السلالة الزينبية" میں رقم فرماتے ھیں: إن اسم الشريف كان يطلق في الصدر الأول على كل من كان من أهل البيت سواء كان حسنيا أم حسينيا أم علويا، من ذرية محمد بن

الحنفية وغيره من أولاد علي بن أبي طالب، أم جعفريا أم عقيليا أم عباسيا۔ فلما ولي الخلفاء الفاطميون بمصر قصروا اسم الشريف على ذرية الحسن والحسين فقط، فاستمر ذلك بمصر إلى الآن ۔(الحاوي للفتاوي 32/2) یعنی سیّد کا اطلاق قرونِ اولی میں راُس شخص پر وتا تھا جو اہلِ بیت کرام سے وہ چاہے وہ حسنی و،حسینی و، یاعلوی و،محمد بن حنفیہ کی اولا داور دیگر اولادِ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے و، یاجعفری و، یاعقیلی و یاعباسی ---جب مصر میں فاطمیوں کوحکومت ملی تو انہوں نے سیّد کا لفظ فقط امام حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد کے لئے مختص کر دیا تو یہ تخصیص اس دور سے اب تک قائم ے ۔تقریبا یہی بات امام عبدالرووَف مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بیان فرمائی ھے۔آپ کے الفاظ یہ ھیں :وھم- يعني الأشراف. ولد علي وعقيل وجعفر والعباس كذا مصطلح السلف وإنما حدث تخصيص الشريف بولد الحسن والحسين في مصر خاصة من عهد الخلفاء الفاطميين. (فيض القدير شرح الجامع الصغير ۔ جلد 01 ۔ صفحه 522 ۔ المكتبة التجارية الكبرى - مصر)امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے یں :عمر بن أَحمد بن يُوسُف العباسي الْحلَبِي الْحَنَفِيّ وَيعرف بالشريف النشابي جَريا على مصطلح تِلْكَ النواحي فِي عدم تَخْصِيص الشّرف ببني فَاطِمَة بل يطلقونه لبني الْعَبَّاس بل وَفِي سَائِر بني هَاشم ۔(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع ۔ جلد 06 ۔ صفحه 73).

یعنی عمر بن احمد بن یوسف العباسی الحلبی الحنفی (شریف) سید نشابی کے نام سے معروف یں ان علاقوں کی اصطلاح کے مطابق کہ (سید کے

اطلاق میں) اولادِ فاطمی کی تخصیص نہیں کرتے بلکہ بنی عباس بلکہ تمام بنی اشم پر سید کا اطلاق کرتے یں ۔امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رقم فرماتے یں :الشريف هُوَ سُلَيْمَان بن يزِيد الْأَزْدِيّ ولقب بِهِ كل عباسي بِبَغْدَاد وَكَذَلِكَ كل علوي بمصر. (نزهة الألباب في الألقاب-جلد 01-صفحہ 399-)یعنی سید وہ سلیمان بن یزید الازدی یں اور بغداد میں رعباسی کا لقب سید ے اور اسی طرح مصر میں رعلوی کا ۔امام اھل سنت ،اعلی حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ھیں :سبطین کریمین (رضی اللہ تعالی عنہما) کی اولاد سید ھیں۔(فتاوی رضویہ ،جلد 13، صفحہ 361) علماء اسلام کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح واکہ "سید" ابتداء ر اشمی کو کہا جاتا تھا، اس اعتبار سے راشمی "سید" تھا، مگر بعد میں عرف الناس نے اس لقب کو سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد کے لئے مختص کر دیا لہذا اب عرب وعجم میں سیّد کا لفظ اولادِ فاطمی کے لئے استعمال وتا ے اور یہ لفظ سن کر ذہن اسی نسلِ پاک کی طرف منتقل وتا ے، لہذا امارے دور میں سیّد سے مراد خاتون جنت، سید ※ النساء، جگر گوشہ

مصطفیٰ ﷺ، سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد ہیں. اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اتنے مال سے سیدزادوں کو حصہ دیا جائے تو اس سے مراد تمام اہل بیت نہیں بلکہ اولادِ حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما ہی ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ ہے کہ اگر چہ صدر اول میں ہر ہاشمی کو "سید" کہا جاتا تھا مگر اب عرب وعجم میں لفظ "سید" فاطمی اولاد کے لئے مختص ہو گیا ہے اور یہی عوام وخواص میں معروف ومشتہر ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۳۲۵) حضور کی نعلین پاک پہ وہابیوں کے اعتراض کا جواب عنایت فرمائیں
المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب: سلطان کونین، صاحب قاب قوسین، حبیب رب مشرقین ومغربین، رسول اکرم ﷺ کے نعلین شریفین پر وہابیہ و دیابنہ کے طرح طرح کے لایعنی ولغو اعتراضات ہیں، جن کے علماء اہلِ سنت دنداں شکن جوابات پہلے ہی دے چکے ہیں، اگر آپ کسی خاص اعتراض کا جواب چاہتے ہیں تو اعتراض لکھ کر ارسال فرما دیں، ان شاء اللہ تعالی جواب دینے کی کوشش کی جائے گی. ویسے وہابیہ کے اعتراضات کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ اس قوم کو تو اللہ تعال ※ اور اس کے رسول ﷺ پر بھی کم اعتراضات نہیں ہیں.

(۳۲۶) اَلسَّلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کہ عمرو یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ میرے آقا آؤ کہ مدت ہو ہے بڑے دن ہو غم اٹھاتے اٹھاتے تو زید بولا کہ یہ شعر غلط ہے کیوں کہ ہمارے آقا ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، حضرت کیا زید نے صحیح کیا جواب عنایت فرمایں نوازش ہوگی
المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب: اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک نبی کریم ﷺ علم ومعرفت کے اعتبار سے حاضر و ناظر ہیں، جو شخص اس کا منکر ہو وہ گمراہ ہے، ہاں اگر سرکار ابد قرار ﷺ کرم فرمائیں اور بنفس نفیس جسد اطہر وانور و ازہر کے ساتھ کسی جگہ تشریف لانا چاہیں تو یہ سلطان والا شان کا کرم بالائے کرم ہے، یہ تمام جہان انہیں کی ملکیت و سلطنت ہیں. شعر مذکور میں شاعر کی آرزو وتمنا بلاشبہ درست وروا اور اس پر اعتراض جہل وبے جا ہے. واللہ تعالی

أعلم بالصواب
(۳۲۷)

क्या फरमाते हैं उल्मा ए दीन इस मसअले में
रक्षा बंधन जो हिंदुओं का एक क़ोमी त्यौहार है यह हिंदी माह सावन मास मे एक मुंतखब तारीख व दिन मे मनाया जाता है जिसमे हिन्दू औरते अपने भाइयों की कलाइयों पर डोरा बांधती हैं जिसे राखी कहा जाता है इस रस्म मे हिंदुओं का ये अक़ीदा है के गोया राखी बांधकर बहने अपने भाइयों से अपनी सुरक्षा व हिफाज़त *करने का वादा व अहद लेती हैं उस अहद व वादे की निशानी को राखी कहते हैं । जिहालत की वजह से हमारे कुछ मुसलमान मर्द व औरतें भी इस राखी के त्यौहार * को मनाते और हिंदु औरतों को मुँह बोली बहन या भाई बनाकर राखी बंधवाते और जो मुसलमान मर्द व बांधते हैं अब इस सूरत ए हाल मे ये सवाल पैदा होता के औरत राखी बंधवाते और बांधती हैं उनपर क्या हुक्म है वोह मुसलमान रहे या *Xकाफिर हो गए

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

راکھی باندھنا ایک ندوانہ رسم اوراس مشرک قوم کا ایک مذھبی تہوار ھے، کسی مسلمان کے لیے ھندوؤں کے مذھبی تہوار میں شرکت کرنا ناجائز وحرام اوراس کو پسند کرنا کفر وفعل بدانجام ھے۔

علامہ نظام الدین علیہ الرحمہ لکھتے ھیں: يكفر بوضع قلنسو المجوس على رأسه على الصحيح إلاّ لضرور دفع الحر والبرد وبشدّ الزنار في وسط إلا إذا فعل ذلك خديعة في الحرب وطليعة للمسلمن الخ (فتاوي ندیہ، موجبات الكفر 2/274) بہر حال مسلمان مرد وعورت کسی کے لیے بھی ھرگز ھرگز راکھی باندھنا یا بندھوانا جائز نہیں ھے، جو مسلمان مشرکین کے اس تہوار کو پسند کرتے ھوئے راکھی باندھتے یا بندھواتے ھیں ان پر لازم ھے کہ از سر نو کلمہ پڑھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۲۸) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطن عزیز ہند کے تعلق سے کیا یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے ہند سے وفا کی بو آتی ہے؟؟

براہ مہربانی جواب عنایت فرمائیں،عین نوازش ہوگی

المستفتی: محمد بلال رضوی بلاسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*اس معنی و مفہوم کی کوئی حدیث کتب حدیث میں آج تك فقیر کی نظر سے نہیں گذری، البتہ پاکستان

کے زید حامد اور ان جیسے دوسرے خطباء کی زبان سے ضرور سننے کا اتفاق ھوا. اسی طرح کچھ اردو مقالات و مضامین میں دیکھا ھے. واللہ

تعالی أعلم بالصواب*

(۳۲۹) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ (۱) جس نے آپ ﷺ کو زندہ اور ہر جگہ موجود مانا وہ معراج کا منکر (۲) جس نے آپ ﷺ کی بشریت اور انسانیت کا انکار کیا وہ رسالت کا منکر (۳) جس نے آپ ﷺ کو عالم الغیب مانا وہ وحی کا منکر تو حضرت دریافت یہ ہے کہ کیا وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط حضور کچھ تفصیل سے جواب عطا فرمایں عین نوازش ہوگی

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ کسی جاھل بلکہ اجھل کے اوھام و خیالات ھیں ،جس نے کتاب و سنت کی پاکیزہ تعلیمات سے کوئی حصہ نہیں پایا ھے.

(☐ 1) امام الانبیاء ،سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر وعدہ موت طاری ھوچکا اور اب آپ اپنی قبر انور میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ھیں. یہ عقیدہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس شرعی جیسے مضبوط دلائل و براھین سے ثابت ھے.اس عقیدہ کا منکر گمراہ بد دین ھے. اس دور میں حیات انبیاء علیھم الصلوات والتسلیمات کے منکرین میں وھابیہ سر فھرست ھیں.*

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو زندہ ماننا اہلِ سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے. اور کیوں نہ ہو کہ اس عقیدہ پر کتاب و سنت کے دلائل و براہین موجود ہیں. ذیل میں ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے :*

*قرآن مجیدمیں بہت سارےمقامات پر حیاتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات و حیاتِ اولیاءِ عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سےثابت ہے۔ ان تمام مقامات کاذکرمشکل بھی ہے اور موجبِ طوالت بھی ،اس لیےبغرض اختصار چندآیات پیشِ خدمت ہیں:

(1)"وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ " (سورۃ الزخرف :آیۃ 45)

*اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا بنائے جن کی عبادت کی جائے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے انبیاء کرام ءعلیہم الصلوۃ والسلام کی حیات پر استدلال کیا ہے.

ملاحظہ فرمائیں :

درمنثور،جلد 2 ص16، روح المعانی جلد 5، ص 89، تفسیرجمل جلد 4ص88، شیخ زادہ جلد 7ص 298، تفسیر مظہری جلد 8ص 353، تفسیر جلالین ص 408،تفسیر بغوی جلد4ص141.

(2)"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوٰتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" (سورۃ البقرۃ ،آیۃ 145)

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کیے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

(3)"وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ . فَرِحِينَ بِمَا ءاتىٰهُمُ اللّٰهُ مِن فَضلِهِ وَيَستَبشِرونَ بِالَّذينَ لَم يَلحَقوا بِهِم مِن خَلفِهِم أَلّا خَوفٌ عَلَيهِم وَلا هُم يَحزَنونَ. يَستَبشِرونَ بِنِعمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لا يُضيعُ أَجرَ المُؤمِنينَ.(سورۃ آل عمران)

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کیے گئےہر گز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم، خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ شہداء زندہ ہیں ،اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شہیدہیں۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں ہے۔ عَنْ عَبدِ اللہِ ، قَالَ : لَأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا ، أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " قُتِلَ قَتْلًا ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ ، . وَذَلِكَ بِأَنَّ اللہَ جَعَلَهُ نَبِيًّا ، وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا. (مسند أحمد بن حنبل « مُسْنَدُ عبد الله بن مسعود رَضِيَ اللہُ تَعَالَى ...رقم الحديث: 3742. المستدرك على الصحيحين: 57/3، 4332. دلائل النبوة للبيهقي:3102)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ : مجھے رسول اللہ ﷺ کے شہید ہونے پر نو (۹) قسمیں کھانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ آپ کے شہید نہ ہونے پر ایک (۱) قسم کھاؤں، اس لیے کہ اللہ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔ *حضرت عروہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں :*

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللہُ تعالى عَنْهَا تَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ تعالى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ : " يَا عَائِشَةُ ، إِنِّي أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُهُ بِخَيْبَرَ ،فهذا أوان انقطاع أبهري من ذلك السم. (المستدرك على الصحيحين: 56/3، حدیث نمبر 4331. السنن الكبرى للبيهقي: 9/10، 18146. دلائل النبوة للبيهقي: 3101) *حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا، اس میں آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کھانے کا زہر جو میں نے خیبر میں کھایا تھا برابر محسوس ہوتا رہا یہاں تک کہ اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ
اس زہر سے میری شہ رگ کٹ جائے۔*

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: *قال البیہقی فی کتاب

الاعتقاد: الأنبياء بعدما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه: الموت ليس بعدم محض، وإنما هو انتقال من حال إلى حال، ويدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الأحياء في الدنيا، وإذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك وأولى، وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء، وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء، ورأى موسى قائما يصلي في قبره وأخبر صلى الله عليه وسلم بأنه يرد السلام على كل من يسلم عليه، إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياء، وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياء ولا يراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بكرامته من أوليائه. (انباء الأذكياء في حياة الانبياء، الحاوي للفتاوی للسیوطی)*

*امام بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں وفات کے بعد پھر ان کی اجسام میں واپس کردی گئیں چنانچہ وہ اپنے رب کے پاس شہیدوں کی طرح زندہ ہیں. امام قرطبی نے "تذکرہ" میں حدیث صعقہ کے متعلق اپنے شیخ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "موت عدم محض کو نہیں کہتے بلکہ وہ خاص ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ شہید لوگ اپنے قتل وموت کے بعد زندہ رہتے ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں، ہشاش بشاش رہتے ہیں اور یہ صفت دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ حال شہداء کا ہے تو انبیاء علیہم السلام بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں. یہ بات بھی پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ زمین انبیاء کرام کے اجسام کو نہیں کھاتی، نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے شب معراج میں انبیاء کرام سے بیت المقدس اور آسمان پر ملاقات کی اور حضرت موسی علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور خود آپ نے فرمایا کہ جو شخص م پر سلام بھیجے گا میں اس کو اس کے سلام کا جواب دوں گا. اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں. ان سب کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء کی موت کا مآل صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب ہیں کہ ہم ان کو نہیں پاسکتے گو زندہ وموجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کے جیسا ہے کہ

وہ زندہ وموجود ہیں ہم میں سے کوئی ان کو نہیں دیکھتا بجز ان اولیاء کرام کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامات کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے.*

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ایک مقام پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الأنبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الأدلۃ فی ذلک وتواترت بہ الأخبار ، وقد ألف البیھقی جزءا فی حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم. (أنباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء ... ۲/۱۳۹)

*نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا قبر میں حیات ہونا ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات ہمارے نزدیک متواتر ہیں.اور حیات انبیاء کے مسئلہ پر امام

بیہقی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے.*

اور اس آیت کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و إذا ثبت أنھم أحیاء من حیث النقل فانہ یقولہ من حیث النظر کون الشھداء أحیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء. (فتح الباری جلد 6ص379)

(4)وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا. (سورۃ النساء :آیۃ 64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

*عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال قدم علینا أعرابی بعد مادفنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بثلاثۃ أیام فرمی بنفسہ علی قبر الرسول ،وحثا علی راسہ من ترابہ فقال قلت یارسول اللہ: فسمعنا قولک ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیھا أنزل اللہ علیک وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ الخ وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفرلی، فنودی من القبر أنہ قد غفر لک. (الجامع

لأحکام القرآن ج5ص255)*

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا اور قبر پر گر کر سر پر مٹی ڈال کر عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ ﷺ کی بات سنی آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے اور ہم نے آپ ﷺ سے محفوظ کیا اور آپ ﷺ پر "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ الخ" آیت کریمہ نازل ہوئی اور یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں کہ آپ ﷺ میرے لیے استغفار کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیری بخشش کردی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ روضہ منورہ سے آنے والی آواز وہاں پر موجود سب لوگوں نے سنی۔ *(البحر المحیط جلد 1ص 283. وفاء الوفاء جلد 2ص 51. تفسیر قرطبی جلد 1ص 265. تفسیر ابن کثیر جلد3ص142، تفسیر مدارک جلد1ص265)*

اسی طرح اسی آیت کے تحت ابن کثیر نے علامہ عتبی کا واقعہ درج کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر قبر مبارک پر استشفاع کیا تو خواب میں علامہ عتبی کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت ہوئی کہ اس شخص کو بشارت دے دو کہ اللہ تعالی نے اس کی مغفرت فرمادی۔(تفسیر ابن کثیر ج2ص315)

بات بہت طویل ہوجائے گی اور یہ گروپ اس طوالت کا متحمل بھی نہیں ہوسکتا اس لیے بکمال اختصار چند احادیث اور اہلِ سنت و جماعت کے معتمد علماء کے اقوال بھی سن لیجیے جن سے عقیدہ حیات مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم روز روشن کی طرح ظاہر ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں.

(مسند ابویعلی 6/147 رقم 3425، فیض القدیر رقم 3089، کشف الاستار رقم 2339)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل الاجساد الانبیاء.
بے شك اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے.
(سنن ابو داؤد کتاب الصلوۃ رقم 1047، سنن نسائی باب الجمعہ رقم 1374، سنن ابن ماجہ رقم 1075، سنن دارمی رقم 1613، صحیح ابن حبان رقم 910، مصنف ابن ابی شیبہ رقم 5551، صحیح ابن خزیمہ رقم 1733)
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ھیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ھوئے سنا:
والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال: یا محمد، لاجیبنہ.
اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ھے یقینا عیسی ابن مریم نازل ھوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ھو کر کھیں یا محمد تو میں ضرور انھیں جواب دو گا.
(مستدرك للحاکم 2/700 رقم 4222، مسند ابو یعلی، 11/462 رقم 6584، المطالب العالیہ 8/401 رقم 4505)
حضرت انس ابن مالك رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ھیں:
ان النبی ﷺ لیلۃ اسری بہ مر بموسی علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ.
بیشك رسول اللہ ﷺ معراج کی شب موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ اپنی قبر میں نماز پڑہ رھے ھیں.
(صحیح مسلم، باب من فضائل موسی، رقم 2375)
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما روایت کرتے ھیں:
ان النبی ﷺ مر بقبر موسی علیہ السلام وھو یصلی فیہ.
بیشك رسول اللہ ﷺ موسی علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرے تو دیکھا وہ اپنی قبر میں نماز پڑہ رھے ھیں.
(حلیۃ الاولیاء، 8/133، شرح السنہ للبغوی 13/351)

عقیدہ حیاۃ النبی اور علمائے اھل سنت

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء (کتاب الاعتقاد، ص 415)

انبیائے کرام کی روحیں قبض کرنے کے بعد انہیں دوبارہ لوٹا دی جاتی ہیں، چنانچہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں جیسا کہ شہداء.

امام محمد بن احمد مالکی قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أن موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء وذلك کالحال فی الملائکة فانھم موجودون احیاء ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصه بکرامة من اولیائه.

(التذکرہ للقرطبی، ص 460)

انبیاءاکرام کی موت کی حقیقت ایسی ہے کہ وہ ہم سے پردہ کر جاتے ہیں یعنی ہم انہیں ظاہری آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ اور موجود ہوں بالکل اسی طرح جیسا کہ فرشتے زندہ اور موجود تو ہیں لیکن ہم میں سے کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا سوائے اللہ کے ان محبوب بندوں کے جن پر وہ اپنا فضل و کرم فرما دے تو دیکھ لیتے ہیں.

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام احیاء فی قبورھم.

(فتاوی شامی، 4/151)

بے شك انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں.

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا.

(شفاء السقام، ص 206)

شھداء کی زندگی بہت اعلی ھے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ھوتی جو ان کے ھم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلی ھے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ھے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ھمیشہ رھے گی.

شیخ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

اولیاء خدائے تعالی نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا وزندہ اند نزد پرودگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را از اں شعور نیست.

(اشعۃ اللمعات، کتاب الجھاد، 403/3)

*اللہ تعالی کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ھیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ھیں، انہیں رزق دیا جاتا ھے،
وہ خوش حال ھیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔*

انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کی حیات مبارکہ پر دلائل و براھین کا انبار موجود ھے، یہاں چند دلائل عرض کردیئے گئے تفصیل کے لیے علماء اھلِ سنت کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیے.

ھم نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بعد از وصال حیات کا بھی عقیدہ رکھتے ھیں اور آپ کو حاضر و ناظر بھی مانتے ھیں، لیکن اھلِ سنت و جماعت نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات ھر جگہ موجود ھیں، ھاں ھم اھلِ سنت کا یہ موقف ضرور ھے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو رب کریم نے وہ علم عطا فرمایا ھے کہ دنیا کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں ھے، بلکہ ھر شیئ آپ کے پیش نظر ھے، یہی حاضر و ناظر کا مطلب ھے.

اب رھی یہ بات کہ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو زندہ اور حاضر و ناظر مانتے ھیں وہ معراج کے منکر ھیں.

*تو اس پر عرض یہ ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو زندہ اور حاضر و ناظر ماننے والے تو بحمدہ تعالی معراج کے کبھی منکر ھوھی نہیں سکتے، معراج کی واقعیت، حقانیت اور صداقت کو تسلیم کرنا اھلِ سنت کی پہچان ھے، ھاں منکرین معراج ھی نہیں

بلکہ منکرین شان رسالت وہ طبقہ اور فرقہ ھے جو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو قبر میں مردہ اور مٹی میں مل جانے والا کہتا ھے.*

اندھی عقل اور اوندھے قیاس کی ڈھٹائی یقیناً عبرت ناک تماشہ ھے.

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ھونے اور معراج کے درمیان تضاد اور ٹکراؤ کا شوشہ چھوڑنے والے عقل کے اندھوں کو بتادیجے کہ اللہ تعالی کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنےعلم کے اعتبار سے حاضر و ناظر ھیں اور اللہ تعالی کے فضل بے پایاں سے جسم کے اعتبار سے معراج کے شرف سے مشرف ھیں یعنی رب کریم نے اپنے حبیب جلیل کو حضور علمی کے ساتھ حضور جسمی سے بھی سرفراز فرمایا تاکہ جان وھابیت پر دوھری قیامت بپا ھوجائے.

(□ 2)ھر مسلمان کا یہ عقیدہ ھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بشر ھیں، کوئی مسلمان نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بشریت کا منکر ھوھی نہیں سکتا؛ کیونکہ انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کی بشریت کا قرآن کریم میں واضح ارشاد موجود ھے. اسی طرح ھر مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ھے کہ انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات ھماری طرح بشر نہیں ھیں؛ کیونکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ ارشاد فرمایا ھے کہ کفار و مشرکین انبیاء کرام کو اپنی طرح بشر کہتے تھے. خلاصہ یہ ھے کہ انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کو بشر ماننا قرآن کے فرمان کے مطابق مومنوں کا طریقہ ھے اور انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کو اپنی طرح بشر کہنا قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق کفار و مشرکین کا طریقہ ھے.

(□ 3)نبی اکرم، شفیع معظم،سیدنا محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اللہ تعالی کی عطا سے بے شمار علوم غیبیہ کے عالم ھیں،مگر اس کے باوجود ھم رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہتے. ھم وھی کہتے ھیں جس کی ترجمانی عالم ربانی، عارف لاثانی، امام اھلِ سنت، اعلی حضرت قدس سرہ العزیز نے کتاب و سنت اور دلائل شریعت کو سامنے رکھ کر اس طرح کی ھے:

*اس مسئلہ (مسئلہ علم غیب) میں بفضلہ تعالی یہاں سے متعدد کتابیں تصنیف

ہوئیں۔الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃپر اکابر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ وغیرہا بلاد اسلامیہ نے مہریں کیں، گرانقدر تقریظیں لکھیں خالص الاعتقاد دس سال سے شائع ہوا انباء المصطفی بیس سال سے ہزار کی تعداد میں بمبئی و بریلی و مراد آباد میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہوا اور بحمدہ تعالی سب کتابیں آج تك لاجواب ہیں، مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح لملا علی القاری*

بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: کان رجلا یعلم علم الغیب۔

وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔

مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: المراد بہ الخفی الذی لاینفذ فیہ ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب۔

اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تك ابتداء (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں.

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قطعا بے شمار غیوب و ما کان مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قطعا عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔

امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں:

*کم من معتقدلایطلق القول بہ خشیۃ ایہام غیرہ ممالا یجوز اعتقادہ فلا ربط بین الاعتقاد

والاطلاق.*

بہت سے معتقدات ھیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ھوتاھے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لھذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔

یہ سب اس صورت میں ھے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یابلا قید علی الاطلاق مثلا عالم الغیب یا عالم الغیب علی الإطلاق.

اور اگر ایسا نہ ھو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔

علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ھیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالی الغیب اواطلعہ علیہ فلا محذور فیہ. (حاشیۃ الشریف الجرجانی علی الکشاف 28/1)

*علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لیے ناجائز ھے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کاغیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ھونا متبادر ھوتاھے تو اس

طرح تناقض لازم آتاھے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمادیاھے یا اس کو غیب پر مطلع فرمادیاھے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔(فتاوی رضویہ 396،395/29)*

اب اصل بات سنیے، آدمی جتنا عقلِ سلیم سے دور ھوتا جاتا ھے اتنا ھی جہالت و گمراھی سے قریب ھوتا جاتا ھے ،اس بات کے ٹھیك مصداق تمام بدمذھب و باطل فرقے ھیں. اب ذرا اسی سوال میں بے عقلی ملاحظہ فرمائیے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علم غیب مانتا ھےوہ وحی کا منکر ھے.

*اس جہالت و ضلالت پر افسوس ھوتا ھے. اس بھلے مانس کو کون بتائے کہ نبی کے علم غیب اور وحی میں کسی قسم کا تضاد اور ٹکراؤ ممکن ھی نہیں ھے؛ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ھے وہ اللہ تعالی کی عطا سے ھی حاصل ھے اور

اس کا ذریعہ وحی ھی ھے، خواہ یہ وحی فرشتہ کے ذریعہ ھو یا کسی اور طریقہ سے. یہ ابلیسی فریب ھے جو سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسانے کے لیے استعمال کیا جاتا ھے، ھاں اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بالذات غیب کا علم مانے تو ایسا شخص کافر بھی ھے اور اس پر یہ اعتراض بھی لازم آئے گا کہ جب علم غیب ھے تو پھر وحی کیوں. لیکن الحمد للہ مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتے. ممکن ھے اس قسم کا ناپاك عقیدہ وھابیہ رکھتے ھوں؛ کیونکہ دنیا کی سب سے بدعقل قوم وھابی ھی ھے. واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

سوال کچھ مناظرانہ تھا اس لیے تھوڑی تفصیل عرض کردی گئی.*

فقیر قادری اپنے احباب کی خدمت میں متعدد بار عرض کرچکا ھے کہ یہاں صرف وھی دینی سوالات کیے جائیں جن کی روز مرہ کی زندگی میں ضرورت درپیش آتی ھے. مناظرانہ سوالات یا تو پرسنل پر کیجیے، یا کسی سنی دارالافتاء سے رجوع فرمائیے یا پھر ھوسکے تو فقیر قادری سے ملاقات کرکے اس قسم کے سوالات جی بھر کر کیجیے. گروپ پر اس قسم کے سوالات ھرگز نہ کیجیے، اس سے ھمارے ان احباب کو بالکل کوئی فائدہ نہیں ھوتا ھے جو سیدھے سادھے سوال کرکے اپنی دینی ضرورتوں کے لیے رابطہ فرماتے ھیں، وہ اس طرح کے سوالات اور ان کے تفصیلی جوابات دیکھ کر اکتاجاتے ھیں اور اس سے ترجمہ کرنے والے کو بھی پریشانی ھوتی ھے. ھمیں امید ھے کہ یہاں مناظرانہ اور دقیق علمی سوالات سے گریز کیا جائے گا. علمی سوالات کے لیے پرسنل پر تشریف لائیں، آپ کے خیر مقدم کے لیے فقیر حاضر ھے.

ایسے لونڈوں لواروں کی سرکوبی کے لیے بحمدہ تعالی ابھی امت میں وارثین انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات موجود ھیں اور وہ اپنی خدمات بھی بھرپور طریقہ سے انجام دے رھے ھیں. خاص اس مسئلہ پر وافر مقدار میں لٹریچر موجود ھے. یہاں گروپ پر تفصیل دشوار ھے. ویسے اس طرح کی تفصیلات دریافت کرنے کے لیے آپ کا خادم فون پر ھمہ وقت دستیاب رھتا ھے. عفوا.*

اس سلسلہ میں چند ضروری چیزیں ان شاء اللہ تعالی عرض کروں گا. تھوڑا سا انتظار کی زحمت گوارا فرمائیں.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے وہ علم عطافرمایا ھے کہ اس سے مشارق و مغارب کی تمام چیزوں سے باخبر ھیں*

جو شخص ایمان و اسلام کے دائرہ سے نکل جاتا ھے وہ کفر کی سرحد میں داخل ھوجاتا ھے.*

(۳۳۰) السلام علیکم ورحمتہ اللہ

حضرت مفتی صاحب قبلہ

عرض خدمت یہ ہے کہ اگر قرآن مجید بہت پرانے ہو چکے ہوں اور گل رہے ہوں مسجد میں انبار لگ رہا ہو اور قبرستان والے دفن بھی نہ کرنے دے رہے ہوں تو کیا اس صورت میں ان کو جلا کر راکھ کو قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں

المستفتی: محمد شمشاد قادری برکاتی خطیب و امام مسجد خواجہ غریب نواز دہلی انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

قرآن کریم کے وہ نسخے جو لوگوں نے اپنے مال سے خرید کر مسجد میں رکھے اگر وہ مسجد کی ضرورت سے زائد ھوں اور نوبت ان کی بوسیدگی اور کرم خوردگی تک پھنچ گئی ھو تو ایسے مصاحف دینے والوں کی ملکیت کی طرف واپس ھوجائیں گے، انھیں اختیار ھے کہ ان کو اپنے پاس رکھیں، کسی شخص کو دیں یا کسی مدرسہ کو دیں یا پھر کسی اور مسجد میں دیدیں. مسجد کے متولی یا ذمہ داران کو یہ اختیار نہیں ھے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں دیں یا پھر انھیں فروخت کرکے حاصل شدہ رقم مسجد کی ضروریات میں استعمال کریں.

امام قاضی خاں علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

*بسط من مالہ حصیرا فی المسجد فخرب المسجد ووقع الاستغناء عنہ فان ذلك یکون لہ إن کان حیا ولوارثہ إن کان میتا وإن بلی ذلك کان لہ أن یبیع ویشتری بثمنھا حصیرا آخر. و کذالو اشتری حشیشا أو قندیلا للمسجد فوقع الاستغناء عنہ کان ذلك لہ إن کان حیا و لوارثہ إن کان

میتا.(فتاوی قاضی خان 168/3)*
کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد میں چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی اور اس چٹائی کی ضرورت نہ رھی تو وہ چٹائی بچھانے والے کی ہو گی اگر وہ زندہ ھے ورنہ اس کے وارثوں کی ہو گی، اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہوجائے تو بچھانے والے کواختیار ھے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے نئی چٹائی خرید لے۔ اسی طرح حکم ھے اگر کسی نے مسجد کے لیے گھاس یا قندیل خریدی پھر اس کی ضرورت نہ رھی ہو تو اگر وہ زندہ ھے تو یہ چیزیں اسی کی ھیں اور اگر مرچکا ھے تو اس کے وارثوں کی ھیں.
فتاوی ھندیہ جلد 2 ص 428 پر ھے :
ذکر ابواللیث فی نوازلہ حصیرالمسجد اذاصار خلقا واستغنی اھل المسجد عنہ وقد طرحہ إنسان إن کان الطارح حیا فھو لہ وإن کان میتا ولم یدع لہ وارثا اظأرجو ان لابأس بأن یدفع أھل المسجد إلی فقیر أوینتفعوا بہ فی شراء حصیر آخر للمسجد. والمختار أنہ لایجوز لھم أن یفعلوا ذلك بغیر أمر القاضی.
*مسجد کی چٹائی جب پرانی ہو گئی اور اھل مسجد کو اس کی ضرورت نہ رھی جبکہ اس کو ایك شخص نے ڈلوایا تھا وہ اس کی ہو گی اگر وہ زندہ ھے اور اگر وہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو مجھے امید ھے کہ اس بات میں حرج نہیں کہ اھل مسجد وہ چٹائی کسی فقیر کو دیدیں یا اس کو بیچ کر مسجد کے لیے دوسری چٹائی خریدنے میں اس سے نفع اٹھائیں.اور مختار یہ ھے کہ قاضی کی اجازت کے بغیر انہیں ایسا کرنا جائز نہیں ھے. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۱۳۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
(۱) کیاایسا جانور جس کے دانت نہ ہوں یا بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں مگر وہ گھاس کی صلاحیت رکھتا ہوتواس کی قربانی جائز ہے؟
(۲) جانوروں کے دنتنے سے کامراد ہے؟
(۳) ایک غیر مسلم سے بکرا خریدا ہے تواس کی شہادت درست ہے اس نے بتایا ہے کہ اس بکرے کی عمر ایک سال زیادہ ہے؟ بینواوتوجروا۔

المستفتی: غلام قادری محمد تحسین رضا عطاری اسحاقی، ۲۰/ اگست، ۲۰۱۸ء۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

(۱) وہ جانور جس کے دانت نہ ہوں اس کو عربی میں ھتماء کہا جاتا ہے، ھتماء کے بارے میں تنویر الأبصار میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے:*

و لا يجوز بالهتماء.

※ تماء کی قربانی جائز نہیں ہے ※

اس پر درمختار میں تشریح کرتے ہوئے لکھا:

التي لا أسنان لها و يكفي بقاء الأكثر، و قيل ما تعتلف به.

※ تماء وہ جانور ہے جس کے دانت نہ ہوں، اگر اکثر دانت ہوں تو کافی ہے یعنی قربانی درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ چارہ کھا سکے، یعنی سب یا اکثر دانت نہ ہوں مگر چارہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز ہے ※

امام کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و أما الهتماء وهي التي لا أسنان لها فإن كانت ترعى و تعتلف جازت و إلا فلا. و ذكر في المنتقى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه إن كان لا يمنعها عن الاعتلاف تجزيه، و إن كان يمنعها عن الاعتلاف إلا أن يصب في جوفها صبا لم تجزه. و قال أبو يوسف في قول لا تجزي سواء اعتلفت أو لم تعتلف، و في قول إن ذهب أكثر أسنانها لا تجزي كما قال في الأذن و الألية والذنب، و في قول إن بقي من أسنانها قدر ما تعتلف تجزي و إلا فلا. (بدائع الصنائع 297/20)

یعنی رہا ھتماء جس کے دانت نہیں ہوتے اگر وہ چرتا ہو اور چارہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں. منتقی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضي الله تعال ※ عن ※ سے روایت اگر دانتوں کا نہ ہونا چارہ کھانے سے مانع نہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر چارہ کھانے سے مانع ہو حالت یہ ہو کہ اس کے پیٹ میں چارہ پہنچایا جاتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور امام ابو یوسف کے تین قول ہیں: پہلا یہ کہ ھتماء کی قربانی درست نہیں خواہ چارہ کھاتا ہو یا نہ کھاتا ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر اکثر دانت نہ رہے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں، جیسے کان، چکتی اور دم کا اکثر حصہ نہ ہونے پر قربانی جائز نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے اگر اس قدر دانت باقی ہوں کہ چارہ کھا سکے تو اس کی قربانی درست ہے ورنہ نہیں ※

بہارشریعت کے حاشیہ نویس حضرات نے البحر الرائق 8 / 323 کے اس قول کا ترجمہ نقل کیا ہے:

و لا يجوز بالهتماء التي لا أسنان لها إن كانت لا تعتلف، و إن كانت تعتلف جاز و هو الصحيح.
یعنی اس ھتماء کی قربانی درست نہیں جس کے دانت نہ ھوں اور چارہ نہ کھاتا ھواور اگر چارہ کھاتا ھوتو اس کی قربانی درست ھےاور یہ صحیح ھے۔

اس سے معلوم ھوا کہ دانت بالکل نہ ھوں لیکن چارہ کھاتا ھوتو اس کی قربانی درست ھے، علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ نے اس قول کو صحیح قرار دیا ھے۔ جب کہ فقیر قادری کی نظر میں سیدنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ایسا کوئی قول نظر میں نہیں ھے کہ آپ نے یہ فرمایا ھو کہ جس کے دانت بالکل نہ ھوں اور چارہ کھاتا ھوتو اس کی قربانی جائز ھے؛ کیونکہ یہ بات بہت عجیب سی ھے کہ دانت بالکل نہ ھواور چارہ کھاتا ھو۔ لہذا المحشی حضرات نے البحر کے قول پر اعتماد کرتے ھوئے جو کچھ لکھا ھے وہ ناقص ھے۔ تعجب کی بات یہ ھے کہ محشی حضرات نے اپنے قول کی تائید میں ھدایہ، تبیین، فتاوی خانیہ اور فتاوی ھندیہ کے حوالے بھی جوڑ دیئے ھیں جب کہ ان کا حال یہ ھے کہ امام مرغینانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

و أما الهتماء و هي التي لا أسنان لها فعن أبي يوسف أنه يعتبر في الأسنان الكثرة و القلة، و عنه إن بقي ما يمكن الاعتلاف به أجزأه لحصول المقصود. (الهداية 159/7)
لیکن ھتماء اور یہ وہ جانور ھے جس کے دانت نہ ھوں تو امام ابو یوسف سے روایت ھے کہ دانتوں میں کثرت وقلت معتبر ھے (کیونکہ دانت بھی کان اور دم کی طرح ایک عضو ھیں تو جس طرح دم اور کان میں قلت وکثرت معتبر ھے یہاں دانتوں میں بھی معتبر ھوگی)۔ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ھے کہ اگر اس قدر دانت باقی ھوں ھوں کہ ان سے چارہ کھا سکے تو قربانی درست ھے، کیونکہ مقصود حاصل ھے۔
ھدایہ کی یہ عبارت محشی حضرات کے قول کی تائید نہیں کرتی۔

تبيين الحقائق 6/6 کی عبارت اس طرح ھے:

و الهتماء لا تجوز و هي التي لا أسنان لها. و عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يعتبر في الأسنان الكثرة و القلة كالاذن و الذنب. و عنه أنه إن بقي ما يمكن الاعتلاف به أجزأه لحصول المقصود.

تبيين الحقائق اور ھدایہ دونوں کی عبارات ایک ھیں. یعنی یوں کھا جاسکتا ھے کہ محشی حضرات نے ان دونوں کتابوں کے حوالے یا تو بے سمجھے دیئے ھیں یا وہ غلط فہمی کا شکار ھو گئے ھیں۔

امام قاضی خاں علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

*و التي لا أسنان لها و هي تعتلف أو لا تعتلف لا يجوز، و إن بقي من الأسنان قدر ما تعتلف جاز

وإلا فلا. (الفتاوی الخانیة 240/3)*

جس جانور کے بالکل دانت نہ ھوں وہ چارہ کھائے یا نہ کھائے اس کی قربانی جائز نہیں، اور جس کے دانت چارہ کھانے بھر باقی رہ گئے ھوں اس کی قربانی جائز ھے※

فتاوی خانیہ کی اس عبارت نے تو محشی حضرات کی غلطی کو بالکل واضح کر دیا※

*فتاوی ھندیہ میں بدائع الصنائع کا قول اختصار کے ساتھ نقل کیا ھے جسے فقیر نے پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ھے اور وہ قول محشی حضرات کے قول کی ھرگز تائید نہیں کرتا بلکہ اس بات پر دلالت کرتا ھے کہ محشی حضرات امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو پورے طور سے سمجھ نہیں سکے۔

خلاصہ یہ ھے کہ وہ جانور جس کے بالکل دانت نہ ھوں خواہ وہ چارہ کھا سکے یا نہ کھا سکے اس کی قربانی جائز نہیں اور جس کے دانت اس قدر باقی رہ گئے ھوں کہ وہ چارہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز ھے. اسی پر فتوی ھے اور فقہاء کے اقوال اور مختصر و مفصل عبارات کا یہی خلاصہ ھے، گو کہ بعض عبارات میں ایہام ھے تاھم بتوفیقہ تعالی حق یہی ھے.

واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۲) شریعت مطہرہ نے قربانی کے جانوروں میں دانتوں کے نکلنے یا نہ نکلنے کو معیار قرار نہیں دیا ھے، بلکہ ان کی عمروں کو بنیاد بنایا ھے. چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضي اللہ تعال※ عن※ بیان کرتے ھیں کہ رسول اللہ صل※ اللہ تعالي علي※ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

لا تذبحوا إلا مُسِنَّةً، إلا أن يَعسُر عليكم فتذبحوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأن.

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 5194)

یعنی صرف مسنّہ کی قربانی کرو ھاں اگر تمہارے لیے دشواری ھو تو چھ سات ماہ کا دنبہ یا بھیڑ ذبح کر لو※*

تمام محدثین وفقہاء نے مسنہ کا معنی یہ بیان کیا ھے کہ اونٹ پورے پانچ سال کا، گائے بھینس پورے دو سال کی، بکرا پورے ایک سال کا اور دنبہ یا بھیڑ اگر چھ سات ماہ کا ھو لیکن دیکھنے میں سال بھر کا لگتا ھو تو یہ سب جانور مسنہ ھیں اور ان کی قربانی جائز ھے※

*جانوروں کے دنتنے کا مطلب یہی ھے کہ سامنے جبڑے پر دودھ کے جو دانت ھوتے ھیں ان کی جگہ مستقل دانتوں کا آجانا، اونٹ میں یہ دانت عموماً پانچ سال، گائے بھینس میں دو سال اور بکرے میں سال بھر میں آجاتے ھیں، دانتوں کا اس طور پر آنا اس بات کی علامت مانا جاتا ھے کہ یہ جانور اب پختہ اور مضبوط عمر والا ھو گیا، لیکن یہ محض علامات ھیں، کبھی ایسا بھی ھوتا ھے کہ جانور کی عمر شریعت کے مطلوبہ معیار کے مطابق پوری ھو جاتی ھے لیکن اس کے دودھ کے

دانتوں کی جگہ مستقل دانت نہیں آتے تو یہ جانور ان لوگوں کے طور پر ابھی پختہ اور قربانی کے لائق نہیں ھوا جو دنتنے کی بات کرتے ھیں حالانکہ شرعاًاس کی قربانی درست ھے،اسی طرح کبھی شریعت کی جانب سے معین کردہ عمر سے پہلے دودھ کے دانتوں کی جگہ مستقل دانت آجاتے ھیں تو یہ جانور ان لوگوں کے طور پر دنت گیا اور قربانی کے لائق ھو گیا حالانکہ شرعاًاس کی قربانی درست نہیں۔ یہاں سے معلوم ھوا کہ دنتنا یا نہ دنتنا شرعاً مطلوب ھے نہ معیار، بلکہ اعتبار جانور کی عمر کا ھے۔

خیال رھے یہاں دنتنے اور نہ دنتنے میں مطلقاً دانتوں کا اعتبار نہیں ھوتا بلکہ لوگ سامنے والے جبڑے پر اگنے والے دانتوں کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ھیں۔کل یا اکثر یا کچھ دانتوں کے ھونے یا نہ ھونے کا شرعی حکم پہلے عرض کیا جا چکا ھے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب*

دیانات یعنی احکام دینیہ میں کافر کی خبر قطعاً غیر معتبر و مردود ھے. اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ(سورۃ الحجرات، آیۃ 6)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کھیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر شرمندہ ھونا پڑے۔

جب مسلمان فاسق کی خبر کا یہ حال ھے کہ اس کا قبول کرنا لازم نہیں تو کافر کی خبر کی کیا حیثیت؟.

فتاوی ھندیہ جلد 5 ص 381 پر ھے:

ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات.

احکام دینیہ میں کافر کا قول مردود و غیر مقبول ھے.

ھاں معاملات میں کافر کی خبر قبول کی جاسکتی ھے.

امام برھان الدین مرغینانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

المعاملات یکثر وجودھا فیما بین أجناس الناس، فلو شرطنا شرطا زائدا یؤدی إلی الحرج، فیقبل قول الواحد فیھا عدلا کان أو فاسقا، کافراً کان أو مسلما، عبدا کان أو حرا، ذکرا کان أو أنثی؛ دفعا للحرج.

لوگوں کے درمیان معاملات کثرت کے ساتھ در پیش آتے رہتے ھیں، تو اگر معاملات میں خبر قبول کرنے کے لیے (عدالت وغیرہ) کسی شرط زائد کی قید لگادی جائے تو حرج لازم آئے گا، لھذا دفع حرج کی وجہ سے معاملات میں ایك شخص کی خبر کو بھی قبول کیا جاسکتا ھے، خواہ وہ عادل ھو یا فاسق، کافر ھو یا مسلمان، غلام ھو یا آزاد، مرد ھو یا عورت. خرید و فروخت، وکالت و مضاربت، جانور کی عمر کی عمر کابیان وغیرہ یہ ساری چیزیں معاملات کے قبیل سے ھیں، لھذا اگر غالب گمان یہ ھو کہ سچ کھتا ھے تو اس کی خبر پر عمل کیا جاسکتا ھے اور اگر غالب گمان یہ ھو کہ جھوٹا ھے تو اس کی خبر پر عمل نہ کرے.*

فتاوی ھندیہ 383/5 میں ھے :*

ومن المعاملات الوكالات والمضاربات والرسالات فى الهدايا و الإذن فى التجارات، كذا فى الكافى.

امام ابوبکر بن علی بن محمد حدادزبیدی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

و هذا إذا غلب على الرأى صدقه، أما إذا غلب عليه كذبه فلايعمل عليه. والله تعالى أعلم بالصواب

(۳۳۲) غازی میدان، قاضی اسلام، مفتی بے بدل، مناظرِ اسلام، آوازِ حق، علم کے ماہتاب وآفتاب، میری عقیدت کے مرکز، غیروں پہ غضب، اپنوں پر شفقت، مفتی اشتیاق القادری صاحب کی علمی بارگاہ میں ادنیٰ سے اس اشرف رضا کا ہزاروں عقدیت سے بھر پور سلام

لڑکی نے گھر کی لاعلمی سے نکاح کیا، نہ کسی کو بتا پائی نہ بتا پائے گی، اب گھر والوں نے اس کی شادی کہیں اور کردی لیکن پہلے نکاح سے وہ فارغ نہیں ہے، دوسرا شوہر اس کو اپنی بیوی ہی جانتا ہے کیوں کہ وہ شادی کرکے لایا، لڑکی کو اچھے سے پتہ کہ یہ اس شوہر نہیں، لیکن وہ یہ بات کسی بھی حال میں بتا نہیں سکتی اب وہ کیا کرے اس پر کیا حکم ہے؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

*بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

تاخیر کے لیے صمیم قلب سے معذرت خواہ ھوں۔امید ھے کہ مجھ گناہ گار کو معاف فرما کر شکر گذاری کا موقع عنایت فرمائیں گے※*

اگر اس لڑکی کا نکاح پہلے شخص کے ساتھ شرعاً درست ھو چکا تھا یعنی ایسی کوئی بات نہیں پائی گئی جس کی وجہ سے وہ پہلا نکاح درست نہ ھو تو وہ لڑکی اور وہ پہلا لڑکا دونوں میاں بیوی ھیں، اگر اس لڑکی کے گھر والے اس کا نکاح کسی اور جگہ کرتے ھیں یا کر چکے تو اس لڑکی پر شرعاً فرض ھے کہ وہ ھر حال میں اپنے گھر والوں کو بتائے کہ اس کا نکاح ھو چکا ھے اب اس کا کسی اور سے نکاح ھو ھی نہیں سکتا، اگر وہ لڑکی کسی ڈر یا حکمت ومصلحت کی وجہ سے اپنے پہلے نکاح کی بات نہیں بتاتی ھے تو وہ لڑکی مجرمہ، فاحشہ اور بدکار ھے اور زناکاری و بے حیائی پر راضی رھنے والی جہنمیہ ھے۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علي※وسلم نے ارشاد فرمایا:*

: أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذی،حدیث نمبر 1089،وقال فيه :هذا حديث حسن غريب)

یعنی اس نکاح کا اعلان کرو، نکاح مسجدوں میں کرو اور اس موقع پر دف بجاؤ※

اس کی شرح میں علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

بالبينة فالأمر للوجوب أو بالإظهار والاشتهار فالأمر للاستحباب كما في قوله (واجعلوه في المساجد) وهو إما لأنه أدعى إلى الإعلان أو لحصول بركة المكان وينبغي أن يراعي فيه أيضا فضيلة الزمان ليكون نورا على نور وسرورا على سرور . قال ابن الهمام : " يستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة وكونه في يوم الجمعة " اه. وهو إما تفاؤلا للاجتماع أو توقع زيادة الثواب أو لأنه يحصل به كمال الإعلان (واضربوا عليه) أي : على النكاح (بالدفوف) لكن خارج المسجد. (مرقاة المفاتيح 285/6)*

*یعنی اگر گواھوں کے ذریعہ سے اعلان مراد ھو تو امر وجوب کے لیے ھے (کہ اس طرح کا اعلان واجب ھے ورنہ نکاح ھوگا ھی نہیں) اور اگر اظہار وشہرت دینے کے معنی میں ھو تو نکاح کا اعلان مستحب ھے۔اور مسجدوں میں نکاح کی وجہ یا تو یہ ھے کہ اس میں اعلان زیادہ ھے یا اس جگہ سے برکت حاصل کرنا مقصود ھے۔اسی طرح زمانہ کی فضیلت کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نور بالائے نور اور سرور بالائے سرور حاصل ھو۔امام ابن ھمام نے فرمایا کہ عقد نکاح مسجد میں اس لیے مستحب ھے کہ وہ عبادت ھے اور وہ جمعہ کے دن ھونا چاہیے؛ کیونکہ اس میں اجتماعیت سے اچھا شگون اور عمدہ فال ملتی ھے یا زیادہ ثواب کی توقع ھے یا اس کے ذریعہ کمال اعلان ھوتا ھے۔نکاح کے موقع پر دف بجائیں لیکن مسجد

کے باھر ☓*

اس حدیث شریف میں اعلان نکاح کا حکم ھے،اس اعلان کے حالات اور ماحول کے اعتبار سے مختلف صورتیں ھوسکتی ھیں،جس طرح کی صورت حال آپ نے بیان فرمائی ھے اس میں تو اعلان نکاح کی اھمیت اور بڑھ جاتی ھے؛ کیونکہ اگر نکاح کے بارے میں لڑکی نے اپنے اھل خانہ کو نہیں بتایا اور وہ خاموش بنی رھی یہاں تک کہ اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا تو یہ تو معاذ اللہ زنا پر رضا مندی ھوگی جو حرام سخت حرام فعل بدانجام اور جہنم میں لے جانے والا کام ھے۔لہذا اس صورت میں حکم شریعت یہ ھے کہ جتنا جلد ھو اور جیسے بھی ھو اس لڑکی کو دوسرے شخص کے پاس سے جدا کیجیے، وہ لڑکی اس کے پاس سے جیسے بھی ممکن ھو بھاگے، پیچھا چھڑائے، جان عزت، دنیا اور آخرت بچائے، دنیا کا خوف دل میں نہ لائے، روز آخرت کا محاسبہ سامنے رکھے اور اس دوسرے شخص سے فوراً جدا ھو یہ شوھر نہیں زھر و آگ ھے۔ واللہ تعالیٰ ☓ أعلم بالصواب ☓

(۳۳۳) سوال لکھنا باقی ہے

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب:

قرآن کریم کے وہ نسخے جو بوسیدگی کی وجہ سے قابلِ انتفاع ولائقِ استفادہ نہ رھے ھوں ان کا حکم یہ ھے کہ انہیں کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر مسلم میت کی طرح دفن کردینا چاھیے ☓*

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

المصحف إذا صار بحال لا یقرأ فیه یدفن کالمسلم. (الدر المختار مع ردالمحتار ،ج 1،ص 330)

جب مصحف شریف کی حالت یہ ھوجائے کہ اس کو دیکھ کر تلاوت نہ ھو سکے تو اسے مسلمان کی طرح دفن کردیا جائے ☓

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

أی یجعل فی خرقة طاهرة و یدفن فی محل غیر ممتهن لایوطأ. و فی الذخیرة و ینبغی أن یلحد له و لایشق له لأنه یحتاج إلی إهالة التراب علیه، وفی ذلك نوع تحقیر، إلا إذا جعل فوقه سقف بحیث لایصل التراب إلیه فهو حسن أیضا.(ردالمحتار 320/1)

*یعنی مصحف شریف کو کسی پاک کپڑے میں رکھ کر روندنے اور بے حرمتی سے پاک جگہ میں دفن کردیا جائے۔اور ذخیرہ

میں ھے اس کے لیے لحد بنائی جائے، صندوق نما قبر نہ بنائی جائے، اس لیے کہ صندوق نما قبر پر مٹی ڈالنے کی ضرورت درپیش آئے گی اور اس میں بھی ایک قسم کی بے ادبی ھے، ھاں اگر مصحف شریف کو صندوق نما قبر میں رکھ کر اوپر سے چھت بنادی جائے (تختے وغیرہ لگا کر) تا کہ اس پر مٹی نہ پڑے کہ یہ بھی ایک اچھی صورت ھے※*

فتاوی ندي※ جلد5، ص399 پر ھے:

*المصحف إذا صار خلقا و تعذرت القراءة منه لا يحرق بالنار، أشار الشيباني إلى هذا في السير الكبير.

مصحف شریف جب بوسیدہ ھوجائے اور اس سے تلاوت دشوار ھوجائے تو اسے آگ میں نہیں جلایا جائے گا، امام محمد رضي الله تعال※ عن※ نے "السیر الکبیر" میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ھے※*

یعنی مصحف شریف کو کسی پاک کپڑے میں رکھ کر روندنے اور بے حرمتی سے پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے۔

اور ذخیرہ میں ھے اس کے لیے لحد بنائی جائے، صندوق نما قبر نہ بنائی جائے، اس لیے کہ صندوق نما قبر پر مٹی ڈالنے کی ضرورت درپیش آئے گی اور اس میں بھی ایک قسم کی بے ادبی ھے، ھاں اگر مصحف شریف کو صندوق نما قبر میں رکھ کر اوپر سے چھت بنادی جائے (تختے وغیرہ لگا کر) تا کہ اس پر مٹی نہ پڑے کہ یہ بھی ایک اچھی صورت ھے※*

فتاوی ندي※ جلد5، ص399 پر ھے:

المصحف إذا صار خلقا و تعذرت القراءة منه لا يحرق بالنار، أشار الشيباني إلى هذا في السير الكبير.

مصحف شریف جب بوسیدہ ھوجائے اور اس سے تلاوت دشوار ھوجائے تو اسے آگ میں نہیں جلایا جائے گا، امام محمد رضي الله تعال※ عن※ نے "السیر الکبیر" میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ھے※

*لہذا صورت مسئولہ میں مصحف شریف کے وہ تمام نسخے جن سے انتفاع دشوار ھوگیا اور ان سے تلاوت ممکن نہ رھی انہیں سہولت و آسانی کو مدنظر رکھتے ھوئے ایک یا دو پاک کپڑوں میں لپیٹ کر قبرستان ورنہ بے حرمتی و پائمالی سے محفوظ کسی بھی جگہ لحد بنا کر یا صندوق نما قبر بنا کر مسلمان میت کی طرح دفن کر دیں، آگ میں بالکل نہ جلائیں۔ اور اگر دفن کرنا کسی بھی طرح آسان نہ ھو تو چند پاک لوگوں کو لے کر پاک سیاھی یا سفید منگالیں اور مصحف شریف کے اوراق متبرکہ پر اس طرح پھیر دیں کہ نقوش مبارکہ اور تحریرات معظّمہ بالکل نظر نہ آئیں اور اب محض مصحف شریف کی حفاظت و عظمت کی نیت سے اس احتیاط سے عمل احراق انجام دیں کہ اس کی راکھ شریف کا کوئی ذرہ اڑ کر ادھر ادھر بے حرمتی کہ جگہ نہ پہنچنے پائے پھر اس راکھ کو کسی پاک چیز میں جمع کر کے مذکورہ طریقہ پر دفن کر دیں یا بہتے پانی میں کوئی

بھاری پتھر باندھ کر ڈالدیں۔درمختار مع ردالمحتار جلد 9 ص 605 پر ہے:*

الکتب التی لاینتفع بھا یمحی عنھا اسم اللہ و ملائکتہ و رسلہ و یحرق الباقی، و لابأس بأن تلقی فی ماء جار کما ھی أو تدفن و ھو أحسن کما فی الأنبیاء. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۳۳۴) السلام علیکم ورحمة اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ صدقہ کی تعریف کیا ہے صدقہ کسے کہتے ہیں اور صدقہ کن لوگوں کو کرنا چاہیے اور سہی معنی میں صدقہ کس کو دینا چاہئے اگر کسی نے مسجد یا مدرسہ میں دیا ہے تو اسکا کیا حکم ہے اور گر کسی نے یہ نیت کی کہ اگر میری والدہ بیماری سے ٹھیک ہو جائیں گی تو میں سو روپے مدرسے میں صدقہ کروں گا اس طرح مدرسے میں صدقہ کرنا ٹھیک ہے اس کو وضاحت کے ساتھ، جواب بتائیں آپ کا عین کرم ہوگا

المستفتی: نوری رضا قادری دھلی

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

الصدقة ھی العطیة تبتغی بھا المثوبة من اللہ تعالی.(التعریفات، ص 174)

صدقہ وہ عطیہ ھے جس سے اللہ تعالی کے یہاں ثواب مقصود ھو.

امام راغب اصفھانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

الصدقة ما یخرجه الإنسان من ماله علی وجه القربة، کالزکاة، لکن الصدقة فی الأصل تقال للمتطوّع به، والزکاة للواجب.(المفردات، ص 278)

صدقہ وہ چیز ھے جسے انسان اپنے مال سے بطورِ قربت نکالے، جیسے زکوة. لیکن صدقہ اصل میں نفل خیرات کو کہا جاتا ھے اور واجب کو زکوة کھتے ھیں.

*صدقہ کی بہت سی انواع و اقسام ھیں، اور ھر قسم کے احکام جداگانہ ھیں، صدقات واجبہ جیسے زکوة، فطرہ، عشر، وغیرہ ھر ایك کے ذمہ لازم نہیں بلکہ اس کے شرائط ھیں، جھاں شرائط پائے جائیں گے وھاں حکم وجوب ھوگا ،اور صدقات نافلہ میں کسی امیر و فقیر کی کوئی تخصیص نہیں جو چاھے کرے. بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں ھے کہ نبی

کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :*

کل معروف صدقة.

ہر نیکی صدقہ ہے.

جب ہر نیکی صدقہ ہے تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ نیکیوں میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لے.

صدقات مالیہ واجبہ کے مستحقین یہ ہیں جو اللہ تعالی نے بیان فرمائے ہیں :*

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِؕ-فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (سورۃ التوبۃ, آیۃ 60)

*زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگوں اور ان کیلیے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلیے اور اللہ کے راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لیے ہے۔ یہ اللہ کامقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔ *

مسجد و مدرسہ میں صدقات نافلہ دینے میں حرج نہیں ہے.

والدہ کی صحت یابی پر مسجد و مدرسہ کو جو سو روپئے دینے کی منت مانی وہ منت صحیح ہے اس کا پورا کرنا شرعاً لازم ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۳۵) جناب مفتی صاحب قبلہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔

بعد سلام عرض ہے کہ زید کی بیوی ہندہ جس کی بچہ دانی خراب ہوگئی ہے۔ زید کی ماں کی بچہ دانی ہندہ کے پیٹ میں لگادی گئی تو زید ہندہ کے ساتھ جماع کرسکتا ہے کہ نہیں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شاہنواز قادری متعلم جامعۃ الرضا بریلی شریف۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

قطع نظر اس سے کہ رحم کی تبدیلی کا یہ عمل اور اس طرح کی پیوندکاری شرعاً ناجائز وگناہ اور سخت جرم وبے حیائی کا فعل ہے، تاہم صورت مذکورہ میں جب کہ ھندہ نے اپنی ماں کے رحم سے خود کے رحم کی پیوندکاری کرا رکھی پھر بھی اس کے شوہر زید کو اس کے ساتھ حسب سابق وطی کرنا جائز و درست ہے، رحم کی پیوندکاری کا یہ عمل وطی پر کسی طرح انداز

نہیں اور نہ اس کی وجہ سے مصاہرت وغیرہ ثابت ہوسکتی ہے؛ کیونکہ اولاتو رحم محل وطی نہیں، محل وطی عورت کی شرمگاہ ہے۔*

ثانیاًاگر رحم بھی کسی معنی میں محل وطی ہوتب بھی زید کا اپنی بیوی ہندہ سے وطی کرنا بلاشبہ جائز ہے؛ کیونکہ اب وہ رحم ہندہ ہی کی جانب منسوب ومضاف ہے اوراس کے وہی احکام ہیں جو ہندہ کے باقی اعضاء کے ہیں، لہذا ہندہ کے اس رحم میں زید کے وطی کرنے یااس کو چھونے کی وجہ سے شرعاًوعرفاًہرگز ہرگز یہ نہیں کہا جائے گا کہ زید نے ہندہ کی ماں کے رحم میں وطی کی یااس کے رحم کو چھوا۔

اللہ تعالی ارشادفرماتا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۪-فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ٘-وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُؕ-وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ. (سورۃ البقرۃ،آیۃ 223)

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہوآ ؤاوراپنے فائدے کا کام پہلے کرواور اللہ سے ڈرتے رہواور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہواوراے حبیب! ایمان والوں کو بشارت دو۔

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں عورت کے آگے کے مقام میں وطی کرنا مراد ہے،اسی لیےفقہاء کرام فرماتے ہیں الفرج ہومکان الوطی۔عورت کی شرمگاہ ہی محل وطی ہے۔*

فقہاء کرام فرماتے ہیں عورت کے سر پر جو بال ہوں انہیں شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے،لیکن جو بال سر سے لٹک رہے ہوں انہیں بشہوت چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔تنویر الأبصار، درمختاراور ردالمحتار میں ہے:

و (حرم ایضا) أصل ممسوسته بشهوة و لو لشعر علی الرأس (خرج به المسترسل) بحائل لا یمنع الحرارة.

جب سر سے لٹکتے بالوں کا یہ حکم ہے کہ ان کو بشہوت چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی تو کٹے ہوئے عضو کو بشہوت چھونے سے بدرجہ اولی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

کل ما قطع من الحی فهو میت. (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 1261)

زندے کی جو چیز کاٹ لی گئی وہ مردہ ہے۔

اورمردے کے بارے میں فقہاءفرماتے ہیں:

هذا إذا كانت حية مشتهاة أما غيرها فلا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار 110/4)

حرمت مصاھرت کے مذکورہ تمام احکام اس وقت ھیں جب کہ عورت زندہ اور قابلِ شہوت ھو، لیکن مردہ یا قابلِ شہوت نہ ھو تو یہ احکام جاری نہیں ھوں گے ※*

* جب مردہ عورت کا یہ حکم ھے تو اس کے مردہ عضو کا حکم بھی یقیناً یہی ھوگا۔

* اس کے علاوہ اور بہت سے نظائر ھیں جن سے یہ ثابت ھے کہ عضو مقطوع کے احکام عضو موصول سے مختلف ھیں۔ والله تعالى أعلم بالصواب*

(٣٣٦) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید حج کو گیا سارے ارکان ادا کیے مگر سعی نہ کر پایا تو کیا حج ہوا یا نہیں؟ جواب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

المستفتی: شکیل اختر از ہری فرید پوری

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

حج کی سعی واجب ھے، لہذا جس نے سعی ترک کر دی اس کا حج تو مکمل ھو گیا لیکن سعی ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ھے ※*

* فتاوي ندي ※ ج 1، ص 272 پر ھے:*

من ترك السعي بين الصفا و المروة فعليه دم و حجه تام.*

یعنی جو شخص صفا و مروہ کی سعی چھوڑے اس کا حج تو مکمل ھے مگر دم واجب ھے ※*

یاد رھے اس دم کی قربانی حرم میں ھی ھوگی، کہیں اور نہیں ھو سکتی۔ فتاوي ہندیہ ج 1 ص 269 پر ھے:*

فإن اختار النسك ذبح في الحرم. والله تعالى أعلم بالصواب*

(٣٣٧) سوال لکھنا باقی ہے

بسم الله الرحمن الرحيم*

الجواب بعون الله الوهاب:*

اگر مکہ مکرمہ پہنچنے میں مسافت شرعیہ طے کرنا پڑے تو کوئی عورت بوڑھی ھو یا جوان بغیر محرم کے حج یا عمرے کے لیے نہیں جا سکتی۔ فتاوي ندي ※ ج 1 ص 241 پر ھے:*

منها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزا إذا كانت بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة أيام.

عورت کے لیے حج کی ادائیگی کی شرط یہ ھے کہ اگر مکہ مکرمہ تین دن کی مسافت پر واقع ھوتو اس کے ساتھ محرم ھو،عورت خواہ جوان ھو یا بوڑھی۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب*

(۳۳۸)

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب:

جو مرد اپنی پاکدامن و پارسا بیوی پر الزام تراشی کرتا اور بہتان طرازی کرتا ھے وہ سخت مجرم و گناہ گار اور مستحق عذاب نار ھے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۪ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (سورة النور، آیة 23)

بیشک وہ جوانجان، پاکدامن، ایمان والی عورتوں پر بہتان لگاتے یں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ے اوران کے لیے بڑا عذاب ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا (سورة الأحزاب، آیة 58)*

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کیے ستاتے ھیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ھے*

اگر وہ شخص حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ھے اور عورت شوھر کی جانب سے ھونے والے ظلم وضرر کو سہنے کے لیے آمادہ نہیں ھے تو عورت کو چاھیے کہ قاضی اسلام کے یہاں اپنی مصیبت و پریشانی سے رھائی کے لیے درخواست دے، اس کے بعد قاضی حالات ومعاملات دیکھ کر شرعی اصول کی روشنی میں جو فیصلہ صادر کرے اس پر عمل کرے۔ والله تعالی أعلم بالصواب*

(۳۳۹)

بسم الله الرحمن الرحیم*

الجواب بعون الله الوهاب:*

گالی دینا کسی کو جائز نہیں، یہاں تک کہ ماں باپ کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو

گالی گلوچ کریں.*

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

سباب المسلم فسوق و قتاله كفر. (صحیح البخاری، حدیث نمبر 48. صحیح مسلم، حدیث نمبر 230)

مومن کو گالی گلوچ کرنا فسق اور گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے.

ماں باپ اگر اولاد کو گالی دیں تو اولاد کو پلٹ کر گالی دینا جائز نہیں، بلکہ اولاد کو حکم ہے صبر کرے، بلکہ والدین اگر کفر و شرک کا یا کسی معصیت کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، لیکن ان کے ساتھ اچھا سلوک پھر بھی کیا جائے گا. اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ لقمان، آیۃ 15)

اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ہی طرف تمہیں پھر کر آنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

والدین کو بھی لازم ہے کہ اسلامی اخلاق و آداب کا مکمل لحاظ رکھیں اور اولاد کی تعلیم و تربیت ایسے ماحول میں کریں کہ ان کے کردار پر کوئی منفی اور غیر اسلامی اثر مرتب نہ ہو، گالی گلوچ، فحش گوئی بدزبانی اور بیہودہ باتیں نہ صرف یہ کہ انسان کی بدی اور اندرونی خباثت کا پتہ دیتی ہیں بلکہ معاشرہ میں اس کی بدنامی کا باعث بنتی ہیں. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۰)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

اگر وہ غنی ھے تو اس پر حج کے علاوہ عید اضحی کی بھی قربانی واجب ھے. علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

*قَوْلُهُ:وَشَرَائِطُهَا الْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَةُ) سَوَاءٌ الْإِقَامَةُ فِي الْأَمْصَارِ وَالْقُرَى وَالْأَحْضَارِ وَالْبَوَادِي لِأَهْلِهَا وَلَيْسَ الْمِصْرُ شَرْطًا لِلْوُجُوبِ ,وَذَكَرَ فِي الْأَصْلِ أَنَّهُ لَا تَجِبُ الْأُضْحِيَّةُ عَلَى الْحَاجِّ وَأَرَادَ بِالْحَاجِّ الْمُسَافِرَ , وَأَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ فَيَجِبُ عَلَيْهِمْ الْأُضْحِيَّةُ وَإِنْ حَجُّوا كَذَا فِي الْبَدَائِعِ , وَقَالَ فِي مَبْسُوطِ السَّرَخْسِيِّ .وَفِي الْأَصْلِ قَالَ هِيَ وَاجِبَةٌ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ مَا خَلَا
الْحَاجَّ وَأَرَادَ بِأَهْلِ الْأَمْصَارِ الْمُقِيمِينَ وَبِالْحَاجِّ الْمُسَافِرِينَ فَأَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ فَعَلَيْهِمْ الْأُضْحِيَّةُ وَإِنْ حَجُّوا اهـ قُلْت فَمَا نَقَلَهُ فِي الْجَوْهَرَةِ عَنْ الْخُجَنْدِيِّ أَنَّهُ لَا تَجِبُ عَلَى الْحَاجِّ إذَا كَانَ مُحْرِمًا وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ اهـ يُحْمَلُ عَلَى إطْلَاقِ الْأَصْلِ وَيُحْمَلُ كَمَا حَمَلَهُ عَلَى الْمُسَافِرِ. (حاشية الدرر الحكام 265/1)*

*احناف کے نزدیك اسی پر عمل ھے اور اسی پر فتوی ھے.واللہ تعالی أعلم بالصواب.
(٣٤١)

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

کفار ومشرکین کے لیے دعائے مغفرت وبخشش کرنے کے حرام ھونے پر تو تمام فقہاء کا اجماع ھے، ھاں بہت سے علماء وفقہاء نے کافر کے لیے دعائے مغفرت کو کفر بھی فرمایا ھے※*

امام نووي علي※ الرحم※ والرضوان فرماتے ہیں:

الصلاة على الكافر والدعاء له بالمغفرة: حرام بنص القرآن والإجماع.(المجموع 119/5)

کافر کے لیے دعائے رحمت ومغفرت قرآن کریم کی نص اور اجماع سے حرام ھے※*

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

کافر کے لئے دعائے مغفرت وفاتحہ خوانی کفر خالص وتکذیب قرآنِ عظیم ے کما فی العالمگیریة وغیرھا.(فتاوی رضویہ،جلد 21 ص 237)*

لہذا کافر کے لیے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے-واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۳۴۲)اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اَللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

حضور سر کے مسح کا صحیح طریقہ ارشاد فرمایں اور یہ بھی فرمایں کہ دو یا تین بار کرنا کیا مکروہ ہوتا ہے

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سر کے مسح کا مسنون ومستحب طریقہ یہ ہے کہ دونوں ھاتھوں کے انگوٹھے اور شہادت والی انگلیاں چھوڑ کر باقی انگلیوں کے سرے ایک دوسرے سے ملا کر پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائیں کہ ھتھیلیاں سر سے الگ رھیں، پھر گدی سے ھتھیلیوں سے مسح کرتا ھوا واپس لائے اور شہادت والی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے، انگوٹھے سے کان کے باھری حصہ کا مسح کرے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔(عامہ کتب)*

تین بار تین نئے پانی لے کر مسح کرنا مکروہ ہے۔واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب*

(۳۴۳)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

محمد حسین اور ان کی بیوی خاتون اگر تجارت و کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک تھے تو بیوی کو اپنے حصہ کے مطابق مال میں تصرف و وصیت وغیرہ کا حق حاصل ھے، اور اگر بیوی اپنے شوھر محمد حسین کے کاروبار میں شریک نھیں تھی بلکہ اصل مالک شوھر ھی تھا، ھاں بیوی زیرک و ھوشیار ھونے کی وجہ سے کاروبار کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرتی تھی تو اس سے بیوی مالکہ ھوئی نہ شریکہ تجارت، لھذا بیوی کو شوھر کے مال میں وصیت وغیرہ کرنے کا کوئی اختیار نھیں ھے؛ کیونکہ وصیت اپنے مال میں ایجاب کا نام ھے، دوسرے کی

ملک میں وصیت کا اختیار نہیں.*

علامہ قاضی زادہ علیہ الرحمہ نہایہ سے نقل کرتے ہیں:

الوصیة ما أوجبها الموصی فی مالہ بعد موتہ أو مرضہ الذی مات فیہ. (نتائج الأفکار تکملة فتح القدیر 441/10)

وصیت وہ ہے کہ موصی اپنے مال میں اس کا ایجاب کرے اپنی موت کے بعد یا ایسی بیماری میں جس کے اندر وہ مرا.

*شوہر کا اپنے اور گھریلو اخراجات کے لیے بیوی سے پیسے لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ بیوی مالکہ تھی. بہر حال ہم آئندہ جو جواب عرض کریں گے وہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ بیوی اس کاروبار میں اپنے شوہر کی شریک تھی یعنی شوہر و بیوی اس کاروبار اور تمام جائیداد کے برابر کے مالک تھے، اگر ایسا ہے تو ٹھیک، ورنہ پھر یہ جواب بیوی کے اس قدر مال سے متعلق ہوگا جس کی وہ مالک تھی اور اگر بالکل مال کی مالک نہ تھی تو یہ جواب کالعدم قرار پائے گا.

خاتون نے اپنےوارثین میں سے اپنےچھوٹے بھائیوں اور چھوٹی بہنوں کے لیے وصیت کی جب کہ اس کے وارثین میں اس کا شوہر محمد حسین اور بڑے بھائی اور بہن بھی ہیں تو یہ وصیت شرعاً اسی وقت نافذ ہوگی جب کہ خاتون کے انتقال کے بعد دیگر وارثین نے اجازت دے کر اسے جائز کردیا ہو، ورنہ وصیت باطل ہے، اور اگر وارثین نے خاتون کی زندگی میں تو اجازت دیدی تھی، لیکن خاتون کے انتقال کے بعد وہ اس سے رجوع کرتے ہیں تو انہیں رجوع کا حق حاصل ہے اور وہ وصیت اس صورت میں بھی باطل قرار دی جائے گی. فتاوی ہندیہ ج 6 ص 109 پر ہے:*

ولا تجوز الوصیة للوارث عندنا إلا أن یجیزها الورثة، إن أجازوا جاز، وإن لم یجیزوا بطل، ولا تعتبر إجازتهم فی حیاة الموصی حتی کان لهم الرجوع بعد ذلك.

خاتون نے جن وارثین کے لیے وصیت کی ہے ضروری ہے کہ وہ وصیت تہائی مال یا اس سے کم کی ہو، اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ہوئی تو یہ وصیت اس وقت تک نافذ و درست نہیں ہوگی جب کہ دوسرے وارثین خاتون کے انتقال کے بعد اس کی اجازت نہ دیدیں. فتاوی ہندیہ ج 6 ص 109 پر ہے:*

لا تجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزہ الورثۃ بعد موتہ وھم کبار، ولا معتبر بإجازتھم فی حال حیاتہ.

یہاں یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس وصیت کا نفاذ وارثین کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہاں بعض وارثین اجازت دیں اور بعض رد کردیں تو اجازت دینے والے وارثین کے حصہ میں وصیت نافذ ہو گی اور باقی وارثین کے حصے میں باطل ہو گی. فتاوی ھندیہ جلد 6 ص 110 میں ہے:

لو أجاز البعض ورد البعض یجوز علی المجیز بقدر حصتہ وبطل فی حق غیرہ.*

خاتون نے اپنی چھوٹی بہن کے بیٹے محمد فیروز کے لیے جس گھریلو سامان کی وصیت کی تھی اگر وہ سامان خاتون کی ملکیت میں تھا تو اس کی وصیت درست ہے، بشرطیکہ وہ سامان دیگر وصیتوں کے ساتھ خاتون کے ترکہ کا تہائی ہو. اگر یہ سامان تہائی سے زیادہ ہوا تو وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہو گی، یا پھر اجازت ورثہ ہو کما ذکرنا من قبل.*

خاتون کے بھائی بیٹے محمد سرفراز کے لیے رشتے داروں اور خود محمد حسین نے اپنی تیمارداری کے بدلہ میں جس مال و سامان و مکان و رقم دینے کی بات کی وہ صرف اور صرف محمد حسین کے حصے سے دیا جاسکتا ہے باقی وارثین کے حصہ سے نہیں دیا جاسکتا.

یہ امور طے ہوجانے کے بعد خاتون اور محمد حسین کے وارثین آپ کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق اس طرح ہیں:

خاتون کی موت کے وقت خاتون کا شوہر محمد حسین، خاتون کی چار بہنیں اور چار بھائی باحیات تھے.

محمد حسین کے انتقال کے وقت ان کی خالہ باحیات تھیں.

اگر وارثین مذکورین میں منحصر ہیں تو دونوں کے قرض کی ادائیگی اور وصیت شرعیہ کے نفاذ کے بعد باقی مال کی تقسیم اس طرح ہو گی:*

خاتون کے متروکہ مال کے چوبیس (24) حصے کیے جائیں گے، جن میں سے بارہ (12) حصے اس کے شوہر کو، دو دو حصے ہر بھائی کو اور ایک ایک حصہ ہر بہن کو دیا جائے گا. اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:*

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ.(سورۃ النساء،آیۃ 12)
فتاوی ھندیہ ج6ص500 پر "اخوات لاب و ام" کے حالات میں ھے:
و مع الأخ لأب و أم للذكر مثل حظ الأنثيين.
اور محمد حسین کی متروکہ تمام جائیداد، مکان، دکان اور نقدی رقم وغیرہ اس کی خالہ کو ذوی الارحام میں داخل ہونے کے سبب ملے گی، باقی کسی کو اس کی جائیداد سے کچھ نہیں ملے گا.
فتاوی ھندیہ ج6ص 507 ذوی الارحام کے بیان میں ھے :و صنف ينتمي إلى جدی الميت كالاعمام لام و أولادھم و العمات و اولادھن و الاخوال و الخالات......
اسی فتاوی ھندیہ ج6ص510 پر ھے:
إذا انفرد واحد منهم استحق كل المال.

باقی کسی کو خاتون و محمد حسین کے مال سے کچھ نہیں ملے گا. واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۳۴۴)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:

اس کی صورت یہ ھے کہ کوئی فضولی یعنی ایسا شخص جسے وکیل نکاح نہ بنایا گیا ھو اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اسے جائز کردے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو منکوحہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ھو گی.*

الاشباہ و النظائر ،ص352 پر ھے:*

حلف لا يتزوج فالحيلة أن يزوجه فضولي و يجيزه بالفعل. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۵) کیا فرماتے ھیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں

کہ ھمارے یہاں کوئی بھی لڑائی جھگڑا یا میاں بیوی کا طلاق کا معاملہ خود ھماری پنچایت سنواری اور فیصلہ کرتی ھے کہ کون غلطی پر کون نہیں؟ جس شخص کی غلطی دلائل و شواھد سے ثابت ھو جاتی ھے اس پر پنچایت بطور سزا دو چار لاکھ روپے جرمانہ ڈال دیتی ھے،انہیں

پیسوں کا دور و دراز اور قریب سے آئے ہوئے لوگوں کا کھانا پینا اور آرام کے لیے ٹینٹ وغیرہ لگایا جاتا ہے،دریافت طلب امور یہ ہیں، کہ تاوان میں پیسے لینا جائز ہیں یا نہیں؟ان پیسوں کا کھانا کھلانا ٹینٹ، اور پنکھوں کی ہوا میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟نیز جو پیسہ پہلے جرمانہ کے طور پر لے لیا گیا ان پیسوں کا کیا حکم ہے؟
قرآن و احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں.
بینوا وتوجروا.

المستفتی : عبدالقیوم رمز جلال آبادی،شاھجھاں پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

کسی بھی جرم و گناہ کی اصلاح کے لیے کسی شخص سے مالی جرمانہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کہ یہ تعزیر بالمال ہے اور تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں جائز تھی اور اب منسوخ ہوچکی ہے. علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

(لا بأخذ مال في المذهب) بحر. وفيه عن البزازية: وقيل يجوز، ومعناه أن يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له، فإن أيس من توبته صرفه إلى ما يرى. وفي المجتبى أنه كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ.(در مختار، ص 326)

مذھب کی رو سے مالی جرمانہ جائز نہیں ہے. البحر الرائق میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ مالی جرمانہ جائز ہے. اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم مجرم سے مال لے کر اس کو اپنے پاس روک کر رکھ لے، جب وہ سدھر جائے تو اس کو واپس کردے اور اگر اس کی توبہ و اصلاح سے ناامید ہوجائے تو جس کار خیر میں مناسب سمجھے وھاں صرف کردے. اور مجتبی میں ہے کہ مالی جرمانہ اور تاوان کا حکم شروع اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا.

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :*

وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي.(ردالمحتار 230/5)

بزازیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹادے، نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کیلیے، جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے جائز نہیں.

لھذا پنچایت کے لوگ مجرمین سے جو رقم لیتے ہیں اس پنچایت پر لازم ہے کہ اس رقم کو ان کے مالکان کو واپس کرے، اس رقم سے ٹینٹ وغیرہ کے خرچ کرنا ناجائز و گناہ ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۶) حج ※ العلم فقي ※ ال إسلام والمسلمين حضرت العلام مولانا مفتي محمد اشتياق القادر ※ صاحب قبل ※ السلام علي ※ م ورحم ※ اللہ وبر ※ ات ※

عرض خدمت ہے کہ کبوتر وغیرہ کی بیٹ بطور دواء کھانا کیسا ہے؟ اس مرض میں جسکے بارے ڈاکٹروں کا کہنا ھو کہ آپریشن کیا جائے گا اور اس سے لوگوں کو آرام بھی ملا ہے

زید نے کئی لوگوں کو یہ بیٹ دی بھی ہے اگر نا جائز ہے تو زید کے بارے میں کیا حکم شرع ہے، بیان فرما کر عنداللہ ماجور ھوں، فقط والسلام

المستفتی: محمد طاھر القادری، دارالعلوم گلشن اسلام کنوراباز پور اتراکھنڈ

الجواب بعون اللہ العلیم الملیک المقتدر الوھاب:

کبوتر کی بیٹ گو کہ ھمارے یہاں پاک ہے. جیسا کہ بدائع الصنائع جلد 1 ص 66 پر ہے:

و ما یذرق فی الھواء نوعان أیضا : ما یؤکل لحمہ کالحمام و العصفور و العقعق و نحوھا و خرءھا طاھر عندنا.

فضا میں بیٹ کرنے والے پرندے بھی دوقسم کے ہیں :ایک قسم وہ ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، جیسے کبوتر، فاختہ، گوریا اور عقعق وغیرہ. ان کی بیٹ پاک ہے.

*لیکن اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ انسانی طبیعت، عقل سلیم اور ذوق صحیح اس سے نفرت کرتے اور گھن کھاتے ہیں. لھذا بطورِ دوا بھی ایسی قابلِ نفرت چیزوں کے کھانے سے

بچنا چاہیے، تاہم اگر کوئی شخص ڈاکٹروں کی تجویز کے مطابق کبوتر کی بیٹ علاج کے لیے کھاتا ہے تو اس میں حرج نہیں ہے. فتاوی ھندیہ ج 5 ص 435 پر ہے :*

و أكل خرء الحمام للدواء لا بأس به كذا في خزانة الفتاوى.

یعنی علاج کے لیے کبوتر کی بیٹ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۷) اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اَللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

لفظ عشق کا استعمال اللہ یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسا؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

*بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے لفظ عشق کا استعمال شرعاً درست و روا ہے، کتاب و سنت اور دیگر دلائل شریعت سے اس کے استعمال کی کوئی ممانعت منقول نہیں ہے. ہاں اللہ تعالی کو عاشق کہنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ عشق کا معنی و مفہوم اللہ تعالی کے حق میں قطعاً یقیناً محال و غیر ممکن ہے ،اور ایسے تمام الفاظ و کلمات جن میں معنی محال کا ایہام بھی ہو ان کا استعمال ذات باری تعالی کے لیے جائز نہیں ہے. علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

مجرد إيهام المعنى المحال كاف في المنع.(ردالمحتار 567/9)

صرف معنی محال کا وھم ممانعت کے لیے کافی ہے.

امام یوسف بن ابراھیم اردبیلی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

لو قال أنا أعشق الله أو يعشقني فمبتدع. و العبارة الصحيحة أن يقول : أحبه و يحبني، كقوله تعالى :يحبهم و يحبونه.(الأنوار لأعمال الأبرار 286/3)

*اگر کوئی کہے مجھے اللہ تعالی سے عشق ہے اور اللہ تعالی کو م سے عشق ہے تو ایسا شخص بدعتی ہے. صحیح عبارت یہ ہے کہ میں اللہ تعالی سے محبت کرتا ہوں اور وہ م سے محبت

کرتا ھے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ھے اللہ تعالی ان سے محبت رکھتا ھے اور وہ اللہ تعالی سے محبت رکھتے ھیں.*

یہاں سے معلوم ھوا کہ اللہ تعالی کو عاشق کہنا ھر گز جائز نہیں ھے.

عشق ،عاشق اور معشوق ایسے الفاظ ھیں جن کو سننے کے بعد فقیر قادری کو عجب ذھنی ارتعاش کا احساس ھوتا ھے، اس لیے فقیر قادری ان الفاظ کا استعمال اللہ تعالی، اس کے حبیب لبیب، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور تمام اولیاء و صالحین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے لیے استعمال کرنے سے حتی الامکان گریز کرتا ھے. گو کہ ناجائز صرف اسی جگہ جانتا ھے جہاں ناجائز ھونے کا شرعی ثبوت موجود ھو. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۸) اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللهِ وَبَرَكاتُهُ

حضور کیا کانوں کا مسح دو یا تین بار کرنا مکروہ ہے؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حدیث شریف میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

الأذنان من الرأس. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 134. سنن ترمذی، حدیث نمبر 37. سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 443. مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 22277)

یعنی دونوں کان سر کا حصہ ھیں

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ھوا کہ جو حکم سر کا ھے وھی حکم کانوں کا، لہذا نئے پانیوں سے کانوں کا دو یا تین بار مسح کرنا مکروہ ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۴۹)

क्या ये सही फरमान है।:

अल्लाह के नबी ने फरमाया अली तुझ से मुहब्बत करने वाले भी जहन्नम में जाएंगे *

*और तुज से दुश्मनी करने वाले भी जहन्नम में जाएंगे

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

حضرت ابو البختری نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا :

لیحبنی قوم حتی یدخلھم حبی النار ، ولیبغضنی أقوام حتی یدخلھم بغضی النار. (السنة لابن أبي عاصم، حدیث نمبر 886)

یقینا ایک قوم م سے محبت کرتی ھے یہاں تک کہ میری محبت ان کو جھنم میں داخل کردے گی اور بہت سے لوگ م سے بغض رکھتے ھیں یہاں تک کہ م سے بغض ان کو جھنم میں پھنچادے گا.

ابوسوار عدوی کھتے ھیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا :

لیحبنی قوم حتی یدخلوا النار فی حبی، ولیبغضنی قوم حتی یدخلوا النار فی بغضی. (مصنف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر 32796)

ایک قوم مجھسے محبت کرتی ھے یہاں تک کہ میری محبت کی وجہ سے وہ جھنم میں جائیں گے اور ایک قوم م سے دشمنی رکھتی ھے یہاں تک کہ میری دشمنی کی وجہ سے وہ جھنم میں جائیں گے.

حضرت ابو حیرہ نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے ھوئے سنا :

یھلك فی رجلان مفرط فی حبی و مفرط فی بغضی.(مصنف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر 32797. والسنة لابن أبي عاصم، حدیث نمبر 984)مجھسے متعلق دوطرح کے لوگ ھلاک ھوں گے میری محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا اور میری دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے والا.

*الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، جلد 3 ص 399 پر بغیر سند کے مذکور ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

یھلك فیك رجلان محب مفرط و کذاب مفتر.*

اے علی تیرے بارے میں دو شخص ھلاک ھوں گے محبت میں حد سے بڑھنے والا اور جھوٹا بہتان طراز۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجھ سے ارشاد فرمایا:
لا يحبك إلا مؤمن ولا يبغضك إلا منافق. (سنن نسائی، حدیث نمبر 5018. سنن ترمذی، حدیث نمبر 3736. مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 731)
مذکورہ احادیث وآثار کے سوا اور بھی بہت سے آثار واخبار میں یہ مضمون مذکور ھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی محبت وعناد میں دو طرح کے لوگ ھلاک ھوں گے: محبت میں حد سے تجاوز کرنے والے اور دشمنی میں حد سے بڑھنے والے، لیکن وہ مضمون جو آپ نے لکھ کر بھیجا ھے خاص یہ مضمون کسی حدیث مرفوع صحیح وحسن میں فقیر کی نظر سے نہیں گذرا، لگتا یوں ھے کہ یہ مضمون ماقبل میں مذکور احادیث وآثار کی ترجمانی ھے یا پھر کسی چابکدست کی مہربانی-واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۳۵۰) کیا اسلام میں ہجڑوں کا کوئی کونسیپٹ ہے؟ کیا ان کی بددعا جلدی قبول ہوتی ہے؟

المستفتی:سنجر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب:*

ھجڑے اللہ تعالی کی مخلوق ھیں، ان کی بددعا جلد قبول ھوتی ھے ایسا اسلامی تعلیمات میں کچھ بھی نہیں ہے۔

نوٹ:

ھمارا یہ گروپ الحمدللہ ایک اسلامی دارالافتاء کے طریقہ پر خدمت انجام دینے کی کوشش کرتا ھے، یہاں آنے والے سوالات اور ان کے جوابات محفوظ کیے جاتے ھیں، تاکہ کسی مناسب وقت ان کی اشاعت کی جاسکے، اس لیے ھم تمام احباب سے گذارش کرتے ھیں کہ اپنے سوالات اسی انداز میں ارسال فرمایا کریں جیسے کسی بھی دارالافتاء میں کیے جاتے ھیں۔*

سخی بھائی! آپ کے سوالات جب محفوظ کیے جائیں گے تو ان کا انداز سب سے جداگانہ ھوگا، جس میں یہ معلوم ھی نہیں ھوپائے گا کہ یہ کسی مستفتی کا سوال ھے یا کسی ممتحن کا۔ امید ھے کہ نظرثانی فرمائیں گے۔

(۳۵۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں

کہ ایک عورت اس بات کا دعوی کر رہی ہے کہ میرے شوہر نے میراٹیبلیٹ دے کر قطع حمل کروا وہ اس بات پر قسم کھانے کو تیار ہے

دوسری طرف شوہر کا دعوی ہے کہ یہ جو عورت کہہ رہی ہے کہ میں نے ٹیبلٹ دی وہ جھوٹ ہے اور یہ لڑکا بھی قسم کھانے کو

تیار ہے
مطلوب امر یہ ہے کہ اس حال میں کس کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا؟ شوہر کی قسم کا یا بیوی کی قسم کا؟ بینوا وتوجروا
المستفتی: عبدالقیوم، جلال آباد، شاہجہاں پور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب

حدیث شریف میں ھے :*

البینة علی المدعی و الیمین علی من أنکر. (رواہ البیہقی وغیرہ بسند حسن)*

یعنی دعویٰ کرنے والے پر گواہ پیش کرنے کی ذمہ داری ھے اور انکار کرنے والے قسم کی ذمہ داری ھے۔*

آپ نے جو سوال پیش کیا ھے اس میں عورت مدعیہ ھے اور مرد منکر ھے، لہذا عورت اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے، اس کا قسم کھانا فضول ھے، اور اگر عورت اپنے دعوے پر گواہ پیش نہ کر سکے تو مرد کو قسم دلائی جائے گی اور قسم کے بعد اس کی بات مان لی جائے گی۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

(۳۵۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نعت کس کو کہتے ہیں منقبت کس کو کہتے ہیں حمد کس کو کہتے ہیں ان تینوں کی تعریف بتائیں کیا ہے ھمارے واٹس ایپ پر ایک بھائی نے سرکار تاج الشریعہ کی شان میں منقبت سینڈ کی تو انہوں نے اس کے ساتھ میں یہ لکھا تھا کے نعت شریف تاج الشریعہ کی شان میں تو کسی بھائی نے اس پر اعتراض کیا کے ھم ابھی تک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت سنتے تھے لکھی جاتی تھیں یہ نعت شریف تاج الشریعہ کی شان میں کب سے لکھی جانے لگی ان بھائی کا اس بات پر اعتراض کرنا درست ہے یا غلط ہے اسکا وضاحت کے ساتھ جواب عطا کیجیئے کرم ھوگا
نوری رضا قادری دھلی

وعلی۔م السلام ورحم۔ اللہ وبر۔ ات۔*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الو۔اب

*جن صاحب نے اعتراض کیا ان کی بات درست ھے، نعت نبی کریم صلی اللہ تعالی علی۔ وسلم کے اوصاف عالیہ کے بیان کرنے کو کہتے ھیں، اللہ تعال۔ کی تعریف وثنا کا نام حمد اور صالحین کے فضائل بیان کرنے کو منقبت کہتے ھیں۔

واللہ تعالیٰ ﷻ أعلم بالصواب*

(۳۵۳) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ھذا میں کہ زید کارپینٹر مستری ہے وہ جسکا کام کرتا ہے اسے سامان دلانے کے لئے دکان پرلیکر جاتا ہے اور مارکیٹ میں جو ریٹ چل رہا ہے اس سے ایک روپیہ سستا سامان دلواتا ہے۔اسکے بعد دکان والا زید کواپنی طرف سے (7٪) منافعہ دیتا ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا وہ پیسے لینا عندالشرع جائز ہے یانہیں؟

المستفتی،العبدالعاصی،حسین رضا قریشی،موضع نورپور،تحصیل امریا،ضلع پیلی بھیت شریف،یوپی الھند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب

اگرصورت مسئولہ میں کارپینٹر نے خریدار کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا،اس کو کوئی غلط سامان نہیں دلوایا،اس سامان کی خریداری کے لیے اس نے جو بھاگ دوڑ،محنت وکوشش اور وقت صرف کیا اس کی اجرت ومزدوری خریدار سے نہ لی ھوتو دوکان مالک سے 7٪ کمیشن لینا جائز ھے ﷻ*

یعنی اس کام پر دکاندار سے کمیشن لینے کے حوالے سے دوباتوں کو مدّنظر رکھنا ضروری ھے:

اوّل یہ کہ جس شخص کو کارپینٹر دکاندار کے پاس لے کر گیا،وہ اس کے لیے بلا معاوضہ کام کررھا ھو؛ کیونکہ جسے معاوضہ دے کرلے جایا جائے وہ اجیر ھوتا ھے اور اجیر وکیل ھوتا ھے اور وکیل کو یہ استحقاق نہیں کہ وہ سامنے والے سے بھی اجرت لے۔(اِلَّا فِی الْاُمُوْرِ الْمُسْتَثْنَاۃِ بِالْعُرْفِ)

دوسری چیز یہ ھے کہ کارپینٹر نے دکاندار کے ساتھ پہلے سے معاھدہ کیا ھوا ھو کہ اس طرز کا خریدار لے کر آئیں گے تو اتنا معاوضہ آپ کو ملے گا۔یہ نہ ھو کہ جس دکان پر کارپینٹر لے جائے گاہک کو اس دکان پر مال پسند نہ آئے اور وہ کہیں اور سے خریدے لیکن بعد میں اس دکاندار سے کارپینٹر کمیشن کا مطالبہ کرے؛ کیونکہ اول تو کارپینٹر کا استحقاق کسی معاھدے کے سبب ھی ممکن تھا جو کہ نہیں پایا گیا۔دوسرا یہ کہ اس دکان دار کے لیے تو کارپینٹر نے کام نہیں کیا بلکہ گاہک از خود اس کے پاس گیا ھے اور دوسرے دکاندار سے کارپینٹر کا کوئی پیشگی معاھدہ نہیں تھا۔جب یہ دو شرائط پائی جائیں تو کارپینٹر کا دکاندار سے کمیشن لینا جائز ھے؛ کیونکہ کارپینٹر نے جو کام کیا وہ ایک قابلِ معاوضہ کام ھے ﷻ

*اگر کارپینٹر خریدار کو دھوکہ دیتا ھے اور اس کو غلط یا بیکار سامان دلواتا ھے تو سخت گناہ گار اور مجرم ھے۔واللہ تعالیٰ ﷻ

أعلم بالصواب

(۳۵۴): السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عرض خدمت یہ ہے کہ

زیداپنی شادی سے پہلے ہی یہ کہہ چکا ہے کہ میں جب بھی نکاح کروں تو طلاق ہواب نکاح کی کیا صورت ہوگی؟ارشادفرمائیں!

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگرکوئی فضولی(جس کونکاح کا وکیل نہ بنایا ھو) نکاح کردے اور یہ اپنے عمل سے اسے جائز کردے تو کوئی طلاق واقع نہیں ھوگی۔الاشبا※ والنظائر،ص352 پرھے:*

حلف لایتزوج فالحیلة أن یزوجه فضولی ویجیزه بالفعل. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۵۵)عزتِ مآب مفتی صاحب قبلہ اسلام علی※م ورحمۃ اللہ برکاتہ مزاج عالی حضور کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں مشکو※ۃ شریف جلد اول باب فضائل قرآن میں ایک روایت ہے حضرت عرباان بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل مسبحات کی تلاوت فرماتے تھےاورفرماتے تھےان میں سےایک آیت ہزارآیتوں سے بہتر ہے

مشکو※ۃ جلداول حدیث نمبر 2048 حضور مسبحات سے کون سی آیات مُراد ہے وضاحت فرمادیں حضور ایک سنی عالم فرماتے ہیں قرآن کریم سے استدلال چارطرح سے ہوتا ہے

اشارۃ النفس،عبارت النفس،دلالت النفس اوراقتضاء النفس

حضرت ان سے کیامراد ہے؟ کچھ روشنی ڈالیں اللہ کریم آپ کوصحت کاملہ عطافرمائیں حضرت کےسایہ عاطفت کوامت کےسروں پرتادیر

قائم فرمائے اورحضرت کےعلمی ودینی وملی خدمات کےاعتراف کی امت کوتوفیق عطافرمائے آمین بجاہ سیدالمرسلین

المستفتی ڈاکٹرانتخاب عارف صدیقی قادری امروہہ انڈیا یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب

ارسال کردہ حدیث شریف کے راوی کا نام عرباض بن ساریہ ہے رضی اللہ تعالی عنہ. شاید لکھنے میں غلطی ہوگئی ہے.

مسبِّحات ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جن کے شروع میں سبحان، سبَّحَ، یسبح یا سَبِّح ہو، اور یہ سات سورتیں ہیں:

☐ 1سبحن الذی أسری. پارہ 15.

☐ 2الحدید. پارہ 27.

☐ 3الحشر. پارہ. 28

☐ 4الصف. پارہ 28

☐ 5الجمعة.پارہ 28

☐ 6التغابن. پارہ 28

☐ 7الأعلی. پارہ 30

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

ھی السور التی فی أوائلھا سبحان، أو سبح بالماضی، أو یسبح، أو سبح بالأمر، و ھی سبعة، سبحان الذی أسری، و الحدید، و الحشر و الصف، و الجمعة و التغابن و الأعلی.(مرقاة المفاتیح 47/5).واللہ تعالی أعلم بالصواب

قرآن کریم اوراحادیث مبارکہ سے استدلال واستنباط کی چار صورتیں ہیں:*

☐ 1عبارة النص

☐ 2دلالة النص

☐ 3اشارة النص

☐ 4اقتضاء النص

عبارة النص:

استدلال کی ایسی صورت کو کہتے ہیں جہاں حکم کلام کی ظاہر عبارت سے ثابت ہو اور یہ حکم متکلم کا مقصود بھی ہو.

*اس کا خلاصہ یہ ہے کہ استدلال کرتے وقت احکام صرف صیغے اور لفظ سے ہی معلوم ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ اس حکم کے

واسطے ھی نص کونازل کیا گیا تھا؛ نیز اس کا مفہوم غور وفکر کے بغیر اوّلِ نظر ھی میں سمجھ میں آ جاتا ھے،مثلاً قر آن کریم میں ھے:*

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا. (البقرة:275)

* اللہ تعالی نے خرید وفروخت کوحلال کیااور سود کوحرام قرار دیا*:*

* اس نص سے خرید وفروخت کی حلت اور سود کی حرمت کسی غور وفکر کے بغیر سمجھ میں آ جاتی ھے، اور اس نص کا مقصود بھی یہی ھے۔اسی طریقہ استدلال کوعلماء اصول کی زبان میں عبارۃ النص کہتے ھیں*:*

* علامہ شاشی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

عبارة النص: ماسبق الكلام لأجله و أريد به قصداً. (أصول الشاشي، ص 29)

عبار:* النص کے طریقہ پر جوحکم ثابت ھوتا ھے وہ اگر عوارض سے خالی ھوتوقطعی اور یقینی ھوتا ھے*:*

دلالة النص:*

استدلال کا ایسا طریقہ جہاں کلام کو سنتے ھی بغیر کسی اجتہاد وقیاس کے اس کلام میں بیان کیے گئے حکم کی علت سمجھ میں آجائے*:*

اس کی وضاحت یہ ھے کہ جوحکم نص کے الفاظ سے ثابت ھے اس کو سنتے ھی ذھن میں اس حکم کی وجہ آجائے، اب یہ وجہ اور علت جہاں پائی جائے گی نص کا بیان کردہ حکم وھاں جاری ھوگا، اور یہ حکم جاننے اور سمجھنے کے لیے کسی اجتہاد واستنباط اور قیاس وفکر کی ضرورت نہیں ھوتی بلکہ کلام جس زبان میں ھے اس زبان کو جاننے والا بات سنتے ھی علت کو سمجھ لیتا ھے۔جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ھے:*

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. (الاسراء:23)

*تو تم ان (والدین) سے اف تك نه کهو اور نه انهیں جهڑ کو،بلکه ان سے عزت و ادب کے ساتھ بات کرو.

اس آیت کے الفاظ سے تو یہی معلوم ھوتا ھے کہ والدین کی کسی بات پر اف کہنا حرام ھے؛ لیکن دلال*:* النص کے طور پر یہ ثابت وتاے کہ جب اف کہنا حرام ے تو سب وشتم کرنا یا جسمانی اذیت دینا بدرجہ اولی حرام وگا؛ کیونکہ یہ تکلیف اف کہنے سے بھی بڑھ کرے*

* علامہ شاشی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

*دلالة النص: هي ما علم علة للحكم المنصوص عليه لغة لا احتهادا و لا استنباطا. (أصول

الشاشی، ص 30)*
* دلال※ النص سے ثابت ھونے والے احکام کسی صریح لفظ سے ثابت ھونے والے احکام کی طرح قطعی ھوتے ھیں※*

اشارۃ النص :*
استدلال کا ایسا طریقہ جہاں حکم کلام سے بطورِ اشارہ ثابت ھو، نہ تو یہ حکم اس کلام کا مقصود ھو اور نہ مکمل طور پر اس کلام سے ظاھر ھو۔

اس کی توضیح یہ ھے کہ کلام اور نص کسی خاص حکم کو ثابت کرنے کے لیے وارد ھوا ھو، لیکن اس کلام سے کسی ایسے حکم کی طرف اشارہ ھو جو اگرچہ کلام سے پورے طور پر نہ تو ظاھر ھو اور نہ کلام کا یہ مقصد ھو، تاھم غور و فکر کرنے کے بعد وہ حکم سمجھ میں آجائے اور اس حکم کو سمجھنے کے لیے کلام و نص میں کسی قسم کا اضافہ بھی نہ کرنا پڑے※*

* جیسے رب کریم ارشاد فرماتا ھے:*

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَ اَمۡوَالِهِمۡ. (سورۃ الحشر، آیۃ 8)

(مال غنیمت) ان فقیر مہاجروں کے لیے ھے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے※*

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بطورِ اشارہ سمجھ میں آتی ھے کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں تو مسلمانوں کے مال پر کفار کی ملکیت ثابت ھو جاتی ھے، اس لیے کہ اگر مسلمان کا مال اس کی اپنی ملکیت میں رھے اور کفار کے لیے ملکیت ثابت نہ ھو تو پھر مسلمان کا فقیر ھونا ثابت نہیں ھوگا، حالانکہ مسلمانوں کو ایسی صورت میں قرآن کریم نے فقراء فرمایا ھے※*

علامہ نظام الدین شاشی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

إشارة النص :هی ما ثبت بنظم النص من غير زيادة و هو غير ظاهر من كل وجه و لا سيق الكلام لأجله.(أصول الشاشی، ص 29)

اشار※ النص سے جو حکم ثابت ھوتا ھے وہ بھی قطعی ھوتا ھے، تاھم اس کا درجہ عبار※ النص کے بعد ھے※*

اقتضاء النص :

استدلال کی ایسی صورت جہاں کلام میں کوئی لفظ محذوف و مقدر مانے بغیر اس کلام کی دلالت درست نہ ہو۔

اس کی وضاحت یہ ھے کہ نص اور شارع کے کلام کے صحیح ھونے کے لیے بعض اوقات کسی لفظ کو محذوف ماننا ضروری ھو جاتا ھے، اگر کلام میں کسی مناسب لفظ کو مقدر نہ مانا جائے تو اس کلام کی اپنے معنی پر دلالت درست نہ ھو۔ مثلاً

آیت قرآنی ھے:* *حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ* *(سورۃ المائدۃ، آیۃ 3)*
اس آیت کریمہ میں حرمت کی نسبت میتہ (مردار) اور دم (خون) کی طرف کی گئی ھے؛ حالانکہ یہ درست نہیں؛ کیونکہ حرمت کا تعلق منھی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا ھے) اس کی ذات سے نہیں ھوتا؛ بلکہ مکلّف کے فعل سے ھوتا ھے؛ پس آیت کا مفہوم اس وقت تک صحیح نہیں ھوسکتا جب تک کہ مکلّف سے متعلق کوئی فعل محذوف نہ مانا جائے اور ظاھر ھے کہ وہ فعل "اکل" (کھانا) ھی ھوسکتا ھے؛ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ھوگا کہ مردار کا کھانا اور خون کا پینا حرام ھے اور یہاں پر یہی شارع کی مراد ھے※*
علامہ شاشي علي※ الرحم※ فرماتے ھیں:

اقتضاء النص :هو زيادة على النص لا يتحقق معنى النص إلا به كأن النص اقتضاه ليصح في نفسه معناه. (أصول الشاشي، ص 31)

استدلال کے اس طریقہ پر جو حکم ثابت ھوتا ھے وہ بقدر ضرورت ھی ھوتا ھے اور اس کا درجہ دلال※ النص کے بعد ہے۔

(۳۵۶) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل مسبحات کی تلاوت فرماتے تھے اور فرماتے تھے ان میں سے ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے※* (مشکو※ شریف)

کی خوب وضاحت فرمائی کہ مسبحات سے کون کون سی سورتیں مراد ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام مسبحات کی تلاوت فرماتے اور فرماتے کہ ان میں سے ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

مسبّحات نامی سورتوں کی مکمل تلاوت کرنا مراد ھے، صرف ابتدائی آیات کی تلاوت مراد نہیں۔ نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم پوری سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے، صرف شروع کی آیات نہیں، اسی لیے آپ نے اس آیت کی تعیین نہیں فرمائی جو ایک ھزار آیتوں سے بہتر ھے، بلکہ اس کو شب قدر اور اللہ تعالي کے اسم اعظم کی طرح مخفی رکھا، تاکہ امت مکمل سورتوں کی تلاوت کرکے اجر وثواب کی مستحق بنے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

قیل : هی " لو أنزلنا هذا القرآن " وهذا مثل اسم الله أكبر من بين سائر الأسماء فی الفضيلة فعلى هذا فيهن ، أى فى مجموعهن ، وعن الحافظ ابن كثير أنها " هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء عليم " اه والأظهر أنها هى الآية التى صدرت بالتسبيح ، وفيهن بمعنى جميعهن ، والخيرية لمعنى الصفة التنزيهية الملتزمة للنعوت الإثباتية ، وقال الطيبی : أخفی الآية فيها كإخفاء ليلة القدر فی الليالی وإخفاء ساعة الإجابة فی يوم الجمعة محافظة على قراءة الكل لئلا تشذ تلك الآية(مرقاة المفاتيح48/5).والله تعالى أعلم بالصواب*

(۳۵۷)کیا فرماتے ہیں علماء دین /مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

बेटिया है एक सख्श जिसकी 2

पहली का नाम यास्मीन ओर दूसरी का नाम शबनम है।

ओर आधार कार्ड में दोनों के नाम उल्टे है यानी यास्मीन शबनम है और शबनम यास्मीन।है।

,यानी असल यास्मीन का । जबकि उनमे से एक का निकाह होना है

निकाह में मौलाना साहब

शबनम का नाम लिख देते है जिसका अभी निकाह नही है।और आधार कार्ड की मिस्टेक को सही मानकर

इज़ब ओ कुबूल इसी नाम से हो जाता है।

ओर दुल्हन यास्मीन घर आ जाती है।

तो मसला ये है कि इससे निकाह मैं कोई फर्क आएगा या नही।ओर मिया बीवी के तालुक जाइज़ होंगे या नही।

ओर क्या निकाह वापस करना पड़ेगा।या नही।

المستفتی:

بسم الله الرحمن الرحیم*

الجواب بعون الله الوھاب:

*نکاح کے لیے ضروری ھے کہ وہ لڑکا اور لڑکی جن کا نکاح ھونے جارھا ھے وہ گواھوں کے

نزدیک معلوم و متعین ہوں. فتاوی ہندیہ جلد 1 ص 298 پر ہے:*
و منها أن يكون الزوج و الزوجة معلومين.
نکاح کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ زوجین معلوم و متعین ہوں.
لهذا اگر کسی کی دولڑکیاں ہوں ایک کا نام عائشہ اور دوسری کا فاطمہ ہے، عائشہ کا نکاح کرنا تھا مگر ایجاب میں فاطمہ کا نام لیا تو فاطمہ کا نکاح ہو گیا.
فتاوی ہندیہ ج 1 ص 298 پر ہے:
و لو كان لرجل بنتان كبرى عائشة وصغرى فاطمة، أراد أن يزوج الكبرى وعقد باسم فاطمة ينعقد على الصغرى ولو قال زوجت ابنتي الكبرى فاطمة لا ينعقد على إحداهما كذا في الظهيرية.
اگر کسی شخص کی دو بیٹیاں ہوں، ایک بڑی جس کا نام عائشہ ہے اور دوسری چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے، اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہو گیا، اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا، تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا، ظهیریہ میں ایسا ہی ہے.
لهذا اگر یاسمین مجلس نکاح میں موجود تھی اور نکاح پڑھانے والے نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے اس کو تیرے نکاح میں دیا تو اس صورت میں بھلے لڑکی یا اس کے باپ دادا کے نام میں غلطی ہوجائے پھر بھی نکاح درست ہو گیا. جیسا کہ فتاوی شامی جلد 4 ص 89 پر ہے:
فإن كانت حاضرة متنقبة كفى الإشارة إليها، و الاحتياط كشف وجهها.
*اور اگر وہ مجلسِ نکاح میں موجود نہیں تھی تو اس لڑکی اور اس کے باپ یا دادا کا نام لینا ضروری ہے جس سے وہ متعین و معلوم ہوجائے اور
گواہوں کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے، لهذا کسی بھی غلطی کی وجہ سے لڑکی یا اس کے باپ دادا کے نام میں غلطی ہوئی تو اس غلطی کی وجہ سے جس کی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح ہورہا ہے اگر اس نام کی کوئی اور لڑکی ہے تو اسی کا نکاح ہوجائے گا ورنہ کسی کا نہیں ہو گا.*
*خلاصہ یہ ہے کہ اگر یاسمین مجلسِ نکاح میں موجود نہ تھی اور اس کی جگہ ایجاب میں

شبنم کا نام لیا گیا تو شبنم کا نکاح ہو گیا، یاسمین کا نہیں ہوا. صورت مسئولہ میں چونکہ یاسمین رخصت ہو کر گئی اگر اس کے ساتھ وطی کی گئی ہے تو اس پر وطی بالشبہ کی عدت لازم ہے، عدت گذرنے کے بعد وہ شخص اپنی بیوی شبنم سے صحبت کرسکتا ہے. اور اگر یاسمین ہی کو اس شخص کی زوجیت میں دینا ہے تو شبنم کو طلاق دینے اور عدت گزرنے کے بعد اس کے نکاح میں دیا جاسکتا ہے. والله تعالی أعلم بالصواب*

(۳۵۸)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوهاب:

یہ سوال کیا جواب طلب ہے؟

انسان خود سے سرزد ہونے والے چھوٹے بڑے جس جرم و گناہ سے شرعی طریقہ پر توبہ کرلیتا ہے تو اس گناہ سے وہ بالکل پاک ہوجاتا ہے ،خواہ وہ گناہ کفر و ارتداد ہی کیوں نہ ہو.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 4250. السنن الکبری للبیهقی ،حدیث نمبر 21069. والحدیث قال فیه الإمام ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالی : سنده حسن. فتح الباری 471/13)

* گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ نہیں.*

اور جب کوئی شخص گناہ سے توبہ کرلے تو اسے اس گناہ کی وجہ سے عار دلانا، یا اس گناہ کی اس کی طرف نسبت کرنا، اس گناہ کی اشاعت کرنا اور لوگوں کو اس سے باخبر کرنا ناجائز و گناہ اور فعلِ روسیاہ ہے. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں انقطاع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:*

*من عیر أخاہ بذنب لم یمت حتی یعمله. قال أحمد من ذنب قد تاب منه. (سنن ترمذی، حدیث

نمبر 2505. اورد ابن الجوزی هذا الحدیث فی الموضوعات لمحمد بن الحسن بن أبی یزید. وقال الترمذی :هذا حدیث حسن غریب.اه فالحسن لما ورد من وجه آخر أو لشاهد والغرابة لکون خالد بن معدان لم یدرك معاذ بن جبل)*

جو شخص اپنے بھائی کو ایسے گناہ کا عیب لگائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو یہ اس وقت تك نہیں مرے گا جب تك کہ اس گناہ کو خود نہ کر لے.

یہاں یہ بات خیال میں رکھنا ضروری ہے کہ جرم و گناہ اگر علانیہ ہو تو توبہ بھ علانیہ ہونا ضروری ہے اور گناہ خفیہ ہو تو توبہ بھی خفیہ ہوگی، ایسا نہیں ہوسکتا کہ کفر و گناہ مجمع عام میں کیا جائے اور توبہ گھر میں بیٹھ کر کرلی جائے، یا جیسا کہ آج کل ایك طریقہ چل نکلا ہے کہ گناہ تو مجمع عام میں کیا لیکن جب توبہ کا مطالبہ ہوا تو کسی کاغذ پر توبہ نامہ لکھ کر سوشل میڈیا پر ڈالدیا، توبہ کا یہ طریقہ غلط ہے، بلکہ ضروری ہے کہ جس طرح کے مجمع میں گناہ سرزد ہوا اسی مجمع میں یا اسی جیسے مجمع میں توبہ کی جائے، تاکہ وہ لوگ جن کے سامنے فعل گناہ صادر ہوا اس توبہ سے آگاہ ہوجائیں اور گمراہی یا بدگمانی سے محفوظ ہوجائیں.

Mufti Ishtiyaqu: *حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں :*

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوْصِنِي، فَقَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ مَا اسْتَطَعْتَ، وَاذْكُرِ اللهَ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وشَجَرٍ، وَمَا عَمِلْتَ مِنْ سُوءٍ فَأَحْدِثْ لِلَّهِ فِيهِ تَوْبَةً: السِّرُّ بِالسِّرِّ، وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ. (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 16745. قال الهیثمی فی مجمع الزوائد 74/10 :إسنادہ حسن)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا جہاں تك ہوسکے اللہ تعالی کا تقوی لازم پکڑلو، ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ تعالی کا ذکر کرو اور جس گناہ کے بارے میں تمہیں علم ہوجائے تو اللہ کی رضا کے لیے اس سے توبہ کرلو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور کھلے گناہ کی توبہ کھلے طور پر.

توبہ سچی ہونا چاہیے ،محض دکھاوے کی نہ ہو. سچی توبہ کے بارے میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے :

*سچی توبہ اللہ عزوجل نے وہ نفیس شیئ بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے۔ کوئی

گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک و کفر، سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم وپریشان ہو کر فورا چھوڑدے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلا نماز روزے کے ترک یا غصب، سرقہ، رشوت، ربا سے توبہ کی توصرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑدینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے جو مال جس جس سے چینا ، چرایا، رشوت، سود میں لیا انہیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کوواپس کردے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدق کردے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تصدق پر راضی
نہ ہوئے اپنے پاس سے انہیں پھیردوں گا۔*

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قدنصوا علی ان ارکان التوبۃ ثلثۃ الندامۃ علی الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال ھذا ان کانت التوبۃ فیما بینہ وبین اللہ کشرب الخمر واما ان کانت ھما فرط فیہ من حقوق اللہ کصلوۃ وصیام وزکوۃ فتوبتہ ان یندم علی تفریطہ اولا ثم یعزم علی ان لایعود ابداء ولو بتاخیر صلاۃ عن وقتھا ثم یقضی مافاتہ جمیعا وان کانت مما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فتتوقف صحۃ التوبۃ منھا مع ماقدمناہ فی حقوق اللہ تعالی علی الخروج عن عھدۃ الاموال وارجاء الخصم بان یتحلل عنھم ایردھا الیھم اوالی من یقوم مقامھم من وکیل او وارث وفی القنیۃ رجل علیہ دیون لاناس لایعرفھم من غصوب اومظالم اوجنایات یتصدق بقدر ھا علی الفقراء علی عزیمۃ القضاء ان وجدھم مع التوبۃ علی اللہ تعالی فیعذر انتھی وان کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبۃ فیجب فی التوبۃ فیھا مع قدمناہ فی حقوق اللہ تعالی ان یخبرا صحابھا بما قال من ذلک ویتحلل منھم فان تعذر ذلک فلیعزم علی انہ متی وجدھم تحلل منھم فان عجزبان کان میتا فلیستغفراللہ والمرجو من فضلہ وکرمہ ان یرضی خصمائہ من خزائن احسانہ فانہ جواد کریم رؤف رحیم ۱ھ ملتقطا۔(فتاوی رضویہ جلد 6 ص 550)

*اہل علم نے تصریح فرمائی ہے کہ توبہ کے ارکان تین ہیں (۱) گزشتہ جرم پر ندامت یعنی نادم وشرمسار ہونا (۲)موجودہ طرز عمل کو درست رکھنا اور گناہ کا ازالہ وبیخ کنی کرنا (۳) آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا، یہ اس وقت کا کام ہے جبکہ توبہ بندے اور اللہ تعالی کے درمیان ہو، جیسے شراب نوشی، لیکن اگر اس نے حقوق اللہ میں کوتاہی کی اور ان سے توبہ کرنا چاہے جیسے نماز ،روزے اور زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی تو اس کے لئے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کو تاہی پر نادم ہو پھر پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ان کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہیں لے گا اور انہیں ہر گز ضائع نہیں کرے گا، پھر تمام ضائع کردہ حقوق کی قضا کرے اور اگر ضائع کردہ حقوق کا تعلق بندوں سے ہو تو صحت تو بہ اس پر موقوف ہے جس کو ہم نے پہلے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کردیا ہے کہ اس کی صورت میں اموال کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا اور مظلوم کو راضی کرنا ضروری ہے جن کا مال غصب کیا گیا، وہ انہیں واپس کیا جائے یا ان سے معاف کرایا جائے اور وہ متعلقہ افراد موجود اوربقید حیات نہ ہوں تو ان کے ورثاء متعلقین اور قائم مقام افرادو وکلاء کے ذریعے اموال کی واپسی او ر معافی عمل میں لائی جائے، قنیہ میں ہے اگر کسی شخص پر لوگوں کے قرضہ جات مثلا غصب، مظالم، اورجنایات کی قسم سے ہوں اور توبہ کرنے والا ان متعلقہ افراد کو نہیں جانتا پہچانتا تو اتنی مقدارفقراء ومساکین میں قضا کی نیت سے خیرات کردے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرنے کے باوجود اگر ان افراد کو کہیں پالے تو ان سے معذرت کرے (یعنی ان سے معافی مانگے اھ)اگر مظالم کا تعلق عزت وغیرہ سے ہو جیسے کسی گمراہ کو گالی دینا، غیبت کرنا، تو ان میں وجوب توبہ اس شرط سمیت جو ہم نے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جو کچھ اس نے ان کے بارے میں کہا انہیں اس جرم پر اطلاع دے اور ان سے معافی مانگے، اگر یہ مشکل ہو تو پختہ ارادہ کرلے کہ جب بھی انہیں پائے گا تو ضرور معذرت کرے گا، اگر اس طریقہ سے بھی عاجز ہوجائے یعنی مظلوم وفات پا گیا ہو تو پھر اللہ تعالی سے بخشش مانگے، اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے قوی امید ہے کہ وہ مظلوم مرحوم کو اپنے جو دواحسان کے خزانوں میں سے دے کر راضی کردے گا اور دونوں میں صلح کرادے گا

کیونکہ وہ بے حد سخی، کرم کرنے والا۔ انتہائی شفقت فرمانے والا اور رحم کرنے والا ھے۔
انتخاب کردہ عبارت مکمل ھو گئی۔ (ت). واللہ تعالی أعلم بالصواب.*
(۳۵۹)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ تعمیم حدث و جنابت دونوں حالتوں کے اعتبار سے ھے، یعنی ایسی جگہ بھہ کر پھنچنے کی صلاحیت ھو جس جگہ کے لیےحدث یا جنابت کی حالت میں حکم تطھیر ھے، اگر یہ تعمیم نہ کی جائے تو کسی کو وھم ھوسکتا تھا کہ یہ حکم صرف اسی وقت ھے جب کہ جنابت کی وجہ سے تطھیر لازم ھو.اسی لیے الجوھرۃ النیرۃ جلد 1 ص 22 پر ھے :

قولہ یلحقہ حکم التطھیر یعنی یجب تطھیرہ فی الحدث أو الجنابۃ.واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳٦۰)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

کیا جسم کے اعضا کو جیتے جی (donate) صدقہ کیا جا سکتا ہے یا وصیت کی جا سکتی ہے کہ میری آنکھیں فلاں کو دے دینا وغیرہ یا بعد مرنے کے کوئی ہماری وصیت کے بغیر کوئی نکال لے اس سب کی کیا شرعی حیثیت ہے؟مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد نعیم عطاری، سیفنی، تحصیل شاہ باد، ضلع رام پور، یوپی، ہند۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*کسی انسان کا اپنی زندگی میں اپنے جسم کا کوئی عضو ھبہ کرنا، فروخت کرنا، عاریت پر دینا اور صدقہ کرنا ناجائز وگناہ ھے ،اسی طرح یہ وصیت کرنا بھی جائز نہیں ھے کہ ھمارا فلاں عضو فلاں کو دیدینا اور نہ کسی اور شخص کے لیے جائز ھے کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کا کوئی عضو اس کی رضا یا بغیر رضا کے نکال کر کسی اور کے جسم میں نصب کر دے، یہ انسان کی شرف و کرامت کے بھی منافی ھے اور امانت الھیہ میں خیانت کا ارتکاب بھی ھے؛ کیونکہ انسان اپنے أعضاء کا مالک نہیں کہ

ان کا صدقہ، ھبہ، بیع اور وصیت جائز ھو، بلکہ اللہ تعالی نے یہ تمام اعضاء اسے بطورِ امانت عطا فرمائے ھیں اور ان کے استعمال کا ایک خاص شرعی پیمانہ مقرر فرما دیا ھے۔ لہذا اعضاء انسانی کا ھبہ وغیرہ ناجائز اور اس کو قبول کرنا بھی گناہ ھے۔*

یہ مسئلہ گو کہ اس دور کے جدید مسائل میں سے ھے، تاھم اس پر علماء اھلِ سنت کے درمیان طویل مباحثے اور سیمینار منعقد ھوئے، جس کے بعد فیصلہ یہی ھوا کہ اپنا کوئی عضو کسی اور کو کسی بھی طریقہ سے دینا جائز نہیں ھے۔ اس عنوان پر فقیر قادری کا بھی ایک مقالہ ھے جس میں دلائل سے عدم جواز ثابت کیا گیا ھے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک أمرا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب*

(۳۶۱) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں،

آجکل جو عورتیں اجمیر درگاہ پر جاتی ہیں تو انکا اجمیر شریف درگاہ پر جانا کیسا ہے؟؟ اور اس کے علاوہ کسی بھی ولی کی درگاہ پر عورت کا جانا کیسا ہے؟؟ آپ کی بارگاہ میں عرض ہیکہ بالخصوص حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتیہ: مہ جبیں بیگم ماریشس (افریقہ)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*عورتوں کا کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لیے جانا حرام و ناجائز نھیں ھے، لیکن اس فساد و بگاڑ کے ماحول میں بھتر یھی ھے کہ عورتیں کسی قبر و مزار پر نہ جائیں، ھاں آستان عظمت نشان، مرقد والا شان، جان گل و جنان، مھبط قدسیان، روضہ انور، قبہ اطھر، مزار فائض الانوار،

دربار گوھر بار، بارگاہ سید ابرار و اخیار، جلوہ گاہ شفیع روز شمار، خوابگاہ حبیب کردگار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حاضری اس حکم سے قطعاً یقیناً جدا ھے؛ کیونکہ اس دربار رحمت و بارگاہ نور میں حاضری بڑی قربت، عظیم سعادت، سراپا برکت اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ھے۔*

سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2305. سنن نسائی، حدیث نمبر 2032)

وزاد أبو داؤد:

فإن في زيارتها تذكرة. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 3237)

ولفظ الترمذی:

قد كنت نهيتكم عن زيارة القبور فقد أذن لمحمد في زيارة قبر أمه، فزوروها، فإنها تذكر الآخرة. (سنن ترمذی، حدیث نمبر 1054)

ولفظ ابن ماجه في رواية عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه:

* كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا و تذكر الآخرة. (سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 1571)*

و عند أحمد بن حنبل في رواية أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه:

نهيتكم عن زيارة القبور ثم بدا لي أنها ترق القلب و تدمع العين و تذكر الآخرة فزوروها و لا تقولوا هجرا. (مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 13512)

یعنی میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن اب ان کی زیارت کیا کرو؛ کیونکہ قبروں کی زیارت دلوں کو نرم، آنکھوں کو اشکبار اور دنیا سے بے نیاز کرتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے. اب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت عطا فرمادی گئی ہے.

*یہ حدیث بہت سی اسانید و طرق سے مروی ہے اور باتفاق محدثین صحیح ہے. اس حدیث سے جمہور فقہاء و محدثین نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ قبروں کی زیارت کی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جو اجازت و رخصت عطا فرمائی ہے اس میں مرد اور عورت دونوں داخل ہیں، یعنی پہلے زیارت قبور دونوں کے لیے منع تھی اور اب دونوں کے لیے جائز ہے ،البتہ عورتوں کے لیے ایک شرط بھی بیان کی ہے کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو تبھی عورت

قبروں کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے ورنہ نہیں.*

حضرت انس بن مالك رضی الله تعالی عنه فرماتے هیں :

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي فَقَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تعْرِفْهُ، فَقيلَ لَها: إِنَّه النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِي ﷺ فلَمْ تَجِد عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقالتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فقالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأولى. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1283. صحیح مسلم، حدیث نمبر 2179)

نبی کریم صلی الله تعالی علیه وسلم ایك ایسی عورت کے پاس سے گذرے جو قبر کے پاس بیٹھی رورهی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا الله تعالی سے ڈر اور صبر کر. اس نے کہا میرے پاس سے هٹو، تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو م پر آپڑی هے، اس عورت نےنبی اکرم صلی الله تعالی علیه وسلم کو پهچانا نهیں، اس کو بتایا گیا که یه نبی کریم صلی الله تعالی علیه وسلم تھے ،تب وہ نبی اکرم صلی الله تعالی علیه وسلم کے دروازے پر آئی، وهاں اس نے وهاں دربان نهیں دیکھے، کهنے لگی، میں نے آپ کو پهچانا نهیں تھا، آپ نے ارشاد فرمایا یقیناً صبر اس وقت هے جب پهلی بار صدمه پهنچے.

اس حدیث سے جمهور محدثین و فقهاء نے یه استدلال کیا هے که عورتوں کو بھی زیارت قبور جائز هے؛ کیونکه سید عالم، حضور اقدس ﷺ نے اس عورت سے یه نهیں فرمایا که تو قبر پر کیوں آئی هے، تقوی اور صبر کا حکم دیا، اگر عورتوں کو زیارت قبر منع هوتی تو چونکه آپ شارع هیں تو یه بھی ضرور فرماتے که تو یهاں کیوں آئی هے. تو جمهور اهلِ علم فرماتے هیں که صحیح یهی هے که پهلے زیارت قبور مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے منع تھی، بعد میں فزوروها سے دونوں کو اجازت عطافرمادی.

اس حدیث کی شرح میں امام محمود بدرالدین عینی علیه الرحمه لکھتے هیں :

فيه جواز زيارة القبور مطلقاً، سواء كان الزائر رجلا أو امرأة. (اس حدیث سے معلوم هوا که قبروں کی زیارت مطلقاً جائز هے، خواہ زیارت کرنے والا مرد هو یا عورت.)

امام ابن حجر عسقلانی علیه الرحمه فرماتے هیں :

*اختلف في النساء فقيل دخلن في عموم الإذن و هو قول الأكثر و محله إذا أمنت الفتنة. (فتح

البارى 148/3)*

عورتوں كى زيارت قبر كےبارے ميں اختلاف ھے، اكثر كا قول يه ھے كه وہ اجازت كے عموم ميں داخل ھيں بشر طيكه كوئى فتنه نه ھو.

اعلى حضرت عليه الرحمه نے اس مسئله پر ايك رساله تحرير فرمايا ھے جس كا نام جمل النور فى نهى النساء عن زيارة القبور ھے، اس ميں آپ نے كثير دلائل و شواھد سے يه ثابت فرمايا ھے كه اس دور ميں عورتوں كو رسول اكرم صلى الله تعالى عليه وسلم كے روضه انور كے سوا كسى اور قبر و مزار كى زيارت كے ليے جانے كى اجازت نهيں ھے. يهى ھمارا موقف ھے كه اب عورتوں كو قبروں كى زيارت كے ليے جانا ممنوع ھے. لهذا وہ لوگ جو اپنى عورتوں كو اجمير شريف يا كسى اور بزرگ كے مزار پر لے جاتے ھيں يا عورتوں كو وھاں جانے كى اجازت دیتے ھيں انھيں اپنے اس فعل سے باز آنا چاهيے. والله تعالى أعلم بالصواب

نوٹ :

*جمل النور كا مطالعه فرمائيں، مفيد ثابت ھو گا.

(۳۶۲)

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوھاب :

شوھر كى موت كے بعد عورت كا چار ماہ دس دن تك اور حمل والى ھو تو بچے كى پيدائش تك نكاح سے ركے رھنے كا نام عدت ھے.

عدت كى كچھ پابندياں ھيں جن كى بے وجه شرعى خلاف ورزى كرنا گناہ ھے. تاھم جب تك وہ مدت پورى نهيں ھو جاتى جو شريعت نے متعين فرمائى ھے عدت پورى نهيں ھو سكتى.

يه جو عوام ميں مشھور ھے كه عدت ميں عورت نے پردہ نهيں كيا، يا گھر سے باھر نكل گئى، يا زينت كرلى وغيرہ وغيرہ تو عدت ٹوٹ گئى يه سب جاھلانه خيالات ھيں، اس طرح عدت نهيں ٹوٹتى، ھاں عدت كى شرعى پابنديوں كى خلاف ورزى كرنے كى وجه سے گناہ ھوتا ھے.

لھذا ھندہ نے عورتوں کے کھنے پر اپنے گھر سے باھر جا کر غلط کیا اورعدت کی پابندیوں کی خلاف ورزی کی وجه سے وہ گناہ گار ھوئی ،تاھم ابھی اس کی عدت پوری نہیں ھوئی ھے، وہ فوراً عدت کی پابندیوں کالحاظ کرے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۶۳)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حدیث قدسی:

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنه فرماتے ھیں که رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم نے فرمایا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:

*مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، حدیث نمبر 6502)*

یعنی جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ھوں۔اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میری قربت چاھتا ھے ان میں سب سے زیادہ فرائض مجھے محبوب ھیں۔اورنوافل کے ذریعہ بندہ میرے قریب ھوتا رھتا ھے یہاں تک کہ میں اس کومحبوب بنالیتا ھوں اور میں اس کا کان ھوجاتا ھوں جس سے وہ سنتا ھے اوراس کی آنکھ ھوجاتا ھوں جس سے وہ دیکھتا ھے اوراس کا ھاتھ ھوجاتا ھوں جس سے وہ پکڑتا ھے اوراس کا پاؤں ھوجاتا ھوں جس سے وہ چلتا ھے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کوضرورضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا اور میں کسی چیز میں تردد نہیں کرتا جس کو میں کرنا چاھتا ھوں جتنا تردد مومن کی جان کے بارے میں کرتا ھوں، وہ موت کو ناپسند کرتا ھے اور میں اس کے برائی میں پڑنے کو ناپسند کرتا ھوں※

یہ صحیح بخاری کی مشھور حدیث قدسی ھے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۳۶۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

سیدنا غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غُنیۃُ الطالبین کے صفحہ 586 پر حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھائی جب اپ غار حرا کی طرف تشریف ئے جا رہے تھے اس دعا کا اردو ترجمہ حضرت شمش بریلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح کیا ہے اے سب بزرگوں کے بزرگ تو ہر ایک کی آواز سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے دعا کے آخری الفاظ اس طرح ہے میں تیرے حضور میں فقیروں اور بے قرار لوگوں کی طرح سوال کرتا ہوں کہ اپنے عرش کی عزت اور رحمت کی کنجیوں کے طفیل اور اپنے ان 8 ناموں کے طفیل جن کو تو نے آفتاب کے اوپر لکھا ہے جو تیرے جلال کو ظاہر کرنے والے ہیں حضرت کیا کسی حدیث پاک میں ان 8 ناموں کا ذکر ملتا ہے جو آفتاب پر درج ہے؟ ان 8 ناموں کو ظاہر کیجیے جزاک اللہ خیرا

المستفتی انتخاب عارف صدیقی امروہہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

*بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ! "الغنیۃ ※ لطالبی طریق الحق" محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، عارف نورانی، شیخ لاثانی، سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ورضی اللہ تعال ※ عن ※ ورحم ※ رحم ※ واسع ※ کی جانب منسوب ومشتہر ھے، لیکن اھلِ علم وتحقیق کی ایک جماعت کافی پہلے سے یہ صراحت کرتی رھی ھے کہ اس کتاب میں تحریف والحاق ھے اور خدا نا ترسوں نے اس میں قطع وبرید اور دجل ودسیسہ کاری کی ھے، اسی لیے اس میں کئی باتیں ایسی ھیں جو اس عالی جناب، گردوں قباب، والا القاب کے بارے میں سوچی بھی نہیں جا سکتیں۔ امام اھل سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ھیں:*

* کتاب غنی ※ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث د ※ لوی رحم ※ اللہ علی ※ کا تو یہ خیال ے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عن ※ کی تصنیف ی نہیں، مگر یہ نفی مجرد ے۔ اور امام ابن حجر مکی رحم ※ اللہ علی ※ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کر دیا ے ※ *

فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ھیں:

وایاك ان تغتربما وقع فی الغنیة لامام العارفین و قطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر الجیلانی رضی الله تعالی عنه فانه دسه علیه فیها من سینتقم الله منه والا فهو برء من ذلك ۔ (الفتاوی الحدیثیة، ص 148)

یعنی خبر دار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام اولیاء سردار اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی غنیۃ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا، حضرت شیخ رضی اللہ تعالی عنہ اس سے بری ہیں۔

*فقیر قادری بھی جب الغني ※ کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ھے تو یہ بات حق پاتا ھے کہ اس کتاب میں کسی دجال نے یقیناً تحریف کی ھے، یہ دعا جس کے بارے میں آپ نے سوال فرمایا ھے میری ناقص معلومات کی حد تک اسی تحریف کی دین ھے؛ کیونکہ اس کے بارے میں

محدثین نے لکھا ھے کہ یہ عبد اللہ بن قیس کے طریق سے مروی ھے جس پر احادیث وضع کرنے کا الزام ھے۔ ملاحظہ فرمائیں امام ابو الحسن علی بن محمد بن عراق کنانی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب تنزي ※ الشریع ※ المرفوع ※ 2 / 330، آپ نے اس دعا کو موضوعات میں شمار فرمایا ھے۔ اسی طرح کسی کتاب حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ سورج کی پشت یا اس کے قلب پر اللہ تعالي کے آٹھ اسماء حسنی لکھے ھوئے ھیں۔ حقیقت کا علم رب کریم کو ھے، ھماری کوتاہ نظر کے اعتبار سے یہ روایت موضوع ھے۔ واللہ تعال ※ أعلم بالصواب ※*

(۳٦۵) السلام علیکم ورحم ※ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مفتیان کرام مسعل ※ ذیل میں کیا لڑکیاں برقع اوڑھ کر اسکوٹی یا کار ڈرائو کر سکتی ہیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں رھنمائی فرمائں اللہ آپ کے علم میں اور عمر میں برکت عطا فرمائے

المستفتی: محمد ساجد کبیر نگر دہلی

وعلي ※ م السلام ورحم ※ اللہ وبر ※ ات ※*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الو ※ اب:

عورت کی ڈرائیونگ کا مسئلہ ان دنوں سعودیہ کے آزاد خیال ولی عہد فرمانروا کی کارگزاریوں کی وجہ سے سرخیوں میں ھے، اسلام کے اصول وقوانین سے ناآشنا بدعقل والحاد پسند لوگ طرح طرح سے منہ چلانے اور بغلیں بجانے میں مصروف ھیں ※

ھم نے کئی بار سوچا کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے، لیکن مصروفیات کی وجہ سے لکھنے کا موقع نہیں مل سکا، آج آپ کے سوال نے مندرجہ ذیل چند سطریں لکھنے کا موقع فراھم کیا ھے، رب کریم ھم سب کو حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ※

آپ کے سوال کا اجمالی اور مختصر جواب یہ ہے کہ عورت کو بعض حالات میں گاڑی چلانا جائز ہے اور بعض حالات میں ناجائز و منع ہے۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:
اللہ تعالیٰ عورتوں کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى.(سورة الأحزاب، آية 33)
اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کی بے پردگی کی طرح بے پردہ نہ رہو.
اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کریں اور شرعی ضرورت و حاجت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے اس عمل کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالك رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ عورتیں رسولُ اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلِہ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا یا رسولَ اللہ !صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلِہ وَسَلَّمَ، مرد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں شریك ہو کر فضیلت لے گئے اور ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں ہے جسے بجالا کر ہم مجاہدین کا درجہ پاسکیں؟ حضورِ اقدس صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلِہ وَسَلَّمَ نے ان سے ارشاد فرمایا:
من قعد منکن فی بیتھا فإنھا تدرك عمل المجاھد فی سبیل اللہ. (مسند البزار، حدیث نمبر 6862)
تم میں سے جو اپنے گھر میں ٹھہری رہے وہ ان مجاہدین کا درجہ پائے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں.
اس روایت سے ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بلا ضرورتِ شرعی گھروں سے باہر نکلتی اور گھومتی پھرتی ہیں اور بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں.
اگر یہ عورتیں گھروں میں رہیں تو ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی طرح ثواب ملے گا.
*یاد رہے کہ دین اسلام میں عورت کو گھر میں ٹھہرے رہنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے

مقصود یہ ہر گز نہیں ہے کہ دین اسلام عورتوں کے لیے یہ چاہتا ہے کہ جس طرح پرندے پنجروں میں اور جانور باڑے میں زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی پرندوں اور جانوروں یا قیدیوں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ اسے یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں اس کی عزت و عصمت کا تَحَفُّظ زیادہ ہے۔ اسے آسان انداز میں یوں سمجھیے کہ جس کے پاس بیش قیمت ہیرا ہو وہ اسے لے کر سرِ عام بازاروں میں نہیں گھومتا پھرتا، بلکہ اسے مضبوط سے مضبوط لاکر میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کی یہ دولت محفوظ رہے اور کوئی لٹیرا اسے لوٹنے کی کوشش نہ کرے اور اس کا یہ عمل عقلِ سلیم رکھنے والوں کی نظر میں بہت اچھا اور قابلِ تعریف و تحسین ہے اوراس کے بجائے اگر وہ شخص اپنا قیمتی ترین ہیرا لے کر سرِ عام بازاروں میں گھومنا شروع کر دے اور لوگوں کی نظر اس ہیرے پر آسانی سے پڑتی رہے تو عین ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کسی کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اسے لوٹنے کی کوشش کرے. اب اگر وہ ہیرا لٹ جائے تو لوگ ایسے شخص کو جاہل اور بیوقوف جیسے خطابات سے ہی یاد کریں گے.*

خلاصہ یہ ہے کہ قیمتی ہیرے کا زیادہ تحفظ اسے مضبوط لاکر کے اندر رکھنے میں ہے نہ کہ اسے لے کر سرِ عام گھومنے پھرنےمیں،اسی طرح عورت کی عصمت وعزت کا زیادہ تحفظ اس کے گھر کے اندر رہنے میں ہے نہ کہ غیرمردوں کے سامنے آنے اور ان کے درمیان گھومنے میں.

*اس سے معلوم ہوا کہ خود کو دانشور کہلانے والے وہ لوگ حقیقت میں دانش وحکمت سے نہایت دور ہیں جو دینِ اسلام کے اس حکم کے

بنیادی مقصد کو پسِ پُشت ڈال کر اور کافروں کے طرز زندگی سے مرعوب و مغلوب ہو کر غلامانہ ذہنیت سے اعتراضات کرتے ہیں.*

ایسے لوگوں کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی نظر میں اسلام کے احکام کی قدر ختم ہوجائے، عورت اسلامی احکام کو اپنے حق میں سزا تصور کرنے لگے اور وہ اپنی عصمت جیسی قیمتی دولت تک لٹیروں کے ہاتھ پہنچنے کی ہر رکاوٹ دور کر بیٹھے.

*عورتوں کی اسکوٹی یا کار ڈرائیونگ اس آیت کریمہ کی کھلی خلاف ورزی ہے. لہذا عام

حالات میں سیر و تفریح اور مارکیٹ و دفتر کے کاموں کے لیے گاڑی چلانا ناجائز و گناہ ھے ،ھاں اگر کوئی شرعی ضرورت و حاجت درپیش ھو اور گاڑی چلانے کے سوا کوئی اور چارہ نہ ھو تو پردے کی مکمل پابندی کرتے ھوئے ضرورت و حاجت بھر گاڑی چلانے کی اجازت ھے. اصول کا مشھور قاعدہ ھے :*

الضرورات تبیح المحظورات.

ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ھیں.

عورتوں کے گاڑی وغیرہ چلانے کے ناجائز ھونے کی ایك وجہ یہ بھی ھے کہ یہ مردوں سے مشابھت ھے، اور عورتوں کو مردوں سے مشابھت اختیار کرنا ناجائز و حرام اور لعنت والا کام ھے.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فرماتے ھیں :

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 5546)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابھت اختیار کرتے ھیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابھت اختیار کرتی ھیں.

علامہ محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے :

لا ترکب مسلمۃ علی سرج للحدیث، ھذا لو للتلھی، ولو لحاجۃ غزو أو حج أو مقصد دینی أو دنیوی لابد لھا منہ فلا بأس بہ. (الدر المختار، ص 668)

مسلمان عورت گھوڑے کی سواری نہ کرے، کیونکہ حدیث میں منع ھے، یہ اس وقت ھے جب کہ کھیل کود کے لیے سواری کرے، اور اگر جھاد، حج، یا کسی ضروری دینی یا دنیوی مقصد کے لیے ایسا کرے تو کوئی حرج نھیں ھے.

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں :

بشرط أن تکون متسترۃ و أن تکون مع زوج أو محرم. (ردالمحتار 606/9)

عورت کو گھڑ سواری کی اجازت اس شرط کے ساتھ ھے کہ باپردہ ھو اور اس کے ساتھ شوھر یا کوئی محرم ھو.

*اللہ تعالی کی بےشمار رحمتیں نازل ہوں ان فقہاء کرام پر جنہوں نے کتاب و سنت میں کامل غور و خوض فرمانے کے بعد ان احکام و مسائل سے امت کو آگاہ فرمادیا ہے جو ہمیشہ کام آتے رہیں گے. عورتوں کی ڈرائیونگ کا مسئلہ گو کہ اس دور کا نیا مسئلہ ہے، لیکن ہمارے فقہاء نے

اس کے نظائر بیان فرما کر دونوں پہلو واضح فرمادیئے ہیں.*

عورتوں کی ڈرائیونگ کے ناجائز ہونے پر بعض حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

لعن اللہ الفروج علی السروج.

اللہ تعالی کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو گھوڑوں کی زین پر سواری کرتی ہیں.

لیکن یہ استدلال درست نہیں؛ کیونکہ یہ روایت بے اصل و باطل ہے.

اس روایت کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لم أجده.(الدرایة 71/2)

یہ حدیث مجھے نہیں ملی.

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لا أصل له.(الأسرار المرفوعة، ص 282)

اس کی کوئی اصل نہیں ہے.

امام زیلعی فرماتے ہیں:

غریب جداً.(نصب الرایة 228/3)

یہ انتہائی غریب ہے.

*خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقعی عورت کو کوئی حاجت و ضرورت درپیش ہو تو پردے کے مکمل اہتمام کے ساتھ کہ عورت کے جسم کی ساخت و بناوٹ، اس کا سینہ و چہرہ اور تمام اعضاء اس طرح چھپے ہوں کہ فتنے کا اندیشہ نہ رہے، ساتھ میں کوئی محرم ہو اور عورت کے علاوہ کوئی اور ڈرائیونگ نہ کرسکتا ہو تو عورت کو ڈرائیونگ کی اجازت ہے ورنہ نہیں.

واللہ تعالی أعلم بالصواب

(٣٦٦)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اس صورت میں زید محصَر ھے اور محصَر کا حکم یہ ھے کہ وہ دم دے، اور جب حرم میں دم کی قربانی ھوجائے گی تو یہ احرام سے باھر ھوجائے گا، دم احصار دینے کے بعد حلق وتقصیر سے پہلے بھی احرام سے باھر ھوسکتا ھے، لیکن بہتر یہ ھے کہ حلق کے بعد باھر ھو، اور اگر محصَر دم دینے سے پہلے احرام سے باھر آگیا تو اس کا بھی دم دینا ھوگا۔ (عامہ کتب)۔
واللہ تعالیٰ ⁂ اعلم بالصواب ⁂

(٣٦٧)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ بات انتہائی عجیب اور عقل سے بعید ھے کہ انسان پاک کپڑوں کو ناپاک کپڑوں میں ملا کر پہلے پاک کو ناپاک کرے اس کے بعد دونوں کو ملا کر پاک کرے۔ عقل لگتی بات یہ ھے کہ اگر پاک وناپاک دونوں طرح کے کپڑے واشنگ مشین میں ایک ساتھ دھونا ھیں تو پہلے ناپاک کپڑوں کی ناپاکی اچھی طرح دھوکر ختم کردی جائے، اس کے بعد دونوں کو ملا کر دھویا جائے، اور اگر کوئی شخص عقلی تقاضے کو ٹھکرا کر پاک وناپاک دونوں کو ایک ساتھ واشنگ مشین میں دھوتا ھے تو اس کو چاھیے کہ پہلے واشنگ مشین کو اچھی طرح پاک پانی سے دھوئے، اس کے بعد اس میں کپڑے ڈالے اور پانی بھر دے، اس طرح کہ کپڑے پانی میں ڈوب جائیں، اب کسی چیز سے کپڑوں کو دبا کر پانی میں ڈبوئے رکھیں، اوپر والے سوراخ سے پانی آنے دیں اور نیچے والے سوراخ سے پانی نکلنے دیں، یہ عمل اتنی دیر کریں کہ ناپاک کپڑوں پر لگی ھوئی نجاست کے اثر کے ختم ھونے کا یقین یا ظن غالب ھوجائے، ایسا کرنے سے واشنگ مشین میں موجود پانی اور کپڑے دونوں پاک ھوجائیں گے۔ اب آپ حسب معمول کپڑوں کو مشین سے دھولیں۔ بالٹی اور ٹب وغیرہ میں بھی کپڑوں کو پاک کرنے کا یہی آسان طریقہ ھے۔ لیکن جب آپ کو کپڑوں پر لگی ھوئی نجاست کے بارے میں علم ھو تو بہتر یہ ھے کہ پہلے اس نجاست کو دھوکر کپڑا پاک کرلیں۔ واللہ تعالیٰ ⁂ اعلم بالصواب ⁂

(٣٦٨)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ھے، اس کتاب کا اصل نام"الأسرار المرفوع ※ في الأحادیث الموصوع ※" ھے۔صاحب کتاب نے اپنا منہج ان الفاظ میں بیان کیا ھے:*

لما رأیت جماعة من الحفاظ للسنة جمعوا الأحادیث المشتهرة علی الألسنة ،و بینوا الصحیح و الحسن و الضعیف، و میزوا الموقوف و المرفوع و الموضوع بالمقاصد الحسنة، سنح بالبال الفاتر اختصار تلك الدفاتر بالاقتصار علی ما قیل فیه أنه لا أصل له، أو موضوع بأصله، لیکون سبباً للضبط علی أحسن مصنوع فی فصله، فإن الأحادیث الثابتة لا تحد و لا تحصی ولا یمکن أن جمیعها یستقصی، ثم ما اختلفوا فی أنه موضوع ترکت ذکره للحذر من الخطر لاحتمال أن یکون موضوعا من طریق و صحیحا من وجه آخر، فإن هذا کله بحسب ما یظهر للمحدثین من حیث نظرهم إلی الإسناد، و إلا فلا مطمع للقطع فی مقام الاستناد لتجویز العقل أن یکون الصحیح فی نفس الأمر ضعیفا أو موضوعا، و الموضوع صحیحا مرفوعاً إلا الحدیث المتواتر، فإنه فی إفادة العلم الیقینی مقطوعا.(الأسرار المرفوعة، ص 99،98)

یہ ھے صاحب کتاب کا منہج کہ انہوں نے یہاں وھی احادیث درج کی ھیں جن کے بارے میں محدثین اور ان کے پیش رو مصنفین نے موضوع یا بے اصل ھونے کا حکم بیان کیا ھے۔رھی اس کے بعد تحقیق وتنقید تو اس کا دروازہ کھلا ھے۔آنکھ بند کر کے کسی صاحب علم کی تحقیق پر دوسرے اھلِ علم مہر تصدیق ثبت نہیں کرتے، وہ اپنے طور پر اللہ تعالي کی عطا سے حاصل علم کی روشنی میں چیزیں دیکھتے ھیں اور اس کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے ھیں۔واللہ تعال ※ أعلم بالصواب*

(۳۶۹)السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

السؤال:*مفت ※ صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ نئے ھجری سال کی مبارکباد دینے کا حکم کیا ہے۔

کیا نئے ھجری سال پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے برکت کی دعا دینا یا ہر سال تم خیر یت سے رہو کہنا یا کوئی خط وغیرہ ارسال کرنا جس میں نئے سال کی خیر وبرکت کی دعا ہو یا* واٹس ایپ* پر اس قسم کے میسیج لکھ کر بھیجنا جائز ہے؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمة الله*

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوھاب:

* مبارکباد دینے کا مطلب ھوتا ھے کسی برکت ورحمت کی دعا دینا، نئے اسلامی سال کی آمد پر مسلمان جوایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ھیں اس کا بھی یہی مطلب ھوتا ھے کہ وہ ایک دوسرے کو برکت ورحمت کی دعا دیتے ھیں، اس میں شرعاً کوئی حرج وبرائی نہیں ھے※*

* برکت کی دعا کبھی بھی دی جاسکتی ھے، ھر دن، ھر ھفتہ، ھر مہینہ اور ھر سال کی ابتداء یا انتہاء پر جب چاھیں ایک دوسرے کو مبارکباد دیں، لیکن اس کو شرعاً لازم نہ جانیں※*

* اگر مسلمان نئے اسلامی سال کی آمد پر بدعات ومنکرات اور غیر شرعی رسومات وحرکات سے بچتے ھوئے اس بات پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ھیں کہ اس نے اپنے کرم سے زندگی گذارنے کا مزید موقع عطا فرمایا ھے تو اس میں کوئی قباحت کی بات نہیں۔ حضرت عبداللہ بن شام رضي اللہ تعال※عن※ نئے مہینہ یا نئے سال کی آمد پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالي عن※م کا یہ معمول نقل فرماتے ھیں:*

كان أصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یتعلمون ھذا الدعاء إذا دخلت السنة أو الشھر اللھم أدخله علینا بالأمن و الإیمان و السلامة و الإسلام و رضوان من الرحمن و جواز من الشیطان. (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر 6241. قال الھیثمی :إسناده حسن. معجم الزوائد، حدیث نمبر 17150. وقیل ضعیف لرشدین بن سعد بن مفلح المھری فقال ابن حجر عنه ضعیف. التقریب، 326)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالي علي※م اجمعین سال یا مہینہ کی آمد پر آپس میں یہ دعا سیکھتے تھے اے اللہ! امن وایمان، سلامتی واسلام، رحمن کی خوشنودی اور شیطان سے نجات کے ساتھ اس کو ھم پر داخل فرما※

* اس مبارکبادی کو خارجیوں کا طریقہ قرار دینا زیادتی کے ساتھ جہالت ونادانی ھے※*

* اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات میں نئے اسلامی سال کی مبارکباد دینے کا کوئی حکم نہیں ھے※*

*ھر بری رسم کی ایجاد عموماً دین بیزار اور آزاد خیال لوگ ھی کرتے ھیں۔ انگریزوں نے اپنے نئے سال کی ابتداء پر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کی ابتداء کی، بہت سے مسلمان ان کی تقلید میں انگریزی سال شروع ھونے پر

مبارکبادیاں دینے لگے، اوراس موقع پرمٹھائیاں بھی تقسیم کرنے لگے۔ دوسرے بہت سے مسلمانوں نے ان کے طریقہ کی مخالفت کا یہ طریقہ نکال لیا کہ وہ اسلامی سال شروع ھونے پر ایک دوسرے کومبارکباد دینے لگے※*

خلاصہ یہ ھے کہ اگراس مبارکبادی میں کوئی خلاف شرع امر نہ پایا جائے اور نہ اس کو لازم شرعی تصور کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ھے۔ کیا اچھا ھو کہ مسلمان مبارکبادی بھی دیں اور دل میں محاسبہ کا خوف بھی پیدا کریں۔ واللہ تعال※ أعلم بالصواب

(۳۷۰) کیا فرماتے علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ

کیا نوکری کیلئے رشوت دینا جائز ھے۔

رشوت دینا حرام ہے تو رشوت سے حاصل کی گئی نوکری کی آمدنی حرام ہے یا حلال۔

جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی

المستفتی: ذوالفقار رضا بلاسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

رشوت لینا اور دینا دونوں حرام اور اللہ و رسول جل جلال※ وصلي اللہ تعالي علي※ وسلم کی لعنت والے کام ھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضي اللہ تعال※ عن※ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صل※ اللہ تعالي علي※ وسلم نے ارشاد فرمایا:*

لعنة الله على الراشى و المرتشى. (سنن ابن ماجه، حديث نمبر 2313. مسند أحمد بن حنبل، حديث نمبر 6984)

رشوت دینے والے اور لینے والے پر اللہ کی لعنت ھے.

ابوداؤد، ترمذی، أحمد بن حنبل وغیرھم کے نزدیك یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ھے:

لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشى و المرتشى. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر 3585. سنن ترمذی، حديث نمبر 1337. مسند أحمد بن حنبل، حديث نمبر 6532)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی.

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں:

*لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشى و المرتشى و الرائش. يعنى الذى يمشى بينهما.

(مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 22452.زيادة الرائش منكرة والحديث صحيح لغيره)*
* رسول اللہ صلی ﷻ اللہ تعالیٰ علی ﷻ وسلم نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور دونوں کے ایجنٹ پر لعنت فرمائی ﷻ*

* اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث وآثار ھیں جن سے رشوت دینے اور لینے دونوں کا حرام وگناہ اور جہنم میں لے جانے والا بدترین فعل ھونا ثابت وظاھر ھے ﷻ*

فقہاء کرام نے کتاب وسنت کے ارشادات کی روشنی میں بیان فرمایا ھے کہ رشوت لینا ھر حال میں حرام ھے، اس کے جائز ھونے کی کوئی صورت نہیں ھے، ھاں رشوت دینے میں یہ تفصیل ھے کہ:

بذل المال لدفع الظلم عن نفسه و ماله لايكون رشوة فی حقه. و بذل المال لاستخراج حق له علی آخر يكون رشوة. (فتاوی هنديه 181/6)
* اپنی جان ومال پر ھونے والے ظلم کو ختم کرنے کے لیے مال خرچ کرنا دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ھے اور دوسرے سے اپنا حق
حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرنا رشوت ھے ﷻ*

* بہت سے لوگ ملازمت ونوکری حاصل کرنے کے لیے بے جھجک اور بے کھٹک رشوت دیتے ھیں اور اس کو درست ٹھہرانے کے زمین وآسمان کے قلابے ملاتے پھرتے ھیں کہ یہ نوکری پانا ھمارا حق تھا اور اپنا حق پانے کے لیے جو مال دیا جائے وہ رشوت نہیں ھے۔ ایسے لوگوں کو یہ مسئلہ پڑھ کر عبرت حاصل کرنا چاھیے۔ علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

الظلمة تمنع الناس من الاحتطاب من المروج إلا بدفع شيئ إليهم فالدفع والأخذ حرام لأنه رشوة. (البحر الرائق 441/6)
* ظالم لوگ چراگاہ سے لوگوں کو لکڑیاں نہیں لانے دیتے جب تک کہ انھیں کچھ نہ دیا جائے تو دینا اور لینا دونوں حرام ھیں؛ کیونکہ یہ رشوت ھے۔*

* اور اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ فرماتے ھیں:*

بذل المال لاستخلاص حق له علی آخر رشوة. (البحر الرائق 441/6)
* دوسرے سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرنا رشوت ھے ﷻ*
*لہذا نوکری کے لیے جس طرح رشوت لینا حرام ھے اسی طرح رشوت دینا بھی حرام ھے۔ ھاں اگر روئے زمین پر

کوئی ایسا شخص فرض کرلیا جائے کہ جس نوکری کے لیے رشوت دے رہا ہے اگر وہ نوکری بغیر رشوت کے حاصل نہ ہوئی تو اس کی جان، یا عقل، یا نسل، یا مال کفاف، یا دین باقی نہ رہے گا تو اسے رشوت دینا جائز ہے. لیکن یاد رہے یہ فرض محض برائے فرض ہے، ورنہ دنیا کے پردے میں ایسا کون ہوگا کہ نوکری کے لیے موٹی در موٹی رقم خرچ سکے اور نوکری کے بغیر اس کے جینے کے لالے پڑ جائیں※*

* بہر حال فقیر قادری کتاب وسنت اور فقہاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں نوکری حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرنے کو رشوت اور حرام جانتا ہے※*

* رہی یہ بات کہ رشوت دے کر جو نوکری حاصل کی جائے اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ملازمت اگر کسی ناجائز وخلاف شرع کام کی نہیں ہے تو جائز ہے، رشوت دینے لینے سے جائز ملازمت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا. امام اھلِ سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:*

* بہر حال قضاء بہ رشوت میں جو کچھ خلل ہے امر خارج میں ہے اہلیت برقرار ہے. (فتاوی رضوی※18 / 558)*

* یہی حال جائز ملازمت کا ہے کہ یہاں جو کچھ خلل وخرابی ہے وہ خارج میں ہے، نفس ملازمت میں نہیں. واللہ تعال※ أعلم بالصواب*

(۳۷۱)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

*خبیث رافضیوں کا کہنا ھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو دو کتابیں املاء کرائی تھیں، ایک نام جفر ھے اور دوسری کا نام جامعہ ھے، ان دونوں کتابوں میں تمام علوم غیبیہ، ماضی و مستقبل کے احوال و آثار، واقعات و اخبار، امور و معاملات، معالجات و طلسمات، عجائب و غرائب اور سب کچھ موجود ھے، یہ کتابیں ائمہ اھلِ بیت کے پاس رھی ھیں اور وہ جملہ انبیاء و مرسلین کے تمام علوم پر مشتمل ھیں، اور اسی طرح کی بے شمار واھیات و خرافات پر مشتمل ان کی طول طویل حماقتیں ھیں جو کلینی نے کافی میں، مجلسی نے بحار الأنوار میں، طوسی نے استبصار میں، قمی نے بصائر الدرجات میں اور راوندی نے خرائج و جرائح وغیرہ میں کی ھیں. اھلِ سنت و جماعت بحمدہ

تعالی اس قسم کے اوھام و خیالات سے اپنے پاك دین کو آلودہ نھیں کرتے. علم جفر ایك مسلمه حقیقت ھے، لیکن اس کا روافض کے اباطیل و اساطیر سے کوئی علاقه نھیں. اسی طرح جامعه جفر کی ھی ایك شاخ ھے. مگر کیا کیا جائے که ان علوم کے حاملین و عاملین اب ھماری نظر میں نھیں ھیں، اس سے ان رافضیوں کو یه موقع ملا که ان علوم کو اپنی بپوتی سمجھ بیٹھے اور ان کو اسرار و غوامض میں داخل کرکے اوھام و احلام کا خول مڑہ دیا اور اجارہ دار کھلانے لگے. والله تعالی أعلم بالصواب*

(۲۷۳) مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص اپنی سگی سالی سے نکاح کرلیا بیوی کی زندگی میں۔۔۔۔اوراس سے وطی بھی کرلی اس صورت نکاح اولی برقرار رہا یانہیں۔ یا کیا صورت مفصلا بیان فرمائیں۔۔۔

السائل۔میرارشدعالم رضوی ضیائی کولکاتا

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب:

بیوی کی زندگی میں اس کی عینی، علاتی یا اخیافی بہن سے نکاح کرنا حرام قطعی ھے۔اللہ تعالي ارشادفرماتا ھے:

وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ. (سورة النساء، آیة 23)

اوردو بہنوں کو(نکاح میں) جمع کرنا(حرام ھے)

جس شخص نے اپنی بیوی کی زندگی میں اپنی سالی سے معاذ اللہ نکاح کیا اور پھر اس سے وطی بھی کرلی وہ شخص سخت حرام کار، دنیا وآخرت میں روسیاہ وشرمسار، مجرم وگناہ گار، لائقِ عذاب قہار، مستوجب غضب جبار، جہنم کا حق دار، فاسق و فاجرو بدکار ھے، وہ اپنے اس فعل بد سے سچے دل سے توبہ کرے اوراس پر لازم وفرض ھے کہ اب ان دونوں سے ھرگز ھرگز صحبت نہ کرے کہ اب دونوں حرام ھوگئیں۔اگران دونوں میں سے ایک کو بیوی بنا کر رکھنا چاھتا ھے تو دوسری کو طلاق دے، جب اس کی عدت گذرجائے تو پہلی کو بیوی بنا کر رکھنا جائز ھے※

حضرت فیروز دیلمی رضي اللہ تعال※عن※ نے اسلام لانے کے بعد بارگاہ رسالت مآب صلي اللہ تعالي علي※ وسلم میں عرض گذارھوئے میرے نکاح میں دو بہنیں ھیں، آپ نے ارشادفرمایا:

طلق أيتهما شئت. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر 2245. سنن ابن ماجه، حديث نمبر 1951)
یعنی اب ان میں سے ایک کو طلاق دو۔ والله تعالی أعلم بالصواب

(۳۷۳) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں علما※ کرام ومفتیان ذوی الاحترام مندرجہ ذیل مس※لہ کے متعلق
زید دوران جھگڑا اپنی شریک حیات کو مارنے کیلیے دوڑا یہ دیکھ کر زید کے والد نے اپنے بیٹے زید پر اینٹ کے ذریعے وار کیا زید نے اپنے باپ کے اس فعل سے ناراض ہو کر طلاق طلاق طلاق طلاق طلاق بغیر کسی نسبت کے الفاظ کہے لیکن زید کا کہنا ہے کہ میرا طلاق کا ارادہ نہیں تھا اور پہلے بھی کبھی طلاق کی نیت نہیں کی نہیں کیا ۔آیا زید کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو※ یا نہیں؟ ہو※ تو کونسی؟

بینوا توجروا۔

سا※ل محمد عاصم القادری رضوی مرادآبادی

وعليكم السلام ورحمة الله

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

صورتِ مذکورہ میں ظاھر یہی ھے کہ اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ھوگئیں اور وہ اس کے نکاح سے باھر ھوگئ؛ کیونکہ بیوی سے جھگڑا کرتے وقت طلاق طلاق طلاق بولنے کا عموماً یہی مطلب ھوتا ھے کہ وہ اس کو اپنے نکاح سے باھر کرنا چاھتا ھے، لفظ طلاق کوئی ورد یا وظیفہ نہیں کہ اسے لڑائی جھگڑے کے موقع پر بول کر امن کا ماحول بنانا چاھتا ھے۔ تاھم اگر شوھر یہ کہتا ھے کہ طلاق طلاق طلاق کے الفاظ میں جس طرح لفظ میں کوئی نسبت وحکم نہیں ھے اسی طرح میری نیت میں بھی نسبت وحکم نہیں تو مذکورہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہ ھوگی۔ فتاوی ندي※ جلد 1 ص 419 پر ھے:*

لا يقع في جنس الإضافة إذا لم ينو لعدم الإضافة إليها.
اضافت والے امور میں اگر نیت نہ ھو تو بیوی کی طرف اضافت نہ ھونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ھوگی۔ واللہ تعال※ أعلم بالصواب*

(۳۷۴) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے علما※ دین اس مس※لہ کہ ای※ کریمہ (الیوم اکملت لکم دینکم) آج میں نے

تمہارے ل※ تمارا دین کامل کر دیا   ارشادات اعلی حضرت میں سوال ہوا کہ دین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مکمل ہو چکا تھا یا نہیں   تو اسکے جواب میں اعلی حضرت نے جو فرمایا وہ اوپر ہے   حضرت بعض لوگ اس جواب پر اعتراض کرتے کہ کچھ احکام قرآن وحدیث مذکور ہو※ باقی نہیں   حضرت جواب عنایت فرمایں

المستفتی: محمّد عمر رضا قادری اشوک وہارلونی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

عام طور سے علماء پر اعتراض وھی لوگ کرتے ھیں جن کا علم سے کوئی تعلق نہیں ھوتا، پڑھتے پڑھاتے کچھ نہیں ھیں، بس قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کو اپنی اندھی اور اوندھی عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ھیں اور اپنی ناقص عقل کے پیمانے پر تولتے ھیں اور اھلِ علم پر اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ھیں※*

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا. (سورۃ المائدۃ، آیۃ 3)

علم سے بیگانہ وانجان لوگ یہ سمجھتے ھیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد دین کے تمام احکام مکمل ھو گئے اور اس کے بعد کوئی حکم شریعت نازل نہیں ھوا※

* حالانکہ یہ بات وھی کہہ سکتا ھے جس کو کتاب وسنت کے علم کی کوئی ھوا نہ لگی ھو※*

* بخاری شریف ومسلم شریف میں سیدنا براء بن عازب رضي اللہ تعال※عن※ سے مروی ھے:*

آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ، وَآخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) النساء/176. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 4364. صحیح مسلم، حدیث نمبر 4239)

* آخری سورت جو مکمل نازل ھوئی سورہ توبہ ھے اور آخری نازل ھونے والی آیت آیت کلالہ ھے※*

حضرت عبداللہ بن عباس رضي اللہ تعال※عن※ما فرماتے ھیں:*

آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الرِّبَا. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 4544)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر آخر میں آیت ربا نازل ھوئی.

فقیر کے پاس وقت کی کمی ھے ورنہ دلائل وشواھد پیش کر کے عرض کرتا کہ اکمال دین کا معنی کیا ھے. خلاصہ یہ ھے کہ اس آیت مبارکہ میں دین کے کلیات وقوانین، عقائد ونظریات، اسلام کی فتح ونصرت، دین کی عظمت وشوکت

اوراخلاقیات کا کمال مراد ھے، رھے احکام ومسائل تو ان کا نزول سرکار ابدقرار صلي الله تعالي علي※ وسلم کے وصال شریف تک جاری رھا۔لہذا اسیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز نے جو کچھ فرمایا ھے وہ بلاشبہ حق ودرست ھے۔اگر کسی کے پاس کوئی اعتراض واشکال ھو اس کو پیش کرے ان شاء اللہ تعالي دلائل کی روشنی میں جواب عرض کیا جائے گا۔واللہ تعال※ أعلم بالصواب※

(۳۷۵) السلام وعلیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے میں

زید کو رستے میں کچھ پیسے پڑے ملے ہیں اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ اس پیسے کو خرچ بھی کر چکا ہے تو شریعت کے حساب سے اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ روپیہ شرعاً لقطہ کہلاتا ھے، جب اس شخص کو اپنے استعمال میں لانے کے لیے اس پیسے کو اٹھانے کا حکم نہیں تھا، اب جب کہ اس پیسے کو اٹھا کر استعمال کر چکا اس پر شرعاً لازم ھے کہ بازاروں، چوراھوں، مسجدوں اور لوگوں کی آمدورفت کی جگھوں پر جاکر اس بات کا اعلان کرتا رھے کہ مجھے یہ پیسے ملے ھیں، اعلان اتنے زمانہ تک کرے کہ ظن غالب ھوجائے کہ مالک اب تلاش نہیں کرتا ھوگا، اس کے بعد چاھے تو اپنے پاس محفوظ رکھے یا صدقہ کردے، لیکن صدقہ کرنا کے بعد اگر مالک آگیا اور مطالبہ کیا تو وہ رقم یا اس کا تاوان دینا ھوگا۔واللہ تعال※ أعلم بالصواب※

(۳۷۶) میرے سوالات مفتی صاحب قبلہ سے یہ ہیں۔

۱۔تعزیہ کی اصل کیا ہے شرع میں۔

۲۔حضور اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے کون سے تعزیہ بنانے کو جائز لکھا ہے۔

۳۔دعائے عاشورہ کا ثبوت کہاں سے ہے۔

تمام سوالات کے جوابات بحوالہ ارسال فرمائیں عین ونوازش ہوگی

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب :

⁜ شریعت میں تعزیہ کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ آج جس شکل میں پایا جاتا ہے محض آفت، نحوست، مصیبت، اسلام کے رخ روشن پر کلنک اور صریح بدعت و جہالت ہے⁜

⁜ اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ (فتاوی رضوی⁜، جلد 24، صفحہ⁜489)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

تعزیہ رائجہ ناجائز و بدعت ہے، اور اس کا بنانا گناہ ومعصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت وجہالت۔ (ایضاً، ص500)

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

تعزیہ، مہندی روشنی مذکور سب بدعت وناجائز ہے۔ (ایضاً، ص500)

اور فرماتے ہیں:

تعزیہ بنانا شرک نہیں، یہ وھابیہ کا خیال ہے، ہاں بدعت و گناہ ہے۔ (ایضاً، ص503)

ایک جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضہ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالی عن⁜ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضہ منورہ وکعبہ معظّمہ کے نقشے، اس وقت تک اس قدر میں حرج نہ تھا، اب بوجہ شیعی وشبیہ اس کی بھی اجازت نہیں۔ (ایضاً، ص504)

* یاران تیز گام اور آوارگان فکر ونظر اعلی حضرت علیہ الرحمہ کو سمجھے بغیر سر پر اٹھائے گھومتے ہیں اور ناچتے تھرکتے ہوئے کہتے پھرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تعزیہ بنانا جائز کہہ دیا، حالانکہ ان بدعقلوں کو کون بتائے کہ اعلی حضرت نے گھر میں رکھنے کے لیے بنائے جانے والے امام حسین کے روضے کی اصل نقل کو بھی منع کر دیا۔ فاعتبروا یا اُولي الأبصار⁜*

تعزیہ جیسی منحوس بلا سے متعلق سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے اتنے فتاوی ہیں کہ اگر ان کو جمع کر دیا جائے تو اس نحوست کا جنازہ نکل جائے⁜

* دعائے عاشورہ فقیر قادری کی نظر سے آج تک کسی کتاب حدیث میں نہیں گذری۔ ہاں کتب صوفیہ وغیرہ میں

موجود ھے۔ واللہ تعالی أعلم بحقیقۃ الحال وإلیہ المرجع فی المبدأ و المآل. و علمہ أتم و أحکم و أجل.*

(۳۷۷)السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مذھب اسلام میں تصویر کشی کرنا کروانا کیسا ہے اگر تصویر کشی کرنا حرام ہے تو جو شخص اِس حرام کام کو جائز حلال سمجھ کر کرے یا کروائے تو اسکے لئے عندالشرع کیا حکم ہے اگر کوئی مسجد کا امام اپنی ویڈیو بناتا یا بنواتا ہو تو اسکے لئے کیا حکم ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں اور جو شخص ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھتا ہو ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے کیا ٹی وی پر صرف کرکٹ دیکھنا جائز ہے ھم نے کچھ اہل علم حضرات سے سنا ہے اور تصویر کشی کے تعلق سے آپ کا موقف کیا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی فروز احمد رضوی دھلی

جزاک اللہ خیرا فی الدرین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

بے ضرورت وحاجت شرعیہ ھر قسم کی تصویر کشی حرام ھے، جو اس کو جائز کہے وہ فاسق معلن ھے، اس کو امام بنانا گناہ ھے۔ تفصیل کے لیے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ العطا یا القدیر ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالی ﷻ أعلم بالصواب

(۳۷۸)اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللهِ وَبَرَكَاتُهُ حضرت ان اشعار کا پڑھنا سننا درست ھے یا نہیں

اشعار لکھنا باقی ہیں

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ اشعار نہیں بلکہ کسی رافضیت زدہ ذھن کا طومار ھے، اس کو پڑھنا اور سننا دونوں ناجائز وگناہ ھے۔ اللہ تعالی

کی حمد وثنا، تسبیح وتہلیل، قرآن کریم کی تلاوت سنیے اور سنایئے، اور اس کے پیارے حبیب صلي اللہ تعالي علي※ وسلم پر درود سلام، ان کی نعت پاک اولیاء وصالحین رضي اللہ تعال※ عن※م کے فضائل ومناقب پڑھیے پڑھایئے یا دل کرے تو حمد ونعت، مناقب وفضائل، اور شرعی احکام ومسائل پرمشتمل کسی مسلمان عالم اشعاروردزبان فرمالیجیے، لیکن بازاری، کاروباری، دھکاماری، نیم یا سراپا بیماری اشعار نہ سنیے، نہ پڑھیے، نہ انہیں اچھا جانیے بلکہ ان سے گریز و پرھیز لازم کرلیجیے۔ اللہ تعالي اپنے کامیاب ومخلص بندوں کی صفات بیان کرتے ھوئے ایک صفت یوں بیان فرماتا ھے:※

※ وَالَّذِیْنَ ※ُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ※ (سور※ المؤمنون، آي※3) ※

یعنی (کامیاب بندے وہ ھیں) جو بےھودہ بات سے کنارہ کرتے اور دور رھتے ھیں۔ واللہ تعال※ أعلم بالصواب※

(۳۷۹)

As salaamu aley kum Wa rehma tul'lahi wabara kaatuhu

Hazrat ki bargah me chand Sawalat araz hein kya farmate hein ......ulma e deen wa shara e mateen masail e zail me ke

Yazeed bin hazrat Muawiya ke bare me Ahle Sunnat wa -1 * Jamaat ka kya

.aqida hona Chahiye yani Use sirf Gumrah keh sakte hein ya Kafir *?

?.islaaf me Uske Imaan ki kya Asal he

Or kya Aala Hazrat Mujaddid Deen Mahiye bidat Molana Ahmad -2* -*?Raza khan sahab alehirrehma ne Yazeed ko Kafir likha ya kya

kya Yazeed ne hi hazrate Husain Radiallahu anhu ka Qatl -3 * *?karwaya tha

Wahabi Deobandi Tabqe ke log Yazeed ko Amirul momineen -4*

Or kya ?kehte hein kya Sunni khaas wa Aam esa keh sakte hein ye Waqya sahi he ke kisi zamane me ek Shaks ne Yazeed ko Amirul momineen keh diya tha to us waqt ke Badsha ne usko 20 *Kodhe lagwaye the agr ha to kis kitab me he wazahat farmayein

Wahabi Deobandi ulma ko kehte suna ke ye iqtedaar ki jung thi -5* lihaza Hazrat e Hussain Radiallahu anhu ko Hazrat e Yazeed bin Muwaiya Radiallahu anhu ki Bait kar leni Chahiye thi yaha hazrat *?Husain radiallahu anhu se khata huyi

.Rehnumayi farma kar Ajre Azeem ka bais hon

Istifta

.Abdus Samad Siddiqui

Amroha

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیٹا یزید سنہ 25یا 26ھ کو سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت کے اوائل میں پیدا ھوا. علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

أبو خالد الأموی ولد سنة خمس أو ست و عشرين. (تاريخ الخلفاء، ص 339)

ابو خالد یزید بن معاویہ اموی سنہ 25یا 26ھ کو پیدا ھوا.

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

يزيد بن معاوية بن أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس أبو خالد ولد في خلافة عثمان. (تہذیب التھذیب 326/11)

یھی علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ھیں:

قد أبطل (ابن عساکر فی تاریخه) من زعم أنه ولد فی العهد النبوی. (لسان المیزان 506/8)
ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان لوگوں کے گمان کو باطل قرار دیا ہے جو کہتے ہیں کہ یزید کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی ہے.
یہاں سے معلوم ہوا کہ بے پر کی اڑانے والے پیشہ ور مقررین جو بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے کاندھے پر یزید کو بٹھا کر بارگاہِ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی کے کاندھے پر جہنمی سوار ہے. یہ بالکل بے اصل و بے بنیاد، جھوٹ و من گھڑت اور باطل و موضوع روایت ہے.
یزید بن معاویہ نے اپنے والد سے احادیث کی روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبد الملک بن مروان نے روایت کی ہے.اس کی عدالت مجروح ہے، وہ اس لائق نہیں کہ اس سے احادیث کی روایت کی جائے، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے
علامہ عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:
یزید بن معاویة بن أبی سفیان الأموی روی عن أبیه و عنه ابنه خالد و عبد الملك بن مروان، مقدوح فی عدالته، ولیس بأهل أن یروی عنه، وقال أحمد بن حنبل لا ینبغی أن یروی عنه.(لسان المیزان 505/8)
یزید بن معاویہ اور احادیث نبویہ
ہماری نظر میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جو ہر قسم کی جرح سے پاك ہو اور اس میں یزید بن معاویہ کا ذکر موجود ہو، ہاں جو روایات و احادیث ہم تك پہنچی ہیں ان میں سے چند روایات کو محدثین کرام کے کلام و تبصرے کے ساتھ یہاں پیش کر رہے ہیں:
امام احمد بن علی ابو یعلی موصلی حکم بن موسی، ولید بن مسلم، اوزاعی، مکحول، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
*لا یزال أمر أمتی قائما بالقسط حتی یکون أول من یثلمه رجل من بنی أمیة یقال له یزید. (مسند

أبو يعلى 176/2، حديث نمبر 871)*

میری امت کا معاملہ عدل و انصاف پر قائم ہو گا، یہاں تک کہ بنی امیہ کا یزید نامی شخص وہ پہلا انسان ہو گا جو رخنہ اندازی کرے گا.

*اس روایت کے تمام رجال گو کہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، تاہم یہ روایت منقطع ہے؛ کیونکہ مکحول نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو نہیں پایا
ہے.*

امام نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں :

رواه أبو يعلى و البزار، ورجال أبي يعلى رجال الصحيح إلا أن مكحولا لم يدرك أبا عبيدة. (مجمع الزوائد 292/5، حديث نمبر 9236)

امام أحمد بن ابوبکر بن اسماعیل بوصیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :

رواه أحمد بن منيع، و الحارث بن أبي أسامة و أبو يعلى بسند منقطع.

احمد بن منیع، حارث بن ابو اسامہ اور ابویعلی نے منقطع سند سے اس حدیث کی روایت کی ہے.

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن أبي شیبہ اور امام ابوبکر محمد بن ہارون رؤیانی رحمہما اللہ تعالی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد. (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر 37027. مسند الرؤياني (المستدرك من النصوص الساقطة)،حديث نمبر 253. سير أعلام النبلاء 330/1)

سب سے پہلا شخص جو میری سنت اور میرے طریقہ کو بدلے گا وہ بنو امیہ کا یزید نامی شخص ہے.

*اس روایت کو بھی محدثین نے معلول اور منقطع قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہ روایت ابو العالیہ عن أبي ذر اور ابو العالیہ عن أبي مسلم دوطریق سے مروی ہے، پہلی صورت میں منقطع ہے، دوری کہتے ہیں میں نے حضرت یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کیا ابو العالیہ نے ابوذر سے

احادیث کی سماعت کی ہے؟ فرمایا نہیں ہاں ابوالعالیہ ابو مسلم سے روایت کرتے ہیں.
دوری نے کہا فمن أبو مسلم هذا؟ قال لا أدری. (تاریخ ابن معین 120/4)*
یہ ابو مسلم کون ہیں؟ ابن معین نے فرمایا میں نہیں جانتا. اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسرے طریق سے یہ روایت جہالت ابومسلم کی وجہ سے ضعیف ہے.
واقدی ،ابن سعد، ابن عساکر، ذہبی اور سیوطی وغیرہم نے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے :
والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا أن نرمى بالحجارة من السماء، إن رجلا ينكح الأمهات والبنات والأخوات و يشرب الخمر و يدع الصلاة. (كتاب الطبقات الكبير 70/7.تاریخ دمشق لابن عساکر 429/27. تاریخ الإسلام للذهبی 27/5. تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص 345)
یزید کے خلاف ہم نے اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے، یزید ماں، بیٹی اور بہن سے ایک ساتھ نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز ترک کرتا تھا.
*یزید بن معاویہ کے فسق و فجور پر آثار و اخبار کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے، جس کے ہوتے ہوئے یزید کی حمایت مدحت کرنے والوں کی
عقل پر تعجب ہوتا ہے. اگر ان تمام تاریخی شواہد کو یکجا کردیا جائے جن میں یزید کا فسق و فجور مذکور ہے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے. ہم یہاں علماء اہلِ سنت کے چند ارشادات پر ہی اکتفا کررہے ہیں جن سے یزید کے بارے میں حکم شرعی سمجھنا آسان ہوجائے گا.*
یزید کے بارے میں ائمہ کرام و علماء اہلِ سنت و جماعت کے ارشادات
صحابی رسول، حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یزید کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے لبہائے مبارک پر چھڑی مارت دیکھا تو فرمایا تیری چھڑی حسین کے اس مقام پر لگ رہی ہے جس کو میں نے بارہا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چومتے اور چوستے تھے،
*أما إنك يا يزيد تجيء يوم القيامة و ابن زياد شفيعك و تجيء هذا يوم القيامة و محمد صلى الله

تعالی علیہ وسلم شفیعه.(تاریخ ابن جریر الطبری 465/5.البدایة و النهایة 192/8)*

سن اے یزید! قیامت کے دن تو اس حال میں آئے گا کہ تیرا حامی ابن زیاد ہو گا اور یہ (امام حسین)اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہوں گے.

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کے بارے میں صحابی کا عقیدہ یہ ھے کہ وہ شفاعت مصطفی سے محروم ھے، یہ بات اس کی دلیل ھے کہ وہ یزید کو فاسق و فاجر اور گمراہ و بدعتی جانتے تھے.

ابن کثیر نے اھلِ مدینہ کی بیعت شکنی اور ان کی یزید سے سخت ترین دشمنی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ھے :

لم یتھموہ بزندقة کما یقذفه بعض الروافض بل قد کان فاسقا.(البدایة والنهایة 232/8)

انھوں (اھلِ مدینہ) نے یزید کو زندیق اور کافر نہیں کہا جیسا کہ بعض رافضی کہتے ھیں بلکہ وہ فاسق تھا.

حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول پہلے بیان کیا جاچکا ھے کہ آپ اس کی روایت کو جائز نہیں سمجھتے، یہ اس کے فاسق ہونے کا کھلا اعلان ھے.

یہی امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نوفل بن ابو عقرب کا یہ واقعہ نقل کرتے ھیں کہ :

* کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید بن معاویة فقال قال أمیر المؤمنین یزید، فقال عمر تقول أمیر المؤمنین یزید و أمر به فضرب عشرین سوطا. (تہذیب التہذیب 361/11)*

میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا کہ ایك شخص نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا یزید کو امیر المومنین کہتا ھے، اس کے بعد آپ کے حکم سے اس کو بیس کوڑے لگائے گئے.

شیخ کمال الدین محمد بن محمد معروف بابن شریف قدسی علیہ علیہ الرحمہ لکھتے ھیں :

قد اختلف فی إکفار یزید فقیل نعم، لما وقع منه من الاجتراء علی الذریة الطاھرة کالامر بقتل الحسین رضی اللہ تعالی عنه وما جری مما ینبو سماعه الطبع و یصم لذکرہ السمع، و قیل لا، إذ لم یثبت لنا عنه تلك الأسباب الموجبة للکفر، و حقیقة الأمر أی الطریقة الثابتة القویمة فی شأنه التوقف فیه و رجع الأمر إلی اللہ سبحانه. (المسامرة، ص 317)

یزید کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ھے، بعض اس کے کفر کے قائل ھیں؛ کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذریت طاھرہ کے خلاف ناروا جرأت کی جیسے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل کا حکم دیا اور ایسے ایسے کام کیے جن کے سننے سے طبیعت گھبراتی اور جن کے ذکر سے کان بھرے ھو جاتے ھیں، اور بعض کفر کے قائل نھیں ھیں؛ کیونکہ اس کے کفریات قطعی طور پر ثابت نھیں ھیں، لھذا درست اور اچھی بات یہ ھے کہ اس کی تکفیر کے سلسلہ میں توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کردیا جائے.

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

إنما اختلفوا فی یزید بن معاویة، حتی ذکر فی الخلاصة وغیرھا انه لاینبغی اللعن علیه ولا علی الحجاج، لأن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم نھی عن لعن المصلین، و من کان من أھل القبلة، وما نقل من لعن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم لبعض من أھل القبلة، فلما أنه یعلم من أحوال الناس ما لایعلمه غیره، وبعضھم أطلق اللعن علیه، لما أنه کفر حین أمر بقتل الحسین رضی اللہ تعالی عنه، واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتله أو أمر به أو أجازه أو رضی به. والحق أن رضا یزید بقتل الحسین و استبشاره بذلك و إھانة أھل بیت النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم مما تواتر معناه و إن کان تفاصیلھا آحادا، فنحن لا نتوقف فی شأنه بل فی إیمانه، لعنة اللہ علیه و أنصاره و أعوانه. (شرح العقائد النسفیة، ص 344)

*یزید کے بارے میں علماء کا اختلاف ھے، یھاں تك کہ خلاصہ وغیرہ میں ھے کہ یزید اور حجاج پر لعنت کرنا جائز نھیں ھے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اھلِ قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ھے. اور بعض اھلِ قبلہ پر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جو لعنت فرمانا منقول ھے،تو اس کی وجہ یہ ھے کہ آپ لوگوں کے وہ حالات جانتے ھیں جو دوسرے نھیں جانتے.اور بعض علماء یزید پر مطلقاً لعنت جائز قرار دیتے ھیں؛ کیونکہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل کا حکم دے کر کافر ھوچکا. ھاں اھل علم کا اس بات پر اتفاق ھے کہ امام حسین کے قاتل، قتل کا حکم دینے والے، قتل کو جائز قراردینے والے اور آپ کے قتل پر راضی ھونے والے پر لعنت بھیجنا جائز ھے.اور حق بات یہ ھے کہ

یزید کا امام حسین کے قتل پر راضی ہونا، اس کی خوشی منانا اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اھلِ بیت کی توھین کرنا اگرچہ ان باتوں کی تفصیلات اخبار آحاد سے ثابت ھیں لیکن یہ سب باتیں تواتر معنوی کو پھنچ چکی ھیں، تو ھم اس کے معاملہ بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف اختیار نھیں کرتے، اللہ اللہ تعالی کی لعنت ھو یزید اور اس کے اعوان و انصار پر.*

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

الناس فی یزید ثلاث فرق :فرقة تتولاہ و تحبه، و فرقة تسبه و تلعنه، و فرقة متوسطة فی ذلك لاتتولاہ و لا تلعنه و تسلك به مسلك سائر ملوك الإسلام و خلفائهم غیر الراشدین. (الصواعق المحرقة، ص132)

*یزید کے سلسلہ میں لوگوں کے تین فریق ھیں :ایك فریق یزید سے محبت و دوستی رکھتا ھے (جیسے آج کل کے وھابی و نجدی)، ایك فریق اس پر سب و لعنت کا قائل ھے (جیسے امام احمد بن حنبل، علامہ عبدالرحمن ابن جوزی، علامہ تفتازانی وغیرھم)اور ایك فریق درمیانی موقف

رکھتا ھے کہ نہ تو اس سے محبت رکھتا ھے اور نہ اسے ملعون کھتا ھے، اور اس کے بارے میں خلفاء راشدین کے علاوہ باقی سلاطین و ملوك اسلام کا رویہ اختیار کرتا ھے (کہ ان میں جو فاسق ھیں انھیں فاسق جانتا ھے اور جو نیك ھیں انھیں نیك جانتا ھے اور یزید انھیں لوگوں میں ھے جس کا فسق و فجور متفقہ طور پر ثابت ھے.)** 1مذکورہ تفصیل سے آپ کے پھلے سوال کا جواب ظاھر ھو گیا کہ جمھور اھلِ سنت و جماعت کا موقف یہ ھے کہ یزید فاسق و فاجر تھا، البتہ اس کا کفر یقینی طور پر ثابت نھیں ھے، لھذا ھم اس کو کافر نھیں کھتے، یھی احتیاط کا تقاضا ھے. بلکہ امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمہ نے تو یزید کے سلسلہ میں یھاں تك لکھا ھے :*

فإن قیل هل یجوز لعن یزید لأنه قاتل الحسین أو آمر به ؟ قلنا : هذا لم یثبت أصلاً فلا یجوز أن یقال إنه قتله أو أمر به ما لم یثبت ، فضلاً عن اللعنة ، لأنه لا تجوز نسبة مسلم إلی کبیرة من غیر تحقیق. (إحیاء علوم الدین 121/3)

کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؛ کیونکہ وہ یا تو امام حسین کا قاتل ہے یا قتل کا حکم دینے والا ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے، تو بغیر ثبوت کے یزید کو قاتل یا قتل کا حکم دینے والا نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اس پر لعنت، اس لیے کہ بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کی جانب گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں ہے.

اخیر میں امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز العزیز کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعا یقینا باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم

کیا قریب ہے کہ اگر والی ملك ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

*شك نہیں کہ یزید نے والی ملك ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی،مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارك چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا

کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہو گا،ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے.*

قرآن عظیم میں صراحۃ اس پر لعنھم اللہ.
(ان پر اللہ کی لعنت ہے) فرمایا.
لھذا مام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطا سکوت فرمایا کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالی،فسوف یلقون غیا الامن تاب.
(توعنقریب دوزخ میں غی کاجنگل پائیں گے مگر جو تائب ہو گئے) *اورتوبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے، مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذھب اھل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذھبی صاف ہے، بلکہ انصافا یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سیدعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا شمہ ہو۔*
وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.
(اب جانا چاھتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے)
شك نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اھل سنت کا عدووعنودھے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سودھے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دست کشی کرکے ایك مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ توان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زھرا وعلی مرتضی اور خود حضور سیدالانبیاء علیہ وعلیھم افضل الصلوۃ والسلام کا دل دکھا چکاھے، اللہ واحدقھار کو ایذادے چکاھے،والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم. ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا.

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناك عذاب ہے، بیشك جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھاہے. (فتاوی رضویہ، جلد 14، ص 593،592،591)

ایك جملہ میں خلاصہ یہ ہے کہ یزید فاسق و فاجر ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

☐ 2اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یزید کے بارے میں الگ فتاوی میں بہت کچھ لکھا ہے، ان تمام فتاوی کا خلاصہ وہی ہے جو ہم نے سوال (1) کے جواب میں جامع ترین فتوی نقل کردیا ہے. واللہ تعالی أعلم بالصواب

☐ 3آپ کے اس سوال کا جواب بھی نمبر ایك کے جواب میں گذرچکا. واللہ تعالی أعلم بالصواب

☐ 4اس سوال کا جواب بھی باحوالہ نمبر ایك کے تحت گذرچکا. واللہ تعالی أعلم بالصواب

*☐ 5سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو باغی یا اقتدار کا بھوکا یا حکومت کے لالچ میں جنگ کرنے والا کہنا تاریخی حقائق سے جہالت کے ساتھ ساتھ اس امام پاك کی شان میں کھلی اہانت و گستاخی ہے. اس حوالہ سے فقیر قادری کے پاس تاریخی حقائق کا وہ انبار ہے جس کے مدنظر امام پاك کو باغی و خاطی کہنے والے مجرم و دریدہ دھن قرار پاتے ہیں، اور اس دور میں یہ شیوہ وھابیوں اور ان کے ہم نواؤں کا

ہے کہ وہ امام عالی مقام اور آپ کے اھل بیت و رفقاء کو خطاکار اور باغی قراردینے پر تلے ہوئے ہیں. إن شاء اللہ تعالی کسی مناسب وقت پر اس کو بھی تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا اور وہ تاریخی شواہد عرض کروں گا جن سے مثل آفتاب روشن ہوجائے گا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کوئی باغی نہیں بلکہ دین حق کے داعی اور شہید مظلوم ہیں اور امام پاك کے ساتھ جو سلوك روا رکھا گیا وہ انتہائی ظالمانہ و جابرانہ اور سراسر شریعت مطہرہ کے اصول و قوانین اور احکام و ارشادات کے خلاف ہے، بلکہ ایك مسلمان پورے وثوق و ایقان کے ساتھ کہہ سکتا ہے امام مظلوم جو جنتی جوانوں کے سردار ہیں ان کے خلاف کی جانے والی وحشیانہ کارروائیاں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا باعث ہیں، جس کے سبب وہ تمام درندے جس طرح دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے

کیفر کردار کو پہنچے اس سے کہیں زیادہ عبرتناک ناك انجام آخرت میں ہو گا. ولعذاب اللہ أكبر. واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری. خادم الإفتاء والقضاء بجامعة مدينة العلم کبیر نگر، دھلی.*

(۳۸۰)السلام علیکم ورحمة اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع مسئلہ ذیل کے متعلق

کہ امام کو درمیان قراءت میں حدث لاحق ہوا اس نے دوسرے کو امام کو اسی پر بنا کا اشارہ کیا تو اب یہ دوسرا امام قراءت از سرنو کرے یا جہاں سے پہلے امام نے چھوڑ آ وہاں سے؟ مزید یہ کہ جہری وسری دونوں کا ایک حکم ہے اس مسئلے میں یا مختلف؟

شریعت کی روشنی میں بیان فرما کر اہل سنت کو مستفید فرمائیں اللہ آپ کے علم میں مزید وسعت فرمائے!

سائل:-تجمل حسین، ساکن بہیڑی، بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

امام نے حدث لاحق ھونے کے بعد خلیفہ بنانے کی شرائط کی رعایت کرتے ھوئے کسی کو خلیفہ بنایا تو جس رکن میں حدث لاحق ھوا ھے خلیفہ اس رکن کا اعادہ کرے گا، لہذا صورت مسئولہ میں جب امام کو اثناء قراءت میں حدث لاحق ھوا تو خلیفہ قراءت کا اعادہ کرے گا۔ سری اور جہری دونوں نمازوں کا ایک حکم ھے۔ والمسئل※ مصرح※ و مذ※ ور※ في اف※ ال※ تب الفق※ ي※ من أمثال الدر المختار، والفتاوي ال※ ندي※، ورد المحتار في باب الاستخلاف۔ واللہ تعال※ أعلم بالصواب*

(۳۸۱)

Kya farmatey hai'n ulmea'e deen muftiyan'e shara Mateen is *

*!masle me ki Zaid ka intqaal ho gaya

aur teen * ,(dono ki shadi ho chuki) * do ladke,Ab uski ek biwi

.hai'n(unme se do ki shadi ho gayi)*ladkiya'n

.Zaid ke maa'n or baap ka pehle hi inqaaal ho chuka hai

? meeras kis tarah taqseem hogi Unki

! Baraye meharbani jawab inayat farma'ayen

Syed Mohd Akram

(. P.(U Bareilly

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب :

اگر واقعی زید کے وارثین میں صرف یہی افراد ھیں، یعنی ایک بیوی، دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔ تو زید کی تجہیز و تکفین، اگر قرض ھو تو اس کی

ادائیگی اور وصیت شرعیہ کی ھو تو اس کو پورا کرنے کے بعد جو مال بھی بچے خواہ وہ مال روپیہ پیسہ ھو یا مکان وجائیداد وغیرہ سب کے اڑتالیس (48) حصے کرلیں، ان میں سے چھ (6) حصے زید کی بیوی کو، بارہ بارہ (12+12) حصے زید کے ھر بیٹے کو اور چھ چھ حصے (6+6+6) ھر بیٹی کو دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:*

فَاِنْ ※انَ لَ※مْ وَلَدٌ فَلَ※نَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَ※تُمْ ۔(سور※ النساء، آي※12)

یعنی اگر تمہاری اولاد ھو تو تمہاری بیویوں کے لیے تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ھے※

رب کریم جل مجدہ اسی سورہ مبارکہ کی آیت 11 ارشاد فرماتا ھے:

لِلذَّ※رِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ※※

بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ھے۔ واللہ تعال※ اَعلم بالصواب

(۳۸۲) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ_*

کیا فرماتے ہیں علما※ دین ومفتیانِ شرع متین مس※لہ ذیل میں کہ زید نے اپنا روپیہ بکر کو تجارت کے ل※ دیا اور کہا کہ روپیہ میرا اور محنت تمہاری نفع نقصان میں دونوں برابر کے شریک ہیں*※

※* دریافت طلب امر یہ ہیکہ زید و بکر کا اس طرح تجارت کرنا عند الشرع جا※ز ہے یا نہیں*※

المستفتی*※

※* العبد العاصی، حسین رضا قریشی*※

※* موضع نور پور تحصیل امریا ضلع پیلی بھیت شریف*※

※* یوپی، الھند *※

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

انسانوں کی حاجت وضرورت کالحاظ فرماتے ھوئے شریعت مطہرہ نے اس بات کی اجازت دی ھے کہ تجارت وکاروبار اس طرح بھی کیا جاسکتا ھے کہ ایک شخص سرمایہ لگائے اور دوسرا شخص محنت وعمل کرے، اس معاملہ کومضاربت کہتے ھیں※*

مضاربت ایک قسم کی تجارتی شرکت ھے جس میں ایک جانب سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ھوتی ھے، اس معاھدے کے تحت کہ ان دونوں کو کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا، یہ مضاربت کا آسان تعارف ھوا※

* اصطلاح شریعت میں مضاربت اس عقد کو کہتے ھیں جس میں ایک جانب سے مال ھو اور دوسرے کی جانب سے عمل ھو اور نفع میں دونوں شریک ھوں※*

جس کی جانب سے مال ھو اس کو رب المال کہتے ھیں اور جس کی جانب سے عمل ھو اس کو مُضارِب کہتے ھیں، اور جو مال دیا جائے اس کو مالِ مضاربت اور راس المال کہتے ھیں※

تنویر الأبصار، ص 430 پر ھے:

ھی عقد شرکة فی الربح بمال من جانب و عمل من جانب.*

یعنی مضاربت نفع میں شرکت کا وہ عقد ھے کہ ایک جانب سے مال ھو اور دوسری جانب سے کام※

مضاربت کی درستگی اور صحت کے لیے سات شرطیں ھیں:

* □ 1 راس المال نقدی کی شکل میں ھو جیسے سونا، چاندی اور کرنسی. کسی سامان کی شکل میں نہ ھو، ھاں اگر سرمایہ لگانے والے نے مضارب کو کوئی سامان دے کر کہہ دیا اس کو فروخت کر کے اس سے حاصل ھونے والی رقم اپنے قبضہ میں کرو اور اس سے تجارت کرو تو کوئی حرج نہیں ھے※*

* □ 3، □ 2 سرمایہ اور راس المال دونوں کے نزدیک معلوم اور متعین ھونا ضروری ھے، ورنہ مضاربت صحیح نہیں ھوگی※*

* □ 4 سرمایہ پورے طور سے مضارب کے حوالہ کردیا جائے اور اس کو مکمل قبضہ دیدیا جائے، سرمایہ کار کا قبضہ بالکل نہ

رہے۔*

* □ 6، □ 5 فیصدی تناسب سے فریقین کے درمیان نفع کا تعین ضروری ہے، مثلاً جو نفع ہوگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا، یا ایک تہائی دو تہائی، یا ساٹھ فیصد چالیس فیصد وغیرہ، کسی فریق کے لیے لگا بندھا نفع متعین نہیں کیا جاسکتا، مثلاً سرمایہ لگانے والا کہدے کہ میں ایک ہزار نفع لوں گا، یا دو ہزار نفع لوں گا۔ اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ مضارب سے کہا جائے کہ تمہیں نفع سے چالیس یا پچاس فیصد ملے گا؛ کیونکہ اس طرح نفع متعین نہیں ہوا*

* □ 7 فریقین کے درمیان یہ طے ہوگیا ہو کہ مضارب کو نفع سے حصہ ملے گا، اگر یہ طے پایا کہ سرمایہ سے یا سرمایہ اور نفع دونوں سے حصہ دیا جائے گا تو مضاربت کا معاملہ فاسد قرار پائے گا۔*

(الدر المختار ،ص 545)

* آپ نے سوال میں جو صورت ذکر کی ہے کہ زید نے بکر کو روپیہ دے کر کہا کہ روپیہ میرا، محنت تمہاری اور نفع نقصان میں ہم دونوں برابر کے شریک ہیں غلط اور ناروا شرط ہے، لیکن مضاربت درست ہے، لیکن نقصان جو کچھ ہوگا وہ سرمایہ کار کا ہوگا اس میں مضارب شریک نہیں ہوگا۔*

* علامہ حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:*

كل شرط يوجب جهالة فى الربح أو يقطع الشركة فيه يفسدها، و إلا بطل الشرط و صح العقد. (الدر المختار، 545)

* مضاربت میں ایسی شرط رکھنا جس سے نفع مجہول ہوجائے یا اس شرط کی وجہ سے شرکت ختم ہوتی ہو مضاربت کو فاسد کردیتی ہے، ہاں اگر اس شرط سے یہ خرابیاں پیدا نہ ہوں تو وہ شرط فاسد ہے مگر مضاربت صحیح ہے۔*

اس کی مثال علامہ شامی نے یہ لکھی ہے:

كشرط الخسران على المضارب. (ردالمحتار 434/8)

خلاصہ حکم یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں مضاربت کا معاملہ تو درست ہے، لیکن نقصان میں شرکت کی شرط فاسد ہے، ہاں نفع میں فیصدی تناسب سے جو طے پایا ہے اس میں دونوں شریک ہوں گے۔ والله تعالى أعلم بالصواب*

* كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی.*

(۳۸۳)

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اصل جواب سے پہلے یہ بات ذھن نشین فرمالیجیے کہ حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولیاء کرام و صالحین عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پر افضلیت کا مسئلہ ضروریات دین اوران عقائدِ اسلام سے نہیں جن کا انکار واستخفاف یا جن میں شک وتردد کفر وارتداد یا بدعت وضلالت ھے۔ *

* اعلی حضرت علیہ الرحمہ باقی اولیاء کرام پر غوث اعظم رضي اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کے مسئلہ کے بارے میں لکھتے ھیں: *

* عقیدہ وہ چیز ھے جس کا اعتقاد و مدار سنیت اوراس کا انکار، بلکہ اس میں تردد گمراھی وضلالت، اس قسم کے امور ان مسائل سے نہیں ھوتے۔ (یعنی جن کے اعتقاد سے سنیت اور انکار بلکہ تردد سے گمراھی کا حکم لگے۔ قادری) (فتاوی رضوي، جلد 28، ص 362) *

* ھاں یہ مسئلہ اصحاب سلوک وطریقت اورارباب معرفت وحقیقت کے طور پر کثیر درکثیر اولیاء کاملین، عارفین و زاھدین، صالحین و متقین اوراھلِ کشف ونظر کی اتنی وافر شہادتوں سے ثابت ھے کہ اس کا انکار جہل وعناد اور دجل و فساد ھے۔ *

* عقل و دانش اور انصاف و دیانت کی نظر میں حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ متقدمین میں انہیں اولیاء کرام سے افضل ھیں جنہیں عرف میں اولیاء، عرفاء، مشائخ، صوفیہ وغیرھم کہا جاتا ھے اوران الفاظ کے بولنے سے ذھن جن کی طرف جاتا ھے، لہذا غوث اعظم کو صحابہ کرام اوران تابعین عظام سے افضل نہیں کہا جاسکتا جو اپنے انہیں القاب سے ممتاز ومعروف ھیں اور گوکہ وہ اولیاء وصالحین کے سردار ھیں، تاھم عرف میں صوفی، شیخ، عارف، زاھد وغیرہ بولنے سے ان کی طرف ذھنی تبادر نہیں ھوتا، پھر متقدمین میں صحابہ کرام واجلہ تابعین سے افضل نہ ھونے کی بنیادی وجہ یہ بھی ھے کہ ان نفوس عالیہ کی فضیلت منصوص ھے، جب کہ حضور غوث اعظم کی فضیلت پر شرع کی جانب سے کوئی نص نہیں۔ ھاں متقدمین میں سیدنا معروف کرخی، سیدنا ابویزید بسطامی اور سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالی عنہم اور وہ تمام اولیاء کرام جن کی فضیلت غیر منصوص ھے اور جو اصحاب طریقت کے یہاں بولے جانے والے مخصوص اسماء سے پہچانے جاتے ھیں ان سے سلطان بغداد، سید اسیاد، جید اجیاد، فرد افراد، وتد اوتاد، قطب ارشاد، غوث بلاد، دافع فساد، نافع عباد، محبوب سبحانی، غوث صمدانی، شہباز لامکانی، شیخ لاثانی، قندیل نورانی، قطب ربانی، سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل واکمل اورارفع واعلی ھیں۔ اوراسی طرح سیدنا امام مہدی

رضي الله تعالی عنہ تک جتنے اولیاء کرام ہوں گے ان سے بھی افضل واعلی ہیں*

* سیدنا امام مہدی رضي الله تعالی عنہ کے بھی فضائل ومناقب منصوص ہیں، لہذا افضلیت کا مسئلہ آپ سے بھی متعلق نہیں ہوسکتا*

اس بات کو اگر اعلی حضرت کے عارفانہ ذوق میں پڑھنا چاہیں تو فتاوي رضویہ مترجم جلد 28 ص 362 تا 365 ملاحظہ فرمائیں۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی.*

(۳۸۴) سلام

محرم اور دیگر مواقع میں کچھ گھروں میں خاص طور پر عورتیں، لکڑ ہارے کی بیوی کا واقعہ، سولہ سیدوں کی کہانی اور دس بیویوں کی کہانی وغیرہ پڑھتی اور سنتی ہیں اور اس کو حدیث مانا جاتا ہے اور اس میں لوگ بہت تعداد میں شریف بھی ہوتے ہیں، کیا یہ ساری کتابیں اہل سنت کی ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو اس کو پڑھنا اس کا میلاد کرنا کیسا؟

المستفتی: اشرف رضا، کٹک، اڑیسہ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

لکڑ ھارے کی بیوی کا واقعہ، سولہ سیدوں کی کہانی اور دس بیویوں کی کہانی یہ سب جھوٹ، من گھڑت، باطل، بکواس، خرافات، جزافات اور مردود ومرفوض جہالات و بدعات ہیں، ان کو پڑھنا، سننا، صحیح اور ان کی نیاز کرنا، منت مانگنا جہالت بالائے جہالت اور بدعت در بدعت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان واھیات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اپنے گھروں میں عورتوں پر سخت پابندی عائد کریں کہ آئندہ ایسی شرارت اور غلط حرکت نہ کریں، ان چیزوں سے برکت نہیں نحوست آتی ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب

(۳۸۵)

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

*صورتِ مذکورہ میں سب کی نماز درست ہو گئی. تنوير الأبصار و درمختار، ص 100 میں ہے :

و إن قعد فی الرابعة مثلاً (أو قعد فی ثالثة الثلاثی أو فی ثانیة الثنائی. ردالمحتار 553/2) قدر التشهد ثم قام (ولم یسجد. رد المحتار 553/2) عاد و سلم (قوله عاد وسلم أی عاد للجلوس وفیه إشارة إلی أنه لا یعید التشهد. والعود للتسلیم جالسا سنة، لأن السنة التسلیم جالسا والتسلیم حالة القیام غیر مشروع، فلو سلم قائما لم تفسد صلاته وکان تارکا للسنة. ملخصا ردالمحتار ،جلد 2 ص 553) ولو سلم قائماً صح،وسجد للسهو. انتهی ملخصا.*

اگر امام مثلاً چوتھی رکعت میں (یا تین رکعت والی نماز کی تیسری رکعت یا دو رکعت والی نماز کی دوسری رکعت میں) تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوگیا اور سجدہ نہیں کیا تو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے اور اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا تب بھی نماز صحیح ہوگئی مگر سنت ترک ہوئی؛ کیونکہ کھڑے کھڑے سلام پھیرنا خلاف سنت ہے.والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.*

(۳۸۶)اَلسَلامُ عَلَیۡکُم وَرَحۡمَۃُ اَللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضور اگر امام بغیر قعدہ اخیرہ کیے کھڑا ہوجائے پھر کیا حکم ہوگا؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته*

بسم الله الرحمن الرحیم*

الجواب بعون الله الوهاب:*

اگر امام قعدہ اخیرہ کیے بغیر کھڑا ہو جائے تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نماز نفل ہوگئی، لہذا اب مغرب کے علاوہ باقی نمازوں میں چاہے تو ایک رکعت اور ملا لے، تاکہ رکعتوں کی تعداد طاق نہ رہے اور چاہے تو نہ ملائے، اور اس صورت میں سجدہ سہو کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے*

تنویر الأبصار و در مختار ،ص 99 پر ہے:*

ولو سها عن القعود الأخیر عاد ما لم یقیدها و سجد للسهو لتأخیر القعود و إن قیدها بسجدة عامدا أو ناسیاً أو ساهیا أو مخطئا تحول فرضه نفلا برفعه الجبهة وضم سادسة(ولا یضم فی المغرب لأنها صارت أربعا. القادری) ولو فی العصر و الفجر إن شاء لاختصاص الکراهة والاتمام بالقصد ولا یسجد للسهو علی الأصح. والله تعالی أعلم بالصواب*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.*

(۳۸۷)اَلسَلامُ عَلَیۡکُم وَرَحۡمَۃُ اَللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت سنت مسئلہ ذیل میں کہ اللہ پاک کے لیے یہ جملہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ مسکراتا ہے؟ ۲ یا وہ ہر جگہ ہے یا ہر جگہ موجود ہے؟ ۳ اسکے لیے ایکو یا دو ہاتھ ماننا کیسا؟ ٤ اللہ تعالی کے لیے یہ کہنا کیسا کہ وہ عرش پر ہے؟

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اللہ تعالیٰ کی جانب مسکرانے اور کسی جگہ خواہ عرش اعظم پرھونے کی نسبت کرنا یا اس کے لیے ایک یا دو ھاتھ ماننا فرقہ مُجسِّمہ وھابیہ کا عقیدہ ھے، اور یہ عقیدہ کفر وضلالت ھے؛ کیونکہ یہ ساری باتیں جسم اور مادہ کے خواص سے ھیں اور اللہ تعالي ان تمام عوارض سے پاک اور منزہ ھے۔ تاھم ان کے قائل کو کافر ومرتد نہیں کہا جائے گا، مگر احتیاطاً قائل کو توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ نصوص میں جہاں بھی اس قسم کے کلمات وارد ھیں وہ سب متشابہات ھیں اور متشابہات کی اتباع و پیروی قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق حرام اور دل میں کجی والوں کا کام ھے۔ اللہ تعالي ارشاد فرماتا ھے:*

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ. (سورۃ آل عمران، آیۃ 7)*

تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنیٰ تلاش کرنے کے لیے ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ھیں※*

علمائے اھلِ سنت نے تصریح فرمائی ھے کہ اگرچہ نصوص میں اللہ تعالی کے لیے ید، یمین، قدم، وجہ، استواء، وغیرہ وارد ھیں، مگر مواقع ورود کے سوا اور کسی جگہ استعمال کرنا ناجائز وممنوع ھے، لہذا یہ کہنا سخت حرام ھے کہ اللہ تعالي کا ھاتھ ھے، اس کا قدم ھے، اس کا چہرہ ھے، وہ مسکراتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*

(۳۸۸) کیا فرماتے ھیں علمائے کرام اس مسئلہ میں

کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو کہاں دفن کیا گیا؟؟

طبقات ابن سعد میں جنت البقیع ،نورالابصار للشبلنجی میں عسقلان ،تذکرہ الخواص میں کربلا شیخ عبدالوھاب شعرانی صاحب لطائف المنن اور حضرت شیخ ابوالفتاح بن ابوبکر شافعی صاحب نورالعین نے مصر کا ذکر کیا ھے اور مصر کے اندر مشھد حسینی کو دلائل سے ثابت کیا ھے جبکہ علامہ قرطبی نے اس کا انکار کیا ھے لھذا مفتی صاحب قبلہ سے عرض ھے کہ اس مسئلہ میں ھمارے اکثر علماء کرام کا موقف اور قول راجح بیان فرمائیں

السائل: محمد انیس الرحمن قادری مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا بلاسپور رامپور یو پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :*

* سید شہداء کربلا، امام عالی مقام سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالي عن ؚ ما کا سر انور کہاں دفن ھوا، اس میں مؤرخین و اصحاب سیر کے درمیان شدید اختلاف ھے، جیسا کہ آپ کے نقل کردہ حوالوں سے بھی ظاھر ھے ؚ *

* وہ تاریخی امور واحوال، آثار و مشاھد، مزارات و مقابر، مواقع و بقاع اور امکنہ و ازمنہ جن کی تحدید و تعیین سے احکام شرع متعلق نہ ھوں

ان میں راجح و مرجوح کی تحقیق مجرد مؤرخ کا وظیفہ ھے، جو ابھی احکام شرع کی تعلیم و تعلم، تحصیل و تفصیل، تبلیغ و ترسیل، توضیح و تشریح اور تنقیح و تمحیص کے کے ضروری تقاضوں کے مبادیات تک بھی نہ پہنچ پایا ھو اس کے لیے اس طرف متوجہ ھو پانا بڑا دشوار مسئلہ ھے ؚ *

* تاریخی روایات مولائے کائنات، امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضي اللہ تعال ؚ عن ؚ کے مدفن شریف و مرقد کریم کے بارے میں بھی مختلف ھیں، ایک روایت ھے کہ نعش مبارک کو مدینہ طیبہ لے جانے کی غرض سے ایک بغلہ پر رکھ کر چلے، وہ لے جانے والوں کے ھاتھ سے چھوٹ گیا اور غائب ھو گیا، تلاش بسیار کے بعد بھی کچھ پتہ نہ چلا ؚ *

* ابن سعد نے الطبقات میں اور ابن خلکان نے وفیات الأعیان میں لکھا ھے کہ آپ کی قبر شریف کوفہ کے قصر امارت میں ھے ؚ *

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ھے کہ کوفہ میں کسی نا معلوم جگہ ھے ؚ *

* امام ابونعیم اصفہانی نے حلي ؚ الأولیاء میں لکھا ھے کہ آپ کی قبر کوفہ میں تھی، آپ کے شہزادے سیدنا امام حسن رضي اللہ تعال ؚ عن ؚ نے مدینہ منورہ منتقل فرما دیا ؚ *

* یہاں یہ مسئلہ ذھن نشین فرما لیجیے کہ کسی قبر و مزار کی زیارت کے ناجائز و ممنوع ھونے کے لیے قبر و مزار کے نہ ھونے کا

یقین ضروری ہے اورجوازِ زیارت کے لئے ایک روایت واحتمال کافی ہے۔ اور یہ نفوس قدسیہ وذوات علیہ للہ کے نور ہیں، انہیں جہاں سے یاد کیا جائے ان کا فیض وہیں پہنچ جاتا ہے۔ خود سیدہ کائنات، خاتون جنت، حضرت بتول زہرا، فاطمہ رضی اللہ تعالی عن ※ اکے مزار اطہر میں بھی دو روایتیں ہیں: بقیع شریف میں اور خاص جوار روضہ اقدس میں.*

* سیدنا امام عالی مقام رضي اللہ تعال ※ عن ※ کے سر اقدس واطہر کے بارے میں فقیر قادری نے اب تک جو تاریخی روایات دیکھی اور پڑھی ہیں ان کا بڑا حصہ اس جانب ہے کہ فاطمیوں نے مصر پر غلبہ پانے اور اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد 548ھ میں فلسطین کے علاقہ عسقلان سے سر انور کو قاھرہ منتقل کیا اور وھاں دفن کر کے ایک پر جلال قبہ تعمیر کر دیا جو مشہد حسینی کے نام سے مشہور ہے ※*

* اس موقف پر مؤرخین، محدثین اور بہت سے اہلِ علم کی نقول اور شہادتیں ہمارے پیش نظر ہیں، جن سے اس بات کا ظن غالب ہوجاتا ہے کہ سر انور مصر میں ہی مدفون ہے۔ اس موقف کے قائلین چند اہلِ علم یہ ہیں:*

ابن ميسر، قلقشندي،علی بن ابو بکر، ابن أياس، سبط جوزي، حافظ سخاوي، مقر يزي،شيخ شبراوي، وروايات امام منذري، حافظ بن دحي، حافظ نجم الدين غيطي، امام مجد الدين بن عثمان، امام محمد بن بشير، قاضي محيي الدين بن عبد الظار، قاضي عبد الرحيم، عبد الل رفاعي مخزومي ابن النحوي، شيخ قرشي، شيخ الشبلنجي، شيخ حسن عدوي، امام شعراوي، علامه محمد عبدالرؤوف مناوي، شيخ اجوري، أبو المواب تونسي وغير هم.

ایک صاحب دل نے مدینہ طیبہ کے ایک عالم سے کہا میں شہزادی مصطفی صلي اللہ تعالي علي ※ وعلي ※ اوسلم سے منسوب دونوں جگہ حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہوں انوار پاتا ہوں۔ فرمایا: یہ کریم ذاتیں جگہ کی پابند نہیں تمہاری توجہ چاہیے پھر نور باری، کرم ارزانی اور فیض رسانی ان کا کام ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوى.*

(۳۸۹)

بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

قبرستان سے تر وتازہ پودے اور سبز گھاس کاٹنے کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے؛ کیونکہ گھاس جب تک

تر رھتی ھے اللہ تعالی کی تسبیح کرتی رھتی، اس سے میت کو انس حاصل ھوتا ھے اور اس کے ذکر کی وجہ سے اللہ تعالی کی رحمت کا نزول ھوتا ھے، تو قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ایک طرح سے میت کا حق ضائع کرنا ھے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

يكره أيضا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرر وشرح المنية وعلله في الإمداد بأنه ما دام رطبا يسبح الله تعالى فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة اهـ ونحوه في الخانية.

أقول: ودليله ما ورد في الحديث من وضعه عليه الصلاة والسلام الجريدة الخضراء بعد شقها نصفين على القبرين اللذين يعذبان. وتعليله بالتخفيف عنهما ما لم ييبسا: أي يخفف عنهما ببركة تسبيحهما، إذ هو أكمل من تسبيح اليابس لما في الأخضر من نوع حياة؛ وعليه فكراهة قطع ذلك، وإن نبت بنفسه ولم يملك لأن فيه تفويت حق الميت. (ردالمحتار 155/3)

قبرستان سے تر پودا اور سبز گھاس کاٹنا مکروہ ھے، خشک اور سوکھی ھوئی گھاس کاٹنا مکروہ نہیں ھے؛ کیونکہ گھاس جب تک تر رھے گی اللہ تعالی کی تسبیح کرتی رھے، جس سے میت کا دل بہلتا رھے گا اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت کا نزول ھوتا رھے گا۔ اس کی دلیل وہ حدیث شریف ھے جس میں مذکور ھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علی؛ وسلم نے کھجور کی ایک سبز شاخ کے دو ٹکڑے فرما کر ان دو قبروں پر گاڑ دیئے جن پر عذاب ھو رھا تھا اور اس کی وجہ ارشاد فرمائی کہ جب تک یہ خشک نہیں ھوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ھوتی رھے گی۔ یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے تخفیف ھوتی رھے گی؛ اس لیے کہ تر شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ھے؛ کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات پائی جاتی ھے، لہذا سبز گھاس کاٹنے کی کراھت کی وجہ میت کے حق کو فوت کرنا ھے چاھے وہ گھاس خودرو اور کسی کی ملکیت میں نہ ھو؛

فتح القدیر جلد 6 ص 240، البحر الرائق جلد 5 ص 275 اور فتاوی ندی؛ جلد 2 ص 434 پر ھے:

فإن كان فيا حشيش يحش و يخرج إلي الدواب و لا يرسل الدواب فيا.

اگر قبرستان میں گھاس ھو تو اس کو چوپایوں کے لیے کاٹ کر لایا جاسکتا ھے، لیکن چوپائے اس میں نہ چھوڑے جائیں؛

*اس سے معلوم ھوا کہ قبرستان میں پائی جانے والی گھاس کاٹنا جائز ھے اور پہلے جو کراھت کی بات بتائی گئی ھے اس سے کراھت تنزیہی مراد ھے، اور یہ بھی اس وقت ھے جب کہ بے وجہ گھاس کاٹی جائے، اگر کوئی وجہ ھو جیسے تدفین میں

پریشانی ھونا، جانے والے زائرین کوموذی کیڑوں مکوڑوں کے ڈسنے کا اندیشہ ھوناوغیرہ تو پھر کراھت تنزیہی بھی نہیں ھے،ف إن حق الأحياء مقدم علي حق الموتي مالا يخفي* ✕ *

خلاصہ حکم یہ ھے کہ قبرستان کی سبز گھاس کو کسی چیز کے ذریعہ سکھایا یا خشک نہ کیا جائے بلکہ احتیاط کے ساتھ اس حد تک کاٹ دیا جائے کہ تدفین وزیارت قبور میں پائی جانے والی پریشانی ختم ھوجائے، باقی گھاس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے. والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*

(۳۹۰)

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

اس تعلق سے فقیر قادری پہلے تفصیلی جواب لکھ چکا ھے، آپ گروپ پر اس جواب کو پڑھ لیجیے. جواب کا خلاصہ یہ ھے کہ یہاں جس روایت کی بات ھے اس کے الفاظ یوں ھیں:*

أول من يصلي علي الرب عزوجل من فوق عرشه

اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ پہلے جو مجھ پر نماز گذارے گا وہ میرا پروردگار ھے، سخت نادانی اور بالکل غلط ھے، مدارس میں پڑھنے والے عام طلبہ بھی جانتے ھیں کہ جب صلوۃ کی نسبت رب کریم کی جانب ھوتو اس کا معنی نماز پڑھنا یا گذارنا نہیں ھوتا بلکہ رحمت نازل فرمانا ھوتا ھے، مدارج کے مترجم مفتی غلام معین الدین پر لازم تھا کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت وضاحت کرتے کہ یہاں نماز پڑھنا معنی نہیں بلکہ رحمت نازل کرنا ھے، دوسری بات یہ ھے کہ ھم نے گذشتہ جواب میں دلائل سے ثابت کیا تھا کہ یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ھے، چونکہ اس کا موضوع ھونا متعین نہیں، بلکہ ضعیف ھونا متعین ھے، اور ضعاف کو ایسے مقامات پر بیان کیا جاسکتا ھے جس سے کوئی فضیلت بتانا مقصود ھو. اسی لیے شیخ محقق علیہ الرحمہ نے فرمایا ایک روایت میں آیا ھے. بہر حال مترجم نے یہاں وضاحت نہ کرکے غلطی کی ھے، فارسی زبان میں بھی نماز گزاردن کا یہی مطلب ھے کہ اللہ تعالي رحمت نازل فرمائے گا. والله تعالى أعلم بالصواب.*

(۳۹۱)السلام علیکم ورحمته الله

سوال یہ ہے کہ زید نے امام کو مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت میں پایا یعنی زید کو تیسری رکعات مل گئی آیا کہ زید اپنی دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا لیکن اسنے دوسری رکعت کا قاعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت پوری کر

سلام پھیر دیا اب زید کی نماز ہوئی کہ نہیں بکر کہتا ہے نماز ہوگئی
جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں
المستفتی: اسد رضا حسینی نصرا پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

جب زید کو نماز مغرب میں امام کے ساتھ تیسری رکعت مل گئی تو جب زید اپنی دو رکعت پڑھے گا تو ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا پھر دوسری رکعت پڑھ کر قعدہ اخیرہ کرے گا، اس طرح زید کی نماز تین قعدوں پر مشتمل ھوگی، کیونکہ زید مسبوق ھے اور مسبوق جب اپنی پڑھے گا تو یہ رکعت قراءت کے معاملہ میں پہلی ھے اور تشہد کے معاملہ میں امام کے ساتھ پڑھی گئی رکعت کو ملا کر شمار کرنے سے جو رکعت بنتی ھو وہ ھے، مثلاً مغرب کی ایک رکعت ملی تو جب یہ اپنی پڑھے گا تو تشہد کے معاملہ میں اس کی پہلی رکعت دوسری مانی جائے گی یعنی یہ اپنی ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا اور قراءت کے معاملہ میں پہلی مانی جائے گی لہذا اس میں قراءت کرے گا※*

فتاوی ندی※ جلد 1 صفحہ※ 101، 102 پر خلاصہ کے حوالہ سے ھے:*

*يقضى أول صلاته في حق القراءة و آخرها في حق التشهد حتى لو أدرك ركعة من المغرب قضى ركعتين و فصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات و قرأ في كل فاتحة و سورة و لو ترك القراءة في إحداهما تفسد.

مسبوق جب اپنی پڑھے گا تو قراءت کے حق میں وہ پہلی ھے اور تشہد کے حق میں دوسری، تیسری وغیرہ ھے، یہاں تک کہ اگر مغرب کی ایک رکعت ملی تو دو رکعتیں پڑھے گا اور دونوں کے درمیان قعدہ کرے گا تو اس طرح تین قعدے ھو جائیں گے اور ھر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت ملائے گا، اگر کسی ایک رکعت میں بھی قراءت نہیں کی تو نماز فاسد ھو جائے گی※*

* علامہ شامی علیہ الرحمہ نے شرح منی※ المصلي کے حوالہ سے نقل کیا ھے:

لولم يقعد جاز استحسانا لا قياسا، و لم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولى من وجه.
(ردالمحتار، جلد 2، ص 347)*

حاصلِ عبارت یہ ھے:*

مسبوق کو اپنی نماز پوری کرتے وقت ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرنا چاہیے تھا، لیکن اگر اس نے قعدہ نہیں کیا تو اگرچہ قیاس کا اقتضاء تو یہ ھے کہ نماز ترک واجب کے سبب مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ھو مگر استحسانا اس پر سجدہ سہو لازم نہیں؛ کیونکہ یہ رکعت ایک اعتبار سے پہلی بھی ھے اور پہلی رکعت پر قعدہ نہیں ھوتا* *

* اس تفصیل سے آپ کے سوال کا حکم ظاھر ھو گیا کہ جس شخص نے اپنی پڑھتے وقت اگر دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت کے بعد سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز درست ھو گئی، اس کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ھے* *

* ھم نے سنا ھے کہ لوگ اس مسئلہ کی وجہ سے آپس میں اختلاف کر رھے ھیں اور کہہ رھے ھیں کہ اس شخص کی نماز ترک واجب کی وجہ سے مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ھے اور حوالہ میں فتاوی رضویہ کو پیش کر رھے ھیں، ایسے لوگ غلطی پر ھیں، انہوں نے فتاوی رضویہ کو یا تو

پڑھا نہیں ھے، یا پڑھا ھے تو سمجھا نہیں ھے۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ھرگز ھرگز یہ نہیں فرمایا ھے کہ اس کی نماز مکروہ تحریمی ھوئی بلکہ وھی فرمایا ھے جو فقیر نے اوپر تحریر کیا ھے۔ خلاصہ یہ ھے کہ اس شخص کی نماز ھو گئی، نہ اس پر سجدہ سہو لازم اور نہ اعادہ واجب. والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی

(۳۹۲) السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعدہ خدمت میں عرض ہے کہ ”امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں یا نہیں زید کا کہنا ہے کہ علیہ السلام صرف انبیاء کرام کے ساتھ خاص ھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور اسی طرح اولیاء کرام کے کے لئے رحم* اللہ علیھم کہا جائے“ اب طلب امر ہے کہ زید کا قول کہاں تک درست ھے؟ نیز غیر نبی کو صلو* وسلام کرنا جائز ہے؟ ابتداء یا تبعاً،

مساجد میں محرم کے موقعہ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء کے متعلق صلو* وسلام پڑھا جاتا ھے تو زید کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طابع بنا کر غیر نبی کو سلام بھیج سکتے ھیں ابتداءً نہیں بھیج سکتے“

حضور بالا کی بارگاہ میں عرض ہے کہ باحوالہ جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

السائل- محمد طاہر القادری رامپور، دار العلوم گلشن اسلام کنور اباز پور اترا کھنڈ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

اھلِ سنت و جماعت کے عرف میں مستقلاً علي※ السلام کہنا یا لکھنا انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیھم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ خاص ھے، ھاں تبعاً صحابہ کرام، اھلِ بیت اطہار، تابعین عظام، ائمہ اعلام، شہداء اسلام اور اولیاء وصالحین علی نبینا وعلیھم السلام کے لیے بھی علی※ السلام کہنا جائز ھے※*

اس کی وجہ اھلِ علم نے یہ بیان فرمائی ھے کہ اس طرح اطلاق و استعمال میں معصومین وغیر معصومین میں امتیاز بھی رھے گا اور ان لوگوں سے شائبہ مشابہت بھی نہیں رھے گا جو اھلِ بیت اطہار کو معصوم کا درجہ دیتے ھیں اور ان کے ساتھ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات جیسا بلکہ ان سے بڑھ کر سلوک کرتے ھیں※

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

وأما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحيد عن الإمام الجوينی أنه فی معنی الصلاة فلا يستعمل فی الغائب ولا يفرد به غير الأنبياء فلا يقال: علی عليه السلام، وسواء فی هذا الأحياء و الأموات، إلا فی الحاضر فيقال السلام أو سلام عليك أو عليكم، و هذا مجمع عليه.

والظاهر أن ا لعلة فی منع السلام ما قاله النووی: فی علة منع الصلاة أن ذلك شعار أهل البدعة، ولأن ذلك مخصوص فی لسان السلف بالانبياء عليهم الصلاة و السلام، كما أن قولنا عزوجل مخصوص بالله تعالی، فلا يقال محمد عزوجل و إن كان عزيزا جليلا. (ردالمحتار، جلد 10، ص 483،484)

یعنی لقانی نے امام جوینی سے جوھر※ التوحید میں نقل کیا ھے کہ سلام کا وھی حکم ھے جو صلوۃ کا ھے، لہذا انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کے علاوہ کسی اور کے لیے استقلال اور غیبوبت کی صورت میں اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا، جیسے علي※ السلام نہیں کہا جائے گا۔ اور اس بات میں زندوں اور فوت شدہ حضرات کی کوئی تخصیص نہیں، ھاں حاضر کے لیے السلام علي※، سلام علي※، السلام علي※م، سلام علي※م کہا جائے گا (خواہ کوئی ھو)، اور یہ مسئلہ متفق علیہ ھے※*

غیر نبی کے لیے علي※ السلام کہنے کی ممانعت کی وجہ وھی ھے جو امام نووی علیہ الرحمہ نے صلوۃ کی ممانعت میں بیان فرمائی ھے کہ یہ بدمذھبوں (رافضیوں) کا شعار ھے اور یہ کہ اسلاف کرام کے نزدیک انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ خاص، جس طرح عزوجل اللہ تعالی کے ساتھ خاص ھے، تو محمد عزوجل کہنا جائز نہیں اگرچہ آپ عزیز وجلیل ھیں※*

*انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کے علاوہ کسی اور کے لیے مستقلاً علی※ الصلا※ والسلام کہنا بھی

جائزنہیں ھے۔علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

و لا یصلی علی غیر الأنبیاء و لاغیر الملائکۃ إلا بطریق التبع. (الدر المختار ،ص 759)

* اس کی وجہ علامہ شامی علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ھیں:*

لأن فی الصلاۃ من التعظیم ما لیس فی غیرھا من الدعوات، وھی زیادۃ الرحمۃ و القرب من اللہ تعالی، و لایلیق ذلك بمن یتصور منہ الخطایا والذنوب إلا تبعاً بأن یقول اللھم صل علی محمد و آلہ و صحبہ و سلم، لأن فیہ تعظیم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم. (ردالمحتار 483/10)*

یعنی صلوۃ کا مطلب ھے اللہ تعالی کی رحمت وقرب کی زیادت و کثرت اور اس میں وہ تعظیم ھے جو دیگر دعاؤں میں نہیں ،اوراس طرح کی تعظیم اس شخص کے شایان شان نہیں جس سے خطااور گناہ کا صدور ممکن ھے،ھاں تبعا ھوتو حرج نہیں، جیسے اللھم صل علی محمد وآل※ وصحب※ وسلم ؛ کیونکہ اس میں نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم کی تعظیم ھے※*

* اب یہاں ایک بات یہ ھے کہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیھم الصلوات والتسلیمات کےعلاوہ کسی اور کے لیے مستقلاً علي※ السلام یا علي※ الصلا※ والسلام کہنا مکروہ تحریمی ھے یا تنزیہی ؟تو علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے الاٗذ※ ار میں مکروہ تنزیہی کو صحیح ٹھہرایا ھے،لیکن علامہ بیری نے الاشبا※ والنظائر کے خطبہ میں لکھا ھے جس نے انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیھم الصلوات والتسلیمات کےعلاوہ کے لیے مستقلاً صلوۃ کا لفظ استعمال کیا وہ گناہ گار ھے،اس سے معلوم ھوا کہ مکروہ تحریمی ھے،اوریہی صحیح ھے۔(ردالمحتار 10 / 483)*

مساجد و مدارس، اجتماعات ومحافل اور جلسوں وکانفرنسوں میں مقررین وواعظین اور شعراءکو چاھیے کہ حکم کی رعایت کریں اور روافض سے مشابہت ھرگز نہ اختیار کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۳۹۳)السلام علیکم ورحمۃاللہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین کہ کانٹے سے مچھلی کا شکار کرنا کیسا ہے نیز کانٹے پر کیچوا کبھی زندہ پرودیتے ہیں اور کبھی کانٹے کی نوک جسم میں گھسا کر دوسری طرف مثل نکیل نکال دیتے ہیں یوں ہی کبھی بڑی مچھلی کے شکار کے لیے چھوٹی مچھلی لگاتے ہیں کبھی تو پرو دیتے ہیں یعنی منھ سے نوک ڈالتے ہیں اور پونچھ کی طرف نکالتے ہیں جس سے مچھلی مرجاتی ہے اور کبھی صرف پیٹھ میں گود دیتے ہیں اور مچھلی زندہ رہتی ہے جسے زندہ خور مچھلیاں کھاتی ہیں

یہ سب کرنا کیسا ہے بینوا وتوجروا
المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

کانٹے سے مچھلی کا شکار کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، کہ عام طور سے مچھلی کا شکار جال یا کانٹے ہی سے کیا جاتا ہے، اور اس پر شریعت مطہرہ نے کسی قسم کی نکیر وممانعت نہیں فرمائی ہے، بلکہ فقہاء کرام نے کانٹے سے شکار گئی مچھلی کو احکام کی تفریعات وتفصیلات میں بیان کیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اس میں کوئی کراہت وقباحت نہیں ہے۔ فتاوی ھندي ※ جلد 5 ص 503 پر ہے:*

لو ألقى الشبكة في الماء و طرح غيره فيه الشص فوقعت سمكة في الشبكة و تعلقت بالشص فإن كانت في الخيوط الضيقة من الشبكة فهي لصاحب الشبكة.

ز ※ اں کانٹے میں زندہ کینچوا یا گھینسا یا زندہ مچھلی یا اور کسی زندہ چیز کو پرو کر شکار کرنا تو اس کی ھرگز اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں زندہ جانور یا کیڑے کو بے وجہ شرعی ایذا اور تعذیب دینا ہے، جس سے نبی کریم صلي الله تعالي علي ※ وسلم نے منع فرمایا ہے:*

* سیدنا عبد اللہ بن عمر رضي اللہ تعال ※ عن ※ ما فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صل ※ اللہ تعالي علي ※ وسلم نے ارشاد فرمایا *:

عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا، فدخلت فيها النار، قال فقال والله أعلم لا أنت أطعمتها و لاسقيتها حين حبستها و لا أنت أرسلتها فاكلت من خشاش الأرض.(صحيح بخاری، حديث نمبر 2365. صحيح مسلم، حديث نمبر 5988)*

یعنی ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، جس کو اس نے باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، اور یہ عورت جہنم جائے گی، اللہ تعال ※ فرمائے گا تو نے اس کو باندھ کر رکھا، نہ اس کو کھلایا، نہ پلایا، اور نہ چھوڑا کہ یہ زمین کے کیڑے مکوڑے اِک ھالیتی ※ *

* اس حدیث شریف کی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ جانوروں کو بے ایذا دینا ناجائز وگناہ ہے۔ لہذا عام حالات میں اس طرح شکار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد

اشتیاق القادری الدھلوی*

(۳۹۴)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

حضور اگر ناپاک کپڑا صحیح سے دھلنے یا رگڑنے کے بعد بھی اسمیں کہیں کڑک پن یا سختی محسوس ہو رہی ہے حالانکہ اسکا پانی بھی درست طریقے سے نکالا گیا ہے پاک ہوگا یا پھر سے اسکی سختی کو دور کیا جا؟ گا وضاحت فرما دیجئے کرم ہوگا دوسرا یہ کہ اگر کسی کو قطرے کی بیماری ہے اسکے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ وضو کے بعد وہ چھینٹا مارلے تو کیا حکم ہے؟

سائل..خاک پاک علماے اہل سنت..محمد سلیمان رضا قادری بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر کپڑا اس طرح دھویا گیا ھے کہ نجاست کا اثر پورے طور سے ختم ھوگیا تو وہ کپڑا پاک ھوگیا، سوکھنے کے بعد محض کڑک پن یا سختی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور اگر دھونے سے نجاست تو ختم ھوگئی مگر کافی مشقت کے بعد بھی اس کا اثر نہیں جاتا تو اسے دور کرنا ضروری نہیں، تین مرتبہ دھونے سے ھی پاک ھوجائے گا؟*

*فتاوی ھندي؟ ج1 ص46 پر ھے:

وإن كانت شيئا لايزول أثره إلا بمشقة بأن يحتاج في إزالته إلى شيء آخر سوى الماء كالصابون لا يكلف بإزالته.

اگر اس قطرے والا کا مرض اس حد تک پہنچ گیا ھو کہ وہ شرعاً معذور ھو تو اب یہ اپنے جیسے یا اپنے سے زیادہ عذر والے کا امام ھوسکتا ھے، کم عذر والے کا نہیں۔(ردالمحتار 2/323)۔واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۳۹۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اسلام حقائق وثابتات پر مبنی پاکیزہ دین ھے، اس کی تعلیمات وارشادات میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس میں الجھاؤ اور گھماؤ پھراؤ ھو، وھم وگمان اور اٹکل وتخمینہ والی باتیں کرنا اسلام کا مزاج نہیں۔اللہ تعالی؟ نے دنیا کو عمل کی جگہ بنایا ھے اور موت کا علم وسیع حکمتوں کے تحت پوشیدہ رکھ کر آخرت کو جزا اور بدلہ کا دن بنایا، تاکہ لوگ غفلت

سے بیدار رہوں اور اعمال صالحہ میں کوشاں اور منہمک رہیں۔ہماری معلومات میں کتاب وسنت کی ایسی کوئی تعلیم و ہدایت یا نسخہ و وظیفہ نہیں ہے کہ ایسا کرلو یا یہ پڑھ لو تو اتنے دن موت سے محفوظ و مامون ہوجاؤ گے،اور ایسی تعلیم بھلا دی بھی کیسے جاسکتی ہے؛ کیونکہ یہ موت کا علم پوشیدہ رکھنے کی حکمت کے منافی ہے،ہاں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علی※ وسلم کسی خاص شخص کو اپنی غالب حکمتوں کے تحت کسی خاص مدت یا زمانہ تک زندگی کی بشارت اور موت سے حفاظت کی نوید عطا فرمائیں تو یہ اللہ تعال※ اور اس کے رسول مختار صلی اللہ تعالی علی※ وسلم کا وہ فضل وانعام ہے جو اسی شخص کے ساتھ خاص ہے،اس میں عموم وشمول نہیں ہوسکتا کہ اس کو چوراہے پر کھڑے ہوکر شیرینی اور فیرینی کی طرح بانٹ دیا جائے۔اس دعائے عاشوراء کے بارے میں اب تک ہم یہ پڑھتے چلے آئے تھے کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عن※ نے فرمایا ہے کہ جو اس دعاء کو پڑھ لے گا وہ سال بھر تک موت سے محفوظ رہے گا...............آج آپ کے سوال سے انکشاف ہوا کہ یہ قول لوگوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعال※ عن※ کے سر بھی لگا یا ہوا ہے※*

بہرحال اس دعاء سے متعلق فقیر قادری کا موقف یہ ہے کہ میری نظر میں یہ دعاء نہ تو کتاب وسنت میں کہیں مذکور ہے اور نہ اسلاف کرام کی معتبر کتابوں میں اس کا وجود ونشان ہے،ہاں اردو میں چھپنے والی وظائف واعمال کی کتابوں میں بڑی بڑی شخصیتوں کے نام سے بے سند اور بے حوالہ ضرور مذکور ہے،اسی طرح ایسی کتابوں میں بھی موجود ہے جن کی ہمیں تحقیق نہیں،ممکن ہے یہ کسی بزرگ کا کشف ہو جو انہیں بطورِ الہام معلوم ہوا اور کسی خاص شخص کے بارے میں اس عمل و دعاء کی تعلیم وتلقین کی گئی ہو،اگر ایسا ہے تو بھی اس کو عام اور اس میں بتائی گئی بشارت سب کے لیے نہیں ہوگی بلکہ خاص ہوگی۔حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ دعاء ہماری معلومات میں ثابت نہیں اور یہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے تعلیمات اسلام اور مزاج اسلام کے منافی ومتصادم معلوم ہوتی ہے۔اگر کبھی کسی کو کسی معتبر طریقہ سے معلوم ہوجائے کہ یہ فلاں مستند کتاب میں موجود ہے تو ہمیں بھی مطلع فرمائیں،لیکن یاد رکھیں کہ بات بے سر پیر کی نہیں ہونی چاہیے۔اللہ تعالی ہم سب کو حق کی تحقیق اور حق کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔والله تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.*

(۳۹۶)

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله لوهاب :

اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے جو کچھ لکھا ھے وہ دلیل کی روشنی میں لکھا ھے، اگر دیدہ کوکو وہ دلیل نظر نہ آئے تو اس میں اعلیٰ حضرت کا کیا قصور؟

مسئلہ یہ ھے کہ کسی کے انتقال پر تین دن سے زیاد سوگ منانا شرعاً ناجائز وممنوع ھے، ھاں عورت شوھر کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی※

حدیث شریف میں ھے:

*قَالَتْ زَيْنَبُ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلى الله تعالى عليه وسلم يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.
(صحیح بخاری، حدیث نمبر 5334، صحیح مسلم، حدیث نمبر 3798)*

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عن※ انے فرمایا کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالي علي※ وعلي آل※ وصحب※ و بار※ وسلم کی زوجہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر وئی جبکہ اُن کے والد ماجد حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال وگیا تھا۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالي عنہا نے خوشبو منگائی جس میں خلوق یا کسی اور چیز کی زردی تھی۔ انہوں نے وہ خوشبو ایک لڑکی کو لگائی اور تھوڑی سی اپنے رخسار پر بھی مل لی، اور فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے خوشبو کی حاجت نہیں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالي علی※ وسلم کو منبر شریف سے فرماتے ھوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں جو اللہ تعال※ اور قیامت پر ایمان رکھتی و کہ تین دن سے زیادہ کسی میت کا سوگ کرے سوائے اپنے خاوند کے اُس کا سوگ چار ماہ دس دن ھے※

*تین دن سے زیادہ سوگ منانے کی ممانعت پر اور بھی احادیث صحیحہ موجود ھیں جن سے فقہاء کرام نے یہ استدلال فرمایا ھے کہ کسی شخص کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ وغم منانا جائز نہیں ھے، البتہ عورت کو اپنے شوھر کے انتقال پر چار ماہ دس تک سوگ منانے کا حکم ھے۔ چونکہ محرم الحرام روافض جو کہ درحقیقت قاتلان اھلِ بیت بھی ھیں، وہ اس محترم مہینہ کی حرمت پامال کرتے ھوئے غم والم، رنج وحزن، سوگ ونوحہ، ماتم وسینہ کوبی، آہ وفغان، شور وغوغا اور الم و جھنڈے اٹھائے پھرتے ھیں اور طرح طرح سے بین کرتے اور مرثیے پڑھتے ھوئے آوارہ کتوں کی طرح گشت کرتے ھیں اور ماحول وفضا کو سوگوار کر کے تجدید حزن والم کرتے ھیں، اس لیے آپ نے فرمایا کہ رنج وغم لانے اور سوگ طاری کرنے کے لیے کالے، سیاہ اور سرخ کپڑے پہننے سے اس ماہ میں احتراز واجتناب کرے، کالے اور سبز تو

اس لیے ممنوع ھیں کہ ان سے غم کا اظہار مقصود ھے جو ممنوع ھے اور سرخ اس لیے منع ھے کہ ناصبی جو دشمنانِ اھلِ بیت اطہار ھیں وہ خوشی کا اظہار کرنے کے لیے سرخ کپڑے پہنتے ھیں۔اور حدیث شریف میں ھے:*

من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر 4033.عن سيدنا عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما)

* جوجس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*

(۳۹۷) اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اَللہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا حلالہ قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے؟

المستفتی: محمد عمر رضا قادری

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

*بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب :

جی ھاں، حلالہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ھے*

* اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے:*

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. (سورة البقرة ،آية 230)*

پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے*

ام المؤمنين سيدتنا عائشه صديقه رضى الله تعالى عنها فرماتى هيں :*

جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَتْ : كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي ، فَأَبَتَّ طَلَاقِي ، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ ، فَقَالَ : أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ ،لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ ، وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ : أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحيح بخارى ،حديث نمبر 2638.صحيح مسلم، حديث نمبر 3598)

حضرت رفاعہ قرظی کی زوجہ نے نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم کی خدمت میں حاضر ھوکر عرض کیا میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی انہوں نے مجھے طلاق دے کر میری طلاق کو قطعی کر دیا، اس کے بعد میں نے عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کرلیا، مگر میں نے ان کے ساتھ کپڑے کے پھندنے کے مثل پایا، آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو رفاعہ کی طرف لوٹنا چاھتی ھے؟ نہیں یہاں تک کہ تو اس کے شہد کو اور وہ تیرے شہد کو چکھ نہ لے۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ صل※ اللہ تعالي علي※ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، خالد بن سعید بن عاص دروازے پر کھڑے اندر آنے کی اجازت کے منتظر تھے، انہوں نے کہا اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کی بات نہیں سن رھے ھیں، جسے وہ نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم کی بارگاہ میں بلند آواز سے کہہ رھی ھے※*

* بخاری شریف کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ھیں:*

لا تحلین لزوجك الأول حتی یذوق الآخر عسیلتك و تذوقی عسیلته. (صحیح بخاری ،حدیث نمبر 5265)*

یعنی تو اپنے پہلے شوھر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ھوگی جب تک کہ دوسرا شوھر تیرا شہد اور تو اس کا شہد نہ چکھ لے※*

* یہ ھے کتاب وسنت سے حلالہ کا ثبوت، مگر وھابیہ اور بے دین لوگ اسلام کے پاکیزہ قانون میں اپنی اندھی عقلوں کے ذریعہ خامیاں نکالنے کی سازشیں رچتے رھتے ھیں جو ان شاء اللہ تعالي کبھی کامیاب نہیں ھوں گی۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.*

(۳۹۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

الجواب بعون اللہ الوھاب :

عاشوراء کے دن سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالي عن※ اور آپ کے اھلِ بیت اطہار، رفقاء کرام اور شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لیے سبیل لگانا، خیرات کرنا، کھانا کھلانا، کھچڑا بنانا، فاتحہ دلانا اور دیگر نیکی وبھلائی کے کام کرنا یقیناً جائز و مستحسن اور رحمت وبرکت وسعادت وخیر کے کام ھیں۔ لیکن ان ایام خیر وبرکت کو کھیل کود اور تماشوں کا ذریعہ سمجھنا بلاشبہ محرومی، آوارگی، سنگدلی، بیہودگی اور بے رھروی کی علامت ھے۔ اکھاڑا کھیلنا جیسا کہ محرم میں عام بات ھو چلی ھے کسی جائز اور دینی مقصد کے تحت نہیں ھوتا، بلکہ عموماً بطورِ تماشا ھوتا ھے، لہذا یہ بھی جائز نہیں ھے، ھاں اگر کوئی عبادت میں قوت حاصل کرنے کے لیے خلاف شرع امور سے بچتے ھوئے بطورِ ریاضت اکھاڑا کرتا ھے تو حرج

نہیں ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*
(۳۹۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

مجدد اعظم دین وملت، اعلی حضرت، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے مروجہ تعزیہ داری کوحرام ،بدعت، جہالت، مجمع بدعات سیئہ شنیعہ اوراسے جائز سمجھنے کوفسق عمل نہیں بلکہ فسق عقیدہ قرار دیا ہے۔ مروجہ کا مطلب یہ ہے کہ اب جس طور پر تعزیہ داری پائی جاتی ہے وہ حرام ہے، جس میں شیعوں اور روافض سے مشابہت بھی ہے اور جہالت وبدعت وغیر اسلامی رسومات کا انبار وطوفان بھی ہے۔ پہلے پہل جس نے یہ کیا تھااس کے یہاں نہ تو تعزیہ نام تھا اور نہ آج پائی جانے والی خرافات وبدتمیزیاں تھیں، صرف سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے روضے کی صحیح نقل تھی، اس قدر میں کوئی حرج نہ تھا؛ کیونکہ یہ عمل ایسا ہی تھا جیسے خانہ کعبہ، گنبد خضری اور دیگر مقامات مقدسہ کی تصاویر اور نقشے رکھنا دیکھنا جائز ویسے ہی روضہ امام حسین کا نقشہ بنانا دیکھنا درست وجائز، لیکن اب اس صحیح نقشہ بنانے اور دیکھنے کی بھی اجازت نہیں؛ کیونکہ یہ رافضیوں سے مشابہت ہے۔ یہ بات ہم پہلے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی عبارتوں اور فتاوی کی روشنی میں پہلے باحوالہ بیان کرچکے ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.*
(۴۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

میں ایک زمانہ سے نیم خواندہ، سطحی معلومات رکھنے والے، اردو کی غیر معتبر کتابیں سامنے رکھ کر محفلوں کو گرم رکھنے والے اور علم سے زیادہ جھل سےرشتہ رکھنے والے لوگوں کو یہ جگالی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ شاہ عبد العزیز محدث دھلوی علیہ الرحمہ تعزیہ کو کاندھا دیتے تھے، اس پر فاتحہ ونیاز کرتے تھے، اس کو دیکھتے تھے اورتعزیہ داری کو جائز کہتے تھے.

*آج فقیر قادری ان تمام مورکھوں کو آپ کے سوال کی وساطت سے یہ بتانا چاھتا ھے کہ یہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دھلوی علیہ الرحمہ پر گھناؤنا الزام ھے، بدترین بھتان ھے

،خطرناک جھوٹ ھے، خوفناک افتراء ھے اور ان کی طرف بے بنیاد نسبت ھے، جس نے بھی یہ جھوٹ گڑھا ھے اس کو اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاھیے اور اپنے آپ کو وقت رھتے توبہ کر کے اللہ تعالی کی لعنت سے بچانا چاھیے.*

آئیے شاہ صاحب کے اصل فتاوی سے تعزیہ داری کے حوالے سے چند فتاوی پڑھتے ھیں اور حضرت کا تعزیہ داری سے متعلق واضح اور دو ٹوک موقف سمجھتے ھیں:

سوال چہ می فرمایند علماء اھلِ سنت و جماعت کثرھم اللہ تعالی درباب تعزیہ داری عشرہ محرم و ساختن ضرایح و صورت قبور و علم وغیرہ.

*جواب :تعزیہ داری در عشرہ محرم و ساختن ضرایح و صورت وغیرہ درست نیست، زیرا کہ تعزیہ داری عبارت ازین ست کہ ترک لذائذ و ترک زینت کند، و صورت محزون و غمگین نماید، یعنی مانند صورت زنان سو گ دارندہ بنشیند و مرد را ھیچ جا ایں قسم درشرع ثابت نمی شود، مگر زن را بعد وفات زوج خود چارماہ و دہ روز سو گ آمدہ در ماورائے زوج اگر کسے از اقارب او بمیرد تا سہ روز اگر ترک زینت وغیرہ کند جائز است، و بعد سہ روز آنرا درست نیست، چنانچہ در حدیث آمدہ لا تحل لامرأۃ تؤمن باللہ و الیوم الآخر أن لا تحد علی میت فوق ثلاث لیال إلا علی زوج أربعۃ أشھر و عشراً. رواہ البخاری ومسلم. ونیز تعزیہ داری کہ ھمچو مبتدعان میکنند بدعت است، وھمچنیں ساختن ضرایح و صورت قبور و علم وغیرھا ھم بدعت است، و ظاھر است کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نباشد نیست، بلکہ بدعت سیئہ است. و حال بدعت سیئہ اینست کہ در حدیث وارد است شر الأمور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ. رواہ مسلم. وحال مبتدع کہ قسم بدعتھا اختراع میکند آنست کہ بدعت اورا در لعن خدا اسیر میکند، و فرائض و نوافل او در درگاہ الھی مقبول نیست، چنانچہ در حدیث وارد است من أحدث حدثا أو آوی محدثاًفعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس أجمعین، لایقبل اللہ منہ صرفاً و لا عدلا. رواہ الطبرانی عن ابن عباس و البزار عن ثوبان. ونیز در حدیث شریف است من أحدث فی أمرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد. رواہ البخاری ومسلم و أبو داؤد و ابن ماجہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا. ونیز در حدیث شریف است در مذمت مبتدعان من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضی اللہ بھا و رسولہ کان علیہ من الإثم مثل آثام من

عمل بها لاینقص من أوزارهم شيء. رواه ابن ماجه عن عمرو بن عوف وبلال بن الحارث. (فتاوی عزیزی، جلد 1، ص 68،68. مطبوعه مطبع مجتبائی دهلی، سن طباعت 1323ھ)*

ترجمه

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء اہلِ سنت و جماعت عشرہ محرم میں تعزیہ داری، مزارات، قبروں کی تصویریں اور علم وغیرہ بنانا کیسا ہے؟

جواب:

عشرہ محرم میں تعزیہ داری کرنا اور مزارات و قبور وغیرہ کی تصویریں بنانا درست نہیں ہے، کیونکہ تعزیہ داری لذتوں اور زینت ترک کرنے اور ایسی غمگین و رنجیدہ صورت اختیار کرنے کا نام ہے جیسے سوگ کرنے والی عورت ہو، اور مرد کے لیے شریعت میں کسی جگہ اس طرح کی حالت بنانا ثابت نہیں ہے،ہاں عورت کو اپنے شوہر کی موت کے بعد چار ماہ دس دن سوگ منانے کا حکم ہے، اور شوہر کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کا انتقال ہوجائے تو تین دن تک زینت وغیرہ ترک کرسکتی ہے تین دن کے بعد نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے :اس عورت کے لیے جو اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی. اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے.

*اور تعزیہ داری جیسا کہ بدعتی لوگ کرتے ہیں بدعت ہے، اسی طرح مزارات، قبروں کی تصویریں اور علم وغیرہ بنانا بھی بدعت ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بدعت حسنہ نہیں جس پر گرفت نہیں ہوتی ہے، بلکہ بدعت سیئہ ہے، اور بدعت سیئہ کا حال یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے : بدترین کام نوپید امور ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے. اس کو مسلم نے روایت کیا. اور اس قسم کی بدعتوں کی ایجاد کرنے والے بدعتیوں کا حال یہ ہے کہ اس کی بدعت اسے اللہ تعالی کی لعنت میں جکڑ دیتی ہے، اور اس کے فرائض و نوافل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے :جس نے کسی بدعت کی ایجاد یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالی

اس کے فرض کو قبول فرمائے گا اور نہ نفل کو. اسے امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اور امام بزار نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا. نیز حدیث شریف میں ھے :جس نے ھمارے اس دین ایسی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ھے. اسے بخاری، مسلم ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا. اور حدیث شریف بدعتیوں کی مذمت و برائی کے بارےمیں ھے : جس نے گمراھی والی بدعت کی ایجاد کی اس سے اللہ تعالی اور اس کے رسول راضی نہیں ھوں گے، اس کو ان تمام لوگوں کے برابر گناہ ملیں گے جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناھوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی. اس کو ابن ماجہ نے عمرو بن عوف اور بلال بن حارث رضی اللہ تعالی عنہما روایت کیا.*

ایك فتوی اور ملاحظہ فرمائیے اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا تعزیہ داری اور اس پر فاتحہ و درود وغیرہ کو لے کر جلال و تیور دیکھیے :

سوال :

دران مجلس بہ نیت زیارت و گریہ و زاری حاضر شدن و درانجا رفتہ مرثیہ و کتاب شنیدن و فاتحہ و درود خواندن جائز است یا نہ؟

جواب :

*دران مجلس بہ نیت گریہ و زاری حاضر شدن ھم جائز نیست زیرا کہ آنجا زیارت نیست کہ برائے او حاضر شود، وایں چوبہا کہ ساختہ اوست قابلِ زیارت نیستند، بلکہ قابلِ ازالہ اند، چنانچہ در حدیث شریف آمدہ : من رأى منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الإيمان. رواہ مسلم. ودر مجلس تعزیہ داری رفتہ مرثیہ و کتاب شنیدن، اگر در مرثیہ و کتاب احوال واقعی نیست بلکہ کذب و افتراء و تحقیر بزرگان در ذکر پس شنیدن اینچنین مرثیہ و کتاب درست نیست، بلکہ درین قسم مجلس حاضر شدن ھم روا نیست، چنانچہ در حدیث شریف کہ نہی از شنیدن و خواندن مراثی واقع شدہ ھمین مراثی است. عن أبي أوفى قال نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن المراثي. رواہ ابن ماجہ. و اگر

در مرثیہ و کتاب احوال واقعی باشد پس شنیدن این قسم مرثیہ و کتاب فی نفسہ مضائقہ نے، لیکن ھیئت این جماعۃ چنانکہ مبتدعان میکنند نباید کرد کہ مشابہت ازقوم مبتدعان میشود، و احتراز از مشابہت بدعتیان ضرور است، چنانچہ در حدیث شریف وارد است من تشبہ بقوم فھو منھم۔ ونیز داخل این حدیث است من کثر سواد قوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریکالمن عمل بہ۔ رواہ الدیلمی عن ابن مسعود۔ و کذا ذکرہ السیوطی فی جمع الجوامع۔ وفاتحہ و درود خواندن فی نفسہ درست است لیکن درین قسم نوع بے ادبی میشود، زیرا کہ این قسم محل قابلِ ازالہ و نابود کردن است و نجاست معنوی دارد، وفاتحہ و درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی، پس شخصے کہ در پائخانہ تلاوت کلام اللہ کند و درود بخواند ملام و مطعون خواھد بود، ھمچنان درمقامیکہ نجاست باطنی باشد و قابلِ ازالہ باشد درانجا ھم خواندن موجب ملامت و مطعونیت خواھد گردید کہ بے محل خواند۔
(فتاوی عزیزی،جلد 1،ص 79،69)*
ترجمہ
سوال:
اس (تعزیہ داری کی) مجلس میں زیارت اور گریہ و زاری کی نیت سے حاضر ھونا اور وھاں جاکر مرثیہ و کتاب سننا اور فاتحہ و درود پڑھنا جائز ھے یا نہیں؟
جواب:
*اس مجلس میں زیارت و گریہ و زاری کی نیت سے حاضر ھونا بھی جائز نہیں ھے؛ کیونکہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں ھے جس کے لیے وھاں حاضری دی جاتی ھے۔ اور یہ لکڑیاں کہ جن سے تعزیہ بنایا گیا ھے زیارت کے لائق نہیں ھیں، بلکہ ختم کرنے کے لائق ھیں، چنانچہ حدیث شریف میں ھے :جو کسی برائی کو دیکھے اسے اپنے ھاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ھو تو زبان سے اور اس کی بھی قدرت نہ ھو تو دل سے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ھے۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا۔ اور تعزیہ داری کی مجلس میں جاکر مرثیہ و کتاب سننا، اگر مرثیہ و کتاب میں واقعی اور سچے حالات (واقعہ کربلا کے) نہیں ھیں، بلکہ جھوٹ، بہتان اور بزرگوں کی توھین و تحقیر کا تذکرہ ھے تو اس طرح کے مرثیہ اور کتاب کا سننا درست

نہیں ھے، بلکه اس طرح کی مجلس میں حاضر ہونا ھی جائز نہیں ھے، چنانچه حدیث شریف میں اسی طرح کے مرثیوں کے پڑھنے اور سننے سے نہی اور ممانعت وارد ھوئی ھے. حضرت عبد الله بن اوفی رضی الله تعالی عنه سے روایت که رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ھے. اس کو ابن ماجه نے روایت کیا. اور اگر مرثیه اور کتاب میں واقعی حالات ھوں تو اس قسم کا مرثیه و کتاب سننا فی نفسه کوئی حرج نہیں رکھتا، لیکن ان لوگوں کی حالت ایسی نہیں ھونا چاھیے جیسا که بدعتی (رافضی) کرتے ھیں، کیونکه اس طرح بدعتیوں سے مشابہت ھوگی اور اھلِ بدعت کی مشابہت سے گریز کرنا ضروری ھے. چنانچه حدیث شریف میں ھے :جو جس قوم سے مشابہت رکھے وہ انہیں میں سے ھے. نیز ایسا شخص اس حدیث شریف کے زمرے میں آتا ھے :جو جس قوم کی جماعت کو بڑھائے وہ انہیں میں سے ھے اور جو جس قوم کا عمل پسند کرے تو وہ اسی کا شریك کار ھے. اس کو دیلمی نے حضرت عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه سے روایت کیا. سیوطی نے جمع الجوامع میں اسی طرح بیان کیا ھے. اور فاتحه و درود ھڑھنا فی نفسه درست ھے لیکن اس میں ایك طرح کی بے ادبی ھے، کیونکه اس (تعزیه داری)جیسی جگه مٹانے اور نیست و نابود کرنے کے لائق ھے اور یه جگه نجاست معنوی رکھتی ھے اور فاتحه و درود ایسی جگه پڑھنا چاھیے جو ظاھری و باطنی نجاست سے پاك ھو. لھذا اگر کوئی شخص بیت الخلا میں کلام الله کی تلاوت کرے اور درود پڑھے وہ قابل ملامت و اعتراض ٹھہرے گا، اسی طرح جھاں باطنی نجاست ھو اور وہ جگه ختم کرنے کے لائق ھو وھاں بھی پڑھنا ملامت و طعن کا باعث ھے، کیونکه وہ بے محل پڑہ رھا ھے.*

gio Mufti Ishtiyaqu-AM 02:3,18/22/9: *آئیے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دھلوی علیه الرحمه کے نام سے جھوٹ اور بہتان کو بڑھاوا دینے والے اور تعزیه جیسی منحوس بدعت کو فروغ دینے کی سازش رچنے والے بدباطن لوگوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکتے ھیں :*

محدث دھلوی علیه الرحمه کا تیر بہدف فتوی :

سوال :

خوردن چیزها که بر تعزیه وغیره نیاز و نذر می آرند و درانجا نهاده فاتحه می دهند و نهاده می دارند و شب عاشور قابهائے حلوا زیر تخت ضرایح و تعزیه هائے نهند و صباح برداشته تبرکا تقسیم میکنند.

جواب:

*طعامیکه ثواب آن نیاز حضرات امامین نمایند وبرآن فاتحه و قل و درود خواندن تبرك میشود. خوردن بسیار خوب است، لیکن بسبب بردن آن طعام پیش تعزیه ها و نهادن پیش تعزیه وغیره تمام شب بلکه پیش قبور حقیقیه هم تشبه بکفار و بت پرستان می شود پس ازین جهت کراهت پیدا می

کند. (فتاوی عزیزی، جلد 1، ص 71)*

ترجمه

سوال:

تعزیه وغیره کی نذر و نیاز کھانا، اس جگه رکھ کر فاتحه دینا اور عاشوراء کی رات کو حلوے کی پلیٹیں بنائی ہوئی زیارتوں اور تعزیوں کے نیچے رکھنا اور صبح کو اٹھا کر بطورِ تبرك تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب:

وہ کھانا جس کی نیاز کا ثواب امام حسن اور امام حسین رضی الله تعالی عنہما کو پہنچاتے ہیں اور اس پر فاتحه، قل اور درود پڑھتے ہیں وہ تبرك ہوتا ہے اس کا کھانا بہت بہتر ہے، لیکن اس کھانے کو تعزیه کے سامنے لےجانے اور تعزیه وغیرہ کے سامنے پوری رات رکھنے بلکه واقعی اور حقیقی قبروں کے سامنے رکھنے سے بھی کفار اور بت پرستوں سے مشابہت ہوتی ہے، لہذا اس وجہ سے اس کھانے میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے.

*اب ان لوگوں کو تلاش کر کے سامنے لائیے جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نام سے اپنی جہالتوں کا بازار گرم کررہے ہیں اور تعزیه کی بدعت کو سند جواز دینے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں. جاء الحق و زهق الباطل إن الباطل كان زهوقا. والله تعالى أعلم بالصواب.

کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی*

(۴۰۱)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

بدماغ اور پاگل کا علاج مینٹل ھاسپٹل میں ھوتا ھے، اگر مالیخولیائی بڑبڑاتا گھومے تو عقل والے کو چاھیے کہ اس کو حکمت کے درے سے دردرادے، اس کے منہ نہ لگے۔ فقیر قادری اپنے رب کی توفیق سے احکام شرع بیان کرنے کی کوشش کرتا ھے، بازاری دعووں اور جگادری چیلنجوں کے تعاقب میں نہیں رھتا، کوئی ایک لاکھ کے انعام کا چیلنج کرے یا دس لاکھ کا، اس سے ھمیں تاؤ نہیں آتا، شرعی حکم کسی قسم کے چیلنج سے متزلزل نہیں ھوسکتا، ھاں اگر کسی کو شوق بحث ونظر ھے تو اپنی زندہ ومردہ، بیدار وخوابیدہ، افزودہ وافسردہ، شگفتہ و پژمردہ اور آشفتہ وشوریدہ ھر قسم کی توانائیوں اور صلاحیتوں کو سمیٹ کر ایک گٹھر بنالے اور اصول بحث ونظر وقوانین جدل وفکر کی روشنی میں تحریری جمع تقریری گفتگو کے لیے آمادہ ھوجائے تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل کے پرنور منظر سے اھلِ علم و دانش بھی شادکام ھوجائیں۔ مگر خیال رھے یہ بحث ونظر صرف اور صرف اظہار حق کے لیے عمل میں لائی جائے گی اور انانیت ونفسانیت کے تمام جراثیم سے پاک ھوگی※*

* رھی یہ بات کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پہلے تعزیہ داری کو کسی اور عالم نے ناجائز کہا ھے یا نہیں، تو اس کا مفصل جواب گروپ پر دیا جاچکا ھے، اس کو ملاحظہ فرمالیجیے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی علیہ الرحمہ نے تعزیہ داری کی مذمت و برائی میں خوب لکھا ھے۔ ملاحظہ فرمائیں فتاوی عزیزی جلد 1 ص 63 تا 71۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*

(۴۰۲)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

گروپ پر ایک ھی قسم کے سوالات بار بار دھرانے سے گروپ ممبران کو بھی بوریت ھوتی اور مجھ فقیر کو بھی مناسب نہیں لگتا※*

تعزیہ بنانا اور دیکھنا دونوں بدعت و جہالت ھیں، اس کی تعظیم کرنا حرام وفعل بدانجام ھے، اس پر نذر و نیاز

کرنا، فاتحہ دلانا، اس کے قریب دعائیں مانگنا وغیرہ وغیرہ سب سیئات ومنکرات، بدعات ومحدثات، خرافات و معصیات، اباطیل و اضالیل اور غیر شرعی حرکات و بدترین عادات ھیں اوران میں روافض سے مشابہت ھے۔ مسلمانوں پر لازم ھے کہ ان بیہودہ باتوں سے گریز و پرھیز کریں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۴۰۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

ھاں، اس طرح سلام کا جواب دینا درست ھے، اس طرح جواب دینے سے سلام کرنے والا بخوبی سمجھ جاتا ھے کہ یہ میرے سلام کا جواب ھے، بلکہ انگریزی میں اسی طرح جواب دینا چاہیے؛ کیونکہ انگریزی میں حرف "ع" کا تلفظ نہیں ھوسکتا، یہ ان حروف سے ھے جو عربی کے علاوہ اور زبانوں میں نہیں پائے جاتے، لہذا انگریزی میں عربی الفاظ وکلمات لکھنے والوں کو چاہیے کہ وہ الفاظ وحروف جو انگریزی میں ادا نہیں ھو سکتے ان کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھیں اور انگریزی میں اس کا حاصل مطلب لکھا کریں۔ دوسری بات یہ ھے w/salam میں لفظ سلام آ چکی گیا جس سے جواب ھوگیا۔ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا ھے:*

اگر کسی نے کہا سلام تو سلام کہہ دینے سے جواب ھوجائے گا۔ (بہار شریعت 16 / 465)۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

(۴۰۴) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ,مسئلہ ذیل میں کیا کتا نجس العین ہے؟ حضور والا اگر جواب جلد عنایت فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔

سائل,,: محمد فیض الحسن رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۰۵) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت خودکشی کرنے والا جنت میں داخل ہوگا یا نہیں؟

جواب عنایت فرمادیں

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

مومن ہے تو داخل ہوگا ورنہ نہیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۰۶) کیا خوشی کے موقع پر ڈھول تاشے بجائے جاسکتے ہیں؟ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: نہیں بجائے جاسکتے، یہ نا جائز ہے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۰۷) کافر کے گھر اس کا کھانا کھانا، پانی پینا اور آرام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

کافر کا ذبیحہ حرام و مردار ہے، باقی اور چیزیں کھانا، کافر کے گھر لیٹنا آرام کرنا اگر معاملات کے تحت ہو تو جائز ہے ورنہ بچنا چاہیے۔واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۰۸) (ایک انتہائی ضروری بات جو سب کو معلوم ہونا بہت ضروری ہے)

آج کل یہ اشعار اکثر محافل میں پڑھے جاتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار خواجہ غریب نواز نے لکھے ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اشعار خواجہ غریب نواز کے کلام کے ہے ہی نہیں اور پھر اس کے چوتھے شعر کا معنیٰ ہی کُفریہ ہے جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اللہ کی توحید کا بانی حُسین ہے (اَستَغفِرُ اللّٰہ)

عظیم مُحدّث شاہ عبدالعزیز مُحدّثِ دہلوی (رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ) اپنی تصنیف ✕✕ تُحفہ اثناء عشریہ ✕✕ صفحہ نمبر 106 پر یہ لکھ چکے ہیں کہ "شاہ اَست حُسین بادشاہ اَست حُسین ✕✕ یہ خواجہ غریب نواز کا کلام نہیں ہے اور وہ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ غریب نواز ہو کر اتنی کُفریہ بات نہیں کر سکتے۔ یہ اشعار دراصل ایک ایرانی شاعر معین الدین حسن سنجری کے ہیں جو شیعہ تھا، اب اہلِ سنت نادانستہ طور پر اور شیعہ دانستہ طور پر خواجہ اجمیری (رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور ہند غریب نواز کے جو ملفوظات ہیں وہ ہشت بہشت میں خواجہ بختیار کاکی (رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ) نے قلمبند کر دیئے ہیں اُن میں یہ شعر نہیں ہے خواجہ غریب نواز (رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ) نے خود کوئی کتاب لکھی ہی نہیں ہے۔

اور پھر اس شعر کا معنیٰ ہی غلط ہے ✕✕ حقّا کہ بنائے لَا اِلٰہ اَست حُسین ✕✕ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ خدا کی بنیاد حُسین ہے، لَا اِلٰہ کی بنیاد حُسین ہے (ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰہ) اس کا مفہوم پھر یہی بنا کہ حُسین اللّٰہ کی بنیاد ہے حُسین پہلے ہے اور اللّٰہ بعد میں

ہے (اَستَغفِرُ اللہ) تو یہ اسلام ہے یا کُفر؟ یقیناً یہ کُفر ہے۔ہم سب کو چاہیے کہ یہ اشعار نہ پڑھیں اور باقی لوگوں کو بھی اس کی حقیقت بتائیں خصوصاً ہمارے نعت خواں حضرات اور نقیب حضرات کو بھی یہ اشعار نہیں پڑھنے چاہیے۔اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں تاکہ سب کی اصلاح ہوسکے۔

جزاک اللہ،مفتی صاحب قبلہ کیا یہ بات درست ھے؟

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

فقیر قادری کی ناقص معلومات کے مطابق ان اشعار کی نسبت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی جانب غلط ھے،اس کا ھمارے پاس اب تک کوئی ثبوت نہیں ھے کہ یہ اشعار حضرت خواجہ کے ہیں۔

مجھے یہ اشعار پسند بھی نہیں اور نہ ان کا مفہوم و مطلب مجھے عزیز ھے، مجھے ان اشعار پر سخت کلام ھے،اس لیے میں انہیں نہ تو پڑھتا ھوں اور نہ پسند کرتا ھوں، ان اشعار کی توضیح وتشریح میں جو باتیں لوگ بیان کرتے ھیں وہ بھی مجھے ہضم نہیں ھوتیں،اس لیے میں ان کی تشریح کرنے سے قاصر ھوں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۰۹) کتا نجس العین نہیں ہے،حضور مفتی صاحب قبلہ معذرت کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ اگر کسی ایک حوالہ ذکر فرمادیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

المستفتی: محمد فیض الحسن رضوی۔

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

واعلم أنه ليس الكلب بنجس العين عند الإمام ،و عليه الفتوى. (الدر المختار ،ص 34)*

جان لیجیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک کتا نجس العین نہیں ھے،اور اسی پر فتوی ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و هو الصحيح، والأقرب إلى الصواب، بدائع، و هو ظاهر المتون. بحر. ومقتضى عموم الأدلة. فتح. (ردالمحتار 362/1)*

کتے کے نجس العین نہ ھونے پر فتوی ھے، یہی صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ھے۔ بدائع الصنائع۔متون کا

یہی ظاھر ھے۔البحر الرائق۔دلائل کے عموم کا یہی مقتضا ھے۔فتح القدیر۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بهذا يتبين أن الكلب ليس بنجس العين. (البحر الرائق 107/1)*

اس سے ظاھر ھوجاتا ھے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔

امام محمد بن محمد بابرتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و الأصح أن الكلب ليس بنجس العين. (العناية شرح الهداية 127/1)*

زیادہ صحیح یہ ھے کہ کتا نجس العین نہیں ہے

امام شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بهذا يتبين أن الكلب ليس بنجس العين فإن الانتفاع بما هو نجس العين لا يحل. (المبسوط 425/11)

یہاں سے ظاھر ھوگیا کہ کتا نجس العین نہیں ھے؛ کیونکہ نجس العین سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہے۔

امام ابوبکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

دل أنه ليس بنجس العين. (بدائع الصنائع 327/1)*

اس سے معلوم ھوا کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔

امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

و الكلب ليس بنجس العين. (تبيين الحقائق 325/11)*

کتا نجس العین نہیں ھے۔

والمسئلة مصرحة فى كافة الكتب لأئمتنا الأحناف رحمهم الله تعالى. والله تعالى أعلم بالصواب. و كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادرى الدهلوى

(۴۱۰) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید کا سوال ہے کہ اس کی شادی ہوئی اور وہ اسی رات اپنے کام کی وجہ سے باہر دوسرے شہر چلا گیا، ان کے بیچ ہمبستری بھی نہیں ہوئی اور سالوں بعد واپس آئے تو کیا اس کا نکاح رہا یا اسے پھر سے نکاح کرنا ہوگا؟

جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی، جزاک اللہ خیراً

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

نکاح شرعی منعقد ھوجانے کے بعد اگر زید برسہا برس تک بھی اپنی بیوی سے جدا رھے تب بھی نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا، بلکہ نکاح قائم رھے گا۔

شریعت مطہرہ نے نکاح کے بعد مرد وعورت کے درمیان دوری اور ایک دوسرے سے الگ رھنے کے سلسلہ میں کسی مدت کا تعین نہیں کیا ھے کہ خاوند اتنی مدت سے زیادہ باھر نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ میاں بیوی کا باھمی معاملہ ھے، البتہ قرآن وحدیث نے ھمیں اس امر سے آگاہ ضرور کیا ھے کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاھی نہ کریں اور بلاوجہ ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ بیوی کے متعلق تو خاص ھدایات ھیں کہ اس کے ساتھ حسن معاشرت کا مظاھرہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ھے:*

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. (سورۃ النساء, آیۃ 19)*

اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے گزر بسر کرو*

عورتوں کے متعلق ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ھے:

و لَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا. (سورۃ البقرۃ, آیۃ 231)*

اور انہیں تکلیف دینے کی غرض سے مت روکے رکھو تاکہ تم زیادتی کرو*

احادیث مبارکہ میں بھی عورتوں سے حسن معاشرت کی بہت تاکید آئی ھے اور یہ کوئی حسن معاشرت نہیں کہ روزگار کیلیے انسان بیرون ملک چلا جائے اور بیوی کے حقوق کو نظر انداز کرکے سال دو سال تک باھر ھی رھے۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اس سلسلہ میں بہت حساس طبیعت رکھتے تھے، انہوں نے یہ قانون مقرر کیا تھا کہ کوئی فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنے گھر سے باھر نہ رھے۔ چنانچہ آپ عام مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے کیلیے رات کو گشت کرتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ھے کہ کسی مکان سے گزرتے وقت ایک عورت کی پُرسوز آواز سنی۔ اس کیلئے اپنے شوھر کی جدائی ناقابل برداشت ھورھی تھی جو جہاد وقتال میں مصروف تھا اور کئی مہینوں سے گھر نہیں آسکا تھا، اس کے جذبات دلسوز اشعار کی صورت میں ابھر پڑے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بیٹی سے دریافت کرنے پر ھر فوجی نوجوان کیلیے چار ماہ کے بعد اپنے گھر جانا لازمی قرار دے دیا۔ (سنن سعید بن منصور 210/2، حدیث نمبر 2463. تاریخ المدینۃ لعمر بن شبۃ 403/1. السنن الکبری للبیھقی

(29/9)*

بہر حال کسی بھی شوہر کو اپنے گھر سے اتنی مدت کیلیے غیر حاضر نہیں رہنا چاہیے جس سے بیوی کو نا قابلِ برداشت تکلیف پہنچے، ھاں باھمی رضامندی سے شوھر باھر جانے کا فیصلہ لےتو بہتر ھے،لیکن نکاح بہر صورت قائم رھتا ھے خواہ شوھر عورت کی مرضی سے باھر گیا ھو یا بغیر مرضی کے اور چاھے وہ دو چار دن کے لیے گیا ھو یا دس بیس سال کے لیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*

(۴۱۱) حضور فقیہ العصر صاحب قبلہ مدظلہ العالی سلام ورحمت

کئی سوالات ایسے ہیں جن کا جواب جاننا واجب وضروری تو نہیں ہے لیکن ہمیشہ ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں کہ آخر ان سوالوں کے جوابات کیا ہونگے۔

۱-نماز وتر میں دعا قنوت کے لیے رفع یدین کیوں کیا جاتا ہے

۲-خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے پہلے اور خطبہ عیدین نماز عیدین بعد کیوں دونو یا تو پہلے ہوتے یا پھر بعد میں

۳-نماز میں سہوا یا عمدا ترک سنت پر سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو گی یا نہیں حالانکہ ترک سنت پر سجدہ سہو نہیں

نہایت ہی کرم ہوگا

المستفتی:۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

١۔دعاءقنوت سے پہلے رفع یدین اس لیے کیا جاتا ھے کہ یہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم،سیدنا عبداللہ بن مسعود،سیدنا ابوھریرہ رضي اللہ تعالی ﷺ عن ﷺ م سے ثابت ھے اور غیر منسوخ ھے۔جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ جزء رفع الیدین، حدیث نمبر 163. اور امام طبرانی المعجم الکبیر، حدیث نمبر 9315، میں حضرت اسود سے روایت کرتے ھیں کہ:*

أنه كان يقرأ في آخر ركعة الوتر: قل هو الله أحد، ثم يرفع يديه ,فيقنت قبل الركعة.*

حضرت عبداللہ بن مسعود رضي اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی آخری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھتے تھے پھر رفع یدین کرتے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

خیال رہے اس حدیث پر لیث ابن ابی سلیم کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے،لیکن بہت سے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے اور ان کی مرویات کو ثابت مانا ہے،لہذا یہ حدیث قابلِ استدلال اور لائق احتجاج ہے۔اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

هذه الأحاديث كلها صحيحة.(جزء رفع اليدين، ص 80)*
یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔
امام ہیثمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فيه ليث بن أبي سليم وهو مدلس و هو ثقة. (مجمع الزوائد 288/2،حديث نمبر 3471)
لیث بن ابی سلیم گو کہ مدلس ہیں مگر ثقہ ہیں※*
اسی طرح دعاء قنوت کے لیے رفع یدین کرنا بہت سے تابعین وائمہ مجتہدین سے بھی ثابت ہے※*
اس موقع پر رفع یدین کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حدیث شریف میں ہے:*

لا تشبهوا بصلاة المغرب. (المستدرك، حديث نمبر 1138)*
وتر کو نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔

لہذا وتر کی مغرب سے مشابہت دور کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آخری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملائی جائے اور قنوت سے پہلے رفع یدین کیا جائے تاکہ نماز مغرب اور نماز وتر میں مشابہت نہ رہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب*

۲۔ہم عبادات وشرعیات میں اسی طریقہ کے مکلف و پابند ہیں جو نبی کریم صلي الله تعالي علي※ وسلم سے ماثور ومنقول ہے،اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے※*

ہمیں جمعہ کے لیے نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنے کا بطورِ شرط حکم ہے،لہذا ہم اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور خطبہ پہلے پڑھتے ہیں،اور عیدین میں نبی کریم صلي الله تعالي علي※ وسلم کی مبارک سنت سے بعد نماز عید خطبہ پڑھنا ثابت ہے،لہذا ہم اپنے آقا صلي الله تعالي علي※ وسلم کے مبارک طریقہ اور سنت طاہرہ کی اتباع کرتے ہوئے خطبہ بعد میں پڑھتے ہیں۔

خطبہ جمعہ کے مقدم ہونے کی حکمت یہ ہے کہ یہ مقصود اول ہے،اسی لیے آج کے دن ظہر کی چار رکعات کی جگہ جمعہ کے دو فرض مقرر فرمائے گئے تاکہ تمام حاضرین علی وجہ الکمال خطبہ سن سکیں،جس میں اللہ تعالي کا ذکر بھی ہے اور وعظ ونصیحت بھی۔خطبہ جمعہ کی اہمیت واساسی حیثیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نماز جمعہ بلا خطبہ باطل و

مردود ھے، جب کہ عیدین کا خطبہ ثانوی حیثیت رکھتا ھے، مقصود اول دو رکعت نماز کی ادائیگی ھے، اسی لیے اگر عیدین میں خطبہ مطلقاً نہ پڑھا جائے تب بھی نماز بلاشبہ درست ھے، ھاں ترک سنت کی وجہ سے ایسا کرنا برا ھے، اور عقلی تقاضا یہ ھے کہ جو چیز اولین مقصود ھو وہ مقدم ھونا چاھیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

3، رک سنت پر سجدہ سہو عمداً کرے یا سہواً بہر صورت نماز درست ھو جاتی ھے، ھاں ترک سنت پر قصداً و عمداً سجدہ سہو کرنا ناجائز و گناہ ھے، ایسا کرنے والے کو اپنے اس فعل سے توبہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۴۱۲)

عمل کثیر کی تعریف سمجھ لینے کے بعد اس کے تحت آنے والے کچھ جزئیات کو بھی جان لیجیے، انہیں جزئیات میں آپ کے سوال کا جواب بھی آجائے گا※*

※ جب کوئی عمل قلیل ایک ھی رکن میں تین بار کیا جائے تو وہ بھی کثیر کے حکم میں ھو کر مفسد نماز ھے※

فتاوی ھندیہ 115/1 پر ھے :*

إذا حك ثلاثا في ركن واحد تفسد صلاته. هذا إذا رفع يده في كل مرة. أما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد.

اگر ایک رکن میں تین بار اس طرح کھجایا کہ ھر بار ھاتھ اٹھایا ھو تو نماز فاسد ھو جائے گی اور ھر بار ھاتھ نہ اٹھایا ھو تو فاسد نہیں ھوگی

پے در پے تین پتھر پھینکے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ھی جوں کو تین بار مارا یا تین بال اکھیڑے یا آنکھوں میں سرمہ لگایا یہ سب عملِ کثیر کی صورتیں ھیں※*

فتاوی ھندیہ ج 1 ص 115 پر ھے :*

لو رمى ثلاثة أحجار على الولاء أو قتل القملات على الولاء أو نتف ثلاث شعرات أو اكتحل تفسد صلاته.*

نماز کے اندر سانپ یا بچھو کو مارنا جب کہ تین قدم یا زیادہ چل کر یا تین ضرب یا زیادہ کے ساتھ و عمل کثیر کی وجہ سے مفسد نماز※ ے، لیکن اس کو مارنے کی اجازت ے اگرچہ نماز فاسد ھو جائے، اور اگر تین ضرب سے کم یا تین قدم سے کم چلنا پڑے تو اس سے نماز فاسد نہیں ھوگی※*

علامہ ابراھیم حلبی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :

لابأس بقتل الحية و العقرب فی الصلاة إذا لم يحتج إلى المشی الكثير كثلاث خطوات متواليات و لا إلى المعالجة الكثيرة كثلاث ضربات متواليات، فأما إذا احتاج إلى ذلك فمشی و عالج تفسد صلاته. (غنية المتملی، ص 354)

هذا ما عند الفقير و الله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی

(۴۱۳) السلام عليكم ورحمة الله

حضور مفتی صاحب عزت مآب کی بارگاہ میں سوال عرض ہے

حضوروالا، صدقے کی تعریف کیا ہے؟ اور کس کس طریقے سے ادا کر سکتے ہیں؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: محمد انیس، راجسمند، راج.

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم*

الجواب بعون الله الوهاب:*

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:*

الصدقة هی العطية تبتغی بها المثوبة من الله تعالى. (التعريفات، ص 174)*

صدقہ وہ عطیہ ہے جس سے اللہ تعالی کے یہاں ثواب مقصود ہو۔

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الصدقة ما يخرجه الإنسان من ماله على وجه القربة، كالزكاة. لكن الصدقة فی الأصل تقال للمتطوَّع به، والزكاة للواجب. (المفردات، ص 278)*

صدقہ وہ چیز ہے جسے انسان اپنے مال سے بطورِ قربت نکالے، جیسے زکوۃ لیکن صدقہ اصل میں نفل خیرات کو کہا جاتا ہے اور واجب کو زکوۃ کہتے ہیں:

یہاں سے معلوم ہوا کہ صدقہ نافلہ بھی ہوتا ہے اور واجبہ بھی، واجبہ تو زکوۃ، عشر، فطرہ وغیرہ ہیں اور نافلہ کی بے شمار صورتیں ہیں، یہاں تک کہ اچھی بات بھی صدقہ ہے، صدقہ ادا کرنے کی شرعاً کوئی صورت متعین نہیں ہے کہ ایسے ادا کیا جائے اور ویسے ادا نہ کیا جائے، بلکہ یہ صدقہ کرنے والے پر موقوف ہے کہ جس طرح بہتر سمجھے ادا کرے،

ھاں کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں صدقہ کی یہ کیفیت یقیناً بڑی فضیلت وخوبی کی حامل ھے کہ صدقہ کرنے کے بعد نہ احسان جتایا جائے، نہ تکلیف پہنچائی جائے، نہ دکھاوا کیا جائے، نہ تعریف کی خواھش رکھی جائے، ھو سکے تو یوں صدقہ کیا جائے کہ دائیں ھاتھ سے دے تو بائیں کو خبر نہ ھو۔ ایسا کرنے والا خوش نصیب انسان قیامت کے دن ان سات لوگوں میں سے ایک ھو گا جس کو رب کریم اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا۔

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله: الإمام العادل، وشابٌ نشأ في عبادة ربه، ورجلٌ قلبه معلق فـالمساجد، ورجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال، فقال إني أخاف الله، ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لاتعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه. (متفق عليه). والله تعالى أعلم بالصواب.

كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي

(۴۱۴) السلام علیکم میں محمد دانش رضا عطاری کشمیر سے آپ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ آج کل گونگے بہروں کو تربیت دینے والے اللہ کا اشارہ آسمان کی طرف انگلی اٹھوا کر سکھاتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے

المستفتي: محمد دانش رضا عطاری، كشمير۔

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

اگر یہ اعتقاد نہ ھو کہ آسمان اللہ تعالی کا مکان ھے تو اللہ تعالی کی رفعت وعظمت بتانے کے لیے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرنا جائز ھے۔ حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ھیں کہ میری ایک باندی تھی جو احد اور جوانیہ میں میری بکریاں چراتی تھی، ایک دن میں وھاں گیا تو دیکھا بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا ھے، مجھے بتقاضہ بشری غصہ آیا اور میں نے اس کے ایک تھپڑ مار دیا، پھر مجھے افسوس ھوا، میں نے رسول اکرم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ھو کر عرض کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صل※ اللہ تعالي علي※ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ، میں اسے آپ کی خدمت میں لایا تو آپ نے فرمایا:*

أين الله؟ قالت في السماء، قال من أنا؟ قالت أنت رسول الله، قال أعتقها فإنها مؤمنة. (صحيح مسلم، حديث نمبر 1227)*

اللہ تعالیٰ کہاں ھے؟ اس نے کہا آسمان پر، آپ نے فرمایا میں کون ھوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔

سنن أبي داؤد حدیث نمبر 3286 میں اس روایت کے الفاظ یوں ھیں:*

فأشارت إلى السماء بأصبعها.*

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ھے؟ تو اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

* اس حدیث شریف سے معلوم ھوا کہ رب کریم کی ذات پاک کو بتانے سمجھانے کے لیے وہ بھی گونگے اور بہروں کو، آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا بلاشبہ جائز ھے۔ ھاں یہ خیال رھے بتانے سمجھانے والے کو چاھیے اشارے والوں کو اشارے سے اور کلام سمجھنے والوں کو کلام کے ذریعہ یہ بتادیا جائے کہ آسمان رب کریم کا مکان نہیں ھے، وہ زمان ومکان اور تمام جسمانی و مادی عوارض سے پاک ومنزہ ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۴۱۵) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضور استاذ العلماء والفقہاء کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کرم کریمانہ سے یقین کامل ہے کہ حضور جواب سے نوازینگے زید وبکر چچازاد ہیں جب زمین کا بٹوارا ہوا تو سرکاری رکارڈ میں زید کے حصے والی کچھ زمین بکر کے نام پر مندرج اور بکر کی کچھ زمین زید کے نام پر مندرج تھی لیکن زید کے حصے والی زمین بکر کی زمین سے زیادہ تھی بکر نے زید کو بغیر بتائے زید کے حصے والی زمین بیچ دی اور زید قانونا اس کو روک بھی نہ سکا کیونکہ وہ اسکے نام میں تھی دریافت طلب یہ ہے کہ اب زید کے نام میں جو بکر کی زمین ہے اگر چہ وہ کم ہے وہ اسکو اپنی زمین کا بدل سمجھ لے اور قانونا اسے یہ حق حاصل ہے کیا شرعا بھی اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے بینوا توجروا

خاک پائے حضور محمد عارف اندور ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سوال کے اس حصہ کی تنقیح مطلوب ھے کہ:*

جب زمین کا بٹوارہ ھوا تو سرکاری ریکارڈ میں زید کے حصے والی کچھ زمین بکر کے نام پر مندرج اور بکر کی کچھ

زمین زید کے نام پر مندرج تھی

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید وبکر کی ان متنازعہ زمینوں کی تقسیم کا عمل پہلے انجام پا چکا تھا اور ہر ایک کا حصہ ممتاز تھا، البتہ زید وبکر نے اپنے حصہ کی اصل زمین پر قبضہ نہیں کیا تھا، اب جب کہ اپنی اپنی زمینوں پر قبضہ کی باری آئی، جس کو آپ نے بٹوارہ کرنے سے تعبیر فرمایا ہے تو پتہ چلا کہ بکر زید کے حصہ والی زمین اس کو مطلع کیے بغیر فروخت کر چکا ہے۔

اگر صورت حال یہی ہے تو بکر نے زید کے حصہ کی زمین فروخت کر کے سخت جرم وگناہ کا ارتکاب کیا، اس ناجائز تصرف کی وجہ سے بکر پر ضمان واجب ہے، اور زید کے پاس بکر کی جو زمین ہے اس سے اپنی زمین کا ضمان جس طرح چاہے وصول کرے، خواہ اس کو اپنے پاس رکھے یا فروخت کرے، زید کے لیے سب کچھ جائز ہے۔ اگر زید کی زمین کا ضمان بکر کے حصہ والی زمین سے پورا نہ ہو تو باقی قیمت بکر سے جس طرح بھی ہو وصول کرے*

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:*

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ. (الدر المختار مع رد المحتار 291/9)*

اور فتاوی ہندیہ جلد 5، ص 150 پر ہے:

و إن حدثت ھذہ الأشیاء (من العطب و النقصان و السیل) بفعل الغاصب و سکناہ فالضمان علیہ بالإجماع.

اور اسی میں تھوڑا آگے ہے:

لو باعہ الغاصب وسلمہ فالمالك بالخیار إن شاء ضمن الغاصب وجاز بیعہ والثمن لہ وإن ضمن المشتری رجع علی الغاصب وبطل البیع ولا یرجع بما ضمن وإن باع ولم یسلم لایضمن. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۱۶)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم*

الجواب بعون اللہ الوھاب:

وہابی دیوبندی دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان پر ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر وارتداد ہے یا پھر وہ گمراہ وبددین ہیں، پہلی قسم کے وہابیوں دیوبندیوں کا حکم بہت سخت ہے، جب کہ بائیکاٹ ہر قسم کے وہابی دیوبندی

کا لازم ھے،لہذا حج سے آنے والے وھابی دیوبندی کومبارکباد دینا،اس کی لائی ھوئی کھجوریں کھانا،اس کے تحائف قبول کرنااوراس سے قلبی دوستی کے طور پرملناوغیرہ ناجائزوگناہ ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۱۷) کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

عنایت کے دو بیٹے اسلم اور وحیداور چار بیٹیاں ہیں جمیلہ عقیلہ نفیسہ اورسائرہ عنایت کا انتقال ہو چکا ہے اور وراثت میں ایک مکان چھوڑا ہے جس کی قیمت تقریبا ایک کروڑ انیس لاکھ روپے ہے اب دریافت طلب امر یہ ہیکہ شریعت کی روشنی میں کس کو کتنا حصہ ملے گا

المستفتی احمد طہ گوالیار ایم پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:*

دریافت کردہ صورت حال میں عنایت کے مال سے اس کی تجہیز وتکفین،قرض ھوتو اس کی ادائیگی اور وصیت کی ھوتو تہائی مال میں وصیت نافذ کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو آٹھ سہام کرلیں،دودو حصے اسلم اور وحید کو دیدیں اور ایک ایک حصہ جمیلہ،عقیلہ،نفیسہ اور سائرہ کو دیدیں۔اللہ تعالی ارشادفرماتاھے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(سورة النساء،آية 11)*

بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

اس کواس طرح بھی سمجھ سکتے ھیں کہ اگرعنایت کے ترکہ سے متعلق تمام حقوق کی ادائیگی کے بعدکل ایک کروڑ انیس لاکھ روپئے بچتے ھیں اور وارثین میں یہی چھ افرادھیں جوسوال میں مذکورھیں توھر بیٹے کو انتیس لاکھ پچھتر ھزارروپئے(2975000)اورھر بیٹی کو چودہ لاکھ ستاسی ھزار پانچ سوروپئے(1487500) دیئے جائیں گے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.*

(۴۱۸) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اَللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

سوال اورمستفتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

ھمارے یہاں تشہد میں کلمہ شہادت پرنفی کے وقت سبّابہ کو اٹھانا اور اثبات کے وقت رکھنا معتمد ومسنون

ہے۔جیسا کہ علامہ حصکفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:*

لکن المعتمد ما صححه الشراح، و لا سيما المتأخرون كالكمال و الحلبي و البهنسي و الباقاني و شيخ الإسلام الجد وغيرهم أنه يشير لفعله عليه الصلاة و السلام. (الدر المختار، ص 70)*

لہٰذا جب کلمہ شہادت کی تکرار کرے تو انگلی سے اشارہ بھی کرے، مگر چونکہ تکرار کلمہ شہادت کی نہ تو مسنونیت ثابت ہے اور نہ یہ فقہاء کا متفق علیہ اور متعین قول ہے، بلکہ اس مسئلہ میں فقہاء کے پانچ اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے، لہذا یہاں رفع سبّابہ مسنون نہیں، ہاں اگر مشابہت کی وجہ سے اٹھائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

عام فائدے کے لیے ہم فقہاء کرام کے وہ اقوال بھی بیان کیے دیتے ہیں۔

اگر مسبوق قعدہ اخیرہ میں امام سے پہلے فارغ ہو جائے تو اس کے بارے میں علامہ حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و أما المسبوق فيترسل عند سلام إمامه، و قيل يتم، و قيل يكرر كلمة الشهادة. (الدر المختار، ص 71)*

مسبوق اپنے امام کے سلام پھیرنے تک تشہد ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ ایک قول یہ ہے کہ مکمل پڑھے (یعنی درود شریف اور دعا بھی پڑھے)۔ ایک قول یہ ہے کہ کلمہ شہادت کی تکرار کرے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے البحر الرائق، حلیہ اور ذخیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

يكرر التشهد. (ردالمحتار 221/2)

تشہد کی تکرار کرے۔

علامہ طحاوی علیہ الرحمہ صاحب درمختار کے تین اقوال پر ایک قول کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل يسكت. فالأقوال أربعة و كلها صحت. (حاشية الطحاوي على الدر المختار 226/1)*

ایک قول یہ ہے کہ تشہد سے فارغ ہونے کے بعد خاموش رہے۔ اب کل چار اقوال ہوئے اور سب درست ہیں۔ (کہ جس پر چاہے عمل کرے)*

اگر ان اقوال کے ساتھ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اس اجازت کو بھی شامل کر لیا جائے تو کل چھ اقوال ہو جاتے ہیں※

* ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*
* اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔(فتاوی رضویہ 7/ 237).واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۴۱۹) اَلسَلامُ عَلَيۡكُم وَرَحۡمَةُ اَللّٰهِ وَبَرَكاتُهُ
حضور حلالہ اور مطاع میں کیا فرق ہے؟ حضور اوران دونوں کی تعریف بتادیں عین نوازش ہوگی
المستفتی:

الجواب:وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم،الجواب بعون اللہ الوھاب:*
حلالہ نکاح شرعی ھے جو یقیناً جائز ھےاور متعہ شرعاً نکاح نہیں اور اس طرح کسی عورت سے صحبت کرنا حرام و گناہ ہے-واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۲۰) کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام مفتیان ذوی الاحترام اس مسئلہ میں کہ امام اور مقتدیوں نے ظہر کی نماز کی نیت ساتھ ساتھ باندھی لیکن امام قرات کے بعد تکبیر بالجھر کہے بغیر رکوع میں چلا گیا اور اسی طرح اس نے دونوں سجدے بھی اکیلے ہی ادا کییے اور تمام مقتدی کھڑے رہے بلکہ ایک مقتدی نے لقمہ دیتے ہوئے کئی بار اللہ اکبر بھی کہا مگر امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا جب امام کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں نے رکوع اور سجدے ادا کیے جب مقتدی رکوع سجدے سے فارغ ہونے تب تک امام پہلے کی طرح پھر دوسری رکعت کے رکوع اور سجدے میں چلا گیا اور اس رکعت کا رکوع سجدے بھی امام نے اکیلے ہی ادا کیے اور تمام مقتدی کھڑے رہے یہاں تک کہ امام قعدہ اولی میں بیٹھ گیا امام بیٹھا ہی رہا یہاں تک کہ مقتدیوں نے دوسری رکعت کا رکوع اور سجدے کر کے امام کو قعدہ اولی میں پالیا پھر امام اور مقتدیوں ہے باقی نماز ساتھ ساتھ ادا کی آخر میں سجدہ سہو بھی کرلیا
اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام اور مقتدیوں کی یہ نماز درست ہوئی یا نہیں کتاب وسنت کی روشنی میں مع حوالہ رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں
السائل ۔۔محمد عمر رضوی مدرسہ الجامعہ القادریہ بریلی شریف یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون اللہ الوھاب:
صورتِ مسئولہ میں امام ومقتدی سب کی نماز درست ھوگئی اور سجدہ سہو کی بھی حاجت نہیں تھی، امام نے غیر محل

میں سجدہ سہو کر کے لغو وعبث اور خلاف سنت فعل کا ارتکاب کیا※*

* اس اجمال کی تفصیل یہ ھے کہ ھمارے نزدیک امام کا تکبیرات انتقال بلند آواز سے کہنا سنت ھے تنویر الأ بصار مع الدر المختار، ص65، سنن نماز کے بیان میں ھے:*

* وج※ رال اِمام بالت※ بیر بقدر حاجت※ لل اِعلام بالدخول والانتقال، وذا بالتسمیع والسلام※*

* امام کو نماز شروع کرنے اور انتقالات کے لیے بقدرِ حاجت بلند آواز سے تکبیر، تسمیع اور سلام کہنا مسنون ھے※*

* اور ترک سنت کی وجہ سے نماز میں نہ کوئی فساد پیدا ھوتا ھے اور نہ سجدہ سہو لازم آتا ھے، ھاں عمداً سنت ترک کرنا برا اور گناہ ھے اور استخفاف واھانت کی نیت سے ھو تو کفر ھے※*

* علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:*

ترك السنة لايوجب فساداً و لاسهوا بل إساءة لو عامدا غير مستخف. (الدر المختار، ص 65)

علامه ابن عابدين شامی عليه الرحمه فرماتے هيں:*

فلو غير عامد فلا إساءة أيضا، بل تندب إعادة الصلاة، و لو مستخفا كفر، لما في النهر عن البزازية لو لم ير السنة حقا كفر لأنه استخفاف. (ردالمحتار 170/2)*

یعنی اگر سنت بھول سے رہ جائے تو اساءت بھی نہیں ھے، بلکہ ترک سنت کی صورت میں نماز کا اعادہ مستحب ھے، اور اگر سنت کو ھلکا جان کر ترک کیا تو کفر ھے※*

* یہاں سے ظاھر ھوا کہ امام نے تکبیرات انتقال آھستہ کہنے کی وجہ سے جو سجدہ سہو کیا وہ غلط اور لغو تھا※*

* اب رھی یہ بات کہ مقتدیوں نے رکوع وسجود امام کے بعد ادا کیے اور امام سے قعدہ اولی میں جا ملے تو اس سے مقتدیوں کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑا اور وہ گناہ گار بھی نہیں ھوئے؛ کیونکہ مقتدی حضرات امام کے بعد رکوع وسجود وغیرہ ادا کرنے کی وجہ سے متابعت سے باھر نہیں ھوئے، بلکہ اس صورت میں بھی امام کی جو متابعت لازم ھے وہ پالی گئی※*

* امام کی متابعت جو مقتدی پر فرض میں فرض اور واجب میں واجب ھے اس کی تین صورتیں ھیں:*

* 1 متابعتِ مقارِنہ: وہ یہ کہ مقتدی کے تمام افعال امام کے افعال کے ساتھ واقع ھوں، مقتدی کی تحریمہ امام کی تحریمہ کے ساتھ، اس کا رکوع اِس کے رکوع کے ساتھ، اُس کا سلام اِس کے سلام کے ساتھ واقع ھو. متابعت کی اس قسم میں یہ صورت بھی داخل ھے کہ اگر مقتدی مثلاً امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور یہ رکوع ھی میں رھا یہاں تک کہ امام نے رکوع کرلیا، یہ بھی متابعتِ مقارِنہ ھے، اگرچہ ایسا کرنا سخت ممنوع وگناہ ھے※*

* ☐ 2 متابعتِ معاقِبہ: وہ یہ ھے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کی ابتداء کے بعد واقع ھوں لیکن اس کے بعد دونوں کے افعال میں شرکت پائی جائے۔※*

* متابعتِ متراخیہ: وہ یہ ھے کہ مقتدی کے تمام افعال امام کے افعال کے بعد پائے جائیں۔※*

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں: *

المتابعة فی ذاتها ثلاثة أنواع: مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام إمامه وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه، ويدخل فيها ما لو ركع قبل إمامه ودام حتى أدركه إمامه فيه. ومعاقبة لابتداء فعل إمامه مع المشاركة فی باقيه. ومتراخية عنه. فمطلق المتابعة الشامل لهذه الأنواع الثلاثة يكون فرضا فی الفرض، وواجبا فی الواجب، وسنة فی السنة عند عدم المعارض أو عدم لزوم المخالفة. (ردالمحتار 166/2)*

متابعتِ امام کی مذکورہ تینوں صورتوں کو اعلیٰ حضرت امام اھلِ سنت قدس سرہ العزیز نے بطریق تفنن اور بکمال تہذیب یوں بیان فرمایا ھے:*

متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل:*

* ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلا فصل واقع ہوتا رہے یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔*

* دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع ہوا گرچہ بعد فراغ امام، فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں، ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں آ کر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آ گیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلاضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔*

* تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آ ملے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آ گیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز وممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد، مگر نماز یوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہو لے اور

اگرابھی امام مثلارکوع یاسجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سراٹھالیااور پھرامام کے ساتھ یہ بعداس فعل کااعادہ نہ کیاتونماز اصلانہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی ضرورت نہ پائی گئی توفرض ترک ہوااور نماز باطل۔(فتاوی رضویہ، ج 7،ص 274، 275)۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی

(۴۲۱)السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

استاذ العلماء والفضلاء مناظر اہل سنت حافظ الاحادیث علامۃ الشیخ ابوالحسان مفتی محمد اشتیاق القادری دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ

فاتح خیبر حضرت علی حیدر شیر خدا حیدر کرار کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم اور جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ تعالی عنھا کا حج کرنا دلائل سے واضح فرمادیں۔عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: غلام قادری۔

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

*بسم الله الرحمن الرحيم

*الجواب بعون الله الوهاب:

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ اور خاتون جنت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہما نے قطعاً یقیناً فریضہ حج ادا فرمایا ھے، جیسا کہ مسلم شریف، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل طویل حدیث شریف (حدیث نمبر 3009) سے ظاہر ھے:

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محمد سے روایت کرتے ھیں:

*قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتى انتهى إلي فقلت أنا محمد بن علي بن حسين فأهوى بيده إلى رأسي فنزع زري الأعلى ثم نزع زري الأسفل ثم وضع كفه بين ثديي وأنا يومئذ غلام شاب فقال مرحبا بك يا ابن أخي سل عما شئت فسألته وهو أعمى وحضر وقت الصلاة فقام في نساجة ملتحفا بها كلما وضعها على منكبه رجع طرفاها إليه من صغرها ورداؤه إلى جنبه على المشجب فصلى بنا فقلت أخبرني عن حجة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بيده فعقد تسعا فقال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم مكث تسع سنين لم يحج ثم أذن في الناس في العاشرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حاج فقدم المدينة بشر كثير كلهم يلتمس أن يأتم

برسول الله صلى الله عليه وسلم ويعمل مثل عمله فخرجنا معه حتى أتينا ذا الحليفة فولدت أسماء بنت عميس محمد بن أبي بكر فأرسلت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف أصنع قال اغتسلي واستثفري بثوب وأحرمي فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد ثم ركب القصواء حتى إذا استوت به ناقته على البيداء نظرت إلى مد بصري بين يديه من راكب وماش وعن يمينه مثل ذلك وعن يساره مثل ذلك ومن خلفه مثل ذلك ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا وعليه ينزل القرآن وهو يعرف تأويله وما عمل به من شيء عملنا به فأهل بالتوحيد لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك وأهل الناس بهذا الذي يهلون به فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم شيئا منه ولزم رسول الله صلى الله عليه وسلم تلبيته قال جابر رضي الله عنه لسنا ننوي إلا الحج لسنا نعرف العمرة حتى إذا أتينا البيت معه استلم الركن فرمل ثلاثا ومشى أربعا ثم نفذ إلى مقام إبراهيم عليه السلام فقرأ واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى فجعل المقام بينه وبين البيت فكان أبي يقول ولا أعلمه ذكره إلا عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين قل هو الله أحد وقل يا أيها الكافرون ثم رجع إلى الركن فاستلمه ثم خرج من الباب إلى الصفا فلما دنا من الصفا قرأ إن الصفا والمروة من شعائر الله أبدأ بما بدأ الله به فبدأ بالصفا فرقي عليه حتى رأى البيت فاستقبل القبلة فوحد الله وكبره وقال لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا إله إلا الله وحده أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده ثم دعا بين ذلك قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل إلى المروة حتى إذا انصبت قدماه في بطن الوادي سعى حتى إذا صعدتا مشى حتى أتى المروة ففعل على المروة كما فعل على الصفا حتى إذا كان آخر طوافه على المروة فقال لو أني استقبلت من أمري ما استدبرت لم أسق الهدي وجعلتها عمرة فمن كان منكم ليس معه هدي فليحل وليجعلها عمرة فقام سراقة بن مالك بن جعشم فقال يا رسول الله ألعامنا هذا أم لأبد

فشبك رسول الله صلى الله عليه وسلم أصابعه واحدة في الأخرى وقال دخلت العمرة في الحج مرتين لا بل لأبد أبد وقدم علي من اليمن ببدن النبي صلى الله عليه وسلم فوجد فاطمة رضي الله عنها ممن حل ولبست ثياب صبيغا واكتحلت فأنكر ذلك عليها فقالت إن أبي أمرني بهذا قال

فكان على يقول بالعراق فذهبت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم محرشا على فاطمة للذى صنعت مستفتيا لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيما ذكرت عنه فأخبرته أنى أنكرت ذلك عليها فقال صدقت صدقت ماذا قلت حين فرضت الحج قال قلت اللهم إنى أهل بما أهل به رسولك قال فإن معى الهدى فلا تحل قال فكان جماعة الهدى الذى قدم به على من اليمن والذى أتى به النبى صلى الله عليه وسلم مائة قال فحل الناس كلهم وقصروا إلا النبى صلى الله عليه وسلم ومن كان معه هدى فلما كان يوم التروية توجهوا إلى منى فأهلوا بالحج وركب رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وأمر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تشك قريش إلا أنه واقف عند المشعر الحرام كما كانت قريش تصنع فى الجاهلية فأجاز رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتى إذا زاغت الشمس أمر بالقصواء فرحلت له فأتى بطن الوادى فخطب الناس وقال إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا فى شهركم هذا فى بلدكم هذا ألا كل شىء من أمر الجاهلية تحت قدمى موضوع ودماء الجاهلية موضوعة وإن أول دم أضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا فى بنى سعد فقتلته هذيل وربا الجاهلية موضوع وأول ربا أضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فإنه موضوع كله فاتقوا الله فى النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به كتاب الله وأنتم تسألون عنى فما أنتم قائلون قالوا نشهد أنك قد بلغت وأديت ونصحت فقال بإصبعه السبابة يرفعها إلى السماء وينكتها إلى الناس اللهم اشهد اللهم اشهد ثلاث مرات ثم أذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أتى الموقف فجعل بطن ناقته القصواء إلى الصخرات وجعل حبل المشاة بين يديه واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا حتى غاب القرص وأردف أسامة خلفه ودفع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد شنق للقصواء الزمام حتى إن رأسها ليصيب مورك رحله ويقول بيده اليمنى أيها الناس

السكينة السكينة كلما أتى حبلا من الحبال أرخى لها قليلا حتى تصعد حتى أتى المزدلفة فصلى بها المغرب والعشاء بأذان واحد وإقامتين ولم يسبح بينهما شيئا ثم اضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى طلع الفجر وصلى الفجر حين تبين له الصبح بأذان وإقامة ثم ركب القصواء حتى أتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى أسفر جدا فدفع قبل أن تطلع الشمس وأردف الفضل بن عباس وكان رجلا حسن الشعر أبيض وسيما فلما دفع رسول الله صلى الله عليه

وسلم مرت به ظعن يجرين فطفق الفضل ينظر إليهن فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده على وجه الفضل فحول الفضل وجهه إلى الشق الآخر ينظر فحول رسول الله صلى الله عليه وسلم يده من الشق الآخر على وجه الفضل يصرف وجهه من الشق الآخر ينظر حتى أتى بطن محسر فحرك قليلا ثم سلك الطريق الوسطى التى تخرج على الجمرة الكبرى حتى أتى الجمرة التى عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف رمى من بطن الوادى ثم انصرف إلى المنحر فنحر ثلاثا وستين بيده ثم أعطى عليا فنحر ما غبر وأشركه فى هديه ثم أمر من كل بدنة ببضعة فجعلت فى قدر فطبخت فأكلا من لحمها وشربا من مرقها ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأفاض إلى البيت فصلى بمكة الظهر فأتى بنى عبد المطلب يسقون على زمزم فقال انزعوا بنى عبد المطلب فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم فناولوه دلوا فشرب منه.

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ حجۃ الوداع میں سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہما میں بھی سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۲۲)السلام علیکم ورحمة الله

بالوں میں جیل لگا یا تو وضو اور نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ برائے کرم جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الله الوهاب:

فقیر کو بالوں میں استعمال کیے جانے والے جیل کے اجزاء وعناصر کی تحقیق نہیں۔ البتہ مسئلہ یہ ھے کہ اگر اس میں کسی حرام وناپاک چیز کی ملاوٹ ھے تو اس کو بالوں میں لگانا حرام وگناہ ھے اور اس کو لگا کر نماز نہیں ھوسکتی، یا اس میں حرام وناپاک چیز کی ملاوٹ تو نہیں ھے لیکن اس کو لگانے سے بالوں پر کوئی تہہ جم جاتی ھے تو اس کو سر کے بالوں پر لگانے سے غسل نہیں ھوسکتا اور داڑھی پر لگا یا تو اب وضو بھی نہیں ھوگا، ھاں اگر اس میں نہ کوئی ناپاک چیز ھے اور نہ اس سے بالوں پر کوئی تہہ جمتی ھے تو اس کو لگانے سے وضو وغسل میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۲۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عرض یہ ہے کہ کیا عورت عدت کے دوران سخت بیماری کے سبب مرد طبیب کو دکھا سکتی ہے؟

المستفتی: تجمل حسین، بہیڑی

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الجواب بعون اللہ الوھاب:

عورت عدت وغیر عدت دونوں حالتوں میں مرد طبیب کو ضرورت وحاجت کے وقت ضرورت وحاجت بھر دکھا سکتی ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

آدابُ السالکین مصنف شمس مارہرہ حضرت اچھے میاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں سالک کو چاہیے عصر ادا کرنے کے بعد مغرب تک کھانے پینے سے باز رہے تا کہ اس کی گنتی ان نیک لوگوں میں کی جائے جو ہمیشہ روزہ دار رہتے ہیں اس کی کیا شرعی حیثیت ہے پھر آ گئے رقم طراز ہے نماز مغرب ادا کر کے دو رکعت نماز ہدیہ الشیخ پھر دو رکعت نماز شیخ الشیخ پھر دو رکعت نماز ہدیہ شیخ شیخ الشیخ ادا کرے عرض یہ ان سے کیا مراد ہے پہلے شیخ اس کے بعد شیخ الشیخ پھر یہ لفظ دوبارہ ہے شیخ شیخ الشیخ اس سے کون سے شیخ مراد ہے حضور وضاحت فرما دیں بڑا کرم ہوگا اللہ عزوجل آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

المستفتی ڈاکٹر انتخاب عارف صدیقی امروہہ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

٭ عصر سے مغرب تک کھانے پینے سے باز رھنا شرعاً روزہ نہیں، نہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی فضیلت بیان فرمائی گئی ھے، ھاں بعض اصفیاء ومشائخ کے معمولات سے ھے کہ وہ عصر ومغرب کے درمیانی وقفہ میں کھانے پینے سے

گریز کرتے اور سالکین کو اس کی تعلیم دیتے ھیں۔ یہ دراصل مجاھدے کی ایک صورت ھے کہ اس طرح نفس کو خواھشات سے روکا جاتا ھے اور طاعات کا عادی بنایا جاتا ھے۔ رھے اس پر مرتب ھونے والے فوائد وفضائل تو اگر چہ وہ شرعاً منصوص و ماثور نہیں، تاھم اس میں روزہ داروں سے ایک قسم کی مشابہت ھے، اگر چہ وقت کے ایک ھی حصہ میں سہی، اور رب کریم کو نیکوں کی نقل ومشابہت پسند ھے۔ حدیث شریف میں ھے:*

من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر 4031)*

جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ھے۔※*

ممکن ھے صوفیاء کرام کو بطریق کشف اس وقفہ میں کھانے پینے سے باز رھنے کے فوائد معلوم ھوں، لیکن یہ شرعاً حجت نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.*

*※ یہ نماز بھی صوفیہ کے معمولات سے ھے اور اپنے شیخ یعنی پیر، شیخ الشیخ یعنی پیر کے پیر اور شیخ شیخ الشیخ یعنی دادا پیر کے پیر کے ایصال ثواب کے لیے ھے، گو کہ شریعت میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں ھے، لیکن اپنے منعم ومحسن کے ایصال ثواب کے لیے اس کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے/

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ھیں:

من صنعَ إليكم معروفاً فَكَافِئُوهُ، فإن لم تجدوا ما تُكَافِئُونَهُ فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه. (مسند أحمد 68/2، 99، 127. الأدب المفرد 216. سنن أبي داؤد 1672، 5109. سنن النسائي 358/1. المستدرك للحاكم 413،412،412/1)*

یعنی جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کو بدلہ دو اور بدلہ میں دینے کے لیے کچھ نہ ھو تو اس کے لیے دعا کرو یہاں تک کہ تمہیں لگے کہ تم اس کا بدلہ چکا چکے ہو۔

* جامع شرائط شیخ جس کے ذریعہ شریعت وطریقت کی رھنمائی حاصل ھو اس سے بڑا محسن اور کون ھوگا، نماز وروزہ وغیرہ طاعات کا ثواب اسے ایصال کرنا یقیناً شکر محسن ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۲۵) حضرت جناب مفتی صاحب قبلہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض وگزارش ہے کہ عورتوں کو اجتماع کرنا کیسا ہے روڈ پر جس کی آواز سب لوگ بھی سنتے ہیں کیونکہ لوڈ اسپکر کے زرے کیا جاتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:

الجواب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب بعون اللہ الوھاب:

ھمارے فقہاء کرام رحمھم اللہ تعالي کے درمیان اس بات میں اختلاف ھے کہ عورت کی آواز عورت ھے یا نہیں۔ علامہ محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

وصوتها علي الراجح. (الدر المختار مع ردالمحتار 78/2)

راجح مذھب پر عورت کی آواز عورت نہیں ہے۔

علامہ شامی فرماتے ھیں صاحب البحر الرائق نے حلیہ کے حوالہ سے اس کو اشبہ اور النھر الفائق میں قابلِ اعتماد قرار دیا ھے۔ (ردالمحتار 2/78)

اسی صفحہ پر نوازل کے حوالہ سے ھے:*

نغمة المرأة عورة، و تعلمها القرآن من المرأة أحب.*

عورت کی آواز عورت ھے اور عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا زیادہ پسندیدہ ھے۔*

لہٰذا جو فقہاء عورت کی آواز کو عورت قرار دیتے ھیں ان کے نزدیک عورت کے لیے جائز نہیں ھے کہ وہ بے حاجت شرعیہ اپنی آواز کسی غیر محرم کو سنائے۔*

علامہ شامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ھیں:*

فإنا نجيز الكلامَ مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذٰلك، ولا نجيزلهنَّ رفعَ أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها ؛ لما في ذٰلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة. (ردالمحتار 79/2)*

ہم حاجت کے وقت عورت کو اجنبی سے بات کرنے کی اجازت دیتے ھیں، مگر انہیں آواز بلند کرنے، بڑھ چڑھ کر بولنے، آواز کو نرم کرنے اور آواز میں تراش خراش پیدا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے؛ کیونکہ اس میں مردوں کو اپنی طرف رجھانا اور ان کی خواھشات کو برانگیختہ کرنا ھے، اسی وجہ سے عورت کا اذان دینا ناجائز ھے۔*

* یہاں سے ظاھر ھو گیا کہ عورتوں کا روڈ پر یا کسی ایسی جگہ جہاں سے ان کی آواز اجنبی مردوں تک پہنچتی ھو اجتماع کرنا جائز نہیں ھے۔ یہ درحقیقت اسلام کی دعوت و تبلیغ نہیں بلکہ بے حیائی اور برائی کو بڑھاوا دینے کی شیطانی چال ھے۔ ذمہ داران کو چاہیے کہ ایسی غلط و ناجائز حرکتوں کو سختی سے روکیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۲۶) حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ رحمہ اللہ تعالی علیہ نے بہار شریعت حصہ دوم میں حیض کے بیان میں صحیحین کے حوالہ سے ایک حدیث پاک نقل کی ھے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنھا بیان کرتی

ھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ ایک چادر میں نماز پڑھ لیتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر ھوتا اور کچھ حصہ حضور پر اور میں حائض ھوتی اور پھر حیض ونفاس کے احکام میں یہ مسئلہ بیان کیا ھے کہ اس حالت میں کرتے کے دامن یا ڈوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے اوڑھے ھوئے ھے قرآن مجید چھونا حرام ھے یہ مسئلہ بظاہر اس حدیث کے خلاف نظر آتا ھے اور جب حائضہ عورت کا پسینہ اور کپڑے ناپاک نہیں ھیں تو اس کے پھنے یا اوڑھے ھوئے کپڑے سے قرآن مجید چھونے کی ممانعت کیوں ھے؟؟؟ مفصل و مدلل تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں

السائل محمد انیس الرحمن قادری مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا بلاسپور رامپور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ نے ام المومنین سیدتنا میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالی عنہا کی جو روایت بیان کی ھے گو کہ وہ صحیحین کی روایت ھے، لیکن مولانا موصوف نے جس متن کا ترجمہ پیش کیا ھے وہ صحیحین کا نہیں، بلکہ السنن الکبریٰ للبیھقی کا ھے، جس سے آپ کو غلط فہمی ھوئی

صحیح بخاری، حدیث نمبر 379، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر 1536 کے الفاظ یوں ھیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصلی و أنا حذاءہ و أنا حائض، و ربما أصابنی ثوبہ إذا سجد، قالت و کان یصلی علی الخمرۃ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نماز پڑھ رھے تھے اور میں آپ کے برابر تھی، اس وقت میں حالتِ حیض میں تھی، بعض مرتبہ جب آپ سجدہ فرماتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلے پر نماز پڑھ رھے تھے

اور بخاری، حدیث نمبر 333 کا متن یوں ھے:

أنہا کانت تکون حائضا لا تصلی و ھی مفترشۃ بحذاء مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و ھو یصلی علی خمرتہ إذا سجد أصابنی بعض ثوبہ.

صحیحین کی اس روایت کا حاصل یہ ھے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جو کپڑا پہن کر نماز ادا فرمارھے تھے سجدہ کرتے وقت اس کا کچھ حصہ ام المومنین سیدتنا میمونہ رضي اللہ تعال ※ عن ※ اسے چھوجاتا تھا، اس سے معلوم ھوا کہ حیض کی وجہ سے عورت کا ظاھری جسم نجس نہیں ھوتا، بلکہ اس کی وجہ سے عورت حکماً ناپاک ھوتی ھے*

*اب اللہ جانے آپ کی نگاہ دوربین نے کہاں سے تاڑ لیا کہ یہ مسئلہ بظاھر اس حدیث کے خلاف نظر آتا ھے. جس کپڑے میں سرکار ابدقرار صلي اللہ تعالي علي ※ وسلم نماز ادا فرمارھے تھے اس کو تنہا سید الانبیاء صلي اللہ تعالي علي ※ وسلم

زیب تن فرمائے ہوئے تھے، ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا اپہننے میں شریک نہیں تھیں، ہاں حالت سجدہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا پیرہن مبارک آپ سے مس ضرور ہو جاتا تھا اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے؛ کیونکہ جیسا ہم پہلے عرض کر چکے کہ حیض کی وجہ سے عورت کا ظاہری جسم ناپاک نہیں ہوتا، لہذا حائضہ عورت کے جسم سے کسی انسان کا جسم یا کپڑا مس ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ حائضہ عورت کا پسینہ اور کپڑا جس پر نجاست نہ لگی ہو دونوں پاک ہیں۔ اب رہا یہ واہمہ کہ جب حائضہ کا پسینہ اور کپڑے پاک ہیں تو پھر حائضہ پہنے یا اوڑھے ہوئے کپڑے سے قرآن کریم کو کیوں نہیں چھوسکتی، تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ قرآن کریم چھونے کے لیے جسم کا نجاست حکمیہ سے بھی پاک ہونا ضروری ہے اور حائضہ کا لباس بحالت استعمال بمنزلہ جزء جسم ہے، لہذا حکماً وہ بھی نجس مانا جائے گا۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب*

(۴۲۷) حضرت بلوغت کی صحیح عمر فقہ حنفی میں کتنی ہے پندرہ یا بارہ ارشاد فرمائیں جزاک اللہ خیرا

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر لڑکے اور لڑکی کا بالغ ہونا علامات و آثار سے ظاہر نہ ہو تو دونوں کے بالغ ہونے کی آخری عمر پندرہ سال ہے، یعنی دونوں پندرہ سال کے ہوتے ہی ہر حال میں بالغ مانیں جائیں گے خواہ کوئی علامت نہ پائی جائے، اور لڑکے کے بالغ ہونے کی کم سے کم عمر بارہ سال اور لڑکی کے بالغہ ہونے کی کم سے کم عمر نو سال ہے، اگر ان دونوں مدتوں کے درمیان یہ دونوں بلوغ کا دعویٰ کریں اور ظاہری حالت ان کے دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کا دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے انہیں بالغ و بالغہ قرار دیا جائے گا

درمختار، ص606 پر ہے:

بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى. وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين. فان راهقا فقالا بلغنا صدقا إن لم يكذبهما الظاهر.

لڑکے کا بلوغ احتلام، حاملہ کر دینے اور انزال سے ہوتا ہے، اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور حاملہ ہونے سے، اگر دونوں کے لئے مذکورہ علامات میں سے کوئی نہ پائی جائے تو بلوغ یہ ہے کہ ہر ایک کی عمر کے پندرہ سال پورے ہو جائیں، اسی پر فتوی ہے، اور لڑکے کے بلوغ کے لیے کم از کم بارہ سال اور لڑکی کے لیے کم از کم نو سال کی عمر

ھے، اگر یہ عمر پوری ھوجائے تو ان کا کہنا کہ ھم بالغ ھیں، تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ کوئی ظاھر امران کی بات کو نہ جھٹلائے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی (۴۲۸)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

*بسم اللہ الرحمن الرحیم

*الجواب بعون اللہ الوھاب:

کرواچوتھ ھندوستانی مشرکین کا مذھبی تہوار ھے، جسے ان کی عورتیں مناتی ھیں، اور کفار کے تہوار اور مذھبی شعار کو اپنانا، اسے پسند کرنا اور اس کی نقل کرنا کفر ہے۔

علامہ سید احمد بن محمد حموی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

اتفق مشایخنا أن من رأی أمر الکفار حسنا فقد کفر، حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند أکل الطعام حسن من المجوس، أوترك المضاجعة عندھم حال الحیض حسن فھو کافر. (غمز عیون البصائر 303/2)*

ہمارے مشائخ کا اتفاق ھے کہ اگر کسی نے کفار کے کسی معاملہ کو اچھا کہا تو وہ کافر ھوجائے گا حتی کہ انھوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا ھے جو یہ کہے کہ کھانے کے وقت مجوس کے یہاں گفتگو نہ کرنا اچھا عمل ھے یا ان کے یہاں حالت حیض میں ھمبستری نہ کرنا اچھا کام ھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من تشبه بقوم فھو منھم. (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر 4033.)
جو جس قوم کی نقل ومشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ھے۔※*

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنه لیس منا من عمل بسنة غیرنا. (المعجم الکبیر، حدیث نمبر 11173. والحدیث ضعفه الحافظ ابن حجر و غیرہ لیوسف بن میمون)*
* جو ہمارے اغیار کے طریقہ پر عمل کرے وہ ھم میں سے نہیں ھے۔※*

*لہذا جو مسلمان عورتیں مشرکہ عورتوں کی نقل ومشابہت میں کرواچوتھ کا ورت رکھتی ھیں ان کے شوھروں پر لازم ھے کہ انہیں اس عمل سے روکیں اور کفار ومشرکین کی مشابہت اختیار نہ کرنے دیں-واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۴۲۹)السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین ذیل مسئلے میں کہ

۱-ایک محرم کی تاریخ کو کیا واقعی شہادتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے؟ جبکہ ۲۶ / ذی الحجہ کی روایت ملتی ہے؟

۲-بعض لوگ اور مقررین سے سنا ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سجدے کی حالت میں ہوئی کیا بات درست ہے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:سید جابر آمری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

1-اس بات پر تمام محدثین ومؤرخین کا اتفاق ھے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق أعظم رضی اللہ تعالی عن ※ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عن ※ کے مجوسی غلام ابولؤلؤہ فیروز نے سنہ 23ھ ذوالحجہ کے آخری عشرہ کی نماز فجر میں زخمی کیا، ضرب اتنی کاری تھی کہ آپ شہید ھو گئے۔ تاریخ کے تعین میں اختلاف ھے، جسے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

معدان بن ابوطلحہ یعمری بیان کرتے ہیں:

أصيب عمر رضى الله تعالى عنه يوم الأربعاء لأربع ليال بقين من ذى الحجة. (المستدرك للحاكم 90/3)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ 26 ذوالحجہ بروز بدھ کو شہید ھوئے۔

※ امام ابن جریر طبری رحم ※ اللہ تعال ※ لکھتے ھیں:

ثم توفى ليلة الأربعاء لثلاث ليال بقين من ذى الحجة سنة ثلاث و عشرين. (تاريخ ابن جرير، ج 2، ص 703)

اس کے بعد 27 ذوالحجہ بدھ کی رات سنہ 23ھ کو وفات پا گئے۔

ان دونوں روایتوں کا تضاد صاف ظاہر ہے۔

ابن جریر آگے لکھتے ہیں:

فخرجوا به بكرة يوم الأربعاء فدفن في بيت عائشة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و أبي بكر رضي الله تعالى عنه. (حواله مذكوره)

پھر بدھ کے دن صبح کو آپ کا جنازہ شریف اٹھا اور ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرے میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ دفن کردیا گیا۔

امام ابن جریر فرماتے ھیں:

وقد قيل إن وفاته كانت في غرة المحرم سنة أربع و عشرين. (أيضا)

یہ بھی کہا گیا ھے کہ آپ کی وفات یکم محرم الحرام سنہ 24ھ کو ھوئی۔٭

اس قول کو صیغہ تمریض سے بیان کرنا ضعف کی طرف اشارہ ھے، لیکن اس کی تائید میں واقدی کی یہ روایت پیش کی ہے:

طعن عمر رضي الله تعالى عنه يوم الأربعاء لأربع ليال بقين من ذي الحجة سنة ثلاث و عشرين و دفن يوم الأحد صباح هلال المحرم سنة أربع و عشرين. و بويع لعثمان بن عفان رضي الله يوم الاثنين لثلاث مضين من المحرم. (أيضا)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بدھ کے دن 26 ذوالحجہ سنہ 23ھ کو زخمی کیا گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام سنہ 24ھ کو صبح کے وقت دفن کیا گیا۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت 3 محرم الحرام کو قائم ہوئی ہے۔

لیکن اس روایت سے یہ ثابت نہیں ھوتا کہ آپ کا وصال یکم محرم الحرام کو ھوا، لہذا یہ روایت یکم محرم الحرام کو وصال کے قول کی مؤید قرار نہیں پائے گی

ابن جریر کہتے ھیں جب میں نے یہ روایت عثمان اخنسی سے بیان کی تو انہوں نے کہا:

ما أراك إلا وهلت، توفي عمر رضي الله تعالى عنه لأربع ليال بقين من ذي الحجة و بويع لعثمان بن عفان لليلة بقيت من ذي الحجة. (أيضا)

یہ تمہاری بھول ھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال 26 ذوالحجہ کو ھوا اور حضرت عثمان بن عفان

رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت 29 ذوالحجہ کو ھوئی۔

ابن جریر نے ابن شہاب زھری وغیرہ سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے:

طعن عمر یوم الأربعاء لسبع بقین من ذی الحجة. و قال غیرهم لست بقین من ذی الحجة. (أیضا، ص 794)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ※ 23 ذوالحجہ کو زخمی کیے گئے، اور دوسرے حضرات کہتے ھیں 24 ذوالحجہ کو زخمی کیے گئے۔

ابن جریر نے ایک آخری روایت یہ بیان کی ھے:

قتل عمر لثلاث لیال بقین من ذی الحجة سنة ثلاث و عشرین. (أیضا)*

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ 27 ذوالحجہ کو شہید کیے گئے۔

امام ابن اثیر لکھتے ھیں:

ولم یزل یذکر اللہ تعالی و یدیم الشهادة إلی أن توفی لیلة الأربعاء لثلاث بقین من ذی الحجة سنة ثلاث و عشرین. و قیل طعن یوم الأربعاء لأربع بقین من ذی الحجة و دفن یوم الأحد هلال محرم سنة أربع و عشرین، و کانت ولایته عشر سنین و ستة أشهر و ثمانیة أیام، و بویع عثمان لثلاث مضین من المحرم. و قیل کانت وفاته لأربع بقین من ذی الحجة و بویع عثمان للیلة بقیت من ذی الحجة. (الکامل 448/2)

زخمی ھونے کے بعد آپ برابر اللہ تعالی کا ذکر کرتے رھے اور مسلسل شہادت کا ورد کا ورد فرماتے رھے یہاں تک کہ 27 ذوالحجہ سنہ 23ھ بدھ کی رات کو آپ کا وصال ھو گیا۔

ایک قول یہ ھے کہ بدھ کے دن 26 ذوالحجہ کو زخمی کیے گئے اور یکم محرم الحرام سنہ 24ھ بروز اتوار دفن کیے گئے۔ اس طرح آپ کی خلافت دس سال چھ ماہ آٹھ دن رھی اور حضرت عثمان غنی کے ھاتھ پر 3/محرم الحرام کو بیعت ھوئی ※*

* اور یہ بھی کہا گیا ھے کہ آپ کا وصال 26 ذوالحجہ کو ھوا اور حضرت عثمان غنی کی بیعت 29 ذوالحجہ کو ھوئی ※*

مشہور مؤرخ امام محمد بن سعد کاتبِ واقدی اپنی سند سے بیان کرتے ھیں کہ اسماعیل بن محمد بن سعد نے کہا:

طعن عمر بن الخطاب یوم الأربعاء لأربع لیال بقین من ذی الحجة سنة ثلاث و عشرین ودفن یوم الأحد صباح هلال المحرم سنة أربع و عشرین. فکانت ولایته عشر سنین و خمسة

أشهر و إحدى و عشرين ليلة من متوفى أبي بكر الصديق على رأس اثنتين و عشرين سنة و تسعة أشهر و ثلاثة عشر يوماً من الهجرة، و بويع لعثمان بن عفان يوم الاثنين لثلاث ليال مضين من المحرم. قال فكرت ذلك لعثمان بن محمد الاخنسى فقال ما أراك إلا قد وهلت، توفى عمر لأربع ليال بقين من ذى الحجة و بويع لعثمان يوم الاثنين لليلة بقيت من ذى الحجة فاستقبل بخلافته المحرم سنة أربع و عشرين. (الطبقات الكبير لابن سعد 338/3)*

اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو تاریخ طبری کے حوالہ سے پہلے گذر چکا، یعنی اسماعیل بن محمد نے پہلے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا 26 ذوالحجہ کو زخمی ہونا اور یکم محرم الحرام بروز اتوار کو مدفون ہونا بیان کیا، پھر جب یہ بات عثمان بن محمد اخنسی نے بیان کی تو انہوں نے اسماعیل بن محمد کی تغلیط کرتے ہوئے کہا صحیح بات یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال 26 ذوالحجہ کو ہی ہو گیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت 29 ذوالحجہ کو ہوئی تھی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ضربه أبو لؤلؤة فيروز المجوسى الأصل، الرومى الدار، وهو قائم يصلى فى المحراب صلاة الصبح من يوم الأربعاء لأربع بقين من ذى الحجة من هذه السنة بخنجر ذات طرفين. ومات رضى الله تعالى عنه بعد ثلاث، ودفن فى يوم الأحد مستهل المحرم من سنة أربع وعشرين، و فى ذلك اليوم حكم أمير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه. اه ملتقطا. (البداية والنهاية 190/10)*

ابولؤلؤہ فیروز مجوسی نے 26 ذوالحجہ سنہ 23ھ بروز بدھ نماز فجر پڑھانے کی حالت میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو دو دھاری خنجر سے زخمی کیا، جس سے تین دن کے بعد آپ کا وصال ہو گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام سنہ 24ھ کو دفن کیا گیا اور اسی دن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔

اس کے بعد ابن کثیر نے طبقات ابن سعد کی مذکورہ روایت بیان کی ہے جس میں 26 ذوالحجہ کو شہادت کی صراحت ہے۔

* پھر ابن جریر کی بیان کردہ وہ تمام روایات بیان کی ہیں جن کو ہم ابن جریر کے حوالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں، اور اخیر میں لکھا ہے:*

والقول الأول هو الأشهر. (البداية والنهاية 192/20)

ان تمام اقوال میں مشہور ترین پہلا قول (26 ذوالحجہ کو زخمی کیا گیا اور تین بعد آپ کا وصال ھوا) ہے۔
اس مشہور قول کے مطابق آپ کی تاریخ وصال 28 ذوالحجہ ٹھہرتی ہے
علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے صرف اتنا لکھا ھے:

أصيب عمر يوم الأربعاء لأربع بقين من ذي الحجة، ودفن يوم الأحد مستهل المحرم. (تاریخ الخلفاء، ص 244)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ بدھ کے دن شہید ھوئے اور یکم محرم الحرام کو تدفین عمل میں آئی۔
*※ نویں صدی ھجری کے معروف محدث وفقیہ علامہ یوسف بن حسن صالحی دمشقی معروف بابن مبرد حنبلی علیہ الرحمہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عن※ کی سیرت وفضیلت میں دوجلدوں پر مشتمل ایک مبسوط کتاب لکھی ھے، جس کا نام محض الصواب فی فضائل عمر بن الخطاب" ھے، اس میں علامہ صالحی امام ذھبی کے حوالہ سے لکھتے ھیں:

استشهد يوم الأربعاء لأربع أو ثلاث بقين من ذي الحجة سنة ثلاث و عشرين من الهجرة وهو ابن ثلاث و ستين سنة على الصحيح. (محض الصواب 840/2)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بدھ 26 یا 27 ذوالحجہ کو سنہ 23 ھ میں شہید ھوئے، اور اس وقت صحیح قول کے مطابق آپ کی عمر 63 سال تھی۔
علامہ صالحی نے عیون المعارف کے حوالہ سے واقدی کا قول نقل کیا ہے۔

ضربه أبو لؤلؤة فيروز الفارسي غلام المغيرة بن شعبة، وكان مجوسيا، و قيل كان نصرانيا ضربات إحداهن تحت سرته، وكان ذلك في يوم الأربعاء لسبع بقين من ذي الحجة سنة ثلاث و عشرين فبقي ثلاثة أيام و توفي لأربع بقين من ذي الحجة. (محض الصواب 742/2)*

یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عن※ کے غلام ابولؤلؤہ فارسی مجوسی یا نصرانی نے سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو کئی زخم لگائے جن میں سے ایک ضرب آپ کی ناف کے نیچے تھی اور یہ 23 ذوالحجہ سنہ 23 ھ کا واقعہ ھے اس کے بعد آپ تین دن بقید حیات رھے اور 26 ذوالحجہ کو وصال ھوا۔
صاحب عیون المعارف نے یہ بھی لکھا ہے۔

وقال غيره توفي يوم الاثنين لليلتين بقيتا من ذي الحجة. (محض الصواب 842/2)*

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال 28 ذوالحجہ پیر کے دن ھوا۔
* ان تاریخی روایات کے علاوہ اور بھی روایات ھیں جن کی اکثریت اسی جانب ھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ

تعالی※عنہ※ کی شہادت کا سانحہ بروز بدھ عین نماز فجر کی حالت میں پیش آیا، اس دن ذوالحجہ کی کیا تاریخ تھی اس میں اختلاف ھے، اکثر کے نزدیک 26 ذوالحجہ تھی، اسی طرح تاریخ وصال میں بھی اختلاف ھے، اس سلسلہ میں بھی اکثر واشہر اقوال اسی جانب ھیں کہ بدھ کو ھی وصال فرما گئے۔ یکم محرم الحرام کو بھی شہادت کی بات کہی گئی ھے مگر یہ قول ضعیف ومجروح ومرجوح ھے۔ واللہ تعالی※ أعلم بالصواب*

*☐2 فقیر قادری کی نظر سے تادم تحریر اھلِ سنت وجماعت کے کسی مستند مؤرخ کی ایسی کوئی روایت نہیں گذری جس میں یہ بیان کیا گیا ھو کہ اما عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ※ سجدہ کی حالت میں شہید کیے گئے، ھاں روافض کی کتابوں، ان کے آوارہ ذاکرین کے بیانوں اور اسی طرح ھمارے یہاں بے سر پیر کی اڑانے والے خطیبوں اور بے سند واقعات لکھنے والے مصنفین کی تحریروں میں ضرور دیکھنے کا اتفاق ھوا ھے جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ واقعات کربلا کے بیان میں روافض خبثاء اور ھمارے پیشہ ور جاھل خطباء کے درمیان جھوٹ اور واقعات گڑھنے کا ایک زبردست مقابلہ ھے جس میں کبھی وہ غالب نظر آتے ھیں اور کبھی یہ ان کو پچھاڑتے دکھائی دیتے ھیں۔ اللہ تعالی ان کے شر اور مکر سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۴۳۰)

☐Teesra Baab

*☐AMBIYA E KARAAM ALAIHIMUSSALAATU WASSALAAM

Hazrat Abu Huraira RadiALLAHUAnhu Kahte Hain Ke (522)

HUZOOR SALLALLAHUALAIHIWASALLAM Ne Farmaya Musa Alaihissalaam Bahut Sharmile Aur Satarposh Nabi The Unke Badan Ka Koi Hissa Na Dikhta Tha Aur Yeh Baat Inki Hayadari Ki Baaz Bani Israeel Ne Unko Takleef Di Aur Kahne .Wajah Se Thi Lage Is Qadar Libas Poshi Ki Koi Khaas Wajah Hai Ya To Jild Ka Koi Aib Hai Ya Bars Ka Marz Hai Ya Beza Bada Hone Ki Bimari KHUDA E TA'ALA Ki Marzi Huwi Ke Hazrat Musa Ki Bara'at .Hai Ek Roz Aap Tanha Nahane Ke Liye Khade Huwe Kapde .Hojaye

Utaar Kar Pathar Par

. KHUDA Ke Hukm Se Wo Pathar Kapde Le Bhaga.Rakh Diye
Hazrat Musa Alaihissalaam Pathar Ke Peeche Peeche Yeh Kahte
Bil . O Pathar Mere Kapde,Huwe Bhaage O Pathar Mere Kapde
Aakhir Isi Halat Mein Bani Israeel Ki Ek Jamat Tak Pahonch Gaye
Logon Ne Aap Ko Barhna Dekh Liya Aur Bahtareen Jismaani
Kahne Lage Musa Mein To KHUDA Ki Qasam Koi .Saakht Paayi
Hazrat Musa Ne Apne Kapde Liye Aur .Jismaani Aib Nahi Hai
KHUDA Ki Qasam Musa Ke Maarne Se .Pathar Ko Maarne Lage
....Nishaan Padgaye Ya 5 Ya 4 Pathar Mein 3
*(112- Safha 111?Kya Aap Jaante Hain)

क्या ये वाक़या सही है।

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

جی جناب یہ واقعہ صحیح ہے، اور اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد بن حنبل وغیرھم رضی اللہ تعالی عنہم جیسے جلیل القدر ائمہ ومحدثین نے اپنی اپنی کتابوں بسند صحیح بیان کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الغسل میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس کا متن یوں ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، وَكَانَ مُوسَى يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ، فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أن يَغْتَسِلَ مَعَنَا إلا أَنَّهُ آدَرُ، فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ، فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَخَرَجَ مُوسَى فِي إِثْرِهِ يَقُولُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ. حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إلى مُوسَى، فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ. وَأَخَذَ ثَوْبَهُ، فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا. فَقَالَ أبو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أو سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ. واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۴۳۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ جمعہ میں خطبے کے پہلے جز کے دوران تشہد کی طرح دونوں ہاتھوں کو باندھ کر بیٹھا جاتا ہے اور دوسرے جز میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لیا جاتا ہے اس کا کیا شرعی حکم ہے؟ نیز کچھ علما فرماتے ہیں کہ اس سے دو رکعت نفل نماز کا ثواب ملتا ہے عندالشرع اس کی بھی وضاحت فرما دیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: عبدالصمد قادری، امروهه

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته*

بسم الله الرحمن الرحيم *

الجواب بعون الله الوهاب: *

خطبہ جمعہ سننے کی اهمیت اوراس کے آداب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں:

حضرت ابوهریرہ رضی الله تعالی عنه نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم صلی الله تعالی علیه وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة أنصت والإمام يخطب فقد لغوت. (صحيح البخاري ،حديث نمبر 934.صحيح مسلم، حديث نمبر 2002)

اگر تم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو تو تم نے لغو کام کیا۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاهر هے کہ خطبہ کے دوران نہ دنیوی باتوں کی اجازت هے نہ دینی۔

اسی لیے فقہاء کرام فرماتے هیں کہ خطبہ کے دوران مستحب یہ هے کہ تمام حاضرین ادب وسکون کے ساتھ اس طرح بیٹھیں جیسے نماز میں بیٹھتے هیں۔ فتاوی هندیه جلد 1 ص 163 پر هے

يستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة.

یعنی مستحب یہ هے کہ خطبہ کے دوران اسی طرح بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کچھ علماء کرام کہتے هیں کہ پہلے خطبہ میں هاتھ باندھ کر بیٹھنے اور دوسرے خطبہ میں هاتھ کھول کر بیٹھنے سے دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ملتا هے، فقیر قادری کی نظر میں شریعت اسلامیہ کی جانب سے اس طرح کی کوئی فضیلت نہیں بیان کی گئی هے، اب جو حضرات بیان کرتے هیں انہوں نے یہ فضیلت کہاں سے کشید کی هے وهی اس کا جواب بہتر طور پر دے سکتے هیں، سنا هے کہ مولانا احمد یار خاں صاحب نعیمی نے شرح مشکوۃ میں یا فتاوی نعیمیہ میں اس قسم کی بات لکھی ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی

(۴۳۲) السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید نے برسرمحفل یہ کہا۔۔اللہ کیا مقام امام حسین کا" جبریل ہے غلام امامِ حسین کا"اس بارے میں شریعتِ مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے بینواوتو جروا

اگر جواب جلد مل جائے تو بہت مہربانی ہوگی

المستفتی:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سیدنا جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام مرسلین ملائکہ سے ھیں اور اس بات پر امت کا اجماع ھے بلکہ یہ بات ضروریاتِ دین سے ھے کہ رسلِ ملائکہ انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ھیں، خواہ صحابہ کرام واھلِ بیت ھوں، یا تابعین واولیاءعظام ھوں رضی اللہ تعالی عنھم۔علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

أما تفضيل رسل الملائكة على عامة البشر فبالإجماع بل بالضرورة. (شرح العقائد النسفية ص 134)

رسل ملائکہ کی عام انسانوں پر افضلیت اجماعی بلکہ ضروری دینی امر ھے۔

سیدنا جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا غلام بتانے والا شخص گمراہ بددین، بلکہ منکر اجماع ھو کر لزوم کفر کا مرتکب ھے۔سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو غلام کہنا ان کی اھانت و گستاخی ھے اور کسی بھی فرشتہ کی شان میں ادنی گستاخی کفر وارتداد ہے۔

علامہ ابو شکور سالمی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:*

من شتم ملكا أو أبغضه فإنه يصير كافرا كما في الأنبياء، و من ذكر نبيا أو ملكا بالحقارة فإنه يصير كافرا. (التمهيد في بيان التوحيد، ص 122)

جو کسی فرشتے کو برا کہے یا اس سے بغض رکھے وہ کافر ھو جائے گا، اسی طرح جو کسی نبی یا فرشتے کا حقارت سے ذکر کرے وہ بھی کافر ھو جائے گا۔

لہٰذا وہ شخص جس نے برسرِ محفل سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا غلام کہا

اس پرعلی الاعلان توبہ وتجدید ایمان لازم ھے۔اس طرح کی بکواس پیشہ ور جاھل مقررین خوب کرتے ھیں، ذمہ دار مسلمانوں کو چاھیے اپنی قوت استعمال کرکے اس طرح کے جاھل خطباء کولگام دیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی

(۴۳۳) حضرت کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہوں میرا یہ سوال ہے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ نہ کا روضہ بنانے کو اعلیٰ حضرت نے کسی کو حکم دیا تھا کیا جس کی وجہ سے آج تعزیہ داری شروع ہوگئی ہے؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

الجواب: نہیں، ھرگز نہیں، اعلیٰ حضرت نے تعزیہ داری جیسی بدعتِ سیئہ شنیعہ خبیثہ محرمہ کا حکم تو کیا کسی کو پوری زندگی اجازت تک نہیں دی، جو حکم یا اجازت کی بات کرتا ھے وہ جھوٹا، بہتان طراز اور جاھل ہے۔

(۴۳۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.*

(1) شوھر طلاق ویڈیو کے ذریعہ دے یا آڈیو کے بہر حال طلاق واقع ھو جاتی ھے۔لہذا جب زید نے ویڈیو کال کے ذریعہ بکر کی بڑی بیٹی کو طلاق دیدی تو طلاق واقع ھوگئی※

*(2) جو لوگ بکر کی بڑی بیٹی کے دوسے نکاح میں انجانے میں شریک ھوئے ان پر کوئی الزام نہیں، اور جو یہ جاننے کے بعد شریک ھوئے

کہ اس کا نکاح پہلے کسی اور کے ساتھ ھو چکا ھے اور ابھی طلاق بھی نہیں ھوئی ھے وہ سب مجرم و گناہ گار ھیں، ان پر لازم ھے کہ اس دوسرے نکاح کے باطل ھونے کا اعلان کریں اور توبہ کریں، اور اگر اس نکاح ثانی کو جائز سمجھ کر شریک ھوئے تو تجدید ایمان بھی ضروری ھے※*

(3) وہ لڑکی اور وہ تمام لوگ اس سلسلہ میں گناہ گار ھیں جنہوں نے نکاح اول کی بات کو چھپائے رکھا※

(4) بکر کی چھوٹی بیٹی کا نکاح زید کے ساتھ درست ھے جب کہ زید نے اس کی بڑی بیٹی کو طلاق دیدی ھو اور اس کی عدت گذر چکی ھو، لہذا اس صورت میں بستی کے لوگ چھوٹی بیٹی کی شادی میں شریک ھو سکتے ھیں اور کھانا وغیرہ کھا سکتے ھیں۔ والمسائل کلھا مصرحۃ فی الکتب الفقھیۃ. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۳۵) اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا درمیان وضو میں اذان ہو تو اس کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں اور نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگوٹھے چوم سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم الله الرحمن الرحیم.

الجواب بعون الله الوهاب، وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته :

وضو کے درمیان اذان کا جواب بھی دے سکتے ھیں اور اسم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگوٹھے بھی چوم سکتے ہیں۔

(۴۳۶) اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَةُ اَللہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع المذنبین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی:

سید عالم حضور پرنور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ تعالی کے اذن وعطا سے شفیع المذنبین ھیں، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع المذنبین کہنا قطعاً یقیناً حتماً جائز ودرست اور حق وصواب ھے۔ والله تعالی أعلم بالصواب

(۴۳۷)

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب بعون الله الوهاب، وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته :

مروان بن حکم بن ابوالعاص اموی سنہ 2 ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ھوا۔ علامہ ذھبی کہتے ھیں کہ کہا گیا ھے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ھے۔ امام ذھبی فرماتے ھیں کہ اس بات کا احتمال ھے کہ اس نے دیکھا ہو۔

* اس نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید وغیرھم رضی الله تعالی عنهم سے احادیث کی روایت کی اور اس سے حضرت سھل بن سعد، سعید بن مسیب، علی بن حسین عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، عبید اللہ بن عبد اللہ اور مجاھد بن جبر وغیرھم رضی الله تعالی عنهم نے روایت کی ھے۔ (سیر أعلام النبلاء 5/472) *

* یہ اپنے چچازاد بھائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا کاتب وسکریٹری تھا، مہر خلافت اس کے حوالہ تھی، اس شاطر نے خیانت سے کام لیتے ھوئے جعلسازی کرتے ھوئے حاکم مصر کو خط لکھا اور مہر خلافت کا استعمال کیا، جو بالآخر شہادت عثمان غنی رضی الله تعالی عنه کا باعث ھوا، جنگ جمل میں اس نے سیدنا طلحہ رضی الله تعالی عنه کو ایک تیر مارا جس کی وجہ سے آپ شہید ھو گئے۔ اس کے باپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر بدر کر کے طائف بھیج دیا تھا، اس نے واپسی کے لیے دور رسالت، دور صدیقی اور دور فاروقی میں بہت ھاتھ پاؤں مارے لیکن کامیاب نہ ھو سکا، بالآخر سیدنا

عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسے مدینہ منورہ بلوالیا۔(سیر أعلام النبلاء 5/475،دي الساري لابن حجر 1/1289)

مروان بن حکم کے کالے کرتوتوں کی ایک طویل داستان ھے جس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ھیں، اس کی شرارتیں اور شناعتیں بلکہ خباثتیں اور بدعتیں بھی کم نہیں، جوان سب چیزوں کو تفصیل سے پڑھنا چاھتا ھے وہ ابن حجر کی الإصابة، ابن جریر کی تاریخ، ابن کثیر کی البداية و النهاية اور ابن اثیر کی الکامل وغیرہ پڑھے۔ھاں روایت حدیث کے باب میں محدثین کی اکثریت اس کو قابل اعتبار جانتی ھے۔امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا قول لکھتے ھیں:

كان مروان لا يتهم في الحديث. (هدي الساري 1/1188)

مروان روایت حدیث کے بارے میں متہم نہیں ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے یہ بھی لکھا ھے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالی عنہ جیسے صحابی نے اس کے صدق پر اعتماد کرتے ھوئے اس سے احادیث کی روایت کی ہے۔

بہر حال مروان کے بے شمار عیوب و نقائص تاریخی طور پر منقول ھیں، بلکہ اس کی مذمت و ھجو میں کئی احادیث وآثار بھی مروی ھیں گو کہ ان کی اسنادی حیثیت پر کلام بھی کیا گیا ھے،تاھم روایت حدیث میں اس کی توثیق مقدم ھے پھر یہ اس کی صحابیت کا بھی احتمال قائم ھے، لہذا گڑھے ھوئے مردے نہ اکھیڑنے میں ھی عافیت ھے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۳۸) اَلسَّلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کیا ایک صدی میں ایک ہی مجدد پیدا ہوتا ہے یا کئی؟

المستفتی:

بسم الله الرحمن الرحيم.

الجواب بعون الله الوهاب, وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته:

کوئی ضروری نہیں کہ ایک صدی میں ایک ھی مجدد ھو، ایک صدی میں متعدد مجدد ھو سکتے ھیں۔حدیث شریف "إِنَّ الله عزوجل يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا" میں لفظ من واحد اور جمع سب کے لیے عام ھے، جو لوگ اس کو واحد کے ساتھ خاص کرتے ھیں وہ تجدید و مجدد کے مفہوم سے کما

حقہ آشنا نہیں ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۳۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

صورتِ مسئولہ میں نماز عصر درست ہوگئی اور نماز ظہر جو وقت گذرنے کے بعد پڑھی گئی وہ دوبارہ پڑھے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لو صلی العصر ثم تبین له أنه صلی الظهر بلا وضوء یعید الظهر فقط لأنه بمنزلة الناسی.(ردالمحتار 274/2). والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۴۴۰) انسان کے بالوں کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:*

انسان کے بالوں کی خرید و فروخت کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ چنانچہ علاّمہ شامی قدّس سرُّہُ السَّامی لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ (وَشَعْرِ الإِنْسَانِ) وَلَا یَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ. (ردالمحتار 275/7) یعنی: انسان کے بالوں کی بیع اور ان سے نفع حاصل کرنا ناجائز ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَشَعْرِ الْإِنْسَانِ وَالِانْتِفَاعِ بِهٖ لَمْ یَجُزْ بَیْعُهُ وَالِانْتِفَاعُ بِهٖ لِأَنَّ الْآدَمِیَّ مُکَرَّمٌ غَیْرُ مُبْتَذَلٍ فَلَا یَجُوزُ أَنْ یَکُونَ شَیْءٌ مِنْ أَجْزَائِهٖ مُهَانًا مُبْتَذَلًا، وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. وَإِنَّمَا یُرَخَّصُ فِیمَا یُتَّخَذُ مِنَ الْوَبَرِ فَیَزِیدُ فِی قُرُونِ النِّسَاءِ وَذَوَائِبِهِنَّ. یعنی انسان کے بالوں کی خرید وفروخت اور اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا ناجائز ہے؛ کیونکہ آدمی محترم ہے اس کے کسی جزء کو استعمال نہیں کیا جا سکتا (ضرورت وحاجت کے مواقع مستثنیٰ ہیں) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی ایسی عورت پر لعنت بھیجتا ہے جو اپنے بالوں میں انسانوں کے بال ملاتی ہے۔ اس عورت کا اپنے چوٹی میں جانوروں کے بالوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔(البحر الرائق، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، جلد:6 صفحہ:88).

واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۴۴۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلے میں کہ

ایک کمپنی جو سامان بکوانے پر پیسا دیتی ہے تو کیا ایسا پیسا لینا جائز ہے؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:

اگر وہ کمپنی جائز سامان جائز طریقے سے فروخت کراتی ھے تو اس کی اجرت ومزدوری جائز ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۴۱) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں: فیس بک اور یوٹیوب (جس میں فوٹو، ویڈیوز دیکھی اوراپ لوڈ بھی کی جاتی ہیں) استعمال کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟؟

المستفتی: محمد شمس الدین فرید پور بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

شرعی ضرورت وحاجت کے بغیر تصویر بنانا، بنوانا اوراس کا استعمال کرنا ناجائز وگناہ اور ایسا کرنے والا فاسق ھے، لہذا جو امام یوٹیوب وغیرہ پر جاندار کی تصویریں اپلوڈ کرتے، ڈاؤن لوڈ کرتے، دیکھتے اور ایک دوسرے کو بھیجتے رھتے ھیں اور یہ کام علانیہ کرتے ھیں ان کو امام بنانا گناہ، ان کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب اور ان کو امامت سے برطرف کرنا لازم ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۴۲) اَلسَلامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اَللهِ وَبَرَكَاتُهُ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز وتر میں سورہ تبت یدا پڑھی آخری رکعت میں ایک شخص نے پھر اس نے خیال کیا کہ اخلاص پڑھنی تھی تو اسنے وہ بھی پڑھلی تو کیا اسکی نماز درست ہوئی اور اگر اسکے برعکس کرتا تو نماز ہوتی یا نہیں؟

المستفتی:

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

نماز ہوگئی اور اس کا اعادہ واجب نہیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۴۳)السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ.

حضور اگر عورتیں زینت کے لیے بالوں میں لوہے کی پن لگا کر نماز پڑھیں تو کیا حکم ہے۔؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

عورتوں کو اپنے بالوں میں زینت کے لیے لوہے وغیرہ کی پن لگانا جائز ہے، لہذا اس کو لگا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاوی ھندیہ جلد 5، ص469 پر ہے:

لابأس للنساء بتعلیق الخرز فی شعورھن من صفر أو نحاس أو شبہ أو حدید و نحوھا للزینۃ.

یعنی عورتوں کو اپنے بالوں میں زینت کے لیے پیتل، تانبے، لوہے وغیرہ کے دانے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عورتوں کو بالوں میں لوہے وغیرہ کی ہیئر پن یا کلپ وغیرہ لگانے سے منع کرتے ہیں اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں وہ لوگ غلطی پر ہیں اور خواہ مخواہ بے بنیاد باتیں پھیلا کر اپنا رعب گانٹھتے اور دھشت برپا کرتے ہیں۔واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۴۴۴)

Kya farmate hai ulmaye deen zail masle m ki ek riwayat jo is tarah hai ki hazrat e abu bakar razi allahu anhu ne wasiat farmayi thi ki mere janaze ko mawajha shareef k samne le jana aur wohi to thik wrna jannatul baqi ....agar mil jae... madfan ki ijazat mangna HABEEB KO " jb aisa kia gya to awaz aai....m dafan kr dena HABEEB SE MILA DO

....kia is riwayat ki koi asal ya sahih sanad mojud hai

...Iska hawala ibn e asakir ki tarikh e damishq kitab ka dia jata hai

..Pr koshisho ke bawajud na mil ska

Syed jabir aamiri

بسم الله الرحمن الرحيم. الجواب بعون الله الوهاب :*

اس قصه کو امام جلال الدین سیوطی علیه الرحمه نے خطیب بغدادی اور ابن عساکر کے حواله سے اس طرح نقل کیا ہے :وأخرج الخطيب فى رواة مالك عن عائشة قالت لما مرض أبي أوصى أن يؤتى به إلى قبر النبى صلى الله عليه وسلم ويستأذن له ويقال هذا أبو بكر يدفن عندك يا رسول الله. فإن أذن لكم فادفنونى وإن لم يؤذن لكم فاذهبوا بى إلى البقيع فأتى به إلى الباب فقيل هذا أبو بكر قد اشتهى أن يدفن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد أوصانا فإن آذن لنا دخلنا وإن لم يؤذن لنا انصرفنا. فنودينا أن أدخلوا و كرامة وسمعنا كلاما ولم نر أحدا.*

قال الخطيب غريب جدا (یه انتہائی غریب ہے)

وأخرج ابن عساكر عن على بن أبى طالب قال لما حضرت أبا بكر الوفاة أقعدنى عند رأسه وقال لى يا على إذا أنا مت فغسلنى بالكف الذى غسلت به رسول الله صلى الله عليه وسلم وحنطونى واذهبوا بى إلى البيت الذى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستأذنوا فإن رأيتم الباب قد فتح فادخلوا بى وإلا فردونى إلى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده قال فغسل و كفن و كنت أول من بادر إلى الباب فقلت يا رسول الله هذا أبو بكر يستأذن فرأيت الباب قد فتح فسمعت قائلا يقول ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق.

وقال ابن عساكر هذا حديث منكر وفى إسناده أبو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسى كذاب عن عبد الجليل المرى وهو مجهول.(ابن عساکر نے کہا یه منکر حدیث ہے ،اس کی سند میں ابوطاہر موسی بن عطاء مقدسی کذاب ہے جس نے عبدالجلیل مری سے روایت کی ہے اور وہ مجہول ہے). (الخصائص الكبرى 432/3)*

فقیر قادری ایک زمانہ سے پیشہ ور مقرروں سے اس روایت کو سنتا آ رہا ہے، یہ ٹولہ خوب لہرا لہرا کر اس غریب و منکر روایت کو پڑھتا ہے اور ایسے ایسے احکام و عقائد کا استنباط و استخراج کرتا ہے جن کو سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، بلکہ ان ہچکیوں اور گویوں کے طرزِ بیان اور اندازِ گفتار کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ریوڑ اپنے زعم باطل میں

اجتہادِ مطلق کے منصب پر فائز ہے۔اور اگر اتفاق سے ان جاہلوں سے کوئی پوچھ بیٹھے کہ یہ روایت تو ضعیف ہے، پھر آپ اس سے عقائد ومسائل کیسے ثابت کر سکتے ہیں، تو اس جاہل گروہ کی طرف سے وہی جگالی کر دی جاتی ہے جس کو انہوں نے محدثین کرام کے بیان کردہ قاعدہ کو کسی سے بغیر سمجھے آدھا ادھورا چبا رکھا ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث کو بیان کرنا جائز ہے۔ جب کہ ان یتیموں کو کیا خبر کہ اس قاعدے کا مفہوم ومصداق کیا ہے اور اس کے ضوابط وشرائط کیا ہیں*X*

*خیر فقیر قادری کی تحقیق میں یہ روایت کسی بھی صحیح طریق تو کیا کسی حسن یا قابلِ قبول طریق سے بھی مروی نہیں ہے*X*

* یہ روایت مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہے:*

التفسیر الکبیر للرازی 5 ص 378.

السیرۃ النبویۃ للحلبی 3 ص 394. *تاریخ الخمیس للدیار بکری 2 : 264.*

أخبار الدول للقرمانی هامش الکامل 1 ص 200.

نزهة المجالس للصفوی 2 ص 198.

اس روایت کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وعنه أبو طاهر المقدسی بخبر باطل أورده ابن عساکر فی ترجمة أبی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه .(لسان المیزان 391/3)*

عبدالجلیل مدني سے ابو طاہر مقدسی نے باطل خبر کی روایت کی ہے۔ جسے ابن عساکر نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات میں بیان کیا ہے۔

ابن عساکر نے یہ روایت اپنی تاریخ کی جلد 30، ص 436 سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات میں بیان کیا ہے، ترجمہ نمبر 3398 ہے۔ والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی

(۴۴۵)

Kya farmate hai ulmaye deen zail masle m ki zaid apni ahliya ke baare m bakar se kehta h k mujhe apni ahliya se muhabbat is kya zaid ke nikah par koi farq .... aulaad se tarah h jese baap ko ????padaa

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:

زید کے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑا. واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۴۶) السلام علیکم

حضرت کی بارگاہ میں سوال عرض کرتا ہوں نظم اور شعروشاعری سننا کیسا ہے اور تاج الشریعہ اختر رضا خان کی تعریف کو منقبت کہا تو کوئی غلط بات تو نہیں ہے؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

1۔وہ اشعار جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کے رسول ﷺ کی نعت وسیرت، انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی عظمت وفضیلت، اولیاء اسلام کی منقبت ومدحت اور اسی طرح جائز ومستحسن امور کے وصف وبیان پر مشتمل ھوں اور ان میں جھوٹ وخلاف شرع امور کی آمیزش وملاوٹ نہ ھو تو ان کا پڑھنا اور سننا دونوں جائز ھے۔ اچھے اشعار کی خود نبی کریم ﷺ نے تعریف وتحسین فرمائی ھے۔

حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن من الشعر حکمة. (صحیح البخاری، باب ما یجوز من الشعر و الرجز و الحداء و ما یکرہ، حدیث نمبر 6145)*

یقیناً کچھ اشعار میں حکمت ھوتی ہے۔

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ھیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یضع لحسان منبراً فی المسجد فیقوم علیه یهجو من قال فی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه إن روح القدس مع حسان ما نافح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم. (سنن أبي داؤد، باب ماجاء فی الشعر، حدیث نمبر 5015)

رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی شریف میں حسان بن ثابت کے لیے منبر لگواتے تھے جس پر کھڑے ھوکر آپ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی ھجو اور برائی بیان کرتے، اس پر رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے بے شک روح القدس حضرت جبریل امین حسان کے ساتھ ھیں جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی مدافعت

کررہے ہیں۔

صحیح مسلم، باب فضائل حسان بن ثابت، حدیث نمبر 6550 میں ہے کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے فرماتے تھے:

إن روح القدس لایزال یؤیدك ما نافحت عن الله و رسوله.

یعنی روح القدس اس وقت تک تمہاری تائید و مدد فرماتے رہیں گے جب تک تم اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدافعت کرتے رہو گے۔

معلوم ہوا کہ عمدہ اشعار رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو پسند ہیں۔اسی لیے امام ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الشعر و الرجز والحداء کسائر الکلام فما کان فیه ذکر تعظیم لله و وحدانیته و قدرته و إیثار طاعته و تصغیر الدنیا و الاستسلام له تعالی فهو حسن مرغب فیه، وما کان منه کذبا و فحشا فهو الذی ذمه الله و رسوله. (شرح البخاری لابن بطال 319/9)

اشعار، رجز اور حدی باقی کلام ہی کی طرح ہیں، جن اشعار میں اللہ کی عظمت، اس کی وحدانیت، قدرت، اس کی اطاعت، دنیا کی مذمت اور اللہ تعالی کے تواضع و انکسار کا بیان ہو تو وہ عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور جن میں جھوٹ اور فحش باتیں ہوں تو ایسے ہی اشعار کی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مذمت و برائی بیان فرمائی ہے۔

۲۔جی ہاں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شان میں کہے گئے اشعار کو منقبت کہہ سکتے ہیں، بلکہ ان کو منقبت ہی کہا جائے گا۔ والله تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.

(۴۴۷) السلام علیکم ورحمته الله وبرکاته

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کی دف بجانا کیسا ہے اور دف کے ساتھ نعت پاک پڑھنا کیسا ہے یہ فعل علمائے اہل سنت کے اسٹیج پر بھی رائج ہے مینے خود دیکھا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں

المستفتی حافظ خالد رضوی بدایوں

بسم الله الرحمن الرحیم. الجواب بعون الله الوهاب، وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته:

دف باجے کی ایک قسم ہے جسے ڈفلی بھی کہا جاتا ہے۔اس کا بجانا اپنی اصل کے اعتبار سے باقی تمام مزامیر و معازف اور آلات لہو ولعب کے استعمال کی طرح ناجائز وحرام ہے۔

مزامیر ومعازف کے استعمال کے ناجائز وحرام ہونے پر بہت سی احادیث وآثار ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:*

حضرت عبدالرحمن بن غنم اشعري بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالی عن※ مانے حدیث بیان کی، اور اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ نہیں بولا، انہوں نے نبی کریم صلي اللہ تعالي علي※ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

ليكونَنَّ من أُمَّتي أقوامٌ يَستحلُّونَ الحِرَ والحَريرَ والخمرَ والمعازِفَ، ولينزِلَنَّ أقوامٌ إلى جَنبِ عَلمٍ يَروحُ عليهم بسارحةٍ لهم، يأتيهم . يعني الفقيرَ . لحاجة فيقولوا: ارجِعْ إلينا غَداً فيُبيِّتُهمُ الله، ويَضَعُ العَلَمَ، ويَمسَخُ آخرينَ قِرَدةً وخنازيرَ إلى يوم القيامة. (صحيح بخاری، کتاب الأشربة، حدیث نمبر 5590)*

میری امت میں سے ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے، اور یقیناً کچھ قومیں پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گی، اور شام کے وقت ان کا چرواہا یعنی فقیر آئے گا اور اپنی حاجت بیان کرے گا تو یہ کہیں گے کل آنا، چنانچہ اللہ تعالي انہیں رات میں ہی ہلاک فرمادے گا اور ان پر پہاڑ گرادے گا، اور دوسروں (جنہوں نے زنا، ریشم، شراب اور گانے باجے کے آلات کو حلال قرار دیا تھا) کو قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کردے گا۔

یہاں لفظ معازف ارشاد فرمایا گیا ہے جو دف کو بھی شامل ہے۔امام ابن حجر عسقلانی اور امام محمود بدرالدین عینی علیہما الرحمۃ حواشی دمیاطی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به. (فتح الباری 55/10. عمدۃ القاری 170/21)

معازف دف وغیرہ ان تمام آلات کو کہا جاتا ہے جنہیں ضرب سے بجایا جائے۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ دف مردوں کے بجانے کا آلہ نہیں، بلکہ عورتوں کے بجانے کا سامان ہے، ابن منظور وغیرہ نے لکھا ہے:*

الدف: الذي يضرب به النساء. (لسان العرب 106/9. تاج العروس 302/23)*

دف وہ آلہ ہے جسے عورتیں بجاتی ہیں

لہٰذا شریعت میں جہاں دف بجانے کی اجازت ہے وہ اصل کے اعتبار سے صرف عورتوں کے لیے ہے،

مردوں کے لیے نہیں، اب مواقع رخصت میں اگر اس کو مرد بجاتے ھیں تو درحقیقت وہ عورتوں کی رخصت اپنے حق میں سمجھتے ھیں اور نہ جانے کیوں مردانگی چھوڑ کر زنانہ پن کی طرف دوڑتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی الله تعالی عنهما فرماتے ھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

إن الله حرم علی أو حرم الخمر و الميسر و الكوبة. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر 3698. مسند أحمد بن حنبل، حديث نمبر 2476. والحديث صحيح)

بے شك الله تعالی نے شراب، جوئے اور طبله کو حرام فرمايا.

حضرت عامر بن سعد بجلی رضی الله تعالی عنه فرماتے ھیں:

دخلتُ علی قَرَظَةَ بنِ كَعبٍ وأبي مسعود الأنصاري في عرس، و إذا جوارٍ (يَضرِبنَ بالدُّفِّ و (هذه الزيادة عند البيهقي في السنن الكبرى، رقم الحديث 15089)) يُغَنِّينَ. فقلت أنتما صاحبا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و من أهل بدر يفعل هذا عندكم. فقالا اجلس إن شئت فاسمع معنا و إن شئت اذهب. قد رُخِّصَ لنا في اللَّهوِ عند العُرسِ. (سنن النَّسائيُّ، حديث نمبر 3396. والحديث حسن)

میں ایک شادی کے موقع پر قرظہ بن کعب اور ابومسعود انصاری رضی الله تعالی عنهما کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ کچھ باندیاں دف بجارھی ھیں اور گارھی ھیں، میں نے کہا آپ دونوں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ھیں اور بدری ھیں، آپ حضرات کے سامنے یہ کام کیا جارھا ھے۔ تو انہوں نے کہا اگر چاھو تو ھمارے ساتھ بیٹھ کر سنو اور چاھو تو چلے جاؤ، ھمیں شادی کے موقع پر کھیل کود کی رخصت دیدی گئی ھے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ھوا کہ دف بجانا اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز و گناہ ھے۔ البتہ احادیث کریمہ میں چند مقامات کو مستثنیٰ فرمادیا گیا ھے:*

* وہ احادیث جن میں مختلف مواقع پر دف بجانے کی اجازت و رخصت دی گئی ھے، بلکہ بعض احادیث میں صراحت کے ساتھ دف بجانے کا حکم دیا گیا ھے ان میں سے چند یہ ھیں:*

※ ایک حدیث تو یہی ھے جس میں شادی کے موقع پر دف بجانے کی رخصت مذکور ھوئی ※

*※ ابو بلج یحییٰ بن سلیم کہتے ھیں میں نے محمد بن حاطب رضی اللہ تعالی عن ※ سے کہا میں نے دو عورتوں سے شادی کر لی لیکن کسی میں بھی دف نہیں بجائی گئی، اس پر حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعال ※ عن ※ نے فرمایا:

بئسما صنعت، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصل مابين الحلال و الحرام

الدف و الصوت فی النکاح. (سنن النسائی، حدیث نمبر 3369.مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 18306. المستدرک للحاکم ،حدیث نمبر 2750.المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 15884.سنن سعید بن منصور، حدیث نمبر 629)

تم نے برا کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حلال وحرام کے درمیان فرق نکاح کے موقع پر دف بجانا اور اعلان کرنا ہے

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

أن أبا بکر رضی اللہ عنہ دخل علیھا وعندھا جاریتان فی أیام مِنی تدففان وتضربان ، والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما أبو بکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا أبا بکر فإنھا أیام عید، وتلك الأیام أیام منی. (صحیح بخاری،حدیث نمبر 987.صحیح مسلم، حدیث نمبر 2100)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس منی کے زمانہ میں دو بچیاں دف بجارہی تھیں اور اس پر ضرب لگارہی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رخ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا اے ابوبکر ان کو رہنے دو؛ کیونکہ یہ عید کا زمانہ ہے اور وہ زمانہ منی کا زمانہ تھا۔

حضرت ربیِّع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالی عنہا بیان فرماتی ہیں:

جاء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فدخل حین بُنی علی فجلس علی فراشی کمجلسك منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر إذ قالت إحداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد. فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین. (صحیح بخاری ،حدیث نمبر 5147)*

جب مجھے میرے شوہر کے پاس پیش کیا گیا تو اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تم میرے قریب بیٹھے ہو، اس وقت چھوٹی بچیاں دف بجارہی تھیں اور بدر میں شہید ہونے والے میرے باپ دادا کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں، اچانک ان میں سے ایک بچی نے یہ پڑھا ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جنہیں آنے والے کل کا علم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ نہ پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعض مغازي، فلما انصرف جاءت جارية سوداء فقالت : يا رسول الله إني كنت نذرتُ إن ردك الله سالماً أن أضرب بين يديك بالدف وأتغنَّى، فقال لها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إن كنتِ نذرتِ فاضربي وإلا فلا، فجعلت تضرب، فدخل أبو بكر وهي تضرب، ثم دخل عليٌّ وهي تضرب، ثم دخل عثمان وهي تضرب، ثم دخل عمر فألقت الدف تحت إستها، ثم قعدت عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إن الشيطان ليخاف منك يا عمر إنِّي كنتُ جالساً وهي تضرب فدخل أبو بكر وهي تضرب، ثم دخل علي وهي تضرب ثم دخل عثمان وهي تضرب، فلما دخلت أنت يا عمر ألقت الدف. (جامع ترمذی، حدیث نمبر 3690).

رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوے سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوکر عرض کرنے لگی یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم نے نذر مانی تھی تو بجالو ورنہ نہیں، اب وہ دف بجانے لگی، چنانچہ حضرت ابوبکر آئے اور وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت علی آئے اور وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت عثمان آئے اور وہ دف بجاتی رہی، لیکن جب حضرت عمر آئے تو وہ دف ھٹ کر اس پر بیٹھ گئی۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر بے شک شیطان تم سے خوف کھاتا ھے، میں بیٹھا تھا اور یہ دف بجارھی تھی، ابوبکر آئے یہ دف بجاتی رھی، پھر علی آئے اور یہ دف بجاتی رھی، عثمان آئے مگر یہ دف بجاتی رھی، لیکن جوں ھی تم آئے اس نے دف کو دفع کر دیا۔*

* ان احادیث مبارکہ سے معلوم ھوا کہ شادی اور خوشی کے مواقع پر دف بجانا جائز ھے۔*

* ھمارے فقہاء کرام نے دف بجانے کے جواز ورخصت کی ان احادیث مبارکہ کو مدنظر رکھتے ھوئے ان میں مضمر معانی وحکم کا پتہ لگانے کے بعد فرمایا ھے کہ دف بجانا جائز تو ھے لیکن اس کے جواز کی چند شرطیں ھیں:*

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما في البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح في النكاح و ما في معناه من حادث سرور، قال وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء. (ردالمحتار 202/8)

شادی کے موقع پر دف بجانے کا جواز عورتوں کے ساتھ خاص ھے، چنانچہ البحر الرائق میں معراج کے حوالہ سے پہلے یہ بیان ھے کہ نکاح اور خوشی کی مناسبت سے دف بجانا مباح ھے، اس کے بعد یہ بیان کیا ھے کہ دف بجانا

مردوں کے لیے ہر حال میں مکروہ ہے؛ کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ سراجیہ سے نقل فرماتے ہیں:

هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب. (ردالمحتار 505/9)

دف بجانا اس وقت جائز ہے جب کہ اس میں گھنگرو نہ ہوں اور اسے گانے کی طرز پر نہ بجایا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ وتحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے، ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب وناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔ نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں، اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلا نہ فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے نہ نامحرم مردوں کو نغمہ عورات کی آواز پہنچے، غرض ہر طرح منکرات شرعیہ ومظان فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں مضائقہ نہیں۔ جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا تھا:

اتينا كم اتينا كم فحيانا وحيا كم

یعنی ہم تمھارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمھیں بھی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک وصاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے مگر حال زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصا زنان زمان سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حد مکروہ وممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصا بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرع کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ وبیجا ہے۔ صحبت بد زہر قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنی سی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے يا انجشة رويدا بالقوارير. (اے انجشہ! ٹھہر جاؤ کہیں کانچ کی شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں) فرمایا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، ص 281، 282)

اب رہی یہ بات کہ دف کے ساتھ حمد ونعت ومنقبت کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مروجہ دف یقیناً شرعی اجازت ورخصت کی شرائط کی صریح خلاف ورزی پر مشتمل ہے، اولاتو اس دف میں عموماً جھانج وگھنگرو پائے جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ بجانے والے مردھوتے ہیں، تیسرے یہ کہ اسے ھرکس وناکس نہیں بجاسکتا، بلکہ اس کو ایک خاص سراور دھن اور مخصوص تال اور سم کی رعایت کے ساتھ بجایا جاتا ہے، لہذا اس دف کے بجانے کی شرعاً اجازت نہیں، اوراس قسم کی دف کے ساتھ نعت وحمد خوانی ناجائز وممنوع ہے۔نعت کو بکمال ادب واحترام اور خالص محبت وعرفان کے جذبات سے سرشارھوکر، شریعت کے سانچے میں ڈھل کر اور عالم تصور میں حضور جان نور، شافع یوم نشور، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مواجہ اقدس میں خودکو حاضر جان کر اپنے آقا ومولی ﷺ کے فضائل ومناقب ،محامد ومراتب، مدارج ومناصب اور اوصاف وکمالات بیان کرے۔

آج کل اسٹیج لگا کرجس انداز سے دف بجا کر نعت وحمد کے اشعار پڑھے جاتے ہیں ان کی حالت دیکھ کر کوئی معمولی دینی ذوق رکھنے والا بھی اسے پسند نہیں کرسکتا، وہ طبیعتیں شریعت کے مزاج اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے ھنوز کما حقہ آشنا نہیں ہیں جو بدمستوں اور آوارہ لوگوں کی طرح راگوں سازوں اور فنکاروں کی جھنکاروں پر جھومتی تھرکتی، اچھلتی کودتی اور تڑپتی پھڑکتی ہیں۔ اللہ تعالی ھم سب کو توفیق خیر وادب عطافرمائے۔والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی.

(۴۴۸)السلام علیکم
سنی کا مطلب کیا ہے کیا اپنے آپ کو سنی کہنا ضروری ہے؟
جواب عنایت فرمائیں
المستفتی:

بسم الله الرحمن الرحيم.

الجواب بعون الله العليم المليك المقتدر الوهاب وهو الموفق للصدق و الحق و الخير والصواب،

وعليكم السلام ورحمة الله تعالى وبركاته:

سنی مسلمان کو کہتے ہیں۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری الدهلوی.

(۴۴۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب.وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

۱۔ اگر یہ قعدہ اخیرہ نہیں ھے تو اس صورت میں بہتر یہ ھے کہ آنے والا تیسرا شخص پہلے مقتدی کو پیچھے آنے کا اشارہ کرے اور وہ حکم شرع کی بجا آوری کی نیت سے پیچھے آجائے، اگر چہ یہ بھی درست ھے کہ امام آگے بڑھ جائے۔ اور اگر یہ قعدہ اخیرہ ھو تو کسی کو آگے پیچھے ھٹنے ھٹانے اور کھنچنے کھینچنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس وقت آنے والا تیسرا شخص امام کے بائیں جانب بیٹھ جائے۔*

فتاوی شامی، جلد 2 صفحہ 309 پر ھے:

لو اقتدى واحد بآخر فجاء ثالث يجذب المقتدى بعد التكبير، ولو جذبه قبل التكبير لايضره. وقيل يتقدم الإمام. ومقتضاه أن الثالث يقتدى متأخرا، و مقتضى القول بتقدم الإمام أن يقوم بجنب المقتدى الأول. والذى يظهر أنه ينبغي للمقتدى التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته. والظاهر أيضا أن هذا لم يكن فى القعدة الأخيرة وإلا اقتدى الثالث عن يسار الإمام ولا تقدم و لا تأخر.*

یہاں یہ جان لینا ضروری ھے کہ آگے بڑھنے والے امام یا پیچھے ھٹنے والے مقتدی کو یہ مسئلہ معلوم ھونا چاھیے کہ ھم کسی کے کہنے کی وجہ سے آگے یا پیچھے نہیں ھو رھے ھیں بلکہ حکم شرع کی بجا آوری میں ایسا کر رھے ھیں، ورنہ ان کی نماز فاسد ھو جائے گی۔ اس دور میں چونکہ جہالت غالب ھے لہذا بہتر یہی ھے کہ آنے والا تیسرا شخص امام کی بائیں جانب شامل ھو جائے۔ کمافی الدر المختار۔

۲۔ وہ شخص پیچھے ھی رھے، یہی طریق اسلم اور راہ عافیت ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۵۰) السلام علیکم ورحمتہ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ بکر نماز پڑھنے اس وقت پہونچا جب امام صاحب قرأت کرر ہے تھے اب بکر ثنا کب پڑھے گا سرّی اور جہری دونوں کا حکم بتادیجئے مہربانی ہوگی

المستفتی: محمد معراج عالم جھارکھنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب.وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اگر مقتدی مدرک ھے اور نماز میں اس وقت داخل ھوا جب امام بلند آواز سے قراءت شروع کر چکا تھا تو اب

مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا، اور اگر امام قراءت آہستہ کر رہا تھا تو مقتدی ثنا پڑھ لے ※*

* اور اگر مقتدی مسبوق ہے اور امام بالجہر قراءت کر رہا ہے تو اس وقت ثنا نہ پڑھے، بلکہ جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے تو پڑھے، اور اگر یہ سری نماز میں داخل ہوا تو مدرک کی طرح اسی وقت پڑھ لے۔

در مختار مع تنویر الأبصار ج 2 ص 189 پر ہے:

قرأ سبحانك اللهم إلا إذا شرع الإمام في القراءة، سواء كان مسبوقا أو مدركا وسواء كان إمامه يجهر بالقراءة أو لا فإنه لا يأتي به لما في النهر عن الصغرى أدرك الإمام في القيام يثني ما لم يبدأ بالقراءة، وقيل في المخافتة يثني.

وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى:

لو أدرك الإمام بعد ما اشتغل بالقراءة قال ابن الفضل لا يثني وقال غيره يثني، وينبغي التفصيل، إن كان الإمام يجهر لا يثني وإن كان يسر يثني. (ردالمحتار 190/2)*

اور فتاوی هنديه جلد 1، 100 پر ہے:

إذا أدرك الإمام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء، فإذا قام إلى قضاء ما سبق يأتي بالثناء، وفي صلاة المخافتة يأتي به، ويسكت المؤتم عن الثناء إذا جهر الإمام. انتهى ملخصا. والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوی.

(۴۵۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین

क्या फरमाते है उलेमा ए दीन:

व मुफ्तियाने शरह मतीन

मसलाये ज़ैल में ।

,की सहाबा का गुस्ताख़ जहन्नमी कुत्ता है

इस हदीस का हवाला इनायत फरमाए।

,ओर अमीर मुआविया को बुरा कहे ओर उनकी ताज़ीम ओर उनसे निस्बत न रखे

ऐसे सख्श पे क्या हुक्म है अगर वो वाकई सय्यद हो या खुद को सय्यद कहता हो।

بسم الله الرحمن الرحيم. الجواب بعون الله الوهاب:*

یہ کوئی حدیث نہیں جس کا حوالہ پیش کیا جائے، ہاں یہ علماء کرام کے اقوال میں سے ایک قول ہے جسے

انہوں نے کتاب وسنت کی نصوص وارشادات کو سامنے رکھ فرمایا ھے۔ جیسے علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ نے قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب شفا شریف کی شرح نسیم الریاض، جلد 3، ص 430 پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے گستاخ کے بارے میں لکھا ھے:

ومن يكون يطعن في معاوية فذلك كلب من كلاب الهاوية.

جو شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں طعن وگستاخی کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ھے۔

اھلِ سنت و جماعت کے نزدیک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک عظیم صحابی اور کاتب وحی ھیں، ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اھلِ سنت سے خارج اور رافضیوں کے ناپاک وخبیث موقف کا ایجنٹ ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.

(۴۵۲) حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ کہ ٹائی باندھنے کا اسلام میں کیا حکم ہے۔اور اگر کسی دانستہ شوقیہ باندھ لیا تو اسکے لئے کیا حکم ہے۔اور اگر کسی کمپنی میں لازم ہو ٹائی باندھنا تو کیا کرے

السائل، میر ارشد عالم رضوی ضیائی کولکاتا

بسم الله الرحمن الرحيم.

الجواب بعون الله العليم الملك المقتدر الوهاب، وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته.

اس قسم کے سوال کا جواب گروپ پر پہلے بھی دیا جاچکا ھے، اس جواب کا خلاصہ یہ ھے کہ:

ٹائی انگریزوں کی ایجاد اور ان کے لباس کا حصہ ھے، اس سے ان کے مذھبی شعار صلیب کی بو آتی ھے اور انگریز اس سے یہ تاثر دینا چاھتے ھیں کہ معاذ اللہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام مصلوب ھیں یعنی انہیں پھانسی دی گئی ھے۔ یہ عقیدہ غیر اسلامی اور کتاب وسنت کے خلاف ھے۔ لہذا ٹائی کا استعمال جائز نہیں کہ اس میں کفار کے مذھبی شعار میں مشابہت ھے جو بحکم حدیث من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 4033) یعنی جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ھے، ناجائز وممنوع ھے۔ کفار کا مذھبی شعار اگر عام ھو جائے پھر بھی اس کو اپنانا کراھت وممانعت سے خالی نہیں، جس طرح زنار کفار کا شعار ھے اگر وہ عام ھو جائے تو اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا اسی طرح ٹائی ھے۔ البتہ اتنا ضرور ھے کہ اب ٹائی کا استعمال اس کثرت سے ھوتا ھے کہ مسلم و غیر مسلم سبھی اس میں مبتلا ھیں بلکہ کئی ممالک تو ایسے ھیں جہاں کے علماء ومشائخ بھی استعمال کرتے ھیں، اس صورت

حال میں وہ شدید حکم تونہیں ہوگا جو ابتداء امر میں تھا؛ کیونکہ اس کے مذہبی شعار ہونے کی حیثیت ایک طرح سے پوشیدہ جیسی ہوگئی ہے، تاہم اصل کا اعتبار کرتے ہوئے کراہت وممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اسکول جانے والے اپنے بچوں کو ٹائی نہ پہننے دیں اور اس سلسلہ میں اسکول کی انتظامیہ سے رابطہ کرکے اپنے موقف کی وضاحت کریں، اگر انتظامیہ مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرے اسکول سے رابطہ کریں۔ اللہ تعالی ضرور حالات بہتر فرمائے گا۔ اسی طرح وہ مسلمان جو کسی فیکٹری یا کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں اور اس فیکٹری یا کمپنی نے اپنے ملازمین کے لیے ٹائی کا استعمال لازمی قرار دیا ہوا ہے اس کے مالکان وذمہ داران سے سنجیدگی سے بات کی جائے اور انہیں اپنی شرعی مجبوری بتائی جائے اگر وہ مان جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کوئی دوسری ملازمت تلاش کی جائے اور اگر کوئی اور ملازمت نہ ملے تو بدرجہ مجبوری اس کو ناپسند کرتے ہوئے استعمال کرلیا جائے۔ رہے وہ لوگ جو دانستہ محض شوق اور فیشن کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو وہ یقیناً ایک امر مکروہ کے مرتکب ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۵۳)

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اس فرقہ کے عقائد ونظریات پر مشتمل کوئی کتاب ودستاویز فقیر کے پاس موجود نہیں، میں نے اس کے بارے میں جو کچھ جانا ہے وہ غیر مستند وغیر معتمد طریقہ پر چلتے پھرتے لوگوں سے کچھ جانا ہے، جس پر کوئی حکم لگانا دشوار ہے، لہذا فقیر قادری بے ثبوت کسی کے بارے کچھ عرض کرنے سے قاصر ہے۔ اگر آپ کے پاس اس سلسلہ میں کچھ عقائد ونظریات ہوں تو ان کا حکم دریافت کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی*

(۴۵۴) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

اجمیر شریف کے خادموں کو اعلیٰ حضرت سے اس لیے چڑ ہے کہ انہوں نے غریف نواز کی شان میں کچھ نہیں لکھا، کیا یہ صحیح ہے؟ کہ اعلیٰ حضرت نے غریب نواز کی شان میں کوئی بھی شعر نہیں کہا؟

المستفتی: ایس ایم اشرفی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اجمیر شریف کے اکثر خدام جاھل و بدعمل، رافضیت زدہ و دین دشمن، رھزن صفت و بدقماش اور علماء کے گستاخ و دریدہ دھن ھیں، ان کا کسی عالم ربانی سے چڑنا اور کدر رکھنا ان کی بدبختی و بدنصیبی، دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اور عاقبت کی تباھی و بربادی کی دلیل ھے۔ امام اھلِ سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز وہ عالم ربانی ھیں جنھوں نے اپنے علم نافع سے دین متین کی وہ خدمات انجام دی ھیں جنھیں رھتی دنیا تک نہیں بھلایا جاسکتا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سیدنا خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز علیہ الرحمہ کی شان میں کوئی شعر کہا ھے یا نہیں۔ پھر یہ کہ کسی بزرگ کی شان میں شعر کہنا یا نہ کہنا دین کا کوئی حصہ نہیں۔ ھمیں اندیشہ ھے کہ کہیں کل یہ سوال نہ کیا جانے لگے کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت ابوذر غفاری، حضرت عمار، حضرت یاسر، حضرت طلحہ اور باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم، حضرت امام نخعی، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام بیھقی، اور دیگر ائمہ اسلام وصالحین کرام اولیاء عظام علیہم الرحمہ کی شان میں اشعار کہے ھیں یا نہیں۔

امام اھلِ سنت سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز جملہ اولیاء کرام و صالحین عظام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کے حد درجہ عقیدت مند و مؤدب عالم دین ھیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ھر بزرگ کی شان میں اشعار بھی کہیں۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کو حضور خواجہ غریب نواز سے کیسی عقیدت و محبت تھی اس کے جلوے ان کے فتاوی میں جا بجا نور افشاں نظر آتے ھیں۔ ایک فتوی آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور کام و دھن کو معطر و معنبر و مطہر و منور کریں:

اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری و مزار پر انوار کو (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب.

جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی اس کے خلافت میرا اعلان جنگ ہے۔

اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل و کوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتا اور فضل عظیم و خیر جسیم سے محروم ہے کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ فی الترضی (جیسا کہ امام محقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ نے ترضی میں بیان فرمایا ہے) اور اس کا مبنی وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا

شکایت۔

ماعلی مثله بعد الخطاء
(خطاء کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔)

اپنے نام سے لفظ غلام اس بنا پر ہے کہ حضور خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم، قال للہ الیس فی جہنم مثوی للمتکبر ین (اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: کیا نہیں جہنم میں ٹھکانا متکبرین کا۔ت) اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین وغلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں وللکافرین عذاب مہین. (اور کفار کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے)

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی منقبت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالی گمراہوں کو ھدایت اور جاھلوں کو علم عطا فرمائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدهلوی.*

(۴۵۵) سوال (۱) زید ایک ایکڑ زمین کا مالک ھے اس میں اس نے دھان کی کھیتی کی جو کل بیس ھزار روپے کی ھوئی ھے جبکہ اس میں لاگت بیس ہزار سے بھی زائد لگی ھے تو دریافت طلب امر یہ ھیکہ اب اس میں سے عشر دینا واجب ھے یا نہیں اور اگر دینا واجب ھے تو کیا زید قرض لیکر عشر ادا کریگا؟؟

سوال (۲) زید نے بکر کی ایک ایکڑ زمین تیس ھزار روپیہ میں ایک سال کے لئے کرایہ پر لی اور اس میں کھیتی کی لیکن پورا سال کھیتی کرنے کے باوجود زید کو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوا بس بکر کے بمشکل وہ تیس ھزار روپے ادا کر پایا جو اس سے طے ھوا تھا تو کیا اس صورت میں بھی اس پر عشر واجب ھے؟

سوال (۳) بعض اوقات ایسا ہوتا ھے کہ کسان اپنی زمین یا کرایہ پر زمین لیکر اس میں کھیتی کرتا ھے اور پورا سال کھیتی کرنے کے باوجود اسے کوئی فائدہ نہیں ھوتا جتنا اس کا خرچ ھوتا ھے اتنے ھی کی اس کی فصل ھوجاتی ھے تو اس صورت میں کیا حکم ھے؟ آجکل ھمارے یہاں پر یہ مسئلہ بھت چل رھا ھے اور لوگ طرح طرح کے اعتراض بھی کر رھے ھیں کہ جب اسلام نے باب زکوہ میں قرض کا اعتبار کیا ھے تو پھر یہاں پر قرض کا اعتبار کیوں نہیں ھے کہ کسان جو کھیتی کرنے میں لاگت لگاتا ھے وہ بھی ایک طرح کا قرض ھے پھلے اسے نکالا جائے پھر جو فائدہ ھو اس پر عشر ھونا چاھئے نہ کہ اس پر بھی جو مزدوروں کھاد دوائیوں کٹائی اور ڈھلائی والوں کی اجرت میں دیا گیا ھے کیونکہ اسلام دین یسر ھے نہ کہ دین عسر، لھذا مفتی صاحب قبلہ سے عرض ھے کہ اس مسئلہ کے تمام گوشوں کی بالتفصیل وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ھوں

السائل محمد انیس الرحمن قادری خادم مدرسہ نور مصطفے ماٹ کھیڑا بلاسپور رامپور یو پی

بسم الله الرحمن الرحیم. الجواب بعون الله الوهاب :

مذکورہ تمام صورتوں میں کاشتکار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے (پانی اگر خرید کر لگایا گیا ہے تو عشر ہے ورنہ نصف عشر)، اور عشر کی ادائیگی زمین کی کل پیداوار سے کی جانے گی، اس میں سے کسی قسم کا کوئی خرچ نہیں نکالا جائے گا۔ پیداوار کم ہو یا زیادہ عشر بہر صورت واجب ہے، یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک ایک صاع پیداوار پر بھی عشر ادا کرنا واجب ہے، اس واجب کی ادائیگی اسی زمین سے پیدا ہونے والے غلہ سے کی جائے گی۔ چونکہ عشر واجب ہونے کے لیے نصاب، اس نصاب کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا، اس نصاب پر سال گذرنا اور کاشتکار کا عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں ہے، لہذا کاشتکار کا مقروض ہونا عشر کے وجوب میں مانع نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ اور عشر کے درمیان ایک فرق یہ ہے کہ زکوۃ کا سبب اس نصاب کی ملک تام ہے جو دَین اور حاجت اصلیہ سے فارغ ہو، وہ حقیقتاً یا حکماً مال نامی ہو اور اس پر سال گذر گیا ہو، جہاں یہ ساری چیزیں پائی جائیں گی زکوٰۃ کا حکم اس کی طرف متوجہ ہوگا اور اس شخص پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا اور یہ عبادت مالیہ محضہ ہے، برخلاف عشر کے؛ کہ عشر کا سبب قابلِ کاشت زمین سے حقیقتاً حاصل ہونے والی پیداوار ہے، خواہ کاشتکار اس زمین کا مالک ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ وقف اور کرایہ کی زمین سے ہونے والی پیداوار پر عشر واجب ہے، پیداوار ایک ہی صاع ہو، کاشتکار نابالغ یا مجنون، یا مکاتب، یا کاشتکاری کا مجاز ہو، بہر صورت عشر واجب ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان فرماتے ہیں کہ عشر عبادت مالیہ محضہ نہیں ہے، بلکہ یہ من وجہٍ زمین کی اجرت ہے، جو بہر حال ادا کرنا ہوگی، خواہ کاشتکار نے اس پر کتنا ہی خرچ کیا ہو۔

اب آیئے ذیل میں مذکورہ احکام ومسائل سے متعلق فقہاء کرام ارشادات ونصوص دیکھتے ہیں:

درمختار مع ردالمحتار، جلد 3،صفحہ 174، 175 پر ہے :

سبب افتراضها (الزكوة)ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الأصلية نام ولو تقديرا.

اور اسی میں صفحہ 264، 265 پر ہے :

يجب العشر في عسل (وإن قل)أرض غير الخراج بلا شرط نصاب و بقاء و حولان حول، لأن فيه معنى المؤنة. ولذا كان للإمام أخذه جبرا. ويجب مع الدين و في أرض صغير و مجنون و مكاتب و مأذون ووقف.انتهى ملخصا و ملتقطا.

علامہ شامی علیہ الرحمہ (لأن فیه معنى المؤنة) کے تحت فرماتے ھیں:

معنى مؤنة الأرض أي أجرتها فليس بعبادة محضة.(ردالمحتار 266/3)

اور اسی صفحہ پر چند سطور کے بعد لکھتے ھیں:

ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج، لأنه يجب في الخارج لا في الأرض، فكان ملكه لها و عدمه سواء.

اور صفحہ 267 پر فرماتے ھیں:

سببه الأرض النامية بالخارج تحقيقا.

یہاں سے معلوم ھوا کہ عشر سے بچنے کے لیے لوگوں کا طرح طرح کی باتیں بنانا، حیلے بہانے پیش کرنا اور قرض و لاگت وغیرہ کی مجبوریاں بیان کرنا غلط و بے جا ھے۔ کیا مقروض انسان یا جس کی کھیتی میں لاگت سے بھی کم پیداوار ھو وہ شخص اپنے گھریلو اخراجات اور روزمرہ کی زندگی گذارنے کے لیے ضروریات ختم کر دیتا ھے؟ کیا ایسا شخص اپنی ضرورت و حاجت کے لیے دوسرے کام نہیں کرتا؟ کرتا ھے اور ضرور کرتا ھے، لہذا جس طرح وہ زندگی کے باقی معاملات کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ھے اسی طرح اس وقت بھی کرے، عشر یا نصف عشر ایک لازمی حق ھے جو بہر حال ادا کرنا ھوگا، اس سے نہ تو مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور نہ آفات و حوادث گھیر لیں گے، یہ سب شیطانی وسوسے اور ابلیسی دھوکے ھیں، ان کو ذھن و دماغ سے نکال پھینکنا لازم ھے، حکم شریعت پر عمل کرنے میں عافیت و سلامتی ھے اور اسی میں خیر و برکت ھے۔ اللہ تعالی پر توکل چاہیے، تنگی و پریشانی وھی دور فرماتا ھے۔ رب کریم ارشاد فرماتا ھے:

{وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا. (سورة الطلاق، آيات 2،3)*

هذا ما عند الفقير والعلم بالحق والصواب عند العليم الخبير و هو سبحانه و تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.*

(۴۵۶)

क्या फरमाते है उलेमा ए दींन इस मसले में

,अहले ,देवबंदी,वहाबी ,अगर आपका पडोसी जैद कहता है ,

हदीस,सिया है तो उसका जवाब वो खुद देगा।

,परेशान है तो इसका जवाब आपको देना होगा। ,तंगदस्त अगर वो भूका

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب :

زید ٹھیک ھی تو کہتا ھے، بے شک دیوبندی، وھابی، رافضی وغیرہ کو عند اللہ اپنے کفر وارتداد کا خود ھی جواب دینا ھوگا، اور انہیں یہ بتانا ھوگا کہ انہوں نے ایمان پر کفر کو، ھدایت پر گمراھی کو سچ پر جھوٹ کو اور حق پر باطل کو کیوں ترجیح دی۔

اسی طرح کافر و مرتد پڑوسی کے ساتھ بھوک، پیاس، تنگدستی، پریشانی، آفت و مصیبت اور مجبوری و معذوری کی حالت میں ان کے ساتھ سلوک کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا، کیا یہ سب کچھ کرنے سے پہلے تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ رشتہ ایمانی ختم ھوجانے کے بعد خونی اور خاندانی رشتے بھی کالعدم قرار دیدیئے جاتے ھیں۔ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نے جب ایمان سے اپنا رشتہ توڑ لیا تو فرمایا گیا:

إنه ليس من أهلك.

یقیناوہ تمہارے اھل سے نہیں۔

ھاں فرق یہ ھے کہ کفار و مرتدین کا کوئی شفیع و حامی اور دوست و مددگار نہ ھوگا۔ اور ایمان والوں کی مدد و شفاعت کے لیے رحمت عالم، محسن انسانیت، شفیع امت، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ھوں گے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري الدهلوي.

(۷۵۴) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان ذوی الاحترام اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹر محمد اقبال جو ہندوستان کا مشہور شاعر گزرا ہے اس کے بارے میں علمائے اہلسنت کا موقف کیا ہے۔ کیا اس پر کفر کا فتوٰی ہے اگر ہے تو کس کا اور سبب کفر کیا ہے کیا اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی تھی مع حوالہ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں

المستفتی: محمد عمر رضوی مدرسہ الجامعہ القادریہ رچھا اسٹیشن ضلع بریلی شریف یوپی انڈیا، ۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۸ء

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب :

ڈاکٹر اقبال کے عقائد و نظریات جس حد تک ھمیں معلوم ھیں ان سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ وہ مضبوط سنی مسلمان تھے، ھاں ان کے کچھ اشعار پر اھلِ علم نے ان کی ضرور گرفت کی ھے اور ان کو غلط قرار دیا ھے، بلکہ محدث الوری حضرت مولانا دیدار علی صاحب علیہ الرحمہ نے تکفیر فرمائی اور اسی فتوی تکفیر کو مولانا طیب علی دانا پوری نے تجانب اھل السنۃ نامی کتاب میں آگے بڑھادیا۔ ھماری دانست میں اقبال کی تکفیر کے مسئلہ کو جماعت میں کوئی قبول عام حاصل نہیں ھوسکا، یا پھر کسی مصلحت کی وجہ سے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ کوئی موقف سامنے نہیں آیا۔

فقیر قادری کی بھی اس سلسلہ میں کوئی ذاتی تحقیق نہیں، فقیر تادم تحریر اقبال کو سنی مسلمان جانتا ھے، اس بات پر اقبال کا وصیت نامہ جو مطبوع و دستیاب ھے شاھد ھے کہ وہ خود بھی اھلِ سنت سے تھے اور اپنے بیٹے جاوید کو بھی اسی طریقہ پر گامزن رھنے کی وصیت کی ھے۔ اگر کسی کے پاس اقبال کے قطعی کفریات اور ضروریات دین کے انکار پر مشتمل کوئی معتمد بات ھو تو مطلع فرمائیں تا کہ کتاب وسنت اور دلائل شریعت کی روشنی میں اس پر عمل کیا جا سکے۔ اقبال کے جو اشعار قابلِ گرفت ھیں وہ اگر چہ ایسے نہیں کہ ان کے مضامین کو بے داغ قرار دیا جائے، تاھم وہ اشعار مجھ بے مایہ کی نظر میں معنی کفر میں متعین بھی نہیں ھیں، لہذا ان کی وجہ سے فقیر تکفیر نہیں کرتا۔ بہتر یہ ھے کہ اس سلسلہ میں جماعت کے اکابرین اور مشاھیر سے رابطہ کیا جائے، جن کی تحقیق کامل اور علم نافع اور فتوی جامع ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی.

(۴۵۸) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے حضور عرض یہ کرنا ہے کہ بابا رام دیو جس کمپنی کا مالک ہے اس کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ اپنی دواؤں میں گوموتر ملاتا ھے تو کیا بطور دوا انکو استعمال کر سکتے ہیں نیز وہ ورزش کے طریقے بتاتا ہے انکو کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کسی مرض کے لئے وہ منہ سے کوئی دوا بتائے تو اس کا استعمال جائز ہے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد طاہر القادری دار العلوم گلشن اسلام کنور اباز پور اترا کھنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اگر یہ خبر محض بازاری افواہ نہیں ھے، بلکہ حقیقت پر مبنی ھے جس سے اس بات کا ظن غالب حاصل ھو جاتا ھے کہ شخص مذکور اپنی کمپنی کی دواؤں میں گوبر اور پیشاب کا استعمال کرتا ھے تو اس کی دواؤں کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔

فإن أكبر الرأي وغالب الظن ينزل منزلة التحقيق واليقين عند الفقهاء رحمهم الله تعالى.

تمام جانوروں کا پیشاب ناپاک ھے، خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ھو یا نہ کھایا جاتا ھو۔ جمہور فقہاء کرام رحمھم اللہ تعالی کا یہی موقف ھے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمھما اللہ تعالی کا مذھب ے، چنانچہ امام علاء الدین سمرقندی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

ثم ما ذكرنا أنه نجس من الأدمي فهو نجس من سائر الحيوانات من الأبوال والأوراث ونحوها عند عامة العلماء. إلا أنه قد سقط اعتبار نجاسة بعضها لأجل الضرورة. وقال أبو حنيفة و أبو يوسف نجس، لكن يباح شربه للتداوي عند أبي يوسف، و عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى

لایباح. (تحفة الفقهاء 50/1)

البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک علاج کے طور پر استعمال کرنے کی گنجائش ہے؛ بشرطیکہ کسی معتبر مسلمان معالج نے اس کا مشورہ دیا واور اس کا کوئی جائز متبادل موجود نہ ہو*

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نہایہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ھیں:*

يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أنه فيه شفاءه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (ردالمحتار 480/7)*

اس لیے گائے کا پیشاب پینا یا پیشاب ملی ھوئی دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں، بالخصوص ایسی صورت میں کہ اگر اس سے فائدہ ھوتا بھی ھوتو یہ کوئی ایسی دوا نہیں ھے کہ اس کا کوئی حلال متبادل موجود نہ ھو، نیز اس میں ممانعت و ناجائز ھونے کا ایک اور پہلو بھی ھے، اور وہ یہ ھے کہ اس کا مقصد صرف علاج نہیں ھے، بلکہ لوگوں کے دلوں میں گائے کا تقدس اور اس کی عظمت بیٹھانا بھی اس کا ایک اھم مقصد ھے، تاکہ یہ گائے کے پجاری اور اس کے پیشاب کی چسکیاں لگانے والے لوگوں کو گاؤ پرستی کی طرف لے جائیں اور ان کے ذھن و دماغ میں گائے کی معبودیت کا تصور پیدا کریں ؛اس لئے بہ مقابلہ دوسری ناپاک دواؤں کے گائے کے پیشاب سے آلودہ دوا کا استعمال زیادہ ناجائز و گناہ ھے۔ خلاصہ یہ ھے کہ ایسی ناپاک دوا کا استعمال ھرگز جائز نہیں ہے۔

یہ شخص اگر ورزش کا کوئی ایسا طریقہ بتاتا ھے جس میں شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم آتی ھے تو اس پر عمل کرنا ھرگز جائز نہیں ھے۔ حدیث شریف میں ھے:

لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف. (صحيح بخاري، حديث نمبر 7257. صحيح مسلم، حديث نمبر 4871. وللفظ لمسلم عن علي رضي الله تعالى عنه)*

ھمیں ان مسلمانوں پر حیرت ھوتی ھے جو کفار و مشرکین کو کسی بھی معاملہ میں اپنا پیشوا اور آئیڈیل مانتے ھیں، الحمدللہ سچا مسلمان کسی مشرک سے دینی یا دنیوی کسی بھی معاملہ میں مدد طلب نہیں کرتا۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ھیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے کے لیے ایک مشرک شخص آپ کے پیچھے پیچھے ھولیا اور کہنے لگا میں آپ کے ساتھ جہاد کروں گا، آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ھے؟ بولا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوٹ جاؤ،

فإنا لا نستعين بمشرك؛ کیونکہ ھم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ اب آپ نے اس سے دوبارہ ارشاد فرمایا اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ھے؟ وہ کہنے لگا جی ھاں، اب آپ نے اس کو ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

(مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 24431. سنن أبي داود، حدیث نمبر 2734)*

مسلمان کو چاہیے کہ اپنے دین اور دنیا دونوں کے معاملات میں کسی مشرک کو رہبر نہ بنائیں، اسی میں بھلائی اور عافیت ھے منہ سے دوا بتانے کا اگر یہ مطلب ھے کہ وہ شخص کسی ناپاک چیز کے استعمال مثلاً گائے کے پیشاب یا گوبر سے ملی ھوئی دوا استعمال کرنے کی بات کرتا ھے تو اس کی بات ھرگز نہ مانیں، بلکہ اس کو اٹھا کر دیوار پر ماردیں، اور اگر کسی ناپاک و ناجائز چیز یا دوا کی بات نہیں کرتا، بلکہ جائز و پاک چیز استعمال کرنے کی بات کرتا ھے تو پھر دیکھ لیں، دل چاھے تو مانیں ورنہ نہ مانیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری. خادم الإفتاء و القضاء بجامعۃ مدینۃ العلم، کبیر نگر، دھلی 94.

(۴۵۹) حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں کام کاج کے سبب اقامت اختیار کر چکا ہے۔ اور گھر سے اس شہر کی دوری ۹۲ کیلومیٹر سے زیادہ ہے۔ تو جب وہ اپنے وطن اصلی میں ۱۵ دنوں سے کم کے ارادہ سے جائے تو وہ مسافر ہے یا نہیں؟ اور اقامت والی جگہ سے اس شخص کا سسرال بھی ۹۲ کیلومیٹر سے زیادہ ہے اور سسرال جانے پر ۱۵ دنوں سے کم کی صورت میں وہ مسافر ہوا یا نہیں؟

السائل: میر ارشد عالم رضوی ضیائی کولکاتا بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اگر وہ شخص اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں اس طرح اقامت اختیار کر چکا ھے کہ آبائی وطن میں اس کے اھل وعیال اور اسباب ومکان وغیرہ باقی نہ رھے بلکہ اس نے اسی دوسرے شہر کو اپنا وطن اصلی بنالیا تو آبائی وطن اس کے لیے وطن اصلی نہ رھا، لہٰذا وہ شخص جب بھی یہاں مسافت شرعیہ طے کر کے پہنچے گا اور پندرہ دن سے کم اقامت کے ارادے سے ٹھہرے گا وہ مسافر شرعی ھوگا۔

ھاں اگر آبائی وطن سے پورے طور سے ھجرت نہیں کی ھے، بلکہ اس کے اھل وعیال دونوں جگہ رھتے ھوں تو دونوں وطن اصلی ھیں، لہذا دونوں جگہ بغیر قصر کے مکمل نماز پڑھے گا۔

فتاوی ھندیہ جلد 1 ص 157 پر ھے:

یبطل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي إذا انتقل عن الأول بأهله. و أما إذا لم ینتقل بأهله و لكنه استحدث أهلا ببلدة أخرى فلا یبطل وطنه الأول و یتم فیهما.

جب سسرال مسافت شرعیہ پر واقع ہے اور وہ شخص سسرال می اپنے اھل وعیال کے ساتھ نہیں رھتا ہے تو وھاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ھوتو قصر کرے گا۔واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری

(۴۶۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس پانچ لاکھ روپے نقد موجود ہیں جن پر پورا ایک سال گزر گیا ہے نیز اس کے تین لاکھ روپے خالد پر پانچ سال سے قرض ہیں اور زید کے دو لاکھ روپے قاسم پر تین سال سے قرض ہیں پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی اس رقم پر جو خالد اور قاسم پر ادھار آ رہی ہے زکوۃ واجب ہے یا نہیں اگر واجب ہے تو کیا ایک سال کی یا جب سے وہ رقم ادھار دی ہے ہر سال واجب ہوئی اگر ہر سال واجب ہوئی تو زکوۃ کس طرح ادا کرے مع حوالہ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے علم وفضل میں برکت فرمائے

السائل محمد عمر سمراوہ ضلع بریلی یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:

زید کے پاس جو رقم موجود ھے اس پر قمری سال گذرنے کے بعد فوراً زکوۃ کی ادائیگی واجب ھے،اور جو رقم خالد اور قاسم پر قرض ھے اگر یہ قرض دین قوی کے زمرے میں آتا ھے جیسے کسی کو ھاتھ ادھار دیا ھو یا کوئی مال تجارت ادھار فروخت کیا ھو یا کسی مال تجارت مثلاً مکان یا زمین کا کرایہ دین ھوتو ان سب صورتوں میں اس قرض پر ھر سال زکوٰۃ فرض ھوتی رھے گی ،البتہ اس کی ادائیگی اس وقت واجب ھوگی جب مقدار نصاب کا پانچواں حصہ وصول ھوجائے،اگر پانچویں حصہ سے کم وصول ھوتو ادائیگی واجب نہیں۔مثلاً صورت مذکورہ میں اگر زید کے نصاب کی مقدار فرض کر لیجیے پچاس ھزار(50000)روپئے ھے اور اس کے خالد وقاسم پر پانچ لاکھ(500000)روپئے قرض ھیں تو ان پر زکوٰۃ تو ھر سال فرض ھوتی رھے گی،لیکن ادائیگی اس وقت واجب ھوگی جب کہ ان پانچ لاکھ سے کم از کم دس ھزار(10000)روپئے وصول ھوجائیں۔

درمختار مع تنویر الأبصار مع ردالمحتار جلد 3 ص 236،237 پر ھے:

واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوي و متوسط و ضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصابها و حال الحول، لكن لا فوراً، بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم.

اور اگر صورت مذکورہ میں خالد وقاسم لاپتہ ھوگئے، یا انہوں نے زید کا مقروض ھونے سے انکار کر دیا اور زید

کے پاس گواہ بھی نہیں ھیں ،الغرض قرض کی واپسی کی کوئی امید نہ ھوتو اب زید پر اس مال قرض کی زکوۃ دیناواجب نہیں ۔پھر اگرخوش قسمتی سے انہوں نے قرض لوٹا دیا تو ایسی صورت میں گذشتہ سالوں کی زکوۃ فرض نہیں ھے(ردالمحتار 3/184)۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری الدھلوی ،خادم الإفتاء و القضاء بجامعة مدینة العلم، کبیر نگر، دلھی 94.

(۴۶۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب،وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

کسی پتھر وغیرہ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو انگوٹھی وغیرہ میں لگا کر پہننے سے قسمت بدل جاتی ھے ، یا اس کے اثر سے خیر و برکت حاصل ھوتی ھے، مالداری و دولت ملتی ھے، مصیبتیں اور بلائیں ٹلتی ھیں، دکھ درد دور ھو جاتے ھیں، بیماریاں اور پریشانیاں ختم ھو جاتی ھیں یا فلاں پتھر کا استعمال کامیاب بنا دیتا ھے اور فلاں پتھر برباد کر دیتا ھے، پتھروں کے ساتھ یہ سارے خیالات و اعتقادات محض جاھلانہ و غیر اسلامی ھیں، ان میں شرک و جاھلیت کی بو آتی ھے، اس قسم کے خیالات کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ھے. کسی پتھر میں نفع ونقصان کی بالذات کوئی تاثیر نہیں پائی جا سکتی. جو شخص کسی پتھر کو بالذات نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ھے وہ مشرکانہ عقیدہ رکھتا ھے، اس پر اس عقیدے سے توبہ کرنا فرض ھے۔*

* ھاں عقیق، الماس، نیلم، مونگا وغیرہ کوئی بھی پتھر زینت و آرائش کے جائز مواقع پر استعمال کیا جا سکتا ھے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ھے کہ ان پتھروں کے بارے میں ھرگز ھرگز یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ یہ بالذات کوئی تاثیر رکھتے ھیں، ان سے قسمت بنتی سنورتی ھے، کامیابی و کامرانی ملتی ھے، دولت وثروت حاصل ھوتی ھے، آفات و بلیات کافور ھوتی ھیں اور خیرات و برکات کا نزول ھوتا ھے. یہ سب اوھام وخیالات اور زنانہ ومشرکانہ نظریات ھیں. ان اوھام و خیالات، اعتقادات ونظریات اور خرافات وجہالات سے باز رھنا ضروری ھے۔*

* ھاں یہ ممکن ھے کہ اللہ تعالی نے پتھروں میں طبی اعتبار سے کچھ فوائد وخصوصیات رکھی ھوں، جنہیں اس فن کے ماھرین جانتے ھوں، اگر ایسا ھو تو جیسے دیگر جائز دواؤں کا استعمال درست ھے ویسے ھی ان پتھروں کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں ھے. اسی طرح یہ بھی ھو سکتا ھے کہ اللہ تعالی نے کچھ پتھروں کے رکھنے اور استعمال کرنے کو خیر و برکت کا سبب وذریعہ بنایا ھو، لیکن یہ پتہ لگانے کے لیے کہ کون پتھر خیر و برکت کا ذریعہ ھے وھم وگمان اور اٹکل وافواہ

پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے شریعت مطہرہ سے کسی نص ثابت کا ھونا ضروری ھے، جو کم از کم ھم جیسے بے بضاعت کی معلومات میں نہیں ھے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیجیے کہ طبی فوائد کا سعد و نحس کے اثرات سے کوئی علاقہ نہیں ھے۔

عقیق وغیرہ پتھروں کی تاثیر سے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ھیں ان میں سے چند روایات محدثین کے بیان کردہ احکام کے ساتھ حاضر ھیں:

تختموا بالزبرجد فإنه يسر لا عسر فيه.*

زبرجد کی انگوٹھی پہنا کرو؛ کیونکہ اس میں آسانی ھے کوئی دشواری نہیں.*

اس روایت کے بارے میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

قال شيخنا إنه موضوع.(المقاصد الحسنة،ص 153.حدیث نمبر 319)*

ھمارے شیخ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ھے کہ یہ حدیث موضوع ھے.

من تختم بالعقيق لم يزل يرى خيرا.*

جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنے گا وہ ھمیشہ بھلائی دیکھے گا.

اس کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ھیں:

هو باطل.(أيضا،ص 154)

یہ روایت باطل ھے.

⍰تختموا بالعقيق.

عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو※

عقیق کی انگوٹھی پہننے سے متعلق یہ روایت مختلف طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ھے مگر وہ سارے طرق واھی و ضعیف ھیں جن سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ھوسکتا※

*عقیق کی انگوٹھی پہننے سے متعلق روایات کو امام ابن جوزی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، امام سخاوی اور علامہ عجلونی علیھم الرحم※ نے اپنی اپنی تصنیفات میں موضوع و باطل اور بے اصل و بے بنیاد قرار دیا ھے، جبکہ کچھ طرق کو ضعیف یا شدید ضعیف ٹھہرایا ھے۔

علامہ سخاوی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

حديث تختموا بالعقيق،له طرق كلها واهية. (أيضا،ص 153)

اس حدیث کے بہت سے طریق ھیں جو سب کے سب واہی ہیں۔
امام سخاوی نے ان طرق میں سے چند طرق کے الفاظ اس طرح بیان کیے ھیں:

من تختم بالعقيق لم يقض له إلا الذي هو أسعد.
جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنے گا تقدیر اس کے لیے انتہائی نیک بختی مقدر کردی جائے گی۔
اس کی سند میں یعقوب بن ولید ھے جسے امام احمد بن حنبل اور امام ابوحاتم وغیرھما نے کذاب کہا ھے۔
(المقاصد، ص153)

تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر.
عقیق کی انگوٹھی پھنو؛ کیونکہ وہ فقر و محتاجی کو دور کرتا ھے.
تختموا بالعقيق فإنه أنجح للأمر.
عقیق کی انگوٹھی پھنو؛ کیونکہ وہ کام کو زیادہ کامیاب بناتا ھے.
تختموا بالياقوت فإنه ينفي الفقر.
یاقوت کی انگوٹھی پہنو؛ کیونکہ وہ محتاجی دور کرتا ھے
اس طرح کی اور بھی کئی روایات ھیں جن سے یہ ظاھر ھے کہ مذکورہ پتھروں کا استعمال خیر و برکت لاتا ھے
طوالت کے خوف سے ھم نے باقی روایات پر گفتگو نہیں کی۔ خلاصہ یہ ھے کہ اولاً تو ان میں سے اکثر روایات موضوع و من گھڑت اور باطل و بے اصل ھیں، جب کہ بعض روایات شدید ضعیف و واھی ھیں جن سے کسی قسم کا کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ھوسکتا۔ دوسری بات یہ ھے کہ اگر ان روایات میں سے کوئی روایت بطورِ محدثین کسی نہ کسی طرح ثابت بھی ھوجائے اور اس کی اصل معلوم ھوجائے تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان پتھروں میں بالذات کوئی تاثیر پائی جاتی ھے، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس روایت میں پتھر کی جانب برکت وغیرہ کی جو نسبت مذکور ھے وہ مجازی ھے جیسے أنبت الربيع البقل (موسم بہار نے سبزی کو اگایا) میں نسبت مجازی ھے۔ والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري.

(۴۶۲) مسئلہ ظہار کے الفاظ اگر عورت ادا کرے تو کیا حکم ہے؟
المستفتی: محمد صدام رضا کٹرا۔

بسم الله الرحمن الرحيم. الجواب بعون الله الوهاب:*
عورت کا ظہار کے الفاظ ادا کرنا لغو و عبث ھے؛ کیونکہ عورت کو جس طرح طلاق کا اختیار نہیں ھے اسی طرح

ظہار کا بھی اختیار نہیں ھے۔الجوھرۃ النیرۃ جلد 2 ص 226 پر ھے:

ولا تكون المرأة مظاهرة من زوجها عند محمد. وقال أبو يوسف تكون مظاهرة. والفتوى على قول محمد و هو الصحيح. (و) إنها لا تملك التحريم كالطلاق. والله تعالى أعلم بالصواب.

(۴۶۳) السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں ذیل کے مسئلے میں کہ زید کے پاس جتنی بھی مسجد یں ہیں ان میں مائک میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے تو زید نماز کیسے ادا کرے؟

المستفتی:

بسم الله الرحمن الرحيم.

الجواب بعون الله الوهاب. وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته:

زید ایسی جگہ کھڑا ھوجائے جہاں امام یا مکبر کی اصل آواز پہنچتی ھو۔ والله تعالى أعلم بالصواب.

(۴۶۴) السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام عرض یہ ہے کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام مسئلہ ذیل میں:

زید جوکہ سعودی عرب میں کام کرتا ہے اور اب وہ ایک لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جو انڈیا میں رہتی ہے تو کیا زید اس لڑکی کے ساتھ موبائل فون سے وائس یا ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرسکتا ہے؟ یا کسی اور ذریعہ سے نکاح کرسکتا ہے اگر شریعت کی روشنی میں کوئی صورت ہو تو شرعا جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد مشکور احمد، بریلی شریف

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين. والصلاة والسلام على سيدنا محمد رسول الله النبي الأمي الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين.*

الجواب بعون الله الوهاب: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

موبائل/فون، انٹرنیٹ، واٹس ایپ، ایمیل، فیس بک وغیرہ کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ھوسکتا؛ کیونکہ ایجاب وقبول جوکہ نکاح کے ارکان ھیں ان کا ایک مجلس میں ھونا ضروری ھے، جب کہ فون اور انٹرنیٹ سے نکاح کی صورت میں عاقدین (لڑکے اور لڑکی) کی مجلسیں الگ الگ ھیں، لہذا اس طرح نکاح نہیں ھوسکتا۔

فتاوی ھندیہ جلد 1 ص 395 پر ھے:

و أما ركنه فالإيجاب و القبول.

یعنی ایجاب وقبول نکاح کے ارکان ھیں۔

اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ھونے کے لئے بہت سی شرطیں ھیں، ان میں سے دوشرطیں انتہائی اھمیت کی حامل ھیں:

☐ 1 ومن شرائط الإیجاب والقبول اتحاد المجلس ۔(الدر المختار مع رد المحتار 4 / 76)*

نکاح میں ایجاب وقبول کے صحیح ھونے کے لئے جانبین کی مجلس کا ایک ھونا شرط ھے*

لہٰذا اگر مجلس نکاح میں جانبین میں سے کوئی ایک یا اس کا وکیل موجود ھو، اور دوسری جانب سے نہ خود کوئی موجود ھو اور نہ اس کا وکیل موجود ھو؛ بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون، یا واٹس ایپ، یا ایمیل، یا انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی اور طریقے سے ایجاب وقبول کرتا ھو تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ھوگا۔

فتاوی ھندیہ ج 1 ص 297 پر ھے:

إذا كان أحدهما غائبا لم ينعقد.

جب دونوں میں سے ایک حاضر نہ ھو تو نکاح منعقد نہیں ھوگا۔

☐ 2 وشرط حضور شاهدين. (الدر المختار 87/4)

نکاح کی درستگی کے لیے دو گواھوں کا حاضر ھونا شرط ہے۔

ٹیلیفونی نکاح میں یہ شرط بھی نہیں پائی جاتی؛ کیونکہ عاقدین کی مجلسیں مختلف ھونے کی وجہ سے دونوں گواھوں کا ایک مجلس میں حاضر ھونا ممکن نہیں۔

دوسرے ملک یا دوسرے علاقہ میں رھنے والے مرد وعورت فون وغیرہ جدید مواصلاتی ذرائع کو واسطہ بنا کر مندرجہ ذیل طریقہ کے مطابق نکاح کر سکتے ھیں:

لڑکا اور لڑکی اگر دو مختلف شہروں یا دو مختلف ملکوں میں ھوں اور آپس میں نکاح کرنا چاھتے ھوں تو لڑکا یا لڑکی یا دونوں کسی شخص کو فون وغیرہ کے ذریعہ اپنے نکاح کا وکیل بنا دیں، اب وہ وکیل اپنے موکل کی جانب سے ایجاب وقبول کرلے۔ مثلاً صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکا سعودیہ میں رھتا ھے اور لڑکی ھندوستان میں رھتی ھے تو وہ فون کے ذریعہ ھندوستان میں لڑکی جہاں رھتی ھے وھاں کسی معتمد شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے، وہ وکیل لڑکی سے یا لڑکی کے وکیل سے اپنے موکل کے حق میں ایجاب وقبول کرلے۔ اسی طرح یہ بھی ھوسکتا ھے کہ لڑکی سعودیہ میں کسی شخص کو اپنے

نکاح کا وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے سے ایجاب وقبول کرلے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۶۵) حضور فقیہ العصر قبلہ مدفیضہ سلام ورحمت

علم غیب، اطلاع علی الغیب، اخبار من الغیب اور انباء عن الغیب میں کیا فرق ہے

خدارا وضاحت فرق سے نوازے ایک دیوبندی مولوی تشویش میں ڈالا ہوا ہے حالانکہ میں نے اپنی استطاعت کے مطابق جواب دیا ہے۔

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

دیوبندیوں کا کام تخریب وتفسید، تلبیس وتدلیس، تشویش وتحریش، تحریف وتصحیف، تکفیر وتفسیق، تضلیل وتجہیل اور تخلیط وتدجیل ھی ھے۔ سیدھی سادھی باتوں کو الجھا دینا اور بات کا بتنگڑ بنائے گھومنا ان کے بائیں ھاتھ کا کھیل ھے۔ ان دنوں دیوبندی نت نئی چالیں چلنے میں کچھ زیادہ ھی مصروف وسرگرم ھیں؛ کیونکہ ھندو پاک کے اھلِ سنت سے وابستہ افراد ساری مصروفیات کو ثانوی درجہ میں رکھ کر اس وقت گھریلو جہاد اور خانگی مسائل کو چن چن کر کھودر ھے ھیں اور ایسے ایسے گڑے مردے کھودر ھے ھیں جن کی ھڈ یاں بھی نہ جانے کب کی گل سڑ کر برابر ھوگئی ھوں گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ جو کہ کتاب وسنت کی صدھا نصوص صحیحہ صریحہ سے ثابت ھیں ان کے انکار کے لیے دیوبندی ھمیشہ سے پینترے بازی کرتے رھے ھیں، کبھی کہتے ھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن امور غیبیہ کے بارے میں خبر دی ھے وہ علم غیب نہیں، بلکہ اخبار عن الغیب ھے، کبھی کہتے ھیں وہ اطلاع علی الغیب ھے، کبھی راگ الاپتے ھیں کہ وہ انباء الغیب کے قبیل سے ھے، کبھی کہتے ھیں کہ وہ وحی ھے۔ ان سب باتوں کا مقصد صرف اور صرف یہ ھے کہ اس طرح مسلمانوں کے ذھن ودماغ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کا تصور ختم کردیا جائے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام انسان کی صف میں لاکر کھڑا کردیا جائے۔

جو راگ دیوبندی الاپتے ھیں کچھ اسی سر میں غیر مقلدین بھی بولتے ھیں۔ ھمیں ان عقل ودماغ سے عاری وخالی بددینوں کی باتیں سن سن کر انتہائی افسوس ھوتا ھے کہ آخر ان سر پھروں نے ایک صاف وشفاف اور روشن وواضح بات کو کیونکر گنجلک ودھندلک بنا رکھا ھے۔

پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مخلوقات کے تمام علوم ومعارف اور جملہ کمالات و

اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالی کے عطا کردہ ھیں، کسی کے پاس ایسا کوئی علم وکمال ھو ھی نہیں سکتا جو اس کی اپنی ذات کی جانب سے ھو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب، علوم ومعارف اور کمالات واختیارات بھی رب کریم جل مجدہ کی ھی عطا سے ھیں، آپ نے جن بے شمار غیبی علوم کی خبر دی ھے وہ بھی یقیناً اللہ تعالی کے بتانے سے دی ھے، یہی ھم اھلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ھے اور اسی عقیدہ کے ھمارے اسلاف وعلماء ھمیشہ اپنی تقریر وتحریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ اشاعت کرتے رھے ھیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب جلیل، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم غیبیہ عطا فرمائے ان کو علم غیب بھی کہا جاسکتا ھے؛ کیونکہ علم کا اطلاق جس طرح ذاتی علم پر علم ھوتا ھے اسی طرح عطائی پر بھی ھوتا ھے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا. (سورۃ الأنعام ،آیۃ 80)

میرے رب کا علم ھر چیز کو محیط ھے.

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا . (سورۃ الأعراف،آیۃ 89)

ھمارے رب کا علم ھر چیز کو محیط ھے.

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا. (سورۃ الطلاق، آیۃ 12)

اور یہ کہ اللہ تعالی کا علم ھر چیز کو محیط ھے.*

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا. (سورۃ المؤمن، آیۃ 7)

اے ھمارے رب تیری رحمت اور علم ھر چیز کو محیط ھے۔

ان تمام آیات میں علم سے ذاتی علم مراد ھے۔

اب یہ آیات کریمہ بھی ملاحظہ کیجیے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا. (سورۃ القصص، آیۃ 14)

اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچ گئے بھرپور ھو گئے ھم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمایا۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا. (سورۃ النمل آیۃ 15)

اور بےشك ھم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا.

وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا. (سورۃ الأنبیاء، آیۃ 74)

اور لوط کو ھم نے حکومت اور علم عطا فرمایا.

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗۤ اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا. (سورۃ یوسف،آیۃ 22)

اور جب یوسف جوان ھوگئے ھم نے ان کوحکومت اور علم عطا کیا۔

ان آیات مبارکہ میں علم سے عطائی علم مراد ھے، جو معمولی عقل والے پر بھی یقیناً روشن وظاھر ھے۔تو یہاں سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ھوگئی کہ علم کا اطلاق ذاتی اور عطائی دونوں پر ھوتا ھے۔اوراس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار علوم عطا فرمائے ھیں،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے:

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ. (سورۃ النساء،آیۃ 113)

اورآپ کووہ سب کچھ سکھادیا جوآپ نہیں جانتے تھے۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب علم کی نسبت میں کسی قسم کا کوئی اشکال ھوھی نہیں سکتا۔

اب رھی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب غیب کی نسبت کی تو یہ بھی کتاب وسنت کی بہت سی نصوص سے ثابت ھے۔اللہ تعالي ارشاد فرماتا ھے:

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ۙ. (سورۃ الجن، آیات 27،26)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کردیتا ھے

یہاں سے ظاھر ھوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب غیب کی نسبت بھی قطعاً درست اور کتاب اللہ کے ارشاد کے عین مطابق ھے۔

ھاں علم اور غیب دونوں اجتماعی طور پر قید اطلاق کے ساتھ یا بغیر قید کے اطلاق واستعمال میں علم غیب ذاتی پر دلالت کرتے ھیں اور یہی معنی متبادر ھوتے ھیں،لہذا اللہ تعالي کے سوا کسی کے لیے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی بالواسطہ یا عطا کی قید وصراحت کے بغیر یوں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ھے، یا آپ غیب جانتے ھیں، یا آپ عالم غیب ھیں، یا عالم الغیب ھیں جائز نہیں ھے۔اس ممانعت کی ایک وجہ تو یہی ھے کہ اس سے علم غیب ذاتی سمجھا جاتا ھے۔دوسری وجہ یہ ھے کہ یہ بات ان نصوص کے معارض ھے جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا ھر ایک سے علم غیب کی نفی فرمائی گئی ھے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ھے:

قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ. (سورۃ الأنعام،آیۃ 50)

آپ فرمادیجیے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ھیں اور نہ میں غیب جانتا ھوں

یہاں علم غیب کی نفی فرمائی گئی جو اس بات کی واضح دلیل ھے کہ علم غیب کی نسبت بغیر کسی قید کے اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف کرنا جائز نہیں ھے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ھے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ، وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ. (سورة الأعراف، آية 188)

اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہیں پہنچتی۔

یہاں بھی علم غیب کی نفی اسی ذاتی معنی کے اعتبار سے ھے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ھیں جن میں مخلوق سے علم غیب کی نفی فرمائی گئی ھے۔ اسی لیے ھمارے اسلاف فرماتے ھیں کہ علم غیب کی نسبت بغیر قید کے یا اطلاق کی قید کے ساتھ غیر اللہ کی طرف جائز نہیں ھے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح لملا علی القاری

بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: کان رجلا یعلم علم الغیب۔

وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔

مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: المراد به الخفی الذی لاینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب

* اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداء (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں ✕ *

* اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قطعا بےشمار غیوب و ما کان ما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قطعا عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل ومحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی

امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ھیں:

کم من معتقدلایطلق القول به خشية ايهام غيره ممالا يجوز اعتقاده فلا ربط بين الاعتقادوالاطلاق

بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلا عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔

علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ھیں:*

وانما لم يجز الاطلاق فی غيره تعالی لانه يتبادر منه تعلق علمه به ابتداء فيكون تنا قضا واما اذا قيد وقيل اعلمه الله تعالی الغيب اواطلعه عليه فلا محذور فيه

علم غیب کا اطلاق غیر للہ پر اس لیے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمادیا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمادیا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔(فتاوی رضویہ جلد 29،ص 437)

اب آپ کا وہ سوال جس کو لے کر دیوبندی نے آپ کو تشویش میں مبتلا کر رکھا ھے اس کا جواب ظاھر ھو گیا کہ علم غیب، اطلاع علی الغیب، اظہار علی الغیب، نبأ عن الغیب اور خبر عن الغیب اپنے معنی ومفہوم اور مطلوب ومقصود کے اعتبار سے ایک ھی ھیں، ان میں فرق محض اعتباری ھے، لیکن اطلاق واستعمال میں بغیر قید کے یا اطلاق کی قید کے ساتھ علم غیب اللہ تعالی کے ساتھ خاص ھے، کسی اور کے لیے اسی وقت اطلاق جائز ھے جب کہ عطا کرنے یا واسطہ کی قید مذکور یا معروف یا سیاق وسباق سے مفہوم ھو۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادری

(۴٦٦) السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین ذیل کے مسئلے میں کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی طرف ایک سید زادے کا واقعہ عوام میں بہت مشہور ہے کیا یہ واقعہ درست ہے؟ اس کی کوئی اصل ملتی ہے؟

المستفتی: سید جابر آمری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب ,وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

حضرت سیدنا جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی جانب منسوب یہ واقعہ ھم نے کئی علماء اھلِ سنت کی کتابوں میں پڑھا ھے،لیکن کسی نے اس واقعہ کا کوئی تاریخی حوالہ پیش نہیں کیا ھے،اس واقعہ میں چونکہ کسی امرِ شرعی وحکم دینی کی کوئی خلاف ورزی نہیں ھےاوراس میں بظاھر کذب ودروغ کی بھی کوئی علامت نہیں پائی جاتی لہذا اس واقعہ کورد بھی نہیں کیا جاسکتا.ھم نے اپنے طور پر اس واقعہ کی تحقیق کی کوشش کی لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی۔واللہ تعالی أعلم بالصواب

(۴۶۷)حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے قصر کرے یا پوری پڑھے مسافر سنتیں ونوافل پڑھے یا رخصت ہے؟

المستفتی :السائل میر ارشد عالم رضوی ضیائی،کولکاتا بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب ,وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

مسافر مقتدی مقیم امام کی اقتداء میں پوری نماز پڑھے گا،قصر نہیں کرے گا۔فتاوی ھندیہ جلد 1 ،ص 156 پر ھے :

إن اقتدى مسافر بمقيم أتم أربعا.

یعنی اگر مسافر مقیم کی اقتداء کرے تو چار رکعت پوری پڑھے گا۔

مذھبِ مختار پر مسافر حالتِ امن وقرار میں سنن رواتب پڑھےاور حالتِ خوف ورواروی میں معاف ھیں۔

تنویر الأبصار مع الدر المختار ج 2ص 613 پر ھے :

يأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن و قرار و إلا بأن كان في خوف و فرار لا يأتي بها و هو المختار.

یعنی مسافر اگر امن وقرار کی حالت میں ھو(یعنی چلنا موقوف کر دیا ھواور کسی جگہ ٹھہر گیا ھو)تو سنتیں پڑھے ورنہ اگر خوف وفرار کی حالت میں ھو(یعنی ابھی چلنا موقوف نہیں کیا ھے بلکہ سفر جاری ھے)تو نہ پڑھے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ "السنن" کے تحت لکھتے ھیں "أي الرواتب" یعنی یہاں سنتوں سے مراد سنن رواتب ھیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لیے سنن رواتب کا وہ تاکیدی حکم نہیں رہتا جو مقیم کے لیے ہے، بلکہ یہ سنن مسافر کے حق غیر مؤکدہ ہو جاتی ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۶۸) حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض یہ ہے کہ کیا ہندہ اپنی سگی بھانجی کے لڑکے کے ساتھ حج کرنے جا سکتی ہے جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں فارم بھرنے کی تاریخ آ گئی ہے مہربانی ہوگی

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

جی ہاں، ہندہ اپنی بھانجی کے بیٹے کے ساتھ حج کے لیے جا سکتی ہے؛ کیونکہ بھانجی کا بیٹا محرمات نسبیہ میں داخل ہے۔

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَ بَنٰتُكُمۡ وَ اَخَوٰتُكُمۡ وَ عَمّٰتُكُمۡ وَ خٰلٰتُكُمۡ وَ بَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ. (سورۃ النساء، آیۃ 23) پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں۔

(وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ) کی تفسیر میں امام محی السنہ، ابو محمد حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ویدخل فیھن بنات أولاد الأخ و الأخت و إن سفلن. (معالم التنزیل، جلد 2، ص 188)

بھائی اور بہن کی اولاد (بھتیجے، بھتیجیوں، بھانجے، بھانجیوں) کی بیٹیاں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں۔

علامہ ابو حیان اندلسی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تحرم بناتھما و إن سفلن. (تفسیر البحر المحیط 169/3)*

بھائی اور بہن کی بیٹیاں نیچے تک (بھتیجیاں، بھتیجیوں کی بیٹیاں، پوتیاں نواسیاں وغیرہ، بھانجیاں، بھانجیوں کی بیٹیاں پوتیاں نواسیاں وغیرہ) حرام ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و تدخل فیھن أولادھن. (تفسیر الجلالین، ص 81)
بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی اولاد بھی داخل ھے

علامہ علاؤالدین علی بن محمد معروف بخازن علیہ الرحمہ لکھتے ھیں:

وھی عبارۃ عن کل امرأۃ لأخیك أو لأختك علیھا ولادۃ یرجع نسبھا إلی الأخ أو الأخت فیدخل فیھن جمیع بنات أولاد الأخ و الأخت و إن سفلن. (تفسیر الخازن 358/1)*
بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے مراد وہ تمام لڑکیاں ھیں جن کا نسب بطورِ ولادت بھائی یا بہن کی طرف لوٹتا ھے،تو ان میں بھتیجوں، بھتیجیوں اور بھانجوں، بھانجیوں کی نیچے تک تمام بیٹیاں داخل ھیں※*
علامہ محمد بن احمد شربینی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

من جمیع الجھات و بنات أولادھن و إن سفلن. (تفسیر السراج المنیر 236/1)
ان میں بھتیجیوں اور بھانجیوں کی اولاد نیچے تک سب داخل ھیں۔
ان تفاسیر کے علاوہ اور بھی تمام تفاسیر میں اسی طرح مذکور ھے۔

علامہ قاضی ملا خسرو حنفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ھیں:

حرم علی الرجل تزوج أصله و إن علت و فرعه و إن سفلت و أخته و بنتھا و إن سفلت. (الدرر الحکام 330،329/1)
مرد کے لیے اس کے اصول اوپر تک، فروع نیچے تک، بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ھیں۔
اسی طرح فتاوی قاضي خان، فتح القدیر، فتاوی ھندیه، شرح وقایه، فتاوی رضویه وغیرہ تمام کتب فقہ میں ھے۔

جب یہ حکم ظاھر ھو چکا تو اب ھندہ کے لیے اپنی بھانجی کے بیٹے کے ساتھ سفر حج پر جانا بھی جائز ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبه الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۶۹) سوال: نابالغ یا شیر خوار بچوں کو معصوم بولنا کیسا؟
المستفتی: نام غلام محمد بلہاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الجواب بعون اللہ الوھاب:*
اصل جواب سے پہلے معصوم کا لغوی اور شرعی معنیٰ سمجھ لیجیے:
معصوم عربی زبان کا لفظ ھے اور یہ عصمت سے بنا ھے۔

عصمت کا لغوی معنی:

عصمت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ مبارک بن محمد بن اثیر جزری اور علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

العصمة: المنعة. (النهاية في غريب الأثر 429/3. لسان العرب 403/12)*

عصمت کا معنی ہے روکنا محفوظ رکھنا۔

عصمت کا اصطلاحی اور شرعی معنی:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حقيقة العصمة أن لا يخلق الله تعالى في العبد الذنب مع بقاء قدرته و اختياره، و هذا معنى قولهم هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير و يزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء. (شرح العقائد النسفية، ص 120)

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں اس کی قدرت و اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے۔ اسی کے قریب یہ تعریف ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا وہ لطف و کرم ہے جو بندے کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے باز رکھتا ہے، اس کے باوجود بندے کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندے کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

یہاں سے یہ وہم بھی دور ہو گیا کہ انسانوں میں عصمت کا یہ مطلب نہیں کہ بندے میں گناہ کی قدرت ہی باقی نہ رہے اور اس سے معصیت کا صدور محال ہو جائے۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولهذا قال الشيخ أبو منصور الماتريدي رحمه الله تعالى العصمة لا تزيل المحنة، و بهذا يظهر فساد قول من قال إنها خاصية في نفس الشخص أو في بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب عنه، كيف ولو كان الذنب ممتنعا لما صح تكليفه بترك الذنب و لما كان مثابا عليه. (شرح العقائد النسفية، ص 121)

اسی لیے امام ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عصمت مکلف ہونے کو ختم نہیں کرتی۔ یہیں سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت انسان کے نفس یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف قرار دینا صحیح نہ ہو گا اور نہ اس کو اجر و ثواب دینا درست ہو گا۔

انسانوں میں عصمت کس کو حاصل ہے؟ اس کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا موقف یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ اپنے جس بندے کو چاہے اس لطف وکرم سے نواز دے، البتہ اس نے بکمال فضل انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو اس نعمت سے وجوبی اور یقینی طور پر مشرف فرمایا ہے جب کہ باقی کے لیے محض امکان و جواز رکھا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المعصوم من عصم اللہ. (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6611)

معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالی محفوظ رکھے.

اس حدیث شریف کی شرح میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

عصمة الأنبياء على نبينا و عليهم الصلاة والسلام من النقائص و تخصيصهم بالكمالات النفيسة و النصرة و الثبات في الأمور و إنزال السكينة. والفرق بينهم و بين غيرهم أن العصمة في حقهم بطريق الوجوب و في حق غيرهم بطريق الجواز. (فتح الباری 502/11)

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی عصمت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نقائص وعیوب سے محفوظ ہیں اور عمدہ کمالات، نصرت و تائید الٰہی، ثابت قدمی اور طمانینت وسکون کے نزول کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے اور غیر انبیاء کے لیے جائز وممکن ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ معلوم ہوا کہ عصمت رب کریم کا انعام وعطیہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو قطعی اور یقینی طور پر حاصل ہے اور اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، جو اس کا انکار کرے وہ گمراہ وبددین ہے، اسی طرح غیر انبیاء مثلاً صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، اتقیاء، اصفیاء، صلحاء اور علماء رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں بھی وصف عصمت پایا جاسکتا ہے، لیکن اس کا پایا جانا واجب نہیں اور نہ ہمارے پاس اس بات کا کوئی یقینی علم ہے کہ فلاں کو عصمت حاصل ہے اور فلاں کو عصمت حاصل نہیں ہے، اس فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلاف کرام وعلماء اہلِ سنت و جماعت نے یہ احتیاطی فرق ملحوظ رکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی نقائص ورذائل اور معاصی وسیئات سے حفاظت وصیانت کو عصمت سے تعبیر فرماتے ہیں اور غیر انبیاء کے ان آلائش سے پاک رہنے کو حفاظت سے تعبیر فرماتے ہیں۔ یعنی انبیاء کرام کو معصوم اور دوسروں کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

اب آپ کے سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ نابالغ بچوں کو معصوم کہنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر کوئی انہیں معصوم کہہ بھی دے تو اس پر شرعاً کوئی گرفت نہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۷۰) حضور حجۃ العلم مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی درج
ذیل شعر کے تعلق سے اظہار خیال فرمائیں اعلی حضرت کی خاطر ہے جنت بنی اور دوزخ بنی تھانوی کے لئے
المستفتی ۔ابن الازہر بدایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الجواب بعون اللہ الوھاب :*
اللہ تعالیٰ جنت اور اس میں جانے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ھے :
سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ-اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ-ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ-وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سورۃ الحدید، آیۃ 21)*
اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی وسعت جیسی ھے اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ھے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
اور جہنم کے بارے میں ارشاد الہی ھے :
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (سورۃ البقرۃ،آیۃ 24)
تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ھیں وہ، کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔*
ان آیات مبارکہ کی روشنی میں آپ اپنے شعر کا حکم سمجھ لیجیے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.
(۴۷۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ محرم الحرام کے موقع سے لوگ تیجہ اور چہلم مناتے ہیں ۔کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے برائے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں
المستفتی:
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الجواب بعون اللہ الوھاب :
یہ سب رافضیوں کی بدعات و جہالات ھیں، شریعتِ اسلامیہ میں ان کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ھے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کی خرافات وبیہودہ حرکات سے دور رھیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.
(۴۷۲)
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
الجواب بعون اللہ الوھاب،وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

اذان کی دو حیثیتیں ھیں:

اذان اسلام کا شعار ھے۔

اذان وقتِ نماز شروع ھونے کا اعلان ھے۔

فاسق کے اذان دینے سے اذان کی پہلی حیثیت یعنی شعارِ اسلام ھونا حاصل ھوجاتی ھے، لہذا اقامتِ شعار کے لیے فاسق کی اذان کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

فاسق کی بات چونکہ دیانات اور دینی معاملات میں نا قابلِ قبول اور غیر معتبر ھوتی ھے تو فاسق کے اذان دینے سے اعلان کا مقصد حاصل نہیں ھوگا، لہذا اس کی اذان کا اعادہ کرنا بہتر و مستحب ھے۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

جزم المصنف بعدم صحة أذان مجنون و معتوه و صبی لایعقل. قلت و کافر و فاسق لعدم قبول قوله فی الدیانات. (الدر المختار، ص 56)*

مصنف نے پاگل، کم عقل اور ناسمجھ بچے کی اذان کو غلط اور غیر صحیح قرار دیا ھے۔ میں کہتا ھوں کہ کافر اور فاسق کی اذان کا بھی یہی حکم ھے (یعنی ان کی اذان درست نہیں ھے)؛ کیونکہ دینی امور میں ان کا قول قابلِ قبول نہیں۔*

علامہ حصکفی نے کافر و فاسق دونوں کی غیر صحیح ٹھہرایا ھے، اس پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نے گرفت کرتے ھوئے فرمایا کہ یہاں کافر کے ساتھ فاسق کا ذکر غیر مناسب ھے؛ کیونکہ صاحب البحر الرائق نے اذان کی صحت و درستگی کے لیے مؤذن کا عاقل و مسلمان ھونا شرط قرار دیا ھے اور عدالت (فاسق نہ ھونا)، مرد ھونا اور طہارت کو شرطِ کمال قرار دیا ھے اور کہا ھے:

فأذان الفاسق و المرأة و الجنب صحیح، ثم قال وینبغی أن لایصح أذان الفاسق بالنسبة إلی قبول خبره و الاعتماد علیه، أی لأنه لایقبل قوله فی الأمور الدینیة فلم یوجد الإعلام کما ذکره الزیلعی. (ردالمحتار 61/2)*

فاسق، عورت اور جنبی کی اذان درست ھے (لیکن شرطِ کمال فوت ھونے کی وجہ سے اعادہ مستحب ھے)۔ پھر فرمایا ھے کہ فاسق کا قول دینی امور میں نا قابل قبول اور غیر معتبر ھوتا ھے جس سے اعلان کا مقصد حاصل نہیں ھوتا، لہذا اس کی اذان درست نہیں ھونا چاہیے۔*

* اس کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمہ بطور خلاصہ لکھتے ھیں:*

* فاسق کی اذان درست ھے اگرچہ اس سے وقتِ نماز ھوجانے کی اطلاع اور اس کے قول پر اعتماد کا فائدہ حاصل نہیں

ھوتا برخلاف کافر اور بےعقل کے، کہ ان کی اذان اذان ھی نہیں، لہذا شارح کا کافر وفاسق دونوں کوحکم میں برابر کردینا غیرمناسب ھے۔(ردالمحتار2/62)*

* مساجد کے ذمہ داران کو چاہیے کہ اذان کے لیے ایسے غیر فاسق شخص کا انتخاب کریں جونماز کے اوقات سے بخوبی واقف ھو، اور یہ بھی خیال رکھیں کہ اگرکبھی کوئی بغیرداڑھی والا اذان کہدے تو اس پرناجائزوحرام کا حکم نہ لگائیں اورنہ اس کی اذان کو غلط اور غیرصحیح قراردے کراس پر چڑھ دوڑیں، بلکہ صبروسکون سے کام لیں اور کوئی انتشار وفتنہ نہ ھوتو اس کی دی ھوئی اذان کا اعادہ کرلیں، ورنہ کوئی بات نہیں، بغیر داڑھی والے کی اذان درست ھوچکی ھے، اسی پر اکتفا کریں، البتہ آئندہ کے لیے احتیاط رکھیں۔

* یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ فاسق کی اذان کے لوٹانے کا استحبابی حکم اس وقت ھے جب کہ وہ فاسق مستقل مؤذن ھو، جس کی اذان سے دخول وقت کی اطلاع ھوتی ھے، لیکن اگر ایسی جماعت موجود ھے جودخول وقت سے باخبر ھے پھر کوئی فاسق یا سمجھ دار بچہ اذان کہدے تومقصود حاصل ھوجانے کی وجہ سے کراھت ھے نہ اعادے کی ضرورت۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں:

ثم الظاهر أن الإعادة إنما هي في المؤذن الراتب، أما لو حضر جماعة عالمون بدخول الوقت و أذن لهم فاسق أو صبي يعقل لايكره و لايعاد أصلا لحصول المقصود. والله تعالى أعلم بالصواب. كتبه الفقير أبو الحسان محمد اشتياق القادري.

(۴۷۳) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مسجد کی کمیٹی کا فرد ایک سخص کو کہتا ہے کہ تیرا مسجد سے کوئی تعلق نہیں تو مسجد میں نہ آیا کر تو حضرت دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسکا منع کرنے سے نماز پنجگانہ یا جمع میں کوئی حرج تونہیں حالانکہ وہ سنی ہے

المستفتی: محمد عمر رضا اشوک وہار

بسم الله الرحمن الرحيم.

الجواب بعون الله الوهاب. وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته:

شرعاً کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بےوجہ شرعی کسی مسلمان کو مسجد میں نماز وذکروغیرہ کے لیے آنے سے روکے، جوشخص روکتا ھے وہ ظالم وگناہ گار اور مسجد کی ویرانی کے جرم میں گرفتار ھے، ایسے شخص کی بات پر ھرگز عمل نہ کیا جائے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اس ظالم کو اس طرح کی جابرانہ حرکت سے باز رکھنے کے لیے کوشش کریں۔ اللہ تعالی

ارشاد فرماتا ھے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا-اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ۬-لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (سورۃ البقرۃ ،آیۃ 114)*

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ھوگا جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ انہیں مسجدوں میں داخل ونامناسب نہ تھا مگر ڈرتے وئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ے۔

ظالم کے منع کرنے کے باوجود جو مسلمان مسجد میں آکر نماز ادا کرتا ھے وہ اِن شاءاللہ تعالی دوھرے اجر کا مستحق ھوگا، ایک تو مسجد میں نماز ادا کرنے کا، دوسرے ظالم کے ظلم پر صبر کرنے کا۔

یہاں یہ بات ذھن نشین فرما لیجیے کہ جنبی (یعنی جس پر غسل فرض ھو)، جس کے منہ سے بدبو آتی ھو، جو لہسن پیاز وغیرہ بدبودار چیزیں کھا کر آیا ھو اور اس کے منہ کی بدبو ابھی ختم نہ ھوئی ھو اور جو کسی بھی طرح مسجد میں لوگوں کو ایذا پہنچاتا ھو یا جس کا مسجد میں آنا مسجد کے لیے نقصان دہ ھو ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے روکنا اس آیت کریمہ کی وعید میں داخل نہیں؛ کیونکہ یہ حقیقت میں مسجد سے تکلیف دہ یا نامناسب چیزوں کو دور کرنے کے حکم میں آتا ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب. کتبہ الفقیر أبو الحسان محمد اشتیاق القادری.

(۴۷۴) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا جماعت میں کسی بدعقیدہ کے آنے سے کسی کی نماز نہیں ہوتی؟

المستفتی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب ،وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مسلمانوں کی مسجد میں کسی بدعقیدہ یا کافر کے آنے سے کسی کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ھاں اگر کوئی بدعقیدہ ایسا ھے جس پر حکم کفر ھو اور وہ صف درمیان کھڑا ھو جائے تو اس سے قطع صف لازم آتا ھے جو کہ مکروہ تحریمی ھے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

(۴۷۵) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مفتی صاحب قبلہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ارکان نماز فرض اعتقادی ہیں یا فرض عملی؟ ان کا انکار کرنے والے پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ براہ کرم فقہی جزئیات کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: کوثر القادری مصباحی گریڈیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الجواب بعون اللہ الوھاب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

ارکان نماز میں قیام، قراءت، رکوع، سجود فرائض اعتقادیہ ھیں جن کا منکر قطعاً کافر ومرتد ھے باقی ارکان فرض عملی ہیں۔

و للتفاصیل عن المسئلة یستحسن الرجوع إلی فتح القدیر، والبحر الرائق، و رد المحتار، و حاشیة الطحطاوی علی المراقی والفتاوی الرضویة و غیرها من الأسفار. واللہ تعالی أعلم بالصواب.